رحمتِ حق کا مجاہد پر یوں ہوتا ہے نزول
موم بن جاتا ہے آہن، سنگ ہو جاتا ہے پھول
مجاہد تم کہاں ہو؟
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
ریحانہ تبسم فاضلی
READING Section

مُجاہد
تُم کہاں ہو؟

ریحانہ تبسم فاضلی

"تازہ گلاب"

دیدنی ہے میری اس تصنیف کا حُسن و شباب
ضوفشاں ہے جس میں تیری فکرِ نو کا ماہتاب
اس کے اک اک حرف میں ہے ماتا کی روشنی
میری نظروں سے نہیں گزری کوئی ایسی کتاب
ایک ماں نے یہ لکھی ہے اپنے بیٹے کے لئے
لا نہیں سکتی یہ دنیا ایک بھی اس کا جواب
اس میں جذبہ کی صداقت درد کی سچائی ہے
کاش بن جائے ہماری زندگی کا یہ نصاب
خود خدائے پاک کی رحمت ہے تیرا سائباں
اس طرح آیا ہے تیری زندگی میں انقلاب
ظلمتیں تیری ضیائے جاں پہ چھا سکتی نہیں
بجھ نہیں سکتا کبھی علم و یقیں کا آفتاب
صورتِ تعبیر خود نعمان تیرا آئے گا
جگمگا اٹھا ہے اس میں اک مجاہد ماں کا خواب
نذر کرتی ہوں تری یہ تہنیت کے چند پھول
اس دعا کے ساتھ کہ مہکے ترا تازہ گلاب

......نصرت بانو شوکت
معتمد
انجمن خواتین ناظم آباد
۱۳/۴/۲۰۰۰

نام کتاب	۞	مجاہد تم کہاں ہو؟
مصنفہ	۞	ریحانہ تبسم فاضلی
سرورق	۞	فرحت جمیل
ترتیب	۞	نصرت بانو شوکت
تاریخ اشاعت اول	۞	محرم الحرام ۱۴۲۱ھ بہ مطابق ۱۔ اپریل ۲۰۰۰ء
تاریخ اشاعت دوئم	۞	محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
تاریخ اشاعت سوئم	۞	شعبان ۱۴۲۵ھ بہ مطابق ستمبر ۲۰۰۴ء
کمپوزنگ	۞	فیصل احمد
طابع	۞	ماس پرنٹرز۔ کراچی
ناشر	۞	فاضلی پبلیکیشنز

ملنے کا پتہ

تھرڈ ای/۳/بی۔ ۱۸ حبیب اسکوائر

ناظم آباد۔ کراچی

فون: ۶۶۱۲۸۶۳
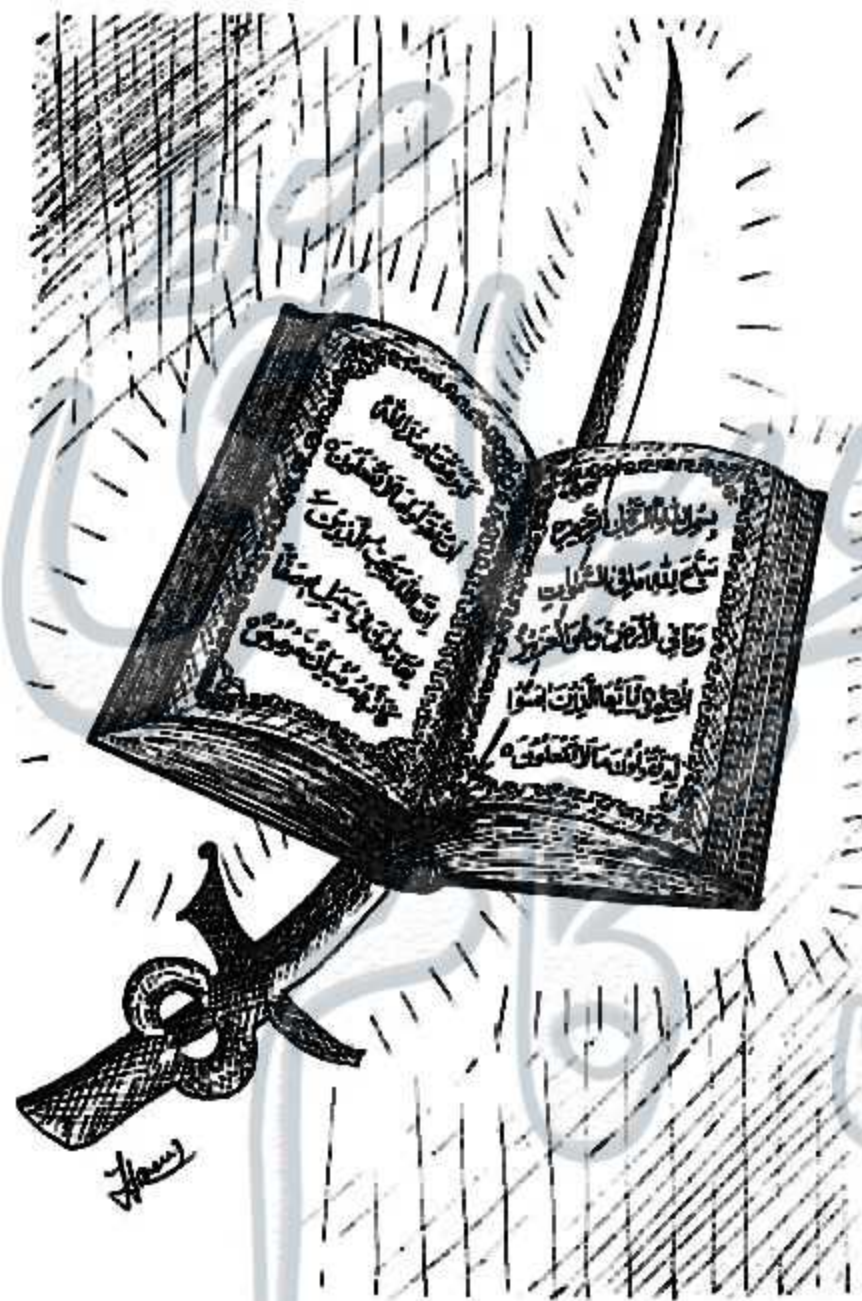
انتساب

اسلام کے اُن گمنام
عظیم مجاہدین کے نام

جنہوں نے ہر دور کی تاریخ میں
اپنے لہو سے نُصرتِ حق
کے چراغ روشن کئے

ریحانہ تبسم فاضلی

"اس کتاب میں"

دوسرا حصہ: "حرمین وشریفین"

تیسرا حصہ: "الجہاد"

دنیا و دیں کے علم سے روشن ہے جس کا دل
میں لکھ رہی ہوں ایسے مجاہد کی داستاں
اللہ کے کرم سے وہ آئے گا اپنے گھر
دیکھے گا اپنی آنکھوں سے یہ اپنا گلستاں

"حمدِ باری تعالیٰ"

کس کے دوار شوق سے جاؤں ترے سوا
کس کا خیال دل میں بساؤں ترے سوا

سنتا ہے کون درد بھری داستان کو
میں اپنا درد کس کو سناؤں ترے سوا

تیرے سوا تو کوئی بھی مرہم اثر نہیں
میں اپنے زخم کس کو دکھاؤں ترے سوا

اندر سے ہوں میں کتنی شکستہ و ریختہ
یہ سچی بات کس کو سناؤں ترے سوا

بجتی ہے کبریائی فقط تیرے نام پہ
پھر ناز کیوں کسی کے اٹھاؤں ترے سوا

تو میرا رب ہے مالکِ ارض و سما ہے تو
سر کس کے آستاں پہ جھکاؤں ترے سوا

مجھ کو تو صرف تیری اطاعت پہ ناز ہے
پھر کیوں کسی کے در پہ میں جاؤں ترے سوا

جتنا سکون ملتا ہے گھر میں ترے مجھے
ممکن نہیں سکون میں پاؤں ترے سوا

سنتا ہے کون ڈوبتے تاروں کی بات کو
غم خوار اپنا کس کو بناؤں ترے سوا

مومن کا دل ہی گھر ہے ترا اے عظیم رب
اس گھر میں کس کی یاد جگاؤں ترے سوا

میری حیات تیری رضا میں تمام ہو
خاطر میں ، میں کسی کو نہ لاؤں ترے سوا

یہ آرزو ہے روز طوافِ حرم کروں
محور نہ میں کسی کو بناؤں ترے سوا

"نعتِ رسول ﷺ"

تصور میں اگر سرکار کا دیدار ہو جائے
تو دل بھی جاگ اُٹھے شوق بھی بیدار ہو جائے

ذرا سی دیر ہے غنچوں میں اُن کے مسکرانے کی
فضائیں پھول برسائیں چمن گل کار ہو جائے

اگر اپنے عمل میں ہم سجالیں اُن کی سنت کو
تو یہ تپتا ہوا صحرا گل و گلزار ہو جائے

اُسی کی زندگی پر تو مشیت ناز کرتی ہے
جو راہِ حق پہ مرنے کے لئے تیار ہو جائے

سفینہ غم کا طوفانوں میں ہے اہلِ محبت کا
کرم سرکار فرمادیں تو بیڑا پار ہو جائے

الٰہی اس قدر تاثیر دیدے فکر کو میری
یہ دنیا رُخ بدلنے کے لئے تیار ہو جائے

نظر آئے گا جلوہ رحمتِ عالم کا محشر میں
جہادِ حق میں جو اپنا عمل تلوار ہو جائے

ندامت کے بھی آنسو بری بخشش کا ساماں ہیں
زباں سے بھی ندامت کا اگر اظہار ہو جائے

میں اپنی زندگی میں نعت ہی لکھتی رہوں پیہم
زمینِ فکر پر جو بارشِ انوار ہو جائے

اساس

بچپن ہی سے حضرت صحابیات، ازواج مطہرات اور نبی ﷺ کی صاحبزادیاں میری آئیڈیل شخصیات تھیں۔ ان کے کردار، عادات واطوار کے آگے ہر قوم کی خواتین کے رنگ پھیکے پڑنے لگتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ذہن ودل کی جلا بہت ضروری ہے۔ ذہن ودل کو یہ صفائی و پاکیزگی اس وقت ملتی ہے جب اللہ کے پسندیدہ بندے علم و حکمت کے خزانوں سے آشنا کریں۔ یہ ان دنوں کی بات تھی جب میں پرائمری اسکول میں پڑھا کرتی تھی اور بڑی پابندی سے دہلی میں اپنے استاد محترم مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ (مفسر قرآن، چوڑیوالان والے) کے وعظ سننے جاتی تھی۔ میری دادی جان جنہیں میں بڑے پیار سے اماں کہا کرتی تھی، مولانا یوسف کا کوئی وعظ نہیں چھوڑتی تھیں۔ (خواہ وہ وعظ مولانا کی مسجد میں ہو، جامع مسجد کے علاقے میں، سوئیوالان، بلیماران، کچھلیوالان، حوض قاضی، ترکمان گیٹ، پھاٹک حبش خان، تیلیی خانہ، نیا محل، چتلی قبر اور دہلی کے دیگر علاقوں میں) مولانا محترم جب وعظ ختم فرماتے تو دوسرے دن کے لئے جگہ کا اعلان فرمادیا کرتے تھے۔ دہلی میں صف اوّل کے واعظ کہلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پر اثر لہجہ اور درد بھری آواز عطا کی تھی کہ وعظ سننے والے کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگتا تھا۔ جب مولانا صاحب اللہ تعالیٰ کی تعریف فرماتے تو اللہ کی محبت و عشق کی وجہ سے سننے والوں کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی تھیں۔ جب حضور اقدس ﷺ کا ذکر فرماتے تو عشقِ نبی سے حالت بدلنے لگتی۔ جب جہنم کا بیان فرماتے تو اللہ کے خوف سے لوگوں کی چیخیں نکلنے لگتیں، جب جنت کا بیان فرماتے تو دلوں میں جنت دیکھنے اور اس میں داخل ہونے کا عشق بڑھنے لگتا، دل شدت سے یہ تمنا کرنے لگتا کہ اے کرم کرنے والے آقا تو ہمیں جہنم سے بچالینا اور اپنی پیاری جنت میں داخل فرمادینا۔ جب حضرات صحابیات، ازواج مطہرات اور نبی ﷺ کی صاحبزادیوں کا تذکرہ کرتے تو دل میں یہ خواہش شدت سے پیدا ہوتی کہ کاش میں اس دور

میں ہوتی۔ان سب مبارک ہستیوں کو دیکھتی،ان کے علم و عمل سے فیض اٹھاتی۔ عقائد پہ بات کرتے تو دل و دماغ میں کلبلانے والے تمام کیڑے اپنی موت آپ مر جاتے۔ یاد رہتا تو صرف یہ کہ اللہ ایک ہے،ازل سے ہے ابد تک رہے گا۔(جب دنیا کی تخلیق نہیں ہوئی تھی تو اللہ موجود تھا،جب دنیا ختم ہو جائے گی تب بھی اللہ موجود ہو گا)

مولانا صاحب خواتین کو سمجھاتے کہ خبردار نبی ﷺ کے عمل سے سر مو بھی انحراف نہ کرنا۔ یہ تم کیا کرتی ہو؟کہ صفر المظفر کو تیرہ تیزی کا مہینہ کہہ کر چھولے ابال کر محلے میں تقسیم کرنا شروع کر دیتی ہو۔ کہتی ہو کہ مردوں پہ تیرہ دن بہت بھاری ہوتے ہیں۔ یہ چھولے ان بلاؤں کو روک لیں گے۔ عقل کی اندھی نہ بنو، غور کرو کہ نبی ﷺ کی بیٹیوں، ازواج مطہرات اور صحابیات نے نبی ﷺ کے عمل کو اپنی زندگی بنا لیا تھا۔ تم ان راستوں پہ چلو یہ راستے تمہیں دین سے بہت دور لے جائیں گے پھر تمہارے ساتھ صرف شیطانی لشکر رہ جائے گا جو تمہاری دنیا بھی خراب کر دے گا اور قیامت والے دن تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں گھسیٹ کر لے جائے گا۔ تمہیں کیا معلوم کہ رات اور دن میں کتنی بلائیں آسمان سے اترتی ہیں۔ میری ماؤ! بہنو! بیٹیو! تم حضور ﷺ کے عمل کو دیکھو۔ آپ ﷺ کی یہ دعا صبح و شام تین مرتبہ پڑھ لیا کرو:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ (صبح اَصْبَحْنَا کے ساتھ ملا کر پڑھو اور شام کو اَمْسَیْنَا کے ساتھ)

(سنن اربعہ ،ابن حبان،ابن ابی شیبہ، عن عثمان رضی اللہ عنہ، حصن حصین)

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ ہم نے صبح کی (یا شام کی) جس کے نام کے ساتھ آسمان اور زمین کی کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

یہ نہ سمجھنا کہ مولوی صاحب تمہیں چھولے کھانے سے روک رہے ہیں، میں تمہیں منع نہیں کرتا۔ یہ تو اللہ کی نعمت ہے، جب بھی کھاؤ۔ لیکن اس کے ساتھ واقعات منسوب نہ کرو۔ ربیع الاول کے مہینے کے لئے کہتی ہو، بارہ وفات کا مہینہ ہے، بتاؤ تو کس کی بارہ وفاتیں

ہوئی تھیں۔ بارہ ربیع الاول کو حضور اقدس ﷺ کی وفات ہوئی۔ ربیع الاول میں تم گھر گھر میلاد کرو گی، لیکن جس انداز میں تم ذکر کر رہی ہو، یہ طریقہ صحیح نہیں۔ نبی کریم ﷺ کے خاندان کی خواتین اس طرح نہیں کرتی تھیں۔ وہ قرآن و سنت کے مطابق بیان کرتی تھیں۔ تم نبی ﷺ کی احادیث بیان کیا کرو، حضور اقدس ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں بتاؤ۔ یہ نہیں کہ میلاد اکبر، میلاد گوہر سے پیدائش کا بیان پڑھ دیا، اس کی ضعیف روایتیں بیان کر دیں اور مل کر نعتیں پڑھ لیں۔ میں بھی نعت پڑھتا ہوں اللہ نے میرے دل میں بھی نبی ﷺ کی محبت عطا فرمائی ہے اور شاعرانہ ذہن بھی عطا کیا ہے۔ الحمد للہ کچھ موزوں مصرعے بھی کہہ لیتا ہوں۔ لیکن نعت کے سلسلے میں یہ خیال رکھو کہ شرکیہ اشعار نہ ہوں، نعت پڑھنی ہے تو اکیلی پڑھا کرو، مل مل کر گانے کے انداز میں نہ پڑھو، تمہاری آواز بھی گھر سے باہر نہ جائے۔ تم نے ذکر رسول ﷺ کا جو طریقہ اختیار کیا ہے یہ ثواب کے بجائے تمہارے لئے گناہ کا سبب بن جائے گا۔ نبی ﷺ کی سیرت طیبہ بیان کرو، صحیح کتابوں کا انتخاب کرو۔ اگر تمہیں پتہ نہ چل سکے تو علماء کرام سے پوچھ لیا کرو کہ کون سی کتاب پڑھیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم غلط عقائد والی کتابیں پڑھ لو۔ کسی مہینے کو تم مدار کا مہینہ کہتی ہو اور چھڑی بنا کر اپنے دالان میں لگاتی ہو، پھر ملیدہ بنا کر محلے کے بچوں کو بلا کر کھلاتی ہو اور عورتوں کو مشورہ دیتی ہو کہ پیر صاحب کے نام کی منت مان لو۔ خبردار! منت اور مراد اللہ کے سوا کسی اور سے نہ مانگ لینا۔ اللہ ہی سے مانگو، وہی اپنے بندوں کی پکار کو سننے والا ہے اور وہی ہمیں اپنی نعمتوں سے نوازنے والا ہے۔

کبھی ربیع الثانی کے مہینے کو بڑے پیر صاحب کا مہینہ کہتی ہو، کبھی گیارہویں کا مہینہ کہتی ہو۔ اللہ کی بندیو سارے مہینے اللہ کے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی صرف اللہ ہی سے مانگتے تھے۔ تم ان کے نام کی گیارہویں مناتی ہو۔ گیارہویں اور بارہویں سے کچھ نہیں ہوتا۔ تم تو مسلمان ہو، نماز پڑھتی ہو، نماز کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھتی ہو اور اس میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ پڑھتی ہو۔ جس کا مطلب ہے کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔" تمہارے دماغ میں یہ خناس شیطان نے ڈالا ہے کہ گیارہ عورتوں کو جمع کرو، پھر گیارہ دانے شیرینی کے لو، پھر گیارہ پیسے لو اور پھر

پڑھو۔ میں مانتا ہوں کہ اس میں قرآن کی آیات ہیں، لیکن آخر میں فارسی کا ایک قطعہ ہے۔ تمہیں تو فارسی بالکل نہیں آتی۔ اس میں پورا شرک بھرا ہوا ہے۔ پھر آخر میں یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہوا ہے۔ یہ کھلا ہوا شرک ہو گیا۔ تم عورتوں کی یہ بات سن کر بہت غصہ آتا ہے، کیا یہ نبی ﷺ کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بندیو! قرآن پڑھو، نماز پڑھو، پردہ کرو، بچوں کی صحیح پرورش کرو، آکر وعظ سن لیا کرو، غلط طریقے سے بچو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، تم کیا کرتی ہو؟ کبھی حلوہ بناتی ہو، کبھی حلیم بناتی ہو، کبھی تل کی روٹیاں بناتی ہو، جو کچھ کھانا چاہتی ہو ضرور کھاؤ لیکن کوئی کھانا کسی کے نام سے اور مہینے سے منسوب نہ کرو۔ گھر گھر سے عورتیں جمع کرتی ہو، پھر سورۂ ملک پڑھ کر میٹھی تل کی روٹیاں تقسیم کرتی ہو، کبھی کبھی تو بیبیوں کے پیالے بھرتے ہیں، یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کون سی بیبیاں ہیں اور یہ ساری غلط باتیں تم تک کیسے پہنچیں۔ یقیناً یہ ساری شیطان کی کارستانی ہے۔ اس نے تمہارے ذہنوں میں خرافات بھر دی ہیں، توبہ کر لو۔ اگر سچے دل سے توبہ کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے۔ تمہیں حلیم کھانا ہے کھاؤ، لیکن حلیم کو نبی ﷺ کے خاندان سے منسوب نہ کرو۔ اللہ کی بندیوں حلیم تو ہندوستان، پاکستان میں بنایا جاتا ہے۔ عرب کے رہنے والے تو حلیم سے واقف بھی نہیں ہیں، سیدھی سادی زندگی گزارو۔ جو رسم و رواج سے پاک ہو۔ قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس پر اپنی گردنیں جھکا دو۔ دل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتیں مانو۔ جب تمہیں شیطان یا تمہارا نفس بہکائے تو لاحول پڑھ لیا کرو۔ تمہارے دل، دماغ کو آپریشن کی ضرورت ہے۔ آپریشن کے لئے کسی ڈاکٹر کے پاس نہ چلی جانا، میں اللہ کے قرآن اور نبی ﷺ کی احادیث سے تمہارے بیمار ذہنوں کا علاج کروں گا۔ اگر میں نے تمہارے مردوں سے سنا کہ اب بھی تم نے بدعت کا بازار گرم کر رکھا ہے تو پھر میرے وعظ میں نہ آنا۔ مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ان باتوں کا ایسا اثر ہوا کہ دہلی کی کثیر بستیوں سے بدعتوں کا جنازہ نکل گیا۔ عورتوں کے غلط عقائد تیزی سے درست ہونے لگے۔

یہ مولانا ہی تھے جن کے مواعظ نے میرے دل میں اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ اور ان کے خاندان کی خواتین اور صحابیات کی محبت کا چراغ روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو اپنے مخصوص بندوں میں سے بنایا تھا کہ ایک طرف تو آپ کے مواعظ لوگوں کی اصلاح کا سبب

بنے اور دوسری طرف مولانا نے پردے کی شرائط کے ساتھ ہزاروں عورتوں کا قرآن درست کرایا۔ آج دہلی کی ہر بستی میں مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ہونہار شاگردیں چھوٹے چھوٹے مدارس چلا رہی ہیں اور بہت سے لوگوں کی اصلاح کا سبب بن رہی ہیں۔

بچپن کی یادیں بڑی سادہ اور معصوم ہوتی ہیں اور اس عمر میں ہر بات بچے کے ذہن و دل پر جلد ہی نقش ہو جاتی ہے۔ اس دور کی اصلاح بچے کی نشوونما میں انتہائی مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ مولانا کے مواعظ میری زندگی کا بڑا قیمتی سرمایہ ہیں۔ یہ ان مبارک باتوں کے اثرات تھے کہ میں شادی بیاہ میں نہیں جاتی تھی۔ کہیں سے ڈھولک کی آواز آتی تو مجھے اختلاج ہونے لگتا تھا۔ میری پیاری اماں (اللہ ان کی مغفرت فرمائے آمین) اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے نجات دہندہ ثابت ہوئیں۔ جنہوں نے مجھے مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے سے جوڑ دیا۔ بچیاں تو گڑیاں کھیلتی ہیں یا کسی اور کھیل کود میں مصروف رہتی ہیں لیکن میں اسکول سے پڑھ کر آتی تو میری تمام تر توجہ اس بات کی طرف ہوتی کہ محلے کی اپنی ہم عمر بچیوں کو جمع کروں اور مولانا کا وعظ ان کو سناؤں یا ان کی نماز درست کراؤں۔ ہمارا بڑا کمرہ محلے کی بچیوں سے بھر جاتا تھا۔ میں کوشش کرتی کہ مولانا کے انداز میں ان کو سمجھاؤں۔ بچپن کی اس تربیت نے ایسا رنگ دکھایا کہ آج بھی جب بیان کرتی ہوں تو بولتے بولتے میرے مربی و محسن اور عظیم استاد مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا لہجہ میرا لہجہ بن جاتا ہے۔ اللہ کا کرم پورے مجمع پر ہو جاتا ہے کہ خواتین کے اور میرے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتیں جمنے لگتی ہیں۔

میں چوتھی کلاس میں پڑھتی تھی تو ایک دن استاد محترم (مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ) نے غزوۂ اُحد کے بارے میں وعظ فرمایا کہ شوال کے مہینے میں غزوۂ احد ہوا اور یہ غزوہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے لئے نصیحت بن گیا۔ کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس مجاہدین کے ساتھ ایک پہاڑی پر متعین کیا تھا اور فرمایا تھا کہ فتح ہو یا شکست یہاں سے ہٹنا نہیں (یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح اللہ کی اطاعت ضروری ہے اسی طرح ہر حال میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت لازمی ہے) جب ان میں سے کچھ مجاہدین نے سنا کہ جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ پکارتے رہے لیکن خوشی میں کسی نے نہیں سنا۔ جب مسلمان اس پہاڑی کے اندرونی راستے سے میدان کی طرف جا رہے تھے تو کفار کا شکست خوردہ لشکر ادھر سے گزرا۔ خالد بن ولید نے (اس وقت حضرت خالد مسلمان نہیں ہوئے تھے) مسلمانوں کی پشت سے ان پر حملہ کر دیا (بعض تاریخ دانوں نے لکھا کہ وہ مال غنیمت کی اونچ میں جگہ سے ہٹ گئے۔ لیکن اپنے اندازے سے ایسی بات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے لکھنا میرے نزدیک بہت غلط بات ہے۔ دراصل فتح کی خوشی میں جگہ سے ہٹ گئے) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان کے دل دنیا میں اٹکا ہو گئے تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور پچاس صحابہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا اور مشیت ایزدی تھی کہ ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تاج شہادت سے سرفراز ہونا تھا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ نبی کریم ﷺ کے حکم کو انہوں نے چند لمحات کے لئے بھلا دیا تھا، جس کی وجہ سے فتح وقتی شکست میں تبدیل ہو گئی۔

آپ ﷺ اسی جنگ میں زخمی ہوئے تھے اور حضرات صحابہ کی شہادتیں واقع ہوئیں۔ آپ ﷺ کی شہادت کی جھوٹی خبر مشہور ہو گئی۔ اس خبر کو سن کر مسلمانوں کے اوسان خطا ہو گئے تھے چنانچہ کئی زبانوں سے نکلا کہ جب رسول ﷺ ہی نہیں رہے تو ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے، اور کئی صحابہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بن وحداح جنگ احد میں سامنے تھے۔ مسلمان متفرق طور پر غم میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ انہوں نے چلانا شروع کیا "اے جماعت انصار! میری طرف آؤ، میری طرف آؤ۔ اگر حضرت محمد ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے۔ اسے موت نہ آئے گی تم اپنے دین کے لئے لڑو، اللہ تمہیں غالب کر دے گا اور تمہاری مدد فرمائے گا۔" یہ سن کر انصار کے کچھ لوگ کھڑے ہو گئے اور کفار سے خوب بے جگری سے لڑے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کے انصار ساتھی میدان میں شہید ہو گئے۔

اسی غزوہ کے موقعہ پر سورۂ آل عمران کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ

عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (سورۂ آل عمران / رکوع ۱۵)

ترجمہ: "اور محمد ﷺ رسول ہی تو ہیں، آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ کیا یہی بات ہے کہ اگر آپ ﷺ کی وفات ہو جائے یا آپ شہید کر دیئے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں واپس ہو جاؤ گے؟ جو شخص بھی الٹے پاؤں (ایڑیوں کے بل) واپس ہو گا وہ ہرگز اللہ پاک کو کوئی نقصان بھی نہیں پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔"

جنگ کے خاتمہ کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے پوچھا آج کون سا دن ہے؟ تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا "اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا آج اُمِ عمارہ کا دن ہے۔ میں جدھر دیکھتا تھا مجھے ام عمارہ رضی اللہ عنہا نظر آتی تھیں۔ (یہ وہ خوش نصیب خاتون ہیں جو ابن قمیہ کے واروں کو روک رہی تھیں۔ یہی ابن قمیہ کافر تھا، جس نے حضور ﷺ کو زخمی کیا، حضرت ام عمارہ بھی زخمی ہوئیں۔ ان صحابی رضی اللہ عنہا کی شہادت جنگ یمامہ میں ہوئی) آپ ﷺ نے ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے جذبہ کو بہت پسند فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے ساتھ کچھ صحابیات کو لیا، زخمیوں کی مرہم پٹی کی، ان کو پانی پلایا۔ یہ مسلم خواتین بڑی بہادر تھیں۔ جب مولانا صاحب حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی بہادری کا واقعہ بتا رہے تھے تو اس وقت میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش! میں بھی کافروں کے خلاف اسی طرح جہاد کرتی جیسے ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے کیا۔ فوراً مولانا صاحب آگے بیان فرمانے لگے۔ عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے۔ جہاد تو مردوں پر فرض ہے۔ البتہ عورتیں مردوں کو میدان جنگ میں جانے کیلئے تیار کر سکتی ہیں۔ میں چپکے چپکے رونے لگی کہ میرا تو کوئی بھائی بھی نہیں، میں کسے میدان جنگ کیلئے تیار کروں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

(آل عمران / آیت ۱۳۹)

ترجمہ: "اور تم نہ سستی کرو اور نہ غمگین ہو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو"

میرے دل میں اس وقت جو ملال پیدا ہوا، اللہ نے اسے قبول کیا۔ آگے چل کر احمد نعمان (میرے مجاہد بیٹے) کو میرے رب نے میدان جنگ کی طرف بھیجا۔ میں اپنے رب کے اس احسان عظیم کو کبھی نہیں بھول سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کا حال جاننے والا ہے اس عظیم رب نے میری دیرینہ تمنا پوری فرمائی۔

مولانا محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے آگے فرمایا کہ غزوۂ احد سے اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت فرمایا کہ فتح اور شکست بدلتی چیز ہے۔ دراصل اس طرح مسلمانوں کو شہادت کا درجہ ملنا تھا (اس غزوہ میں ۷۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین شہید ہوئے) مومن اور منافق کا فرق بھی واضح ہو گیا (کیونکہ جنگ شروع ہونے سے قبل عبداللہ بن ابی اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر مدینے کی طرف واپس لوٹ گیا تھا اور کہنے لگا کہ آپ نے میرا کہا نہیں مانا، آپ کو مدینے میں رہ کر جنگ کرنی چاہئے تھی) اس جنگ کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی تربیت فرمارہا تھا یہ وقتی شکست بھی سبق تھی اور اس میں کئی حکمتیں مضمر تھیں، تشنگان بادۂ شہادت کی معصوم تمناؤں کو شرف قبولیت عطا کرنا اور یہ واضح کرنا کہ آئندہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ذمہ داری اور سختی سے عمل کرنا ہے۔ نیز ایمان والوں کی آزمائش مقصود تھی۔ کیونکہ دین پر جمنے سے ہی دین اور دنیا دونوں ملتے ہیں۔ اس بات کو بھی ظاہر فرمادیا کہ رسول اللہ ﷺ جب تک دنیا میں ہیں اور جب ان کی وفات ہو جائے گی۔ تمہیں دونوں صورتوں میں دین پر قائم رہنا ہے۔

دوسرے دن میں نے اپنے چچا سے لکڑی کی ایک تلوار منگائی۔ گرمیوں کے دن تھے دوپہر کا وقت تھا، سب سو رہے تھے۔ میں نے سفید دوپٹے سے سر پر عمامہ باندھا اور آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر تلوار چلانا شروع کی، پیچھے سے ہنسی کی آواز بلند ہوئی، میں نے مڑ کر دیکھا تو آپا (میری والدہ صاحبہ) تھیں۔ میں انہیں دیکھ کر شرما گئی، جلدی سے عمامہ اتار کر رکھا۔ فوراً آپا نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھنے لگیں کہ ابھی تم کیا کر رہی تھیں؟ میں نے شرما کر جواب دیا کہ جنگ کی تیاری کر رہی تھی۔ پوچھنے لگیں کس سے جنگ کرنی ہے؟ میں نے جواب

دیا جنگ تو اللہ کے دشمنوں سے ہی کی جاتی ہے۔ لیکن مولانا صاحب فرما رہے تھے کہ لڑکیوں اور عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے۔ میں میدان میں نہیں جا سکتی اس لئے تنہائی میں تلوار چلاتی ہوں اور تصور میں ہزاروں دشمنوں کو قتل کرتی ہوں۔ آپا میرے جواب پر ہنسی نہیں بلکہ سوچنے لگیں۔ میں نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ انہیں میرے الفاظ کی صداقت کا یقین آ گیا ہے۔ آج بھی جب میں غزوۂ احد پڑھاتی ہوں تو مجھے اپنے استاد محترم مولانا محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ کا غزوۂ احد پر وعظ یاد آجاتا ہے اور پھر میں مسلمانوں کی موجودہ حالت پر غور کرتی ہوں تو بڑا دکھ ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے اور خاص طور پر خواتین نے غزوۂ احد کی تاریخ کو بھی بدل دیا ہے اور اس کی روح کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ ہمارے برصغیر کی خواتین ہندوؤں کے رسم و رواج کو ماننے سے انکار کر سکتی ہیں۔ ہندوؤں کا ایک تہوار ہے جو "شیوراتری" کہلاتا ہے۔ ہندو شیو نامی کسی ہستی کو دیوتا مانتے ہیں۔ ہر سال اس کی پیدائش کا جشن منایا جاتا ہے۔ بڑے بڑے ہندو گھرانوں میں شیو کی پیدائش کی خوشی میں پوری، ترکاری، حلوہ، کچوری کے لئے بڑے بڑے تزحاؤ چڑھائے جاتے ہیں۔ ایک پلنگڑی پر ایک پتلے کو شیو بنا کر لٹاتے ہیں، باقاعدہ پیدائش کے گانے گائے جاتے ہیں، پوتڑوں پر پانی ڈال کر اور ہلدی لگا کر یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ شیوجی اپنے پوتڑے گندے کر رہے ہیں۔ ساری رات آتش بازی اور اسی طرح کی فضولیات میں وہ اپنا وقت برباد کرتے ہیں۔ پھر صبح گھر گھر حلوہ پوری تقسیم ہوتی ہے۔ پندرہ شعبان المعظم کی رات جس کے بارے میں مفتی مولانا تقی عثمانی صاحب نے فرمایا ہے کہ اس رات کی فضیلت ثابت ہے (مولانا تقی عثمانی نے اس رات کی اہمیت پر جو وعظ فرمایا اس میں سترہ صحابہ کی روایات سے اسے ثابت فرمایا) ہمیں چاہئے کہ ہم علماء کی تقاریر سنیں۔ رات کو جاگ کر اپنی طاقت کے اعتبار سے اللہ کی عبادت کریں۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ اکثر خواتین چودہ شعبان کے پورے دن چنے کی دال کا حلوہ، مونگ کی دال کا حلوہ، سوجی کی ٹکیاں اور سوجی کے دیگر حلوہ جات بناتی ہیں۔ اگر ان سے پوچھو کہ یہ حلوہ کیوں بنا رہی ہیں تو جواب دیتی ہیں کہ غزوۂ احد میں حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے حلوہ بنا کر کھایا تھا اس لئے ہم آپ کی سنت پوری کرتے ہیں۔ پھر ان سے کہو کہ بی بی غزوہ تو شوال میں ہوا تھا آپ کو حلوہ کی اتنی جلدی ہے کہ دو ماہ پہلے ہی بنا

لیتی ہیں۔ آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ غزوہ مسلمانوں کے لئے ایک آزمائشی غزوہ تھا۔ اس غزوہ میں حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ (سید الشہداء) اور پہلے مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہم اجمعین سمیت ستر صحابہ کرام شہید ہوئے۔ اگر ہمارے گھر سے کوئی ایک فرد بھی شہید ہو جائے تو کیا ہم حلوہ بنائیں گے؟ کیا شہید کو شریعت مطہرہ کے اصولوں کے مطابق اس کی منزل تک پہنچائیں گے۔ ان خواتین کو معلوم ہونا چاہئے کہ کفار کی عورتوں نے شہداء کے ناک، کان کاٹ کر ان کے ہار بنا کر گلوں میں ڈالے تھے۔ ہندہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئی تھیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر چبانے لگیں، جب نہیں چبا سکیں تو تھوک دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو وحشی نے شہید کیا تھا، بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ بن گئے۔ اکثر نبی ﷺ فرماتے تھے کہ وحشی تم میرے سامنے نہ آیا کرو کہ مجھے اپنے چچا کی شہادت یاد آجاتی ہے (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت وحشی نے مسیلمہ کذاب (جھوٹے مدعی نبوت) کو قتل کیا تو انہوں نے اپنے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا اس عمل کے بعد میرے پیارے نبی ﷺ مجھے معاف فرما دیں گے؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ضرور معاف فرما دیں گے)

ہم غیر مسلموں کی تقلید میں اپنے دین کو مسخ کر رہے ہیں۔ یہ باتیں سن کر خواتین کہتی ہیں کہ اصل میں چودہ شعبان کو عرفہ کا دن ہے۔ ان کو بتاؤ کہ یوم العرفہ ۹ ذی الحج کو کہتے ہیں۔ یہ وہ مبارک دن ہے کہ جس دن نبی ﷺ نے اپنا تاریخ ساز خطبہ دیا تھا۔ یہ حج کا دن ہے اور اسے عرفات کے میدان کی نسبت سے یوم العرفہ کہا جاتا ہے۔ پھر کچھ دیر خاموش رہتی ہیں تو شیطان ان کے کان میں ایک نئی پھونک مارتا ہے۔ پھر کہتی ہیں اصل میں اس دن مُردوں کی عید ہوتی ہے ان کی روحیں دنیا میں اپنے اپنے گھروں میں آتی ہیں اس لئے حلوہ بناتے ہیں، پھر ان کو بتاتے ہیں کہ بی بی مرنے کے بعد کسی کی روح واپس نہیں آتی نبی اور شہید زندہ ہوتے ہیں، اللہ کے کرم سے شہیدوں کو رزق بھی دیا جاتا ہے، اچھی اور نیک روحیں قیامت تک علیین میں رہیں گی اور بری روحیں قیامت تک سجین میں رہیں گی (۳۰ ویں پارہ میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے) پوری گفتگو سن کر الحمد للہ کچھ مَنَیں

اپنے عقیدے کو درست کر لیتی ہیں۔ لیکن زیادہ تر ان بدعات کو بڑی عقیدت سے کرتی رہتی ہیں۔ پھر ہماری قوم کے بچے اور جوان رجب المرجب کے مہینے سے شعبان کے مہینے تک پٹاخے کلاشن پٹی، بم اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ چودہویں شعبان کی رات کو باقاعدہ آتش بازی کے مقابلے ہوتے ہیں۔ لوگوں کا پڑھنا اور آرام کرنا دوبھر ہو جاتا ہے۔ لاکھوں روپے کو آتش بازی کی شکل میں جلا دیا جاتا ہے۔ اسراف سے بچا جائے ہمیں اللہ نے بچنے کے لئے فرمایا۔ لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ بے حد فضول خرچ ہیں۔ اکثر والدین اپنے بچوں کو ان خرافات سے منع کرتے ہیں۔ لیکن باہر کے اثرات بچہ زیادہ قبول کرتا ہے۔ لیکن کچھ والدین اس ناروا کام میں بچوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، اس آتش بازی کی وجہ سے انتہائی بھیانک حادثات رونما ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں غلو اور مبالغہ سے بچائے اور دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ (آمین) دین تو وہی ہے جو قرآن مجید کی شکل میں ہمارے نبی ﷺ پر اترا۔ ہمیں قرآن مجید اور نبی ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو مضبوطی سے پکڑ لینا چاہئے۔ غیر مسلموں کے رسم و رواج کو دیکھ کر دین میں بگاڑ پیدا نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس عمل سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔ نبی ﷺ کے صحابہ اور صحابیات کو اللہ تعالیٰ نے کتنا بلند درجہ عطا فرمایا، آخر کیوں؟ اس کیوں کا جواب یہ ہے کہ وہ دن رات حضور اقدس ﷺ کے اتباع کی کوششوں میں مصروف رہتے تھے۔ انہوں نے نبی ﷺ کے عمل کو اپنی زندگی بنا لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ایسا پیارا عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بچپن سے گھر والوں کی تربیت کے ساتھ ساتھ مولانا صاحب کے مواعظ نے میری رہنمائی کی، اس کی کوئی نظیر نہیں اور پھر اس کے ساتھ ساتھ چچا مولانا رحمۃ اللہ علیہ (رشتے میں نانا ہوتے تھے۔ انہیں برصغیر میں مولانا عبدالسلام نیازی کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ میں نے ان کا ذکر اپنی کتاب "روشنی کے سلسلے" میں کیا تھا) کی حکمت سے بھری باتیں تھیں۔ جو اندھیروں میں میرے لئے روشنی کی کرنیں ثابت ہو رہی تھیں۔ ان کی تربیت کے اثرات تھے کہ ہندو لڑکیوں کے ساتھ اسکول میں پڑھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ وہاں نماز کی توفیق عطا فرماتا تھا۔ ایک ہندو چوکیدار اس کمرے کے باہر کھڑا رہتا تھا تاکہ کوئی لڑکی اندر نہ آئے۔ اسی چوکیدار نے ہماری ہیڈ مسٹریس سے کہا کہ مسلم لڑکیوں کو پندرہ منٹ کے لئے

نماز کا وقفہ دیں۔ الحمد للہ ہمیں اجازت مل گئی۔ پھر خاصی لڑکیاں نماز پڑھنے لگیں (یہ سب اللہ کا کرم تھا) ہماری مسلم ٹیچرز اختری آپا جان، نفیسہ آپا جان اور زبیدہ آپا جان اللہ کے اس کرم پر بڑی خوش اور شکر گزار تھیں۔ ایک دن اختری آپا جان نے مجھ سے کہا، جاؤ بیٹا مسز سہائے (ایک عیسائی ٹیچر) کا گلاس مانگ کر لے آؤ، آج میں اپنا گلاس لانا بھول گئی۔ میں کلاس میں گئی تو مسز سہائے نہیں تھیں۔ ہندو مانیٹر موجود تھی، میں نے اس سے گلاس مانگا تو کہنے لگی تم اختری آپا جان کا نام لے کر اپنے لئے گلاس مانگ رہی ہو، اچانک ہی میری زبان سے ایک جملہ پھسل گیا کہ "میں عیسائیوں کے جھوٹے گلاس میں پانی نہیں پیتی میں مسلمان ہوں" اس لڑکی نے مجھے گلاس دیدیا، لیکن میری شکایت مسز سہائے سے کر دی۔ انہوں نے اختری آپا جان کو میری بات بتائی تو اختری آپا جان نے مجھے اپنے پاس اسٹاف روم میں بلایا (اس وقت وہاں صرف اختری آپا جان تھیں) مجھے تھوڑا سا ڈر بھی لگا، لیکن اللہ کا نام لے کر پہنچ گئی۔ جب انہوں نے بات پوچھی تو میں نے پوری سچائی کے ساتھ ساری بات بتا دی۔ میری بات سن کر آپا جان مسکرانے لگیں اور مجھ سے مخاطب ہوئیں، یہ باتیں تمہیں کس نے سکھائیں۔ میں نے فوراً جواب دیا مولانا یوسف فرماتے ہیں کہ کوئی غیر مسلم ہمارا دوست نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے مجھے قریب بلایا (یہ ان کا خاص انداز تھا کہ جب کسی لڑکی کو زوردار تھپڑ مارتیں تو اسی طرح قریب بلاتی تھیں، خیر میں نزدیک چلی گئی) اور کہنے لگیں مولانا صاحب کی بات بھی درست ہے اور تمہارا خیال بھی ٹھیک ہے۔ لیکن بیٹا ہم دشمنوں کے درمیان میں ہیں اس طرح فساد پھیل جائے گا۔ اگر مولانا صاحب بھی سنیں تو تمہیں سمجھائیں گے کہ حکمت سے کام لینا سیکھو۔ میں نے پوچھا کہ حکمت کسے کہتے ہیں تو انہوں نے میری عمر اور عقل کے مطابق حکمت سے کام لینا سکھایا۔ یہ ہماری وہ قابل فخر استاد تھیں جنہوں نے مسلمان لڑکیوں کی اسمبلی الگ کروانے کے لئے ہیڈ مسٹریس سے اجازت لی (تاکہ مسلمان لڑکیوں کا عقیدہ خراب نہ ہو) اسمبلی میں ہم قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور مناجات پڑھتے۔ ہفتے میں دو تین بار اختری آپا جان ہمیں نبی ﷺ کی احادیث سنایا کرتی تھیں۔ قابل اور نیک اساتذہ، شفیق والدہ والدی کی تربیت والدہ صاحبہ کی بار بار نصیحت (جو بہترین دنیا اور دین بنانے کے لئے ہوتی تھی) محترم استاد مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ۔ قابل فخر چچا مولانا کی مدد باتیں،

بچپن، لڑکپن اور پھر جوانی میں شیطانی کاموں سے بچاتی رہیں۔ البتہ شادی کے بعد گھر میں ٹی۔وی (شیطانی چرخہ) اور گانے کا عمل دخل کچھ عرصے کے لئے ہوا۔ لیکن اس کے باوجود حالت یہ ہوتی تھی کہ اگر فلم دیکھتی تو پھر تنہائی میں اللہ سے معافی مانگتی، گانا سنتی تو تنہائی میں اپنے اس عمل پر روتی (میں نے اس کی تفصیل بھی "روشنی کے سلسلے" میں تحریر کی ہے) واقعی چچا مولانا اور مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ صحیح فرماتے تھے کہ دل اگر اللہ کے خوف سے بھر جائے تو سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے مسافر کو اللہ تعالیٰ پھر صراط مستقیم عطا فرما دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دار العمل بنایا ہے اور آخرت کو دار الجزاء۔ اگر دنیا میں اللہ تعالیٰ کے کہنے کے مطابق عمل کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن بہترین جزا عطا فرمائے گا (کیونکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے) اور اگر اللہ کے احکامات کی پابندی نہیں کی اور نافرمانی پر کمربستہ ہو گیا تو اس ظلم اور نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے جہنم رسید کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعے ہم پر واضح فرمایا کہ دنیا ناپائیدار ہے (ختم ہو جانے والی) اس ناپائیدار دنیا سے دل لگانا فضول ہے۔ لیکن اللہ نے اس دنیا کو اپنی نعمتوں سے سجایا ہے، تو اس کی نعمتوں کو اسی کے حکم کے مطابق استعمال کرنا چاہئے۔ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ ہم اس کی نعمتوں سے بھرپور فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں اور اس کا شکر بھی ادا نہیں کرتے۔ اللہ والوں کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں اور بہت زیادہ شکر ادا کرتے ہیں۔ زندگی کے افق پر دھوپ چھاؤں کا سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے۔

کبھی دھوپ ہے کبھی چھاؤں ہے
کبھی صبح ہے کبھی شام ہے
مری زندگی کے لئے مگر
وہی روشنی دوام ہے

(دھوپ چھاؤں اور صبح و شام دنیا کے تغیرات بھی ہیں اور اللہ کی نشانیاں بھی لیکن بحیثیت ایک مسلمان کے ہماری زندگی اسلام کی روشنی سے منور رہتی ہے اور یہی روشنی اسے تیرگی (کفر اور باطل کے اندھیرے) سے دور رکھتی ہے) اگر ہم غور کریں تو آنے والا ہر لمحہ ایک انقلاب کی بشارت دیتا ہے۔ لیکن بات جب ہے کہ ہم ان لمحات سے فائدہ اٹھانے

والے بن جائیں۔ اس گذری ہوئی زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں لیکن ایک مسلمان جو ایمان، اخلاص اور اتباع رسول کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ بڑے سے بڑا غم بھی اسے نڈھال نہیں کرتا۔ لیکن ہم کمزور مسلمان غموں سے نڈھال ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود جب سچے دل سے اللہ کو یاد کریں تو غم و الم کی فضا ختم ہو جاتی ہے اور دلوں کو چین و سکون نصیب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کرم ہائے بے حساب فرمائے ہیں۔ میں نے ۱۹۷۲ء میں تاریخ اسلام میں ایم۔ اے کیا (کراچی یونیورسٹی کے تمام ریگولر اور پرائیوٹ طلباء اور طالبات میں اللہ تعالیٰ نے مجھے فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن عطا فرمائی) پھر اسی کریم رب نے ۱۹۷۳ء میں بیٹے کی شکل میں احمد نعمان عطا کیا۔ نعمان میرا ایسا پیارا بچہ ہے کہ اس نے مجھے کبھی نہیں ستایا۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ جب اس کی تصویر کھنچواتے تو وہ رونے لگتا تھا۔ اس کی عمر جب ڈھائی سال کی ہوئی تو اللہ کی رحمت کچھ اس طرح میرے خانوادے پر برسی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دس دن کے اعتکاف کی توفیق عطا فرمائی۔ میری آپا اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی اور ایمان کی سلامتی عطا فرمائے، میرا بڑا خیال رکھتی تھیں۔ دوپہر تک نعمان کو میری خالہ یا میری ساس کے پاس لے جاتیں اور گھر کے باہر تالا لگا دیتی تھیں۔ بچہ اتنا سعادت مند رہا کہ دوپہر کو کمرے میں آتا، کچھ دیر میرے پاس خاموشی سے بیٹھتا اور پھر آپا کے پاس چلا جاتا۔ جب رات ہوتی تو پھر میرے کمرے میں آتا، کچھ دیر مجھے خاموشی سے دیکھتا رہتا پھر ایک طرف کمرے میں سو جاتا۔ آپا سونے کے بعد اسے اٹھا کر لے جاتیں۔ مجھے حیرت ہے کہ ان دس دنوں میں اس نے مجھ سے بہت کم بات کی، اگر مسکراتا تو بھی دھیمے انداز میں، کبھی اعتکاف والے کمرے میں زور سے نہیں ہنسا۔ اگر اعتکاف کو صحیح انداز میں کیا جائے تو اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ دل اللہ کے خوف سے بھر جاتا ہے۔ مجھے اعتکاف میں مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور چچا مولانا (مولانا عبدالسلام نیازی رحمۃ اللہ علیہ) کی باتیں یاد آتیں کہ لڑکی اس دوغلی زندگی کو چھوڑ کر اللہ کے سچے دین کو اختیار کرلے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں قابل فخر ہستیوں اور دیگر علماء پر جن کی کتابیں میں نے پڑھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے میری رہنمائی عطا فرمائی، اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور میرے دادا دادی پر

بھی اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین) اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے شیطانی چنگل سے قطعی طور پر نکال لیا اور اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ دیا، کیونکہ اعتکاف سے نکلنے کے بعد میں نے تمام تصاویر پھاڑ کر جلا دیں۔ شیطانی چرخہ (ٹی۔وی) اور گانے بجانے کو اللہ کے کرم سے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔ میری والدہ کہتی ہیں کہ یہ میری دعائیں تھیں۔ بے شک وہ سچ کہتی ہیں۔

احمد نعمان مجھے چاروں بچوں میں سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے میرے ایک دیرینہ خواب کو پورا کیا۔ کیونکہ میری دلی آرزو تھی کہ میں مجاہد نعمان پر ایک چھوٹی سی کتاب لکھوں۔ صد شکر ہے مولائے کریم کا جس نے میرے قلم کو طاقت بخشی۔ اب اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ میری کتاب "مجاہد تم کہاں ہو؟" کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو میری بخشش کا ذریعہ بنادے۔ آمین

مجاہد نعمان نے اپنی دنیوی اور دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد جہاد کو اپنے لئے طرۂ امتیاز سمجھا۔ حالانکہ بہت سے اداروں نے اسے بہت عمدہ ملازمتوں کیلئے پیشکش کی۔ لیکن نعمان نے اللہ کی رضا کیلئے ان تمام دنیاوی آسائشات کو ٹھکرا دیا۔ اس نے جہاد کی اہمیت اور فضیلت کو سمجھا اور سنگلاخ اور چٹیل میدانوں کا رخ کیا۔ میں نے اپنی اس کتاب "مجاہد تم کہاں ہو؟" میں اس کی زندگی کے مختلف ادوار پیش کئے ہیں۔ جس کا تابندہ جمال آپ آنے والے صفحات میں اپنی نظروں سے خود دیکھیں گے۔ میں نے اپنی کچھ نظمیں، قطعات اور اشعار جو میرے اس موضوع سے متعلق ہیں، اس کتاب میں تحریر کر دیئے ہیں۔ مجھے یقین واثق ہے کہ قارئین کرام میرے اس انداز فکر کو پسند فرمائیں گے اور اس سے محظوظ ہوں گے۔

جس دن میں اپنا یہ دیباچہ مکمل کر رہی ہوں وہ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کا دن تھا۔ رات کو بڑے اور بچے اپنی بساط کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بندگی کر رہے تھے۔ اچانک ایسا لگا جیسے دشمن کی فوجیں ہمارے ملک، ہمارے شہروں اور ہمارے محلے میں گھس آئی ہیں۔ گھر کی دیواریں لرز رہی تھیں۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ زلزلہ آگیا تھا، وہ زلزلہ نہیں تھا۔ رات کے ٹھیک ۱۲ بج رہے تھے اور ہمارے مسلمان بچے اور بھائی نئے سال کی خوشی میں پٹاخے چھوڑ رہے تھے۔ کلاشن کوف بے تحاشہ استعمال کی جا رہی تھیں، بموں کی تعداد کا کوئی تعین نہیں تھا۔ افسوس

صد افسوس ہم غیر مسلموں کی تقلید کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ یہ شمسی سال شروع ہوا اور ہم عیسائیوں کی تقلید میں غلط کاموں میں لگ گئے (کچھ خواتین نے بتایا کہ سڑکوں پر لڑکوں نے رقص کیا، راستوں میں چلنے والی عورتیں دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ یہ تمام مناظر تصاویر کی صورت میں اخبار میں آئے) بے شک یہ شمسی سال نو شروع ہوا۔ تو کیا ہم اللہ سے دعا نہیں مانگ سکتے۔ کیا نوافل پڑھ کر اپنے پچھلے اعمال پر اللہ کے حضور توبہ نہیں کر سکتے۔ سال نو کا مطلب ناچنا گانا نہیں اور نہ ہی آتش بازی کے مقابلے کرنا ہے۔ میرے بچو! ہمارا سال محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے اور اس میں بھی ہمیں کثرت سے استغفار کرنا چاہئے۔ صلوٰۃ الحاجت کے نوافل پڑھنے چاہئے، صدقہ خیرات کرنا چاہئے۔ اس طرح کا کوئی عمل حضرت محمد ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت نہیں اور پھر یہ ایام تو ہمارے لئے سوچ و فکر کے ہیں کہ ہمارے چیچن مسلمانوں پر روس نے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ ان کے شہداء کے بچے اور بیوہ خواتین خوراک کی تلاش میں اور سردی سے بچنے کے لئے مصروف کار ہیں۔ وہ جن علاقوں میں ہجرت کر کے جا رہے ہیں وہاں چاروں طرف برف ہی برف ہے۔ مہاجرین کے ان قافلوں پر بھی روسی ظالم اپنے طیاروں کے ذریعے بم باری کرتے ہیں، جنہیں ہم اپنا دوست سمجھتے ہیں (یہود و نصاریٰ اور ہندو) وہ سرگرم سازشی خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی تمنا ہی یہ ہے کہ دنیا سے مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے۔ ہزاروں بچے اور بڑے سردی کی وجہ سے اور بھوک کی شدت سے شہید ہو رہے ہیں اور ہم اپنی لغو اور فضول حرکتوں پر نازاں و شاداں ہیں۔ مسلم مجاہدین کی تعداد انتہائی قلیل ہے، لیکن وہ پھر بھی جہاد میں مصروف ہیں۔ اگر ہم جہاد پر نہیں نکل سکتے تو اپنے چیچن بھائیوں کی مدد تو کر سکتے ہیں۔ ہمیں گونگے، بہرے اور اندھوں کی طرح اپنی زندگی نہیں گزارنی چاہئے۔ مسلمان کو تو اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھنے چاہئیں، حق و باطل کے فرق کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے۔ میرا بیٹا رافع بتا رہا تھا کہ ابھی آج جمعۃ المبارک کو ہماری مسجد میں چیچن کا وفد آیا تھا۔ انہوں نے نمازیوں کو وہاں کی صورت حال بتائی تو سب لوگ بری طرح رونے لگے۔ سب نمازیوں نے وفد کو وہاں ٹھہرنے کے لئے کہا، فوراً اپنے گھروں کی طرف دوڑے اور ہزاروں روپے لا کر ان کے

سامنے ڈھیر کر دیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب خون گرم ہو جاتا ہے تو مسلمان جہاد کے مفہوم کو سمجھ لیتا ہے۔ الحمد للہ اس دور پر فتن میں بھی کچھ لوگوں کے دلوں میں ایمان زندہ ہے کہ وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی تکالیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہیں۔ یہ بیداری قرآن میں لگ کر اور صحیح علماء کی صحبت میں بیٹھ کر ملے گی۔

جس رات نئے سال کا جشن منایا گیا، وہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب تھی۔ ہزاروں اللہ کے بندے اور بندیاں اللہ کے حضور کھڑے اور بیٹھے عبادت کر رہے تھے اور اس رات کی تلاش میں کوشاں تھے جس رات کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار مہینوں سے افضل بتایا ہے۔ غور تو کیجئے کہ بے حسی کا عالم یہ ہو گیا ہے کہ رمضان المبارک کا احترام بھی بیشتر لوگوں کے ذہن و دل سے اٹھ گیا (اللہ ہماری حفاظت فرمائے) میں اپنی قوم کے بچوں کو حکم تو نہیں دے سکتی صرف درخواست کر سکتی ہوں کہ آپ آتش بازی کے دھماکوں سے پرہیز کریں اور اللہ کے دشمنوں کیلئے ہتھیار بن جائیں، آپ اپنی طاقت بچا کر رکھیں، آپ کی ضرورت جنگ کے میدانوں میں ہے، جہاں آپ کلاشن کوف بھی چلا سکتے ہیں اور توپ بھی، چھل میلے سے بھی شوق پورا کر سکتے ہیں اور راکٹ لانچر سے بھی، دشمنوں سے جنگ کرنا اللہ کا حکم بھی ہے اور نبی ﷺ کی سنت بھی۔ جہاد فی سبیل اللہ سے ایک طرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ملتی ہے اور دوسری طرف حضور ﷺ کی شفاعت و مسرت بھی۔ میرے بچو! تمہاری زبان گانے کیلئے نہیں، قرآن و حدیث پڑھنے اور اچھی باتوں کیلئے وقف ہونی چاہئے۔ ہمارے مسلمان مردوں اور عورتوں کو کشمیر، چیچنیا، فلسطین، بوسنیا، کوسوو اور دیگر علاقوں میں شدت سے اذیت اور تکلیف دی جا رہی ہے اور ہم خوشیاں منا رہے ہیں۔ آؤ...... نبی ﷺ کے نقش قدم پر چلیں۔ تمہیں ہتھیار چلانے کا شوق ہے تو ضرور چلاؤ، لیکن ان ہتھیاروں کا اصل مقام میدان جنگ ہے۔ آؤ...... عالم اسلام میں کتنے محاذ ہمیں پکار رہے ہیں، کون ہے جو اللہ کے دشمنوں کے خلاف اٹھے اور کفریہ طاقتوں کو نیست و نابود کر دے۔ آؤ...... آؤ...... اپنی منزل کی طرف...... صراط مستقیم کی طرف...... جہاد کی طرف...... یہی جنت کا مختصر ترین راستہ ہے

فقط
ریحانہ تبسم فاضلی
۲۳ رمضان المبارک ۲۰۰۰-۱-۱ء

بابِ نُور

مولانا عبدالرشید انصاری
مدیرِ اعلیٰ ماہنامہ نورِ علیٰ نور۔ کراچی

میں زید کے لئے روتا رہا، پھر بھی اس کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کس حال میں ہے۔ کیا وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے۔ میرے زید اللہ گواہ ہے کہ میں ایک ایک سے پوچھتا پھر رہا ہوں، پھر بھی نہیں جا تا کہ تجھے سخت زمین لے بیٹھی یا نرم زمین نے تجھے نگل لیا۔ اے کاش! میں جان سکتا کہ تو واپس آئے گا یا نہیں۔ آفتاب کا طلوع مجھے اس کی یاد دلاتا ہے اور جب غروب ہو رہا ہو تو سرِ شام پھر اس کی یاد آتی ہے۔ ہوائیں اس کی یاد کے شعلوں کو اور بھڑکا دیتی ہیں۔ میں پوری کوشش کے ساتھ اونٹ پر بیٹھ کر پوری دنیا میں چکر لگاؤں گا۔ تھکوں گا نہیں، یہاں تک کہ میرا اونٹ تھک جائے۔ میں اپنی موت تک اسے تلاش کرتا رہوں گا۔ ہر آدمی فنا ہونے والا ہے، مگر امیدوں نے اسے دھوکا دے رکھا ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آٹھ سال کی عمر میں ڈاکوؤں نے ان کی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ سے چھین کر عکاظ کے بازار میں بیچ دیا۔ حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے چار سو درہم میں خریدا اور انہوں نے بعثت نبوی سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں زید کو بطور ہبہ پیش کر دیا۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اس زر خرید غلام کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔ لوگ اس بچے کو "زید بن محمد" کہا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ کے حکم کے ساتھ قرآن نے منع کیا۔ زید رحمتوں کے تاجدار کے کاشانۂ راحت میں فرحاں و شاداں رہ رہے تھے، مگر ان کے والدین اپنے لختِ جگر کی جدائی میں تڑپ تڑپ کر شام و سحر گزار رہے تھے۔

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ صدموں نے انسان کا کہیں پیچھا نہیں چھوڑا۔ ساڑھے چودہ سو سال قبل حارثہ نے بیٹے کی گمشدگی اور اس کے غلاموں کے ہتھے چڑھ جانے پر صدمے سے

بچھڑ کر جو اشعار کہے ان کا مفہوم و ترجمہ آپ نے پڑھ لیا۔ اب حال ہی میں کہے گئے اس ماں کے اشعار پڑھئے جس کا جواں سال لختِ جگر مجاہد حافظ احمد نعمان تین سال قبل والدین کی اجازت بلکہ حکم پر دشمنانِ اسلام سے جہاد کرنے گیا تھا مگر ابھی تک نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے، کیا وہ تاجِ شہادت سے سرفراز ہوا، دشمن کی قید میں ہے؟ یا کسی محاذ پر دادِ شجاعت دے رہا ہے؟ ...... کچھ معلوم نہیں...... احترام فروہوں کی مستحق مادرِ مجاہد محترمہ مؤقرہ ریحانہ تبسم فاضلی صاحبہ اپنے نورِ نظر احمد نعمان کو یاد کر کے کہتی ہیں۔

مجھے یہ بھی یقیں ہے تم کسی دن گھر بھی آؤ گے
خود اپنی داستاں اپنی زباں سے بھی سناؤ گے
جو تم نے راہِ حق میں پرچم نصرت اڑائے ہیں
جھلک ان کی دکھا کر ماں کی تم ہمت بڑھاؤ گے
اگر ہر معرکے میں تم نے خالق سے مدد مانگی
تو ہر مشکل کو اپنی راہ میں آسان پاؤ گے
رسول اللہ کا کردار گر پیشِ نظر رکھا
تو دنیا کو بھی اپنے واسطے جنت بناؤ گے
رہِ حق سے نہ تم کو میں نے روکا ہے نہ روکوں گی
مجھے صرف اتنا بتلا دو کہ اپنے گھر کب آؤ گے؟
کہاں ہو کس جگہ ہو کون سی وادی میں رہتے ہو؟
وہ کارِ خیر کیا ہے کب تک مجھ سے چھپاؤ گے
محاذِ جنگ سے ساتھی تمہارے لوٹ آئے ہیں
مجھے امید سی ہوتی ہے تم بھی لوٹ آؤ گے

قلب و روح پر ان جگر پاش تاثرات کے نزول کے بعد کسی ماں کا زندہ رہنا تو بہت مشکل ہے، لیکن مجاہد نعمان کی روشن فکر والدہ ایمان کی گہرائیوں میں اتر کر جب حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ پڑھتی ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ قدرت نے ان کی حیاتِ ناپائیدار کو مزید پائیدار اور مضبوط بنا دیا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ

يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ، عزائم کی یہ بلندی یا ایمان کی رفعتیں رب ذوالجلال کا احسان و اکرام ہیں جو مجاہد نعمان کی والدہ کے حصے میں آئی ہیں۔

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

وہ خود کہتی ہیں "رب العزت کا کرم نہ ہوتا تو شاید میں پاگلوں کی طرح جنگلوں کا رخ کر لیتی" ہماری مسلم بہن محترمہ مجاہدہ ریحانہ تبسم فاضلی صاحبہ اور ہمارے عظیم بھائی محترم محمد وسیم فاضلی صاحب کا نصیبہ بڑا بلند ہے کہ انہیں فرمانبردار اور فدائے دین و ملت اولاد نصیب ہوئی اور ان کے بڑے بیٹے کو رب کریم نے اتباع سنت رسول اللہ اور جہاد کے جذبوں سے سرشار کردیا اور پھر ان کا ایسا بیٹا کہ جسے بگڑے ہوئے موجودہ معاشرے اور شیطان کی شرارتوں سے بچا بچا کر پالا پوسا، قرآن کریم حفظ کروایا، بری صحبت سے بچایا، نیک لوگوں میں بٹھایا، جب اس نے عہد شباب میں قدم رکھا تو اس کی جدائی کا وہ درد انہیں عطا کردیا گیا جو ہر کسی کا مقدر نہیں بن سکتا۔ مجاہد راہ حق حافظ احمد نعمان کے والدین کو وہ دولت درد فراق ملی ہے۔ یہ وہ جنس گرانمایہ ہے جو دنیا کے کسی بازار میں کسی قیمت پر نہیں ملتی۔ لغات کی کتابیں ان الفاظ سے تہی دامن ہیں جو ایک مجاہد گم گشتہ کے والدین کے جگر کی ٹیسوں کا مرتبہ و مقام بیان کرسکیں۔ دنیا کی آسائشوں میں مست ہو جانے والا شخص حفاظت اسلام، دفاع عن المسلمین کی راہ حق میں اولاد کا نذرانہ پیش کرنے والے والدین کے صدموں کی قدر کیا جانیں، شکستہ دلوں کی ڈھارس بندھانے والے ہمارے نبی حبیب کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا "مومن کی مثال ایسی ہے جیسے سرسبز و شاداب کھیتی کہ جسے تند و تیز ہواؤں کے تھپیڑے زور زور سے ہلاتے رہتے ہیں (مگر جوں ہی ہوا کا جھونکا گذرا وہ پھر کھڑی ہو جاتی ہے) اسی طرح بندۂ مومن کو بھی مصیبتیں اور بلائیں پہنچتی رہتی ہیں۔ مگر منافق کی مثال ایسی ہے جیسے صنوبر کا درخت کہ جب گر جائے تو اٹھنے کا نام نہیں، جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔

مجھے تو کتاب کے بارے میں لکھنا تھا مگر مصنفہ کے بارے میں لکھنا شروع کردیا۔ دراصل میں مصنوع کی خوبیوں سے زیادہ صانع کے مرتبہ و کمال کا اعتراف کرنے کا قائل ہوں۔ کتابیں تو لوگ لکھتے رہتے ہیں۔ اصحاب قلم و قرطاس، ارباب علم و دانش اور الفاظ و

معانی سے کھیلنے والے ادیبوں اور شاعروں نے لکھ لکھ کر کتابوں سے گودام بھر دیئے ہیں۔ ہمارے ملک میں کراچی اور لاہور کے اردو بازاروں میں تاجران کتب کی منافع بخش ملیں اور فیکٹریاں انہی "علم فروش" مصنفین کے رشحات قلم کی بدولت دھواں اگل رہی ہیں۔ کاروباری مصنفین یا شاعری و نعت خوانی برائے دولت و شہرت کے حامل کسی ادیب اور ماہر سخن کی کتاب سے گرد جھاڑنا بھی میرے نزدیک وقت کا ضیاع اور اپنے آپ کو بیوقوف بنانا ہے۔ لیکن جو کتاب عقیدہ و فکر کی اصلاح، قرآن و سنت کی پاکیزہ تعلیمات کی اشاعت اور انسان کو دنیا کے بجائے آخرت کا فکرمند بنانے کے لئے خلوص نیت سے لکھی گئی ہو اس کا ہر ورق میرے لئے روح کا سرور اور آنکھوں کا نور ہے۔ اس لئے "مجاہد تم کہاں ہو؟" کی ایک ایک سطر میں نے کتاب چھپنے سے پہلے ہی پڑھ ڈالی۔

ماہنامہ نوید نور جب سے چھاپنا شروع کیا ہے، میری مصروفیات دوچند ہو گئی ہیں، ہر مضمون کو پڑھنا، خود لکھنا، کمپیوٹر والوں اور کاتب سے لکھوانا، پھر ان کا لکھا ہوا تصحیح کے لئے پڑھنا، اوراق کو ترتیب دے کر جوڑنا یعنی پیسٹنگ کرنا، چھپوانا، چھاپنے کے لئے ماہ بماہ مصارف جمع کرنا اور پھر قارئین تک پرچہ پہنچانا اتنے کام ہیں کہ مجھ جیسے عدیم الوسائل اکیلے آدمی کے لئے سر کھجانے کی فرصت نہیں۔ اللہ جانے محترم بھائی محمد وسیم فاضلی صاحب اور بہن پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی صاحبہ کو یہ کیسے خیال آیا کہ اپنی مجاہدانہ اور عالمانہ تصنیف کا مسودہ انہوں نے مجھ جیسے سست رفتار کاہل اور فکر محدود رکھنے والے انسان کو دکھانا کیوں ضروری سمجھا۔ وہ ایک صاحب کردار حافظ قرآن مجاہد کے شکستہ دل والدین ہیں اور شکستہ دلوں کا احترام کرنا اور انہیں خوش کرنے کے لئے جو بھی ممکن ہو کر گزرنا آخرت کی کٹھن منزلوں کے لئے بہترین زاد راہ ہے۔ اس لئے میں نے سارے کام چھوڑ کر "مجاہد تم کہاں ہو؟" کا مسودہ پڑھا۔

جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں کہہ نہیں پا رہا۔ دراصل مالک دو کون و مکاں رب انس و جاں خدائے رحیم و رحمٰن کی راہ و رضا میں پیش آنے والے مصائب و آلام سے حاصل ہونے والا اضطراب قلب اور شکستہ دلی وہ "راز مستور" اور "مخفی اعزاز" ہے جو بندے کو اپنے رب کے قریب کردیتا ہے۔ حب الٰہی میں جسم پر مصیبتیں اور دل پر صدمے سہنے والوں کی جانب

رحمت حق متوجہ ہو جاتی ہے بلکہ اس سے بھی اگلی بات کہہ دیتا ہوں کہ وہ ذات لامکاں جو ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں نہیں سما سکتی، وہ اپنے بندے کے دل کو اپنی محبت کا گھر بنا لیتی ہے۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو دل اللہ کی محبت کے لئے صدموں کی بھٹی میں پک کر پاک ہو جائے وہ اس میں بسیرا کر لیتا ہے۔

تو دل میں تو آتا ہے پہ نظر نہیں آتا

میں جان گیا بس تیری پہچان یہی ہے

جس دل میں دنیا کے بت سجے ہوں، جو فرعونوں اور شدادوں کی طرح غافل از آخرت اور مغرور ہو، جن دلوں میں شرک کی گندگی اور غیر خدا کی محبت یا خوف کا بسیرا ہو، ان تاریک دلوں کو ذات وحدہٗ لاشریک کے لئے مر مٹنے اور خاص ہو جانے کی لذت درد نصیب نہیں ہو سکتی۔ اللہ کی راہ محبت میں چلتے چلتے دل کا صدموں سے ٹوٹ پھوٹ جانا اور لذت درد چکھنا، اس مخفی اعزاز اور راز مستور کو مولانا جلال الدین رومی نے سِرُّ السَّرائِر، رَمْزُ الضَّمائِر اور رخ الصمائر کہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام جبل طور پر جب اپنے رب سے ہمکلام ہوئے تو انہوں نے بارگاہ اقدس میں ایک ایسا سوال کیا جو لاڈلا خبیر ہی کر سکتا ہے۔ عرض کیا، "یاربی! میں تجھے چاہنے والا تیرا بندہ، تیرا عاشق زار، تو میرا محبوب اور میرا پروردگار ہے، مگر اس عاشق سے زیادہ بے سہارا اور پریشان کون ہو سکتا ہے جس کو اپنے محبوب کے گھر کا پتہ ہی نہ ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے، کہاں مل سکتا ہے، اس کے رخ دلربا کو کہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ اے میرے رب! میں ایسا پریشاں حال ہوں کہ مجھے آج تک یہ معلوم نہیں تیرا گھر کہاں ہے؟ تو کہاں مل سکتا ہے؟ تو کہاں رہتا ہے؟ کرم فرما، اپنا پتہ بتا، تاکہ میں جب چاہوں تجھے مل لیا کروں، تجھ سے باتیں کر لیا کروں۔ یہ تیرا کرم ہی ہے کہ اپنے کمال کرم سے تو خود ہی مجھے ملتا رہا ہے۔ کبھی جبل طور پر زیتون کے درخت کی چوٹی پر تو نے مجھے اپنی زیارت کرائی، کبھی ملک مصر میں میری جھونپڑی میں ملاقات کرتا رہا، میرے عظیم رب! کبھی بحر قلزم کے کنارے ریت کے ایک ٹیلے پر تو مجھے ملا، میرے محبوب الٰہ! میرے معبود برحق آج تو نے یہاں کوہ طور پر مجھے اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا، یہ تیرا کرم بالائے کرم ہے، یہ تیری شان صمدیت کی جلوہ آفرینی ہے۔ مگر میری بے چارگی کا چارہ

کر دے، اپنے گھر کی راہ دکھا دے تاکہ میں جب چاہوں وہاں آ کر تجھ سے مل لیا کروں۔"

سبحان اللہ! معصوم نبی کی کیا معصومانہ آرزو ہے۔ حضرت موسیٰ نبی کی آرزو پر ردائے نور سے آواز آئی

یا مُوسٰی اِنِّی عِنْدَ مُنْکَسِرَۃِ الْقُلُوْبِ فَاطْلُبْنِی عِنْدَھَا فَتَجِدُنِی شِفَاھَا

ترجمہ: اے میرے نبی موسیٰ! میں ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہوں، ان کی بستگی کی کوشش کیا کرو، تو مجھے وہاں طلب کر، مجھے اپنے سامنے پائے گا۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ذات خداوندی لامکاں ہے مگر اس کی شان محبوبیت کا ٹھکانہ اس سچے عاشق کا ٹوٹا ہوا دل ہے۔ پس اے مومن! اگر تجھے محبوب حقیقی کا وصال اور اس کی نظر کرم مطلوب ہے تو اپنے آئینہ دل کو اس کی راہ میں اس کی محبت میں توڑ دے، اپنے دل میں ایسی شکستگی پیدا کر کہ تیرے دل کے زخموں پر اسے پیار آ جائے اور تیرا قلب عرش الرحمٰن بن جائے۔ بس یہی وہ پاکیزہ حقیقت ہے جسے میں مخفی اعزاز اور راز مستور یعنی چھپا ہوا بھید کہہ رہا ہوں۔

اے پڑھنے والو! شاید اپنی بات سمجھانے میں، میں کامیاب ہو چکا ہوں کہ حافظ احمد نعمان جب پڑھ لکھ کر بھلا جوان بن گیا تو چاہیے تو یہ تھا ہم دنیاداروں کی طرح وہ ماں سے کہتا میری شادی کر دیں، محترم فاضلی صاحب اپنا مستقبل تابناک بنانے اور بڑھاپے کا سہارا قائم کرنے کیلئے احمد نعمان کو اچھے سے اچھا کاروبار یا بڑے سے بڑا منصب دلانے کے لئے اپنی تمام دوستیاں اور تعلقات استعمال میں لے آتے۔ پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی صاحبہ اپنے گھر میں چندے ماہتاب چندے آفتاب چھیل چھبیلی بہو لے کر آتیں، جوان رعنا احمد نعمان اور اس کی خوبرو باسلیقہ دلہن تمام رشتہ داروں میں مثالی جوڑا قرار پاتے۔ ریحانہ باجی کی سہیلیاں دلہن کو دیکھنے آتیں، فاضلی صاحب کو اہل خاندان اور دوست احباب مبارکباد دیتے۔ لیکن سوچو تو سہی ہوا کیا ہے۔ گھر میں دلہن لانے کے بجائے فاضلی صاحب اور ان کی نیک

بخت بیوی نے جہاد کا دوشالا پہنا کر بیٹے کو اپنے گھر سے رخصت کر دیا۔ دلہن کے والدین دولہا میاں کو اگر زبردستی روک لیں، دلہن کو رخصت کرنے کے بجائے دولہا کو گھر داماد بنالیں تو قیامتیں ٹوٹ پڑتی ہیں۔ دونوں خاندانوں میں لامتناہی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ لوگو! مجاہد حافظ احمد نعمان کو بھی روک لیا گیا ہے، وہ اور اس کا ساتھی راشد شبیر تین سال بیت گئے لوٹ کر نہیں آئے۔ اس کے ہمراہی میدان جہاد سے کب کے واپس آ گئے ہیں، اس کے والدین کے لئے مجاہد بیٹے کے انتظار میں راتیں طویل اور دن لمبے ہو گئے، اس کی نانی آپا کے رو رو کر آنسو خشک ہو گئے۔ اس کے تینوں چھوٹے بھائیوں رافع، طلحہ اور معاویہ سے پوچھ پوچھ کر لوگ ان کے زخموں کو تازہ کرتے رہتے ہیں۔ ٹھنڈی ہوائیں اپنے دوش پر بادلوں کو اٹھا لائیں، موسم برسات میں گھٹائیں چھائیں اور باران رحمت سے جل تھل ہو رہا ہے، اب بھی کوئی کہے کہ سورج نکلا ہوا ہے اور زمین خشک ہے تو اس کی کور باطنی، بدذوقی اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ بیٹا اپنے والدین اور بھائیوں کو اللہ کے سپرد کر کے اللہ کی راہ میں، اللہ، اس کے رسول اور اس کے دین کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ صدق و صفا میں یہ شکستہ قلوب نہیں تو پھر اور کون ہے؟ والدین اور چھوٹے چھوٹے پیارے بھائیوں نے ایک بار بھی نہ کہا کہ اس کام کے لئے تو دینی مدرسوں کے طالبعلم، علماء، اساتذہ اور جہادی تنظیموں کے دوسرے کارکن بہت ہیں، نعمان تم نہ جاؤ تمہارے بغیر یہ گھر ویران ہو جائے گا۔ تمہاری ماں تو ایک پڑھی لکھی خاتون ہے اور تمہارے والد ایک قادر الکلام دانشور، کراچی کے معزز شہری ہیں، تم تو سیاست میں حصہ لے کر خاندان کا نام روشن کر سکتے ہو، دولت سے تجوریاں بھر کر سب گھر والوں کا مقدر بدل سکتے ہو۔ وہ چلا گیا پھر لوٹ کر نہیں آیا۔ میرا قلم بھاری ہو رہا ہے وہ لکھنے کی ہمت نہیں کر پا رہا ہے کہ راضی برضا رحمن ہو جانے والا اور دین اسلام کی مظلومیت کو مٹانے کے لئے اپنے آپ کو تقدیر کے سپرد کر دینے والا حافظ احمد نعمان جسے میں نے ایک بار بھی نہیں دیکھا، کیا میں اسے کبھی دیکھنے کا شرف پا سکوں گا؟ وہ کہاں ہے؟ وہ کس کے پاس ہے؟ کیا وہ کسی گم کردہ راہ دشمن اسلام کی حراست میں ہے؟ اس کے شام و سحر کیسے گذرتے ہوں گے؟ وہ کس حال میں ہے ہائے تڑپ اٹھنے کے لئے ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے، کیا وہ روزانہ صاف کپڑے بدلتے خوشبو

لگانے سے بے نیاز ہو گیا ہے؟ کیا اس کی دعاؤں اور جذبوں نے خلعت قبولیت پالی ہے؟ کیا اسے شہادت کی سرخ عبا پہنا دی گئی ہے کہ ۔

قبائے لا الٰہ خونیں قبائے

کہ بر بالائے مرداں زیب دارد

ہم کچھ بھی نہیں کہہ سکتے، حافظ احمد نعمان کے والدین جیسا شکستہ دل اور کون ہوگا۔ سائنس نے بڑی ترقی کی ہے، انسان مریخ اور زہرہ پر کمندیں ڈال رہا ہے، لیکن ابھی تک کوئی ایسا آلۂ پیمائش ایجاد نہیں ہو سکا جو ان کے صدموں اور بیٹے کے درد فراق کا اندازہ لگا سکے۔ دوستو! ان کے دکھ درد بانٹ لینا، ان کا احترام بجالانا رضاء الٰہی تلاش کرنا ہے۔

محترمہ ریحانہ فاضلی صاحبہ کی کتاب یقیناً علم و ادب کا مرقع ہے۔ لیکن داستان پُر درد بھی، یہ جہاد کا شعلۂ جگر سوز بھی ہے اور دل کے پھپھولے بھی، اس لئے اس کتاب کو ہر پڑھنے والا اپنی بساط کے مطابق حظ روح اٹھائے گا۔ بتانا تو نہیں چاہئے لیکن نعمت خداوندی کا بیان کرنا حکم قرآن ہے فَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ امر واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کا مسودہ میں نے تنہائیوں میں بیٹھ کر پڑھا، بس جوں ہی ماں بیٹے کے عمرہ اور سفر حرمین و شریفین کا حصہ شروع ہوا، پڑھتے پڑھتے آنکھوں کے پیمانے چھلک پڑے، مسودے کو بار بار آنسوؤں سے بچاتا رہا، کئی مرتبہ ہچکی بندھ گئی، مسودہ چھوڑ کر بیٹھ گیا، آنسوؤں کو دیکھ کر اپنی سعادت پر خوش بھی ہوتا رہا اور سوچتا بھی رہا کہ توجہ سے پڑھنے والے کا پڑھتے وقت جب یہ حال ہے تو لکھتے وقت اس ماں کا کیا حال ہو تا رہا ہوگا جس کا فرمانبردار حافظ قرآن مجاہد اسلام تیئیس سالہ خوبصورت کڑیل نوجوان بیٹا چار سال سے لاپتہ ہو، اس عظیم ماں کا دل اس کے ایمان اور خدا و رسول کی محبت نے کتنا مضبوط کر دیا ہے، اس کے قلب و نظر کو تقدیر اور آخرت پر یقین نے کس قدر منور کر رکھا ہے کہ اس نے اپنے نور نظر کے پُر سوز یادوں سے مزین تین سو چھتیس صفحات پر مشتمل کتاب لکھ دی ہے۔

لیکن محترم قارئین کتاب! غلط فہمی کا شکار نہ ہو جانا، اس کتاب کو محض ایک نامعلوم مفارقت میں ماں کی اپنے بیٹے سے داستان غم سمجھ کر پڑھنے نہ بیٹھ جانا، خبردار رہو! اس کتاب کو وہ شخص نہ پڑھے جو دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور اس کا آخرت پر ایمان نہ ہو، اس

کتاب کو وہ شخص ہاتھ نہ لگائے جو دنیا پر چھائے ہوئے کفر اور ظلم سے مظلوموں اور کمزوروں کو نجات دلانے کے عمل کو ضروری نہ سمجھتا ہو۔ وہ شخص اس کتاب کے قریب نہ آئے جو قرآن و سنت کی آواز پر لبیک کہنے کے بجائے توہمات، رسومات، بدعات و خرافات، درباروں، مزاروں پر چڑھاووں، گویوں اور میراثیوں کی قوالیوں اور دھمالوں کو روح کی غذا اور ذریعہ فلاح جانتا ہو۔ یہ کتاب رب ذوالجلال والاکرام کی ذات ستودہ صفات کو وحدہٗ لاشریک ماننے والے فرزندانِ توحید کے ایمانوں کے لئے بے پناہ قوت ہے، یہ کتاب شمع رسالت کے پروانوں اور سنت رسول کے دیوانوں کے لئے آنکھوں کا نور ہے، یہ کتاب خرمن شرک و بدعت کے لئے برق سوزاں اور ظلم و کفر کی سیاہ آندھیوں کے مقابلے میں اسلامی جہاد کا فضاؤں میں لہراتا ہوا پھریرا ہے، اس کتاب میں راہِ حق میں مرجانے یا مار دینے کا سبق ہے، یہ کتاب طاغوتی قوتوں اور شیطان کے خلاف اعلانِ جہاد ہے، جو والدین اپنے بچوں کو سچا مسلمان بنانا چاہتے ہیں اور ان کو محبِ وطن عقلمند پاکستانی دیکھنا چاہتے ہیں، وہ اس کتاب کا پوری توجہ سے مطالعہ کریں۔ جو بچے معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں اور شیطانی خباثتوں سے بچ کر علم و عمل اور عظمت و کردار سے بہرہ مند ہونا چاہتے ہیں وہ اس کتاب کو مشعل راہ بنالیں، جو تشنگانِ علوم و قرآن و سنت اسلام میں فریضہ جہاد کی اہمیت اور آج کے پر فتن دور میں جہاد کی ضرورت و اہمیت کو سمجھنا چاہتے ہیں وہ اس کتاب کو اپنی معلم اور درسگاہ سمجھ لیں۔ عازمین عمرہ و حج اور مسافران حرمین و شریفین اپنے سفر پر روانگی سے پہلے حافظ احمد نعمان اور ان کی عالمہ فاضلہ والدہ کا سفر حرمین و شریفین اس کتاب میں ضرور پڑھ لیں تاکہ انہیں اس سفر عشق و ایمان کی نزاکتوں اور مسائل اور طریقوں کا علم ہو جائے۔ نیک اولاد والدین کیلئے کس طرح دیدہ و دل فرش راہ کیا کرتی ہے اور ان کے اس حسن و عمل پر اللہ کی رحمتیں کیسے نازل ہوتی ہیں، جب سفر عمرہ میں حافظ احمد نعمان کا دوڑ دوڑ کر والدہ کی خدمت کرنا اور ماں کا ہر حکم بجالانا پڑھا تو عہد صحابہ کا ایک ایمان افروز واقعہ ذہن میں تازہ ہو گیا۔

حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما طواف سے فارغ ہوئے تو یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت میں ڈوب گئے کہ ایک دیہاتی اپنی بوڑھی والدہ کو اپنی کمر پر لادے ہوئے اسے طواف کرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا انا مطیتھا لا انفر میں اس کی ایسی سواری ہوں جو

بدکتی نہیں، وَاِذَا الرِّکَابُ ذُعِرَتْ لَاَذْعَرُ اور جب سواریاں ہراساں ہوتی ہیں تو میں ہراساں نہیں ہوتا، وَمَا حَمَلَتْنِیْ وَاَرْضَعَتْنِیْ اَکْثَرُ اور جتنا تو نے مجھے لادا ہے اور دودھ پلایا ہے وہ تو اس سے کہیں زیادہ ہے لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا یا ابا حفص ہم بھی اس شخص کے ساتھ مل کر طواف کرتے ہیں، شاید کہ اللہ کی رحمت اترے اور ہم پر بھی عام ہو جائے۔ چنانچہ یہ دونوں بزرگ اصحاب رسول اس شخص کے ساتھ مل کر طواف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے اِنْ تَبَرَّھَا فَاللّٰہُ اَشْکَرُ یَجْزِیْكَ بِالْقَلِیْلِ الْاَکْثَرُ یعنی تو آج اگر اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کر رہا ہے تو اللہ پاک شکر اور قدر دانی کو بہت قبول کرنے والا ہے، وہ تجھے اس تھوڑے سے عمل پر بھی بہت بڑا اجر و ثواب دے گا۔

"مجاہد تم کہاں ہو" کے قارئین کرام! بہن ریحانہ تبسم فاضلی زید مجدھا کو اللہ تعالیٰ نے علماء ربانیین کے فیضِ صحبت اور دینِ اسلام کی خدمت و دفاع کی بدولت جن انعامات و برکات سے نوازا ہے، ہماری ان تک رسائی کہاں۔ لیکن آیئے ان کی کتاب پڑھتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے ہو جائیں، شاید رب کعبہ کی رحمت عام ہو جائے اور ہمیں بھی اپنے سایۂ عاطفت میں لے لے۔

اے ہدایت اور نور کے پروردگار! مجاہدین فی سبیل اللہ، حافظ احمد نعمان، اس کے ساتھی راشد شبیر اور ان کے والدین کی قربانیوں کو قبول فرما اور ہماری بہن کی اس کتاب جہاد و اخلاص ملت اسلامیہ کے نوجوانوں، بزرگوں اور ماؤں بہنوں کے لئے بجاب رہنمائی ثابت کر دے۔

اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْن بِحُرْمَتِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْن
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن
بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْن

عبدالرشید انصاری
مسجد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ
سیکٹر اا-بی- نارتھ کراچی

”جذبۂ جہاد کی بیداری کا ذریعہ“

حافظ پروفیسر شاہد حسن علوی

آج اردو ادب نگارشات کی فراوانی کے اعتبار سے یقیناً بہت مالا مال ہے۔ شعری ادب ہو یا نثری، اس کے موضوعات متنوع ہونے کے ساتھ ساتھ مقصدیت کے بے شمار پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ حسّی، نظری، تجرباتی، تخیلاتی وغیرہ وغیرہ۔ جن کے زیر اثر نثری تحریروں میں افسانوی ادب کے علاوہ جو تحریریں زیادہ نمایاں ہیں، ان میں آپ بیتی اور سوانح نگاری شامل ہیں۔ اگرچہ یہ پہلے بھی لکھی جاری تھیں، لیکن اب ان میں تنوع آگیا ہے۔ مگر ان نگارشات میں انسان پر جور و ستم کی روداد اور ان پر احتجاج قسم کی نوعیت تو بلاشبہ پائی جاتی ہے۔ ان سے یہ حسن و خوبی نبرد آزما ہونے کے طریقے بھی اخلاقی اور مذہبی اعتبار سے بیان میں آجاتے ہیں۔ مگر انسانیت یہ سوال کر رہی ہے کہ ان انسانیت کش باطل قوتوں کو دبانے اور ختم کرنے کے لئے جو طریقے بتائے جارہے ہیں آج میدانِ عمل میں جو لوگ سینہ سپر ہو کر آگے بڑھ رہے ہیں ان کے طور طریقے اور تجربے کیا ہیں۔ آج کے دور میں ان باطل قوتوں سے برسرپیکار انسان کے عملی انداز کیا ہیں۔ سوانح نگاری پر بہت لکھا جارہا ہے، وہ شخصی ذاتی زاویے سے لکھا جارہا ہے، جس میں خود نمائی یا مدحت سرائی کے پہلو تو آتے ہیں مگر انسانیت کے لئے یعنی دوسرے انسانوں کے لئے، باطل قوتوں سے بھرپور طور سے نمٹنے کے لئے انسان اپنی زندگی کے تمام رویوں میں کیا نہج یا طریقہ اختیار کرے جو مسلسل زندگی کا طریقہ بن جائے، جو تمام انسانوں کو سرفرازی عطا کر سکے وہ کسی بھی ادبی تحریر میں نایاب ہے۔

مسلمانوں کے دینِ اسلام نے اس کے لئے ایک واضح طریقہ بتایا ہے، بتایا ہی نہیں بلکہ مسلمانوں پر فرض لازم بنایا ہے، وہ طریقہ ”جہاد“ ہے، جس کی ابتداء جان و مال کے ایثار سے ہوتی ہے اور اسلام کے ماننے اور جاننے والے جب تک یہ طریقہ اپنائے رہے انسانوں کی

معاشرتی زندگی محفوظ اور روشن رہی۔ مگر گذشتہ دو ایک صدیوں سے مسلمان حکمرانوں نے اسلام کے اس باطل شکن طریقے سے پہلوتہی اختیار کرلی ہے۔ جس کے نتیجے میں دنیائے کفر کے معاشرے سے باطل قوتیں ان کے خلاف صورتِ سیلاب ٹکرا رہی ہیں۔ آج کے مسلمانوں میں ”جہاد“ کی وہ لہر جو کافی عرصے سے چل رہی تھی اب طوفان کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ مسلمان نوجوان اپنے اندر اس جذبہ کو شعلہ صفت سرگرمیوں کے ساتھ لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ ان کی رہنمائی کی شدت کے ساتھ ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔

اس سلسلے میں پروفیسر ریحانہ فاضلی نے فکری، نظری اور عملی طور پر اس کی ابتداء کی ہے۔ ان کی یہ کتاب ”مجاہد تم کہاں ہو؟“ میرے اس دعوے کی تصدیق کرتی ہے۔ اس کتاب کا مسودہ میری نظر سے گذرا تو مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ یہ تحریر اردو ادب میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد انداز کی تحریروں میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔

یہ کئی اعتبار سے قابل مطالعہ کتاب ہے۔ ایک بات یہ کہ ماں نے اپنے بیٹے کی ابتدائی زندگی سے نوجوانی کی عمر تک کس طرح تربیتی رویہ اپنایا ہے اور صالح اور بامقصد باحوصلہ مسلمان بننے کے لئے کیا فضا پیدا کی ہے، تاکہ بچہ کی شخصیت ایک سچے اور فرمانبردار مسلم کی شکل اختیار کرے۔ دوسرے یہ بات بھی اس کتاب کی اہمیت اور انفرادیت میں اضافہ کرتی ہے کہ بچہ جہاد کے جذبے سے سرشار باطل قوتوں سے بھرپور طور پر ٹکرانے کے لئے ایثار اور قربانی کا عملی مظاہرہ کر رہا ہے اور ماں اس کے اسی جذبے سے بہت خوش اور شادماں ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ ماں اپنے نوجوان جگر گوشے کو اپنے سے اور پرکشش دنیا سے بے نیاز کر کے میدانِ جہاد کی طرف بھیجتی ہے اور اس پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتی ہے۔ کمال یہ ہے کہ مصنفہ نے بڑے شگفتہ رواں اور مربوط انداز میں اپنے بیٹے کی زندگی پر جہاں جہاں جہاد کی بات کی ہے وہاں بڑی خوبصورت شعری صورت میں بھی اس کا اظہار کیا ہے۔ اس کتاب کی یہ خوبی بھی ہے کہ یہ بچے کی سوانح بھی ہے اور خود مصنفہ کی آپ بیتی بھی ہے۔ دونوں ایک جگہ اس طرح جمع ہوگئے ہیں کہ کتاب میں نئی شان آگئی ہے۔ اس کتاب سے صرف بیٹے کے جہاد کی سرگرمیوں پر اظہار خیال ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں جہاں جہاں

مسلمانوں پر باطل قوتیں مسلسل ظلم و ستم کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں، جس کے نتیجے میں غیرت مند اور باضمیر نوجوان ان سے ٹکرانے کے لئے طوفانی رو کے انداز میں یکجا ہو رہے ہیں، ان پر بھی بامقصد اظہار خیال کیا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت تمام مسلمان ماؤں کے لئے جذبۂ جہاد کی بیداری کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ یہ کہ مائیں اپنے بچوں کی تربیت کی فضا کس طرح بنائیں حوصلہ اور صبر کا کیا طریقہ اختیار کریں۔ پھر یہ کتاب نظری اور فکری ہی نہیں رہتی بلکہ پروفیسر ریحانہ فاضلی کی تحریر کے تسلسل اور شگفتگی اور حقیقت کی تصدیق کرتی ہے کہ حوصلہ مندی اور صبر کا طریقہ کیا ہے۔ اس کتاب میں مصنفہ نے اپنے بیٹے نعمان فاضلی کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے طریقوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس میں بھی تحریر کا انداز اتنا والہانہ مربوط اور بامعنی ہے کہ اس کے دلکش انداز میں عمرہ کرنے والوں کے لئے بہت عمدہ اور آسان رہنمائی کا پہلو ملتا ہے۔ اسے پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ ہم بھی ان کے ساتھ ساتھ عمرہ کر رہے ہیں۔ ہر موقع کے لئے قرآن کی آیات اور حضور ﷺ کی احادیث کا حوالہ ہے۔

یقیناً یہ کتاب بچے کی تربیت، عمرہ کے صحیح طریقے، جذبۂ جہاد کی بیداری اور بیٹے کے جہاد پر جانے اور ابھی تک نہ آنے پر بلند حوصلگی اور صبر و استقامت کی روشن تحریر ہے۔ جس کے تراجم انگریزی اور دوسری بڑی زبانوں میں ہونے چاہئیں۔ یہ کتاب مسلمانوں کے لئے اردو ادب کے حوالے سے بے مثال تحریر ہے۔

مقدس جذبوں کی شاہراہوں پر
رواں دواں قافلے

عزیزا حسن

معاون مدیر: سہ ماہی نعت رنگ۔ کراچی

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۹ میں قصاص کے حوالے سے یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ "تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے، (وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ) گویا ایک فرد کو دوسرے انسان کی جان لینے کے بدلے میں قتل کر دینے سے معاشرے پر زندگی آمیز اور زندگی آموز اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ قصاص لینے سے ایک طرف تو ایک مفسد کا خاتمہ ہو جائے گا، دوسری طرف اُس کی موت معاشرے کے دیگر افراد کے لئے باعث عبرت ہوگی اور وہ قتل جیسے گھناؤنے جرم سے اس لئے اجتناب کریں گے کہ انہیں اپنی زندگی عزیز ہوگی۔

کسی ایک معاشرے پر انفرادی جرم پر ملنے والی سزا کا یہ حیات بخش اثر "بین الاقوامی" سطح پر جس عبرت آمیز نظام کا متقاضی ہے وہ نظام برپا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر "جہاد" فرض فرمایا، تاکہ مفسد قومیں کمزور بندوں کمزور قوموں اور خیر کے طالب معاشروں کو اپنے ظلم و بربریت کا نشانہ نہ بنا سکیں اور اگر ایسا کریں تو ان کو عبرت ناک سزا مل سکے۔ نیز مجاہدین کے ذریعے اسلام کا ابدی پیغام زمین کے کونے کونے تک پہنچ جائے۔

تاریخ عالم گواہ ہے کہ جب تک مسلمان جہاد بالسیف کا فریضہ انجام دیتے رہے..... دین و دنیا کی فلاح انہیں حاصل رہی اور جب جہاد کے فرض کی ادائیگی غفلت کا شکار ہوئی، یہ ملت پستیوں میں دھنستی چلی گئی۔

..... مسلمانوں کے ہاتھوں سے زمام کار چھوٹی تو غیر مسلم قوموں نے بڑی عیاری سے مسلمانوں کو مغلوب کیا اور ان میں زمین سے محبت کا فسوں پھونکا جس سے اوطان کا نظریہ پیدا

ہوا اور یہ ملت بھی دیگر اقوام کی طرح مخصوص خطۂ زمین کی حدود میں رہ کر اپنے مفادات کی رکھوالی کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اس طرح امت کی اجتماعیت سرحدی حد بندیوں کی بھینٹ چڑھ گئی۔ اس کے نتیجے میں ۱۹۲۴ء میں بین الاقوامی دہشت گردوں نے خلافتِ عثمانیہ کا چراغ گل کر کے عالم اسلام کو اجتماعیت کی اس مدہم روشنی سے بھی محروم کر دیا۔

وطنیت کے اس تصور کی مضرت کو اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اسی لئے انہوں نے اس ذیلی برِاعظم کے مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اس کے باوجود مسلمانوں میں ایک عرصے تک وطن کی محدود فضاؤں میں منقاد زیرِ پا رہنے کی عادت رہی۔ اسی لئے استعماری قوتوں کو چھوٹے چھوٹے اسلامی ممالک کو ظلم و بربریت کا نشانہ بناتے رہنے کا حوصلہ ہوا۔ مسلمانانِ عالم پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے گئے لیکن مسلمان ممالک اُن کی مدد کو نہیں پہنچ سکے۔ حالانکہ قرآن کریم میں مُستضعفین کی مدد کے لئے خصوصی حکم دیا گیا تھا...... "اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں، نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔" (آیت نمبر ۷۵۔ سورۃ النساء)

الحمد للہ اب اسلامی معاشروں میں علمائے کرام کی مسلسل جدوجہد اور اخلاصِ نیت کے طفیل جذبۂ جہاد کی بیداری کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں، جس سے کفر پر ہیبت طاری ہو گئی ہے۔ اسلامی ممالک تو اب بھی مصلحتاً اپنی سرحدوں میں محدود ہیں اور مظلوم مسلمانوں کی کھل کر زبانی حمایت کرنے سے بھی گریز کر رہے ہیں۔ لیکن عوامی سطح پر اخوتِ اسلامی کے جذبات کے فروغ کی نشانیاں روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ ان شاء اللہ اخوتِ اسلامی کی یہ لہر رنگ و نسل و زبان و وطن کی غیر فطری سرحدیں ختم کر کے مصنوعی امتیازات کو مٹا دے گی۔ یہی وہ جذبہ ہے جس کے فقدان کے باعث کفر نے "ملتِ واحدہ" بن کر مسلم معاشروں کو زیر و زبر کر دیا تھا۔

جہاد میں خواتین کی عملی شرکت کے نمونے عام ہونے لگیں اور وہ اپنے شوہروں، بھائیوں اور بچوں کو جہاد کی ترغیب دینے لگیں تو سمجھئے سحر قریب ہے اور کوئی وقت جاتا ہے کہ مقدس جذبوں کی شاہراہوں پر جہادی قافلے رواں دواں ہوں گے۔

زیرِ نظر کتاب میں ریحانہ بہن کے عزم و حوصلے کی کرنوں اور تحریر کی شگفتگی کی شعاعوں نے مجھے امید کے سورج کے ابھرنے کی نوید دی ہے۔ میں نے حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں پڑھا تھا کہ اُن کی نئی نئی شادی ہوئی تو انہوں نے خواب میں آسمان کا ایک دروازہ بند ہوتے دیکھا، لیکن تعبیر کی ہولناکی سے گھبرائے بغیر انہوں نے صبح اپنے شوہر کو احد کی جانب برضا و رغبت رخصت فرمایا تھا اور حضرت حنظلہ نے وہاں شہادت پائی تھی، جنہیں فرشتوں نے غسل دیا تھا۔ اس سے قبل حضرت عفراء رضی اللہ عنہا نے جنگ بدر میں اپنے دو بیٹوں کی شہادت پیش کر کے رب کو راضی کیا تھا۔ حضرت عفراء کے بیٹے حضرت عوف بن حارث اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تھے، جن کی تلواروں نے ابو جہل کو واصلِ جہنم کیا تھا۔

صحابیات کی جنگوں میں شرکت بھی مشہور ہے اور اپنے شوہروں، بھائیوں اور بیٹوں کو برضا و رغبت میدانِ جنگ میں بھیجنے کے واقعات بھی بے شمار ہیں۔ لیکن دورِ زوال میں کئی سو برس ایسے گزر گئے جن میں ایسی مثالیں کمیاب ہو گئیں۔ انفرادی واقعات عزیمت کا احوال تو سننے اور دیکھنے میں آتا رہا لیکن اجتماعی طور پر اعلانِ جہاد پر لبیک کہنے کے واقعات کم کم نظر میں آئے۔ اب یہ واقعات تسلسل کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ یکم محرم الحرام کے "ضربِ مومن" میں مولانا مسعود اظہر نے نور پور کے ایک بزرگ اور ان کی اہلیہ کی استقامت کا احوال لکھا ہے۔ ان کے دو بیٹے تھے اور دونوں کو اللہ رب العزت نے خرید لیا۔ دو شہیدوں کے والد اور والدہ کے صبر و شکر کی کیفیات کا بیان بڑا اثر انگیز ہے۔ مجھے فخر ہے کہ ایک ایسی خاتون مجھے بھائی کا درجہ دیتی ہیں، جنہوں نے اپنے خاندان والوں کی مخالفت کے باوجود اپنے لختِ جگر کو جہادِ افغانستان میں شرکت کے لئے بھجوا دیا اور جہاد کی مخالفت کرنے والوں کو قرآن و سنت نیز تاریخ اسلام کے حوالے سے جہاد کی فضیلت بتا کر اپنا ہم خیال کر لیا۔ ریحانہ بہن زندگی کے ہر شعبے میں جہاد کر رہی ہیں، کالج کی پروفیسر ہونے کے باوجود پردے کی پابند ہیں اور

اسلامی تعلیمات کا درس دینے کے ساتھ ساتھ اسلامی احکامات پر عمل پیرا نظر آتی ہیں۔ ورنہ بے عمل مقررین کی فہرست تو ہمارے معاشرے میں ہمیشہ سے طول و طویل رہی ہے۔ میں نے رزم حق و باطل میں شریک ایثار پیشہ مردوں اور عورتوں کے قصے تو پڑھے ہیں لیکن دیکھا صرف ریحانہ بہن ہی کو ہے۔ مزید برآں میں اپنے محدود مطالعے کا اعتراف کرنے کے باوجود بلا خوف تردید لکھ رہا ہوں کہ اردو ادب میں رزمیہ شان کی نظمیں اور نثر لکھنے والی کسی ایسی خاتون کو میں نہیں جانتا جس نے جہاد میں اس طرح عملی حصہ لیا ہو جس طرح ریحانہ بہن لے رہی ہیں۔ ہمارے ہاں تو مردوں میں بھی ایسی مثالیں خال خال ہی ملیں گی جن کی عملی زندگی ان کے بلند خیالات سے اس درجہ ہم آہنگ ہو کہ فکر و عمل کے دونوں آئینوں میں ایک ہی عکس دکھائی دے۔

الحمد للہ مسز ریحانہ تبسم فاضلی صاحبہ ایک ایسی خاتون ہیں جو اپنے بیٹے کی جہاد میں شمولیت کے باعث خود بھی عملی طور پر رزم حق و باطل میں عملاً شریک ہیں..... اور تقریر، شاعری اور نثری تحریروں میں اپنے احساسات کو تخلیقی زبان دینے پر قادر بھی ہیں۔ گویا رزمیہ ادب کے حوالے سے مسز ریحانہ تبسم فاضلی اردو ادب کی خاتون اوّل ہیں۔ اللہ انھیں یہ اعزاز مبارک فرمائے۔ ان کی دلی دعائیں اور نیک تمنائیں پوری فرمادے اور ان کے اجلے خیالات، ستھرے جذبات، پاکیزہ احساسات اور خیر طلب میلانات سے ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو بھی آشنا کر دے۔ اللہ رب العزت ان کے قلب کی پاکیزگی اور اخلاص نیت کے پرتو سے ہمارے معاشرے کو جگمگا دے اور ان کی اس کتاب کو ہماری فضاؤں میں عظمت جہاد کے پرچموں کے لہرانے کا وسیلہ بنا دے۔ مالک الملک ان نیک اور پاکیزہ سیرت خاتون کے قلب کو اس طرح ٹھنڈک بخشے کہ ان کا بیٹا غازی بن کر ان سے آن ملے اور بار بار محاذ جنگ پر جا کر داد شجاعت دینے والا بن جائے۔ اللہ ان خاتون کے اخلاص عمل کے طفیل ہمارے ایسے علماء کو جن کا مشغلہ بات بے بات مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑانا بن گیا ہے، راہ راست دکھادے اور اللہ تعالیٰ ان تمام علماء کو اپنے شاگردان باصفا کے ہمراہ میدان جہاد میں عملی شرکت کی توفیق بخشے (آمین)۔

”ایک فکر انگیز کتاب“

فرح اصغر
معتمد اعلیٰ : انجمن خواتین ناظم آباد

اس وقت ریحانہ تبسم فاضلی کا ایک فکر انگیز مسودہ ”مجاہد تم کہاں ہو؟“ میرے پیش نظر ہے۔ اس سے بیشتر باجی ریحانہ کی چار تصانیف ”مہکتے حرف“، ”خطیب الامم“، ”روشنی کے سلسلے“ اور ”پھول مسکرائے“ منظر عام پر آکر عوام و خواص سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ یہ باجی کی محبت ہے کہ جب بھی ان کی کوئی کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوتی ہے تو وہ مجھ سے کچھ نہ کچھ لکھنے کو ضرور کہتی ہیں۔ میں اس سلسلے میں صرف یہ کہہ سکتی ہوں کہ وہ مجھ جیسے ادبی بونوں کو قد آور شخصیت بنانا چاہتی ہیں، ورنہ میں کیا؟ اور میری رائے کیا؟ اس تصنیف کا موضوع بڑا جذباتی ہے، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس موضوع پر لکھنا اور اعتدال و توازن کو برقرار رکھنا ایک جانگداز مرحلہ ہے۔ اس موضوع پر کچھ لکھنے سے پہلے ہی قلب و ذہن کے تار جھنجھنا اٹھتے ہیں۔ میں سوچ رہی ہوں کہ ریحانہ باجی یہ کتاب لکھتے وقت کس کرب و اذیت سے دوچار رہی ہوں گی اور ان کے دل و جان پر کیا کیا نہ قیامتیں گذری ہوں گی۔ مجھے خوشی ہے کہ ریحانہ باجی نے صبر ایوب (علیہ السلام) اور دیدۂ یعقوب (علیہ السلام) کو دل کی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے سامنے رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ صبر و توکل کا دامن کہیں ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور جذباتیت کے رنگ کو انہوں نے حرف و بیاں پر غالب نہیں آنے دیا۔ اس شان تحمل نے ان کی تصنیف کو ابدی انفرادیت بخش دی۔ اس میں نثر کی دل کشی اور رعنائی بھی ہے اور شاعری کی دلبری اور زیبائی بھی۔ یوں تو رزمیہ شاعری کی جھلک ان کی دوسری تصانیف میں بھی ملتی ہے، لیکن اس کتاب میں پوری رعنائی و توانائی کے ساتھ نظر آتی ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے پوری خواتین کی شاعری میں اس رزمیہ رجحان کا قحط ہے۔ ترقی پسند تحریک کے آغاز میں اس تحریک سے وابستہ شعراء

کے یہاں یہ رجحان شدت کے ساتھ کار فرما نظر آتا ہے، کیونکہ اس تحریک نے ادب کو زندگی آمیز موضوعات دیئے ہیں۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی میری نظر میں یہ ہے کہ بظاہر یہ ایک کتاب ہے۔ لیکن مطالعہ اور پھر اس پر غور و فکر کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ تین کتابیں ہیں۔ ریحانہ باجی نے ایک ماہر فن جوہری کی طرح ان خوش رنگ موتیوں کو اس خوبصورتی کے ساتھ پرو دیا ہے کہ یہ دیدہ زیب مالا بن گئی ہے، جو ہر نظر کو فکر و عمل کی دعوت دیتی ہے۔ اس کتاب میں باجی ریحانہ نے دلکش اور تازہ کار اسلوب میں یہ بتایا ہے کہ ایک مجاہد ماں اپنے بیٹے کی تربیت کس انداز میں کرتی ہے، کس طرح اس کے دل میں جذبۂ جہاد بیدار کر کے اس کے ذہن کو جہاد پر جانے کے لئے آمادہ کرتی ہے اور وہ ریحانہ باجی کا ایک شعر زیر لب گنگناتا ہوا خندہ پیشانی سے محاذ جنگ کا رخ کرتا ہے۔

مسکراتا جھومتا جاتا ہوں مقتل کی طرف
عشق نے بخشا وہ جذبِ سرفروشانہ مجھے

اب میں باجی کا ایک دوسرا شعر ذرا سی تبدیلی کے ساتھ اس شوقِ جہاد کی نذر کرتی ہوں۔

اس کی ہمت کوئی دیکھے جو بڑھا دار کی سمت
گنگناتا ہوا زنجیر کی جھنکار کے ساتھ

یہ اشعار باجی ریحانہ کی غزل کے ہیں، جو میرے حافظے میں محفوظ تھے، جنہیں پڑھ کر میں اپنی خلوتوں کو روشن کرتی رہی ہوں۔ ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ ریحانہ باجی کی غزلوں میں بھی رزمیہ شاعری کا عنصر موجود ہے۔ حالانکہ میں باجی کی غزل گوئی کے سلسلے میں یہ بات گوش گزار کرنے کی جسارت کر رہی ہوں کہ باجی نے اپنی زندگی میں دینی انقلاب رونما ہوتے ہی غزل گوئی سے اپنا رشتہ ایک طویل عرصے سے منقطع کر لیا ہے۔ حالانکہ ان کے ادبی سفر کا آغاز ہی غزل گوئی سے ہوا تھا۔ اگر کسی کی فرمائش یا تبدیلیٔ ذائقہ کے طور پر اگر وہ قلم غزل کرتی بھی ہیں تو اس کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ اس میں حمد و نعت کا رنگ ہی جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ میرے نزدیک یہ بھی باجی ریحانہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ میں بطور نمونہ ان کی غزلوں

سے کچھ اشعار پیش کر سکتی تھی، لیکن مضمون طویل ہونے کے خدشہ کے پیش نظر میں نے قصداً گریز کیا ہے۔ مگر میں یہ ضرور کہوں گی کہ میں نے ان کی شاعری کے جس رخ کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کا اعتراف باجی ریحانہ نے اپنے اس مقطع میں خود کیا ہے۔

لکھنی تھی اس زمیں میں تبسمؔ غزل مجھے
لیکن خیال حمد کی صورت میں ڈھل گئے

کتاب کے دوسرے حصے میں باجی نے ماں بیٹے کے مکالمے کی صورت میں عمرہ کی سعادت اور فضیلت کو واضح کرنے کے بعد ارکانِ عمرہ جیسے منفرد انداز میں ذہن نشین کرانے کی کامیاب ترین کوشش کی ہے اور عمرہ کرنے کو سہل و آسان بنا دیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسا اچھوتا اور دلنشین انداز کسی اور ادیب کے یہاں مجھے نہیں ملا۔ یہ بات میں وثوق کے ساتھ اس لئے کہہ رہی ہوں کہ مجھے حج و عمرہ کرنے کی بارہا سعادت حاصل ہوئی ہے اور اس موضوع پر متعدد کتابیں میرے زیر مطالعہ رہی ہیں۔ حج و عمرہ کے موسم میں کچھ ایسی کتابیں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں، جو رہنمائی کرنے کے بجائے حج و عمرہ کرنے والوں کو ذہنی الجھن میں مبتلا کر دیتی ہیں اور زائر اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے؟ باجی ریحانہ کی کتاب پوری رہنمائی کا حق ادا کرتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے ان شاء اللہ خود میرے اس قول کی صداقت کی داد دیں گے اور میرے ہم نوا بن جائیں گے۔ یہ کتاب مربوط ہے۔ مجھے پڑھتے وقت ایسا محسوس ہوا کہ میں بھی نکہت و نور کی ان وادیوں میں باجی ریحانہ اور مجاہد نعمان کے ساتھ ساتھ چل رہی ہوں۔ ایک مصنف کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ اپنے قاری کو بھی اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے۔

اس کتاب کا تیسرا حصہ جہاد پر مشتمل ہے۔ باجی ریحانہ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ واضح کیا ہے کہ جہاد افضل العبادات اور جنت کا مختصر راستہ ہے۔ باجی نے اپنے طرز نگارش، تازہ کار اسلوب اور فکر نو کی سرخی سے سدا بہار چمن زار لہرا دیئے ہیں۔ بقول شاعر

جس کی مہک کو صدیوں کرے گی صبا سلام

اس کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں جتنے اشعار استعمال کئے گئے ہیں، وہ فن پارے کا جزو بن گئے ہیں اور ایک خوبی یہ ہے کہ وہ سب ریحانہ باجی کے اشعار ہیں۔ میں باجی

سے یہ بھی گزارش کروں گی کہ وہ ان نظموں کو جو جہاد کے موضوع سے تعلق رکھتی ہیں اور جو نظمیں جہاد کے سلسلے کی ان کی دوسری تصانیف میں موجود ہیں، ان کو یکجا کر کے ایک نئی کتاب کی صورت میں پیش کریں۔ اس سے ان نظموں کی افادیت اور مقبولیت میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ باجی ریحانہ کو ایسی فکر انگیز کتاب لکھنے پر مبارک باد پیش کرتی ہوں اور اس کتاب کے حوالے سے امتِ مسلمہ سے صرف اتنا اور کہنا چاہوں گی کہ۔

جوہر شناس ہے تو اسے موتیوں میں تول
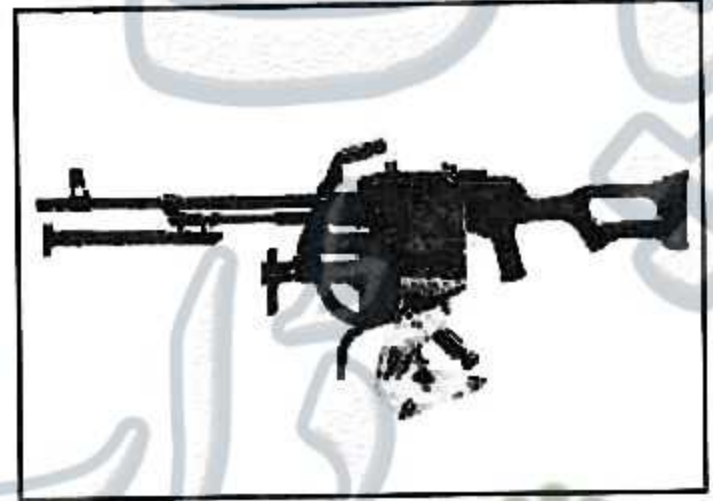
بچپن، لڑکپن
اور
جوانی کے ابتدائی ایّام

تربیت کرتا ہے جن کی خود خدائے ذوالجلال
نورِ حق سے جگمگا اُٹھتا ہے اُن کا ہر کمال
وہ لڑکپن ہو کہ بچپن ، یا جوانی کی بہار
سب میں آتا ہے نظر تابندہ سیرت کا جمال

ہر محاذِ حیات پر اب تو
اُس کی یادیں مِرا حوالہ ہیں
کیسے چھائے گی تیرگی دل پر
اُس کی باتیں مِرا اُجالا ہیں

احمد نعمان فاضلی بھی عام بچوں کی طرح ہی ایک بچہ تھا۔ لیکن بعض بچے اپنی عادات و اطوار کے سبب عام بچوں میں ممتاز حیثیت حاصل کر لیتے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے چار بچوں سے نوازا۔ لیکن باقی تین بچوں کی بیماریوں اور ضدوں کی وجہ سے میں کافی پریشان رہی۔ لیکن نعمان بہت بھولا اور سیدھا بچہ تھا۔ بیمار بھی پڑا (سارے ہی بچوں کے ساتھ یہ سلسلے ہوتے ہیں) لیکن اس نے مجھے کبھی پریشان نہیں کیا۔ اگر کسی چیز کے لئے ضد کرتا اور میں اسے سمجھاتی تو فوراً مان جاتا تھا۔ اگر میں خاموش یا اداس ہوتی تو مجھے اپنی پیاری پیاری باتوں سے خوش کر دیتا۔ ماں کی ماتا تو مشہور ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ مجھے سب سے زیادہ نعمان سے پیار تھا اور ابھی بھی اپنے مجاہد بیٹے سے بہت پیار ہے۔ (ماں اپنی ہر اولاد سے محبت کرتی ہے لیکن کوئی بچہ اسے زیادہ پیارا ہوتا ہے) نعمان ماشاءاللہ اتنا باصلاحیت اور پیارا بچہ تھا کہ ہر ایک کو اس پر پیار آتا تھا۔ چونکہ گھر میں کوئی اور بچہ نہیں تھا اس لئے مجھ سے ضد کرتا کہ امی میں اسکول جاؤں گا۔ میں نے اس سے کہا کہ بیٹا جب تم چار سال کے ہو جاؤ گے تو ان شاءاللہ تمہیں اسکول میں داخل کرا دیں گے۔ میری بات سن کر خاموش ہو جاتا۔ اس کی روشن اور چمکتی ہوئی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتیں (وہ عجیب بچہ تھا، ضد نہیں کرتا خاموشی سے رونے لگتا تھا) میرے پڑوس میں میری ایک سہیلی شاہین تھیں، ناظم آباد میں ان کا ایک اسکول تھا جو چلڈرن پیراڈائز کے نام سے مشہور تھا۔ میں نے نعمان کی کیفیت کا ان کو بتایا تو کہنے لگیں کوئی بات نہیں اپنا ہی بچہ ہے، میں ٹیچرز سے کہہ دوں گی کہ بچہ پر زیادہ زور نہ

ڈالیں۔ میں نے اللہ کا نام لے کر دوسرے دن نعمان کو اسکول میں داخل کرا دیا۔ اس کی خوشی دیدنی تھی۔ دوپہر کو وین سے اتر کر تیزی سے گھر کی سیڑھیاں چڑھیں پھر گھر میں داخل ہو کر سلام کیا اور میرے گلے میں اپنی ننھی ننھی بانہیں ڈال دیں اور بتانے لگا کہ آج میں نے کتنا کچھ پڑھ لیا۔ اس کی عمر دیکھ کر اور باتیں سن کر سب حیران رہ جاتے تھے۔ اتنی کم عمری میں حضور اقدس ﷺ کی بہت سی دعائیں اس نے مجھ سے یاد کر لی تھیں۔ جب وہ تین سال کا تھا تو ہم جیکب لائن گئے وہاں میری یونیورسٹی کی سہیلی رعنا شہباز رہتی تھی۔ اس نے نعمان کو دودھ پینے کے لئے دیا، نعمان نے دودھ پی کر دعا پڑھی

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ

(ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، حصنِ حصین)

"اے اللہ تو اس میں ہمیں برکت دے اور ہم کو اور زیادہ نصیب فرما"

وہاں ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا، اس کی عمر کم از کم چھ سال کی ہو گی۔ اس کی والدہ نے اس سے کہا کہ تم بھی دعا پڑھو تو بچے نے جھٹ جواب دیا کہ آپ نے مجھے کب یاد کرائی ہے، جو میں پڑھوں۔ اس کی والدہ محجوب ہو گئیں اور پھر مجھ سے پوچھنے لگیں کہ آپ بچے کو کس طرح دعائیں یاد کراتی ہیں؟ میں نے کہا جب بچہ رات کو سونے کے لئے لیٹتا ہے تو مجھ سے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے واقعات سنتا ہے، ساتھ ساتھ میں نبی ﷺ کی دعائیں بھی یاد کراتی رہتی ہوں۔ ایک ایک دعا کو کئی کئی دن تک دہراتی رہتی ہوں اور پھر دعا کے موقع پر دعا پڑھواتی ہوں تو اس طرح دعا پختہ ہو جاتی ہے۔ وہ صاحبہ بہت متاثر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ اب میں بھی اسی طرح عمل کروں گی۔

نعمان کی تمام ٹیچرز نعمان سے بہت خوش تھیں ان کا کہنا تھا کہ بچہ بہت ذہین اور فرمانبردار ہے، ہر بات کو سب سے جلدی سمجھ لیتا ہے۔ تین سال کی عمر سے میرے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا تھا، پھر چار سال کی عمر سے میں نے اسے نماز یاد کرانا شروع کر دی۔ میں اسے پیار سے سمجھاتی کہ بیٹا آپ نماز پڑھو گے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کچھ کھانے کو عطا فرمائیں گے، وہ نماز پڑھتا تو خاموشی سے اس کی پسندیدہ ٹافی یا بسکٹ جا نماز کے نیچے کونے میں لپیٹ کر رکھ دیتی۔ جب وہ نماز پڑھ لیتا تو کہتا امی جی اب دعا بھی مانگنا سکھائیں۔ پھر دعا

مانگ کر جا نماز اٹھاتا تو اس کی پسندیدہ چیز اسے مل جاتی، بہت خوش ہوتا تو میں کہتی بیٹا الحمدللہ کہو تاکہ اللہ راضی ہو جائے۔ فوراً الحمدللہ پڑھتا۔

عید الفطر کا دن تھا ہم اپنی ساس کے گھر میں تھے۔ نعمان صحن میں کھیل رہا تھا سب باتوں میں مصروف تھے۔ اچانک ہی نعمان میرے پاس آیا اور کہنے لگا، امی باہر صحن میں کنکر پڑے ہوئے تھے، ایک کنکر میں نے اپنی ناک میں ڈال لیا۔ میں نے جب دیکھا تو کنکر نتھنے میں خاصا اندر تھا، اس کو نکالنا ہمارے بس کا روگ نہیں تھا۔ عید کا دن تھا، ڈاکٹرز کے کلینک بھی سب بند تھے، میں اور فاضلی صاحب (نعمان کے والد) عباسی شہید اسپتال گئے، وہاں کچھ ایکسیڈنٹ کے کیس آئے ہوئے تھے وہ ہماری طرف متوجہ نہیں تھے۔ میں نے ایک ڈاکٹر سے کہا کہ آپ کچھ تو ہماری مدد کریں، کنکر بچے کی ناک میں زیادہ اندر جا رہا ہے۔ اس نے کہا آپ بچے سے کہیں منہ سے سانس لے اور بچے کو جناح ہسپتال لے جائیں۔ ہم سب ڈاکٹرز زخمیوں کی وجہ سے بہت مصروف ہیں۔ نعمان سے میں نے کہا بیٹا منہ سے سانس لو تو وہ منہ سے سانس لینے لگا۔ ہم جناح ہسپتال پہنچے، ایمرجنسی میں بھی تاریکی تھی، دستک دی تو ایک ڈاکٹر صاحب آنکھیں ملتے ہوئے دروازے پر نمودار ہوئے۔ ہم نے آنے کا مدعا بیان کیا، انہوں نے بچے کو بستر پر لٹایا، ٹارچ سے کنکر دیکھا، اوزار نکالے اور ایک چھوٹی سی چمٹی سے کنکر باہر نکال دیا۔ میں نے کنکر نعمان کے ہاتھ پر رکھ دیا اور کہا اب اس کنکر کو دوسرے نتھنے میں ڈال لو، بچہ ڈرا ہوا تھا فوراً کنکر پھینک دیا۔ ڈاکٹر کو سو روپے فیس کے دیئے اور ہم گھر آ گئے۔ بوا کو اطلاع دی (ساس صاحبہ) جب ہماری تھکان اتر گئی تو ہم سب آج کے واقعہ پر ہنسنے لگے۔ نعمان خود بھی اپنی پھپھو کے پاس شرمایا شرمایا بیٹھا تھا اور مسکرا رہا تھا۔

میری سہیلی رعنا شہباز کی شادی ہونے والی تھی۔ آئے دن ان کے گھر جیکب لائن جانا ہوتا تھا۔ ان کے والد کو سب میاں کہتے تھے۔ میں، رعنا اور رعنا کی والدہ مرحومہ بیٹھے ہوئے تھے، ہم سب باتوں میں مصروف تھے، فوراً نعمان ہمارے قریب آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا امی ایک بات بتائیں، کیونکہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ ایک میاں ہیں اور ایک اللہ میاں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے بچے کی بات پر غور کیا اور اسے جواب دیا بیٹا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں یہ تو میاں ہیں، لیکن اللہ تو اللہ تعالیٰ ہے، ہمیں اللہ میاں نہیں کہنا چاہئے۔ رعنا اور اس کی

والدہ نے بھی میری بات کی تصدیق کی اور مجھے نعمان کے چہرے پر عقیدہ توحید کو سمجھنے کے بعد خوشی کا بہت خوبصورت رنگ نظر آرہا تھا۔ شام کے وقت ہم رحنا کے گھر سے نکلے وہاں سے رکشہ کی تلاش میں نظریں ادھر اُدھر دوڑائیں۔ اسی وقت نعمان زور زور سے کہنے لگا امی امی جادو انڈے دلا دیں...... میں نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا کیسے جادو انڈے؟ یہ نام تو میں نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ سنا ہے۔ کہنے لگا آئیے میں دکھاؤں۔ میری انگلی پکڑ کر ایک ٹھیلے کے پاس گیا اور ٹھیلے کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا، امی یہ جادو انڈے ہیں۔ میں نے جواب دیا بیٹا یہ تو ابلے ہوئے سنگھاڑے ہیں، تو کہنے لگا امی ایک دن آپ نے مجھے بتایا تھا جادو کالا ہوتا ہے تو یہ سنگھاڑا اوپر سے کالا ہے۔ جب اس کو چھیلتے ہیں تو اندر سے سفید نکلتا ہے، اس لئے میں اسے جادو انڈا کہتا ہوں۔ میں نے اسے سنگھاڑے دلائے۔ گھر آکر اس کی یہ بات سب کو بتائی تو سب ہنسنے لگے۔

نعمان کو میں نے اسکول جانے کے لئے تیار ہونے کا کہا تو اٹھ کر فوراً لیٹ گیا۔ میں نے غور کیا تو اس کے چہرے پر کرب کے نشان تھے اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ پکڑا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا بیٹا کیا بات ہے؟ کہنے لگا امی میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ میں نے نعمان کی وجہ سے کالج کی چھٹی کی اور حکیم صادق حسین صدیقی کے مطب (السبیل) لے کر پہنچی۔ حکیم صاحب نے نعمان کی نبض دیکھی، پیٹ دبا کر دیکھا اور پھر نعمان کو دیکھ کر مسکرانے لگے۔ نعمان سے پوچھنے لگے بیٹا کس قسم کا درد ہے، سفوف چٹکی لینی ہے؟ آرام کرنا ہے؟ کیا مسئلہ ہے۔ نعمان نے سر نیچے کر لیا اور کہنے لگا حکیم نانا سفوف چٹکی لینی ہے۔ اسے کھانے کو دل چاہ رہا تھا۔ حکیم صاحب نے پیار سے اس کی کمر پر ایک دھپ لگائی اور کہنے لگے تم اپنی امی سے کہہ دیتے وہ کالج سے واپسی میں مجھ سے سفوف چٹکی لے جاتیں۔ حکیم صاحب اس کے معصوم بہانے پر خوب ہنسے (سب سے زیادہ تو اس کے تاثرات پر سب محظوظ ہوئے۔ گھر والوں نے یہ واقعہ سنا تو خوب ہنسے) اگر پھر کبھی نعمان کے پیٹ میں درد ہوتا تو ہم کہتے کہ سفوف چٹکی کا درد ہے یا واقعی درد ہو رہا ہے تو وہ بہت شرماتا اور کہتا نہیں امی واقعی درد ہو رہا ہے۔

فلیٹ کے نیچے سے اکثر شکر قندی والا گزرتا تھا اور آواز لگاتا تھا گرم شکر قند۔ لیکن ایسا

لگتا تھا کہ کہہ رہا ہو، گڑ و شکر قند۔ نعمان کھڑکی سے منہ نکالتا اور اس کی نقل کرتا، گڑ و شکر قند گڑ و۔ نعمان نے مجھے بتایا امی شکر قندی والا میری آواز سے خوش ہوتا ہے۔ اب آپ مجھے پیسے دیں میں شکر قند لاؤں گا۔ امی جی شکر قند والا بہت اچھا ہے مجھے پیار کرتا ہے (بچوں کی یہ معصوم باتیں دل پر نقش ہو جاتی ہیں خواہ سب بھول جائیں لیکن ماں نہیں بھولتی)

ایک دن نعمان کو اسکول سے واپسی پر دیر ہو گئی۔ میں بہت پریشان ہوئی اور شاہین کے گھر معلوم کرنے گئی تو ان کی والدہ عائشہ خالہ کہنے لگیں ہاں بیٹا اب تو ساڑھے تین بج رہے ہیں، نہ جانے گاڑی خراب ہو گئی یا کیا ہوا؟ اللہ اپنا کرم کرے۔ میں گھر واپس آئی اللہ سے دعا کر رہی تھی، اتنی دیر میں دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو نعمان تھا۔ گرمی کی شدت سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ میں نے کہا بیٹا اتنی دیر کیوں ہوئی؟ تو کہنے لگا امی راستے میں انکل ببل گم کو چکر آگئے تھے، بڑی مشکل سے ان کی طبیعت ٹھیک ہوئی۔ وہ تو راستے میں لیٹ گئے تھے، ہم بچوں نے انہیں پانی پلایا، اپنے بسکٹ کھلائے۔ اب آپ انہیں کھانا دیدیں۔ یہ انکل ببل گم کی وجہ سے میری نماز کو بھی دیر ہو گئی۔ میں نے کہا بیٹا چچا جان کہہ دیا کرو، تو کہنے لگا امی بچوں نے ان کا یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ وہ خواہ مخواہ منہ چلاتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی ان کا تھوک بھی نکل جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے ببل کھا رہے ہوں۔ نعمان کی بات پر میں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی (آج بھی اس کی یہ باتیں مجھے اس کی بچپن کی وادیوں میں لے جاتی ہیں، جہاں اسکی چھوٹی چھوٹی شرارتیں میرے لئے بڑی بڑی خوشیوں کا سبب بن جاتی تھیں)

میری کام والی لڑکی کا نام سکھو تھا۔ جب اس کی بڑی بہن (فیضی) میرے گھر کام کرتی تھی تو سکھو اس وقت گیارہ بارہ سال کی تھی۔ اکثر میرے گھر آکر باورچی خانے کے سامنے والی گلی میں لیٹ جاتی اور اکثر وہاں لیٹے لیٹے سو جاتی۔ اس وقت نعمان چار سال کا تھا۔ میرے پاس آتا اور کہتا کہ امی سکھو کو کپڑے بنا دیں، بہت گندے کپڑے پہنتی ہے، بچے میرا مذاق اڑائیں گے کہ یہ اپنی کام والی کا خیال نہیں کرتے۔ میں نے سکھو کو نہانے کی عادت ڈلوائی اور اسے صاف کپڑے پہنائے۔ صاف ستھری ہو کر بچی اچھی لگنے لگی۔ جمعۃ المبارک میں نعمان نماز پڑھنے اپنے ابو کے ساتھ جاتا تھا۔ ایک دن نماز کے بعد میرے پاس آیا اور میرا دوپٹہ پکڑ

کر رونا شروع کر دیا۔ میں گھبرا گئی اور رونے کا سبب پوچھنے لگی تو فوراً کہنے لگا اسی سکھو اپنے گاؤں کے بچوں کے ساتھ مل کر مسجد کے باہر بھیک مانگتی ہے۔ اسے منع کریں مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ میرے دوستوں کو پتہ چل گیا تو میری کتنی بے عزتی ہو گی۔ سب کہیں گے کہ نعمان کے گھر میں جو بچی رہتی ہے وہ بھیک مانگتی ہے۔ میں نے سکھو کو پیار سے منع کیا مگر اس پر اثر نہیں ہوا۔ نعمان برابر اس کی شکایت مجھ سے کرتا رہا۔ ایک دن میں نے سکھو کی اماں کے سامنے ان کی اجازت سے سکھو کی پٹائی کی اور اسے پھر سمجھایا کہ بھیک مانگنا اچھی عادت نہیں، تم لڑکی ہو لوگ تمہاری طرف بری نظریں اٹھائیں گے، مار کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ پھر اس نے توبہ کر لی اور میرے پاس رہ کر ہمارے ہی ماحول کا ایک حصہ بن گئی۔ اس کی گفتگو رہن سہن سب بدل گیا۔ اب بھی سکھو میرے گھر کام کرتی ہے ماشاء اللہ دو بچوں کی ماں ہے۔ اسے نعمان سے بھائیوں کی طرح پیار ہے۔ اپنے بیٹے ندیم کو کالا کہہ کر پکارتی ہے۔ دو دن پہلے میرے پاس آئی تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، میں نے رونے کا سبب پوچھا کہنے لگی، باجی نعمان ندیم کو کالے خان کہتا تھا، جب جہاد پر جا رہا تھا تو ندیم کے سر پر ہاتھ رکھا اور دس روپے اسے دیئے اور کہنے لگا کالے خان ہمارے لئے دعا کرنا، اللہ ہمیں ہر محاذ پر کامیابی عطا فرمائے۔ آج رافع نے بھی نعمان کے انداز میں کالے خان کہا تو مجھے نعمان بہت یاد آیا۔ میں نے کہا بس بیٹا یہ مقدس مہینہ ہے اللہ اپنے بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ اللہ سے دعا کرو اس کی راہ کا مسافر ہے، اللہ نے ہی اسے میدان جہاد کی طرف بلایا تھا اب وہی واپس لوٹائے گا۔ کہنے لگی اب تو تین سال ہونے کو آ رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا سکھو ہمیں شکوہ نہیں کرنا چاہئے، ہر کام میں اللہ کی مصلحت ہوتی ہے، دیر ہو رہی ہے، اس تاخیر میں ہو سکتا ہے اللہ نے ہمارے لئے خیر رکھی ہو۔ میں نے کہا سکھو بیٹا تم سب کو تو کبھی کبھی یاد آتا ہو گا مجھے تو وہ ہر لمحہ یاد رہتا ہے۔ بھلا اتنا پیارا بیٹا ہو تو ماں بھول سکتی ہے۔ وہ تو اپنے بڑے بچوں کو بھی یاد رکھتی ہے۔ سکھو وہ تو میرے دل و دماغ میں خوشبو کی طرح بسا ہوا ہے۔

ایک مرتبہ دروازے پر دستک ہوئی، میں نے دروازہ کھولے بغیر ہی کہا کون؟ جواب آیا کپڑے والا خان لالہ ہوں۔ میں نے کہا کہ کس لئے آئے ہو؟ جواب دیا بہن شک نہ کرو، میں چور نہیں ہوں۔ آپ کے بچے سے ملنے آیا ہوں، پھر بھی مجھے یقین نہیں آیا کیونکہ اس دور

میں کس پر اعتبار کیا جائے۔ میں نے فاضلی صاحب سے کہا کہ دیکھیں دروازے پر کون ہے۔ فاضلی صاحب نے دروازہ کھولا تو السلام علیکم کی آواز آئی، فاضلی صاحب نے سلام کا جواب دیا اور خان لالہ سے آنے کے بارے میں پوچھا اس نے کہا کہ آپ اپنے بیٹے کو بلا دیں۔ میں جب بھی آپ کی گلی سے گزرتا ہوں اور آواز لگاتا ہوں، تو میری بات کے جواب میں ایک بچہ کی پیاری آواز آتی ہے، کھیرے، کھیرے والا...... وہ بچہ میری اتنی پیاری نقل کرتا ہے کہ مجھے اپنا بیٹا یاد آ جاتا ہے۔ وہ بھی اسی طرح آواز لگاتا ہے۔ نعمان قرآن کے کمرے میں تھا، اپنے ابو کے کہنے پر آیا۔ خان لالہ کو سلام کیا، خان نے سلام کا جواب دے کر اپنی پشتو زبان میں بڑی دعائیں دیں اور نعمان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر وہ خان لالہ اکثر کپڑے لے کر اوپر آ جاتا۔ نعمان باہر سے کپڑے لا کر مجھے دکھاتا، میں کپڑے پسند کر کے رقم نعمان کو دیتی اور نعمان خان لالہ کو دیدیتا۔ کئی سالوں تک خان لالہ بڑی پابندی سے آتا رہا، پھر شاید اپنے شہر چلا گیا۔

جب نعمان چھوٹا سا تھا تو فاضلی صاحب کے دوست مقصود طارق کے شیخوپورے والا جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں جا کر نعمان بہت خوش ہوا، کیونکہ محبت کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا۔ مقصود بھائی کی امی اپنی پنجابی بولی میں باتیں کرتی تھیں، مجھے تو پنجابی اچھی طرح سمجھ آتی تھی، لیکن نعمان میرے کان پر منہ رکھ کر ان کے جملوں کا مطلب پوچھتا۔ مقصود بھائی کی والدہ بڑی شفیق اور محبت کرنے والی خاتون تھیں۔ ایک دن ان سے ملنے کوئی خاتون آئیں اور ان کی خیریت دریافت کرنے لگیں، تو مقصود بھائی کی والدہ نے جواب دیا "میں تاں ڈھلی مٹھی رہنیاں" (میری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی) نعمان کو ان کا جملہ ایسا پسند آیا کہ طوطے کی طرح اکثر ان کا جملہ دہراتا رہتا تھا۔ کراچی آ کر کبھی کوئی نعمان کی خیریت پوچھتا تو جواب میں کہتا "میں تو ڈھلی مٹھی رہنیاں" جواب سن کر پوچھنے والا مسکرائے بغیر نہیں رہتا تھا۔

فاضلی صاحب کے کالج کے ساتھی اویس صاحب ایک دن جمعہ کی نماز پڑھنے مسجد نور ایمان میں آئے، رش بہت زیادہ تھا اس لئے انہوں نے ہمارے گھر پر دستک دی۔ فاضلی صاحب نے دروازہ کھولا تو انہوں نے نماز کے لئے کپڑا مانگا۔ نعمان نے کپڑا لے جا کر دیا۔ پھر

وہاں سے بھاگتا ہوا آیا اور بستر پر چھلانگ لگائی، میں استری کر رہی تھی، اس کا ہاتھ استری پر لگ گیا اور فوراً ہی بہت بڑا چھالا پڑ گیا، روتا ہوا اپنے ابو کے پاس گیا اور کہنے لگا ابو چاچا نے مجھے جلا دیا۔ وہ صاحب جب کپڑا واپس کرنے آئے تو ان صاحب کو فاضلی صاحب نے یہ واقعہ سنایا کہ "چاچا نے مجھے جلا دیا" سن کر بہت محظوظ ہوئے۔

حالانکہ ابھی نعمان پانچ سال کا بھی نہیں تھا۔ میں اس سے کہتی کہ نعمان مجھے نیکر اچھا نہیں لگتا ہے، اسے مت پہنا کرو، یہ غیر مسلموں کا لباس ہے۔ لیکن اسے نیکر بہت پسند تھا، ایک دن میرے پاس ایک نیکر لے کر آیا جو تھوڑا سا پھٹا ہوا تھا۔ کہنے لگا کہ امی میرا نیکر سی دیں۔ میں شاید کام میں مصروف تھی، اس کی بات پر توجہ نہ دے سکی، اس نے جا کر نیکر سیڑھیوں پر پھینک دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سیڑھیوں پر جا کر دیکھا تو نیکر کوئی لے جا چکا تھا۔ میں نے کہا نعمان اللہ کو بھی پسند نہیں ہے کہ تم نیکر پہنو۔ تم نے غصہ کیا تھا اس لئے اسے کوئی اٹھا کر لے گیا۔ اس واقعہ کے بعد نعمان کی نیکر سے دلچسپی بہت کم رہ گئی تھی اور اس کے بعد اس میں ایک اور تبدیلی پیدا ہوئی کہ وہ ہر چیز کے سلسلے میں بہت محتاط ہو گیا تھا۔ اگر پاؤڈر کا ڈبہ بھی اٹھا کر لاتا تو پوچھتا کہ امی اسے وہیں رکھ آؤں، میں گردن ہلا دیتی اور وہ پاؤڈر کو اس کی جگہ پر رکھ آتا جہاں سے لیا تھا۔

شکو نے مجھے کتاب لکھتے دیکھا تو پوچھنے لگی کہ باجی کیا لکھ رہی ہیں؟ میں نے اس سلسلے کی تفصیل اسے بتادی تو کہنے لگی باجی مجھے ایک بات کا بہت دکھ ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات تھی جس کا تجھے بہت دکھ ہے؟ کہنے لگی کہ باجی جب طلحہ بہت چھوٹا تھا تو آپ نے میری اماں سے کہہ کر مجھے روک لیا تھا کہ ذرا طلحہ کا خیال رکھے گی میں بھی خوشی سے رک گئی، طلحہ مجھ سے خوب ہل گیا تھا، ایک مہینے بعد کوئی پنجاب سے آیا تو میں نے ضد کی کہ باجی میں پنجاب جاؤں گی حالانکہ مجھے اس بات کا احساس تھا کہ آپ کو میرے جانے سے بہت تکلیف ہو گی، لیکن آپ نے منع نہیں کیا۔ میں جانے لگی تو نعمان نیچے ٹہل رہا تھا، اس نے بڑی شکوہ بھری نظروں سے مجھے دیکھا کیونکہ طلحہ اس وقت نعمان کی گود میں تھا اور میری طرف آنے کے لئے لپک رہا تھا، باجی نعمان کی وہ آنکھیں مجھے آج تک یاد ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ وہ جلدی سے آجائے تو میں اس سے معافی مانگوں۔ باجی کیا وہ مجھے معاف کر دے گا؟ میں نے کہا شکو

وہ تو بہت پیارا بچہ ہے اسے تو یاد بھی نہیں ہوگا کہ تم نے اس کا بھی دل دکھایا تھا، وہ تمہیں ضرور معاف کر دے گا۔

میرے رشتے کے نانا تھے ان کے بیٹے کا سائیکل اور اسکوٹروں کا کاروبار تھا (یہ سائیکل اور اسکوٹر بچوں کی ہوتی تھیں) انہوں نے نعمان کو ایک سائیکل لا کر دی اور نعمان جب ذرا بڑا ہو گیا تو سائیکل واپس لے گئے اور اسکوٹر دے کر چلے گئے۔ جانے سے پہلے نعمان سے کہنے لگے بیٹا اگر تمام بچے تمہاری طرح محتاط ہو جائیں تو ہمارا تو کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔ نعمان کا اسکوٹر بالکل ٹھیک حالت میں تھا۔ جب رافع اسکوٹر چلانے کے قابل ہوا تو اس نے کچھ ہی مہینوں میں اسکوٹر کی حالت خراب کر دی۔ فاضلی صاحب نے شارجہ سے نعمان کے لئے بڑی خوبصورت دو درجن چھوٹی چھوٹی گاڑیاں منگائی تھیں۔ نعمان کھیلتا اور کھیلنے کے بعد بہت احتیاط سے شوکیس میں رکھ دیا کرتا تھا۔ لیکن جب رافع اور طلحہ کھیلنے کے قابل ہوئے تو گاڑیاں اس طرح غائب ہو گئیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ حالانکہ نعمان نے تقریباً دو سال تک ان گاڑیوں کو استعمال کیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ "ایک ہی ماں کے بچے مختلف عادات و اطوار کے مالک ہوتے ہیں"

ایک دن میں اپنی خالہ کو دیکھنے ان کے گھر گئی (وہ لسبیلہ میں رہتی تھیں) وہ خاصی بیمار تھیں میں ان سے باتیں کرتی رہی جب میں اپنی خالہ جان سے باتیں کر رہی تھی تو نعمان نے رونا شروع کر دیا۔ وہ پوچھنے لگیں کہ نعمان کیوں رو رہا ہے؟ میں انہیں بتانے لگی کہ یہ کئی دنوں سے دستانوں کے لئے ضد کر رہا ہے، اب آپ کو دیکھ کر اس نے رونا شروع کر دیا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ جب خالہ جان اسے روتے ہوئے دیکھیں گی تو میری مطلوبہ چیز فوراً منگا دیں گی۔ خالہ جان میری بات سن کر مسکرانے لگیں اور فوراً دستانوں کے لئے مجھے پیسے دیئے اور کہا کہ اسے فوراً دستانے دلا کر لاؤ۔ جب دستانے اسے مل گئے تو اس کی خوشی دیکھنے والی تھی۔ ہاتھوں میں دستانے پہن کر خالہ جان کو دکھانے لگا، خالہ جان نے اسے پیار کیا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر مسکرانے لگیں۔ ان کی مسکراہٹ بیماری کے باوجود اتنی جاندار تھی کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی قبر میں نور بھرے۔ (آمین) وہ مجھ سے اور نعمان سے بہت محبت کرتی

تھیں۔ ان کے تمام بچوں نے نعمان کو اپنی آنکھ کا تارا بنایا ہوا تھا۔ جب میں خالہ جان کے گھر جاتی تو بچے ہر ممکن طریقے پر نعمان کی خاطر کرتے وہ اپنے پورے گھر میں نعمان کو لئے پھرتے رہتے تھے۔ نعمان جتنی دیر خالہ جان کے گھر رہتا خوب مزے کیا کرتا تھا اور جب ان کے گھر سے آجاتا تو دوسرے ہی ہفتے وہاں جانے کے تقاضے کرنے لگتا اور میں اپنی محبت کے آگے مجبور ہو کر اسے فوراً رکشہ میں بٹھا کر لسبیلہ لے جاتی تھی۔

نعمان ایک سال کا تھا تو میری کمر میں چوٹ لگ گئی اور میری ریڑھ کی ہڈی کا آخری مہرہ کریک ہو گیا۔ مجھے شدید قسم کی تکلیف ہو رہی تھی، میں بڑی مشکل سے بچے کی ضروریات پوری کرتی۔ لیکن بچہ اتنا صابر تھا کہ میری تکلیف دیکھ کر رونا بھی بھول جاتا تھا۔ معصوم بچہ ابھی تو یہ بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ مجھے بھوک لگی ہے، میں سمجھتی ہوں کہ یہ اس کے صبر کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت جلد صحت عطا فرما دی۔

میری بچپن سے عادت تھی کہ میں قرآن کریم کو پڑھانا بہت پسند کرتی تھی۔ چنانچہ گھر میں ایک کمرہ قرآن کریم کے لئے وقف کر دیا۔ محلے کے بچے آنے لگے، مجھے دہرا فائدہ ہوا، ایک تو گھر میں قرآن کی آوازیں گونجنے لگیں اور دوسرے نعمان نے بھی ناظرہ قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ میرے استاد محترم پروفیسر شاہد حسن علوی (انہوں نے مجھے بی۔اے سال اول اور سال دوم میں اکنامکس بھی پڑھائی تھی) حافظ قرآن بھی تھے۔ ان کا تعلق کیرانہ سے ہے (مولویوں کا مشہور خاندان ہے) اکثر و بیشتر ہمارے گھر آتے تھے۔ بچوں کو قرآن پڑھتا دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ لیکن ایک دن مجھ سے کہنے لگے ویسے تو آپ کا قرآن درست ہے، لیکن تجوید کے قواعد کے مطابق کچھ غلطیاں ہیں۔ میں نے کہا آپ میرا قرآن درست کرا دیں۔ شاہد صاحب کہنے لگے۔ ان شاء اللہ آپ پر زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ آپ جلد ہی تمام قواعد سیکھ لیں گی۔ قرآن پڑھانے کے معاملے میں میرے استاد محترم حافظ شاہد حسن علوی صاحب بہت سخت تھے۔ مجھے ان سے بہت ڈر لگتا تھا کیونکہ وہ قریب ہی چھڑی رکھتے تھے۔ لیکن ان کی چھڑی صرف رعب ڈالنے کے لئے تھی۔ وہ طلباء و طالبات پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھاتے اور نہ ہی چھڑی استعمال کرتے۔ ایک ماہ میں ہی انہوں نے میرا ٹیسٹ لے کر خوشخبری دی کہ الحمدللہ آپ کا قرآن مجید درست ہو گیا۔ کہنے لگے بچوں اور بچیوں کا

ٹیسٹ لینے میں ہفتہ پندرہ دن میں آیا کروں گا۔ بچے ان کے بتائے ہوئے دنوں میں ان کا انتظار کرتے، نعمان تو ان کو دیکھتے ہی اچھلنا شروع ہو جاتا اور خوشی میں چلاتا ہوا میرے پاس آتا۔ امی جی شاہد چاچا آ گئے۔ شاہد بھائی اپنے ساتھ بچوں کو انعام دینے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ضرور لاتے تھے۔ ٹیسٹ لینے کے بعد سب بچوں میں چیز تقسیم کرتے۔ ناظرہ قرآن کے ساتھ شاہد بھائی مسنون دعاؤں اور نماز کا بھی ٹیسٹ لیتے تھے۔ گو کہ نعمان پڑھنے والے بچوں میں سب سے چھوٹا تھا، لیکن اسے سب سے اچھا سبق یاد ہوتا۔ جس پر اسے خوب شاباش ملتی اور کھانے کو مزیدار چیزیں بھی۔

ہمارے پڑوس میں ایک نومسلم خاتون رہتی تھیں وہ بچوں کو ٹیوشن پڑھایا کرتی تھیں۔ کہنے لگیں بیٹا مجھے تمہارا بچہ بہت پیارا لگتا ہے تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس بھیج دیا کرو۔ میں نے جواب دیا اسکول کا ہوم ورک میں خود کرا لیتی ہوں۔ تو کہنے لگیں کہ بس تم تھوڑی دیر کے لئے بھیج دیا کرو۔ کچھ دن بعد میں ان کے پاس نعمان کی کارکردگی معلوم کرنے گئی تو کہنے لگیں، بیٹی تمہارا بچہ تو غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ زبان بھی انتہائی شائستہ ہے۔ کل میں نے کام والی سے کہا کہ دیکھو شاید دروازے پر دھوبی آیا ہے، اسے کپڑے دے دو تو فوراً کہنے لگا چچی ایسا نہیں کہتے (ان خاتون محترم کو پورا محلہ چچی کہتا تھا) میری امی کہتی ہیں کہ اس طرح انسان کی دل آزاری ہوتی ہے۔ آپ دھوبی کے بجائے کپڑے والے بھائی کہا کریں۔ پھر بتانے لگیں کہ چھٹی والے دن اگر نعمان اپنے والد کے ساتھ بازار جاتا ہے تو آتے جاتے مجھے کھڑکی میں سے سلام کرتا ہے اور کہتا ہے کہ چچی پڑھنے آ جاؤں۔ چچی آگے بتانے لگیں کہ ایک دن رات کے وقت اپنے والد کے ساتھ ہماری گلی سے گزر رہا تھا میں نے کہا بیٹا میرا ابھی ناشتہ لے آنا تو فوراً اندر آیا، مجھ سے پوچھا کہ کیا لاؤں؟ میں نے ناشتہ کے پیسے اسے دیئے، جب واپس آیا تو اتفاق سے اسی وقت لائٹ چلی گئی۔ میں نے اپنی بیٹی سے کہا کہ موم بتی جلا دو تو فوراً کہنے لگا چچی معاف کیجئے گا، اس طرح کہتے ہیں کہ شمع روشن کرو، موم بتی نہیں کہتے شمع زیادہ اچھا لفظ ہے۔ چچی مجھے پیار کرنے لگیں اور کہنے لگیں ماشاءاللہ تم نے نعمان کی تربیت عمدہ خطوط پر کی ہے۔ بچہ بہت تمیز دار اور قابل ہے۔ میں نے کہا بس اللہ سے دعا کریں کہ اللہ اس سے وہ کام لے لے جو اُسے پسند ہو۔

میرے غریب خانہ پر بچوں کے علاوہ اب خواتین نے بھی آنا شروع کر دیا تھا۔ ماشاء اللہ دین کی تبلیغ کا سلسلہ جاری تھا۔ وقت گذرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ صبح سے دوپہر کالج میں پڑھاتی۔ وہاں تاریخ اسلام کے ساتھ ساتھ میں اپنے خالی پیریڈ میں بچیوں کو تجوید پڑھاتی اور حضور اقدس ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی۔ (اللہ کے فضل و کرم سے یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔ اللہ مرتے دم تک اس مبارک کام کو اسی طرح جاری رکھے۔ آمین) پھر دوپہر سے سہ پہر نعمان کے ساتھ اور گھر کے کاموں میں گذارتی۔ عصر کی نماز کے بعد بچیاں بچے پڑھنے آجاتے۔ مغرب کی نماز کے بعد ان کی چھٹی کر دیا کرتی تھی۔ لیکن بچیوں کا میرے غریب خانے سے جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ پھر میں نعمان بچیاں اور بچے حضور ﷺ کی پیاری پیاری باتیں کرتے۔ ان باتوں میں وقت کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ پھر اللہ نے توفیق عطا فرمائی میں نے گرامر کے اعتبار سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا اور پڑھنے کے بعد ترجمہ خواتین کو پڑھانا شروع کر دیا۔ چار لڑکیاں اور ایک بزرگ خاتون (خالہ جی) نے آنا شروع کیا۔ پھر ماشاء اللہ یہ تعداد بڑھتی چلی گئی۔ پیر اور بدھ کو ترجمے کی کلاس ہوتی۔ سب سے چھوٹا طالب علم نعمان تھا، جو انتہائی ذوق وشوق سے ترجمہ پڑھ رہا تھا۔ سب سے بہتر کارکردگی ماشاء اللہ نعمان کی تھی۔

اسی زمانے سے محلے کی خواتین نے اپنے گھر پہ بیان رکھوانا شروع کر دیے۔ نعمان ہر بیان میں میرے ساتھ ہوتا اور پھر مجھے چپکے چپکے مختلف عنوانات پر بولنے کے لئے کہتا۔ اس کی دین سے محبت پر خواتین اس سے بہت متاثر ہوتیں۔

ایک دن میں باورچی خانہ میں کام کر رہی تھی تو میں نے وہیں سے پکار کر کہا کہ کہانی کی کتاب رجسٹر میں رکھ کر نہ پڑھو۔ پہلے اسکول کا کام کر لو پھر پڑھنا۔ فوراً میرے پاس بھاگا بھاگا آیا اور کہنے لگا آپ تو یہاں ہیں آپ کو کیسے پتہ چل گیا۔ میں نے جواب دیا بیٹا غیب کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی بھلائی کی وجہ سے ماں کے دل کو آگاہ کر دیتے ہیں۔ اس طرح کے کئی چھوٹے چھوٹے واقعات ہوئے تو نعمان کہتا تھا۔ امی جی آپ تو میری بڑی پیاری امی ہیں۔ میں اس کے جواب میں اسے پیار کرتی اور کہتی میرے بچے یہ سب اللہ کا احسان ہے۔ اللہ نے تمہیں بھی تو بہت پیارا بنایا ہے۔

نعمان کو بھی میری طرح بچوں سے بہت پیار تھا۔ دوسروں کے بچے دیکھ کر کہتا کہ امی جی اگر میں اللہ سے اپنے لئے بھائی مانگوں تو اللہ مجھے بھائی دے گا نا؟ میں جواب میں گردن ہلاتی اور اللہ سے دعا کرتی۔ بے شک میرے رب آپ ہی اپنے بندوں کی دعائیں قبول فرماتے ہیں۔ پھر میں نعمان کے ساتھی کے لئے دعا کرتی، کیونکہ مجھے اپنا بچپن یاد آجاتا۔ گھر میں بچے تو ماشاء اللہ کافی تھے لیکن کوئی میرا بہن بھائی نہیں تھا۔ اگر میں چچا کے بچوں کو گود میں لیتی تو چچا بہت خوش ہوتے، چچی بھی مسکراتیں، لیکن ان کے بچے یہ کہنا نہیں بھولتے کہ یہ ہمارا بھائی یا ہماری بہن ہے۔ کبھی میرے والد مرحوم موجود ہوتے تو انہیں میری آنکھوں کے آنسو فوراً نظر آجاتے۔ مجھے وہاں سے اٹھا کر فوراً اپنے کمرے میں لے جاتے اور باتوں میں لگا کر میرا غم غلط کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ میرے چچا مرحوم بھی مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اور میری نفسیات بھی اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے گھر میں ایک بکری پالی تھی جس کے دو بچے ہمیشہ میری خصوصی توجہ کا مرکز بنے رہتے اور وہ معصوم بکری کے بچے شاید میرے اس احساس محرومی کو سمجھتے تھے اس لئے وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ چچا نے میرے احساس محرومی کو دور کرنے کے لئے گھر میں ایک بلی بھی پالی تھی، میں اس سے کھیلتی، رات کو بلی میرے پیروں میں منہ چھپا کر سوتی تھی۔ میرے چچا بکری اور اس کے بچوں، بلی اور اس کے بچوں کی غذا کا خاص خیال رکھتے۔ ان کی صفائی ستھرائی اور بیماری کے تدارک میں دل سے لگے رہتے۔ میرے دادا جان چچا کی ان باتوں کو خوب سمجھتے تھے اس لئے جب چچا جان تنہا ہوتے تو وہ ان کو پیار کرتے اور کہتے میرے بیٹے عبدالرشید جس طرح تم نے میری بچی کے دکھ کو ختم کیا ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی دکھ نہ دے۔ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ دہلی میں تو ہمارا گھر کافی بڑا تھا کہ انسان کے ساتھ جانور کے رہنے کی جگہ بھی آسانی سے نکل آتی تھی۔ لیکن میں نعمان کی تنہائی دیکھ کر یہ سوچتی کہ فلیٹ میں تو طوطا ہی پالا جا سکتا ہے۔ ایک دو مرتبہ میں نے نعمان کے لئے طوطا منگایا اور جب وہ نعمان سے ہل جاتا تو نعمان طوطے کو پنجرہ سے باہر نکال لیتا اور فوراً کہیں سے بلی آتی اور طوطے کو منہ میں دبا کر بھاگ جاتی اور میرا معصوم بچہ صرف روتا رہ جاتا۔ یہی حشر مرغی کے چوزوں کا بھی ہوا اور پھر نعمان نے خود ہی کہنا شروع کر دیا امی اب آپ طوطا اور چوزہ نہ منگائیں۔ بلی بڑی ظالم ہے میرے طوطے اور

چوزوں کو کھالیتی ہے۔

اللہ نے اپنے فضل و کرم سے نعمان کو ایک پیارا سا بھائی عطا کیا دونوں بھائیوں میں تقریباً سات سال اور چند ماہ کا فرق تھا۔ نعمان کی خوشی دیدنی تھی۔ اپنے بھائی رافع کو احتیاط سے گود میں اٹھا کر بیٹھ جاتا اور بڑے پیار سے اسے دیکھتا رہتا۔ رافع کی طرف نعمان کا ہر لمحہ دل لگا رہتا۔ مجھے تو بچوں کے پالنے کا کوئی تجربہ نہیں تھا کیونکہ گھر میں کبھی اس طرح کسی بچے کو رکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ لیکن ابو اور آپا نے نعمان کے بچپن میں مجھے بچوں کی تربیت سے متعلق بہت سی باتیں بتائی تھیں۔ نعمان اور رافع کی دیکھ بھال اور پرورش میں میری دونوں مائیں میرا ہاتھ بٹاتیں۔ بس جو اللہ کرتا ہے وہی بہتر ہوتا ہے۔ نعمان ماشاء اللہ زیادہ بیمار نہیں پڑتا تھا، حالانکہ دبلا پتلا تھا اور رافع ماشاء اللہ صحت مند ہونے کے باوجود بہت بیمار رہتا تھا۔ اس کو بخار میں فٹس پڑ جاتے تھے۔ اس لئے ہم فوراً اس کی پیشانی پر برف کی پٹیاں رکھتے۔ میری اور بچے کی پریشانی دیکھ کر نعمان بہت پریشان ہو جاتا۔ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ کے حضور دعا کرتا اور اللہ تعالیٰ اپنے چھوٹے سے بندے کی دعا قبول فرما لیتا۔ نعمان بچپن میں بالکل بھی تنگ نہیں کرتا تھا۔ میں اکثر باورچی خانہ کے سامنے مٹی کی بینی میں اس کو بٹھاتی اور اس کے آگے کھلونے ڈال دیتی۔ وہ مجھے دیکھتا کبھی کھلونوں سے کھیلتا اور اس طرح میرا کام جلدی ختم ہو جاتا تھا۔ لیکن رافع اپنی طرف پوری توجہ چاہتا تھا۔ جب گھر میں آپا یا ابو نہیں ہوتیں تو نعمان کو رافع کے پاس بیٹھنا پڑتا۔ مگر اتنا صابر بچہ تھا کہ کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتا۔ حالانکہ اسے کافی دیر تک پڑھنا ہوتا تھا۔ جبکہ وہ خود بھی اس وقت چھوٹا تھا۔

چلڈرن پیراڈائز کی گاڑی آئے دن خراب رہنے لگی تو میں نے اس کا چھ نمبر پر واقع ایس۔ ایم۔ پبلک اکیڈمی میں ایڈمیشن کروا دیا۔ یہاں پڑھتے ہوئے نعمان کو چند ہی مہینے گذرے تھے کہ ایک خاتون (یہ ہمارے مدرسے میں پڑھنے آتی تھیں) مجھ سے کہنے لگیں، باجی آپ میرے ساتھ اقرأ روضۃ الاطفال چلیں، آپ کی وجہ سے شاید میرے بچے کا داخلہ ہو جائے۔ میں نے جواب دیا مجھے تو وہاں کوئی نہیں جانتا۔ کہنے لگیں آپ مدرسہ کا حوالہ دیں گی تو وہ ضرور مان لیں گے۔ خیر میں ان کے ساتھ اقرأ گئی اس وقت اقرأ روضۃ الاطفال کی صرف ایک شاخ چھوٹے میدان پر تھی (اب تو ماشاء اللہ کراچی کے ہر علاقے میں اقرأ کی

شاخیں ہیں، یہاں تک کہ لاہور، پشاور وغیرہ میں بھی شاخیں کھل گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور ترقی دے اور سب کو عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین) جب مدرسہ پہنچے تو انتظامیہ کے کمرے میں ایک مفتی صاحب بیٹھے ہوئے تھے (ان کا نام مفتی مزمل حسین کاپڑیا تھا) میں نے مفتی صاحب سے ان خاتون کے بچے کے سلسلے میں بات کی تو انہوں نے فارم دیدیا۔ نعمان بھی میرے ساتھ تھا۔ میں نے مفتی صاحب سے کہا کہ آپ میرے بچے کو داخل کر لیں۔ پوچھنے لگے بچے کی عمر کتنی ہو گی۔ میں نے جواب دیا تقریباً ساڑھے دس سال ہو گی۔ کہنے لگے کہ ہم چار پانچ سال کے بچے کو داخلہ دیتے ہیں اتنے بڑے بچے کو داخلہ نہیں دیتے۔ میں نے کہا کہ میرے بچے نے ناظرہ قرآن پڑھا ہوا ہے۔ مفتی صاحب نے پوچھا کس سے پڑھا ہے؟ تو میں نے کہا میں نے پڑھایا ہے، تو کہنے لگے پھر تو بچے نے بالکل غلط پڑھا ہو گا کیونکہ خواتین کو پڑھانا نہیں آتا۔ مجھے ان کی بات سن کر بہت غصہ آیا۔ لیکن میں نے اپنے غصے پر بڑی مشکل سے قابو پایا۔ اس کے بعد میں نے انہیں جواب دیا کہ آپ نے فیصلہ کرنے میں بہت جلدی کی۔ تمام خواتین کو ایک جیسا نہ سمجھیں۔ کہنے لگے میں درست کہہ رہا ہوں خواتین مجہول قرآن پڑھتی ہیں۔ میں نے تحمل سے کہا کہ آپ ایسا کریں کہ بچے کا قرآن سن لیں۔ وہ مسکرائے اور نعمان کا کئی جگہ سے قرآن سنا۔ سن کر بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے ماشاء اللہ آپ نے بہت اچھا قرآن پڑھایا ہے۔ میں نے خوش ہو کر کہا میں نے اسے ساڑھے تین سپارے ترجمے کے بھی پڑھائے ہیں۔ آپ سادہ سپارہ لیں اور ترجمہ سن لیں۔ انہوں نے میرے کہنے پر عمل کیا۔ عمّ پارہ کا جگہ جگہ سے ترجمہ سنا۔ نعمان بغیر کسی غلطی کے سناتا رہا۔ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ آج سے آپ میری بہن ہیں۔ میں آپ کو باجی کہوں گا اور ویسے بھی جو خواتین پردہ کرتی ہیں میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں۔ نعمان کے سلسلے میں انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگے بچے نے ہمارے مدرسہ کے قانون کے مطابق ناظرہ قرآن پڑھا ہوا ہے۔ اس لئے میں اس کے لئے بھی داخلہ فارم دے رہا ہوں۔ آپ فارم کل بھر کر لے آئیں، ان شاء اللہ احمد نعمان کو میں حفظ کے درجے میں بٹھاؤں گا۔ میں گھر آئی تو نعمان خاموش ہو کر بستر پر لیٹ گیا اور رونے لگا۔ میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ آپ مجھے اسکول سے اٹھا کر حفظ میں بٹھا رہی ہیں میں نے اسے پیار کیا اور کہا کہ اگر

تمہارا دل نہیں چاہ رہا تو رہنے دو۔ میں تمہاری بھلائی کے لئے ایسا کر رہی تھی۔ نعمان کر اپنے کام میں لگ گئی فورا آیا اور میری گود میں منہ چھپا کر کہنے لگا، امی جان آپ مجھے مدرسے جانے کے لئے ایک سائیکل دلا دیں۔ میں نے دوسرے دن فارم مدرسہ میں جمع کرا دیئے۔ پھر اقرا کی یونیفارم خریدی اور نعمان کے لئے سائیکل لائی (سائیکل وہ بہت اچھی چلاتا تھا، ہمارے محلے میں ایک دکان تھی جہاں سے بچے کرایہ پر سائیکل حاصل کر کے چلاتے تھے لیکن میں نے نعمان کو صرف اپنی گلی میں سائیکل چلانے کی اجازت دی تھی) دو دن بعد نعمان مدرسے جانے لگا۔ اقرا کی یونیفارم، سفید ٹوپی، ہاتھ میں قرآن لے کر جب وہ سائیکل پر بیٹھتا تو میں کھڑکی میں سے اسے دیکھتی رہتی۔ مجھے خود بخود اس کے بھولپن اور معصومیت پر پیار آتا، میں اوپر سے کہتی، بیٹا سواری کی دعا پڑھ لو۔ وہ دعا پڑھتا اور سلام کر کے مدرسے چلا جاتا۔ جب نعمان اقرا جانے لگا تو فاضلی صاحب ایس۔ ایم۔ پبلک اکیڈمی گئے اور ہیڈ ماسٹر سے کہا کہ آپ نعمان کی ٹی۔ سی دے دیں کیونکہ ہم نے بچے کو مدرسہ میں داخل کرا دیا ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کہنے لگے آپ نے بہت برا کیا وہ تو اے ون گریڈ لینے والا بچہ ہے۔ آپ نے اسے حفظ میں بٹھا دیا۔ فاضلی صاحب نے جواب دیا کہ اے۔ ون لینے والے بچے جب حفظ کریں گے تو ان شاء اللہ وہ معاشرہ کی خرابیاں دور کریں گے۔

نعمان کے قاری صاحب نعمان سے بہت خوش تھے۔ کیونکہ نعمان کو جو سبق ملتا وہ آ کر مجھے بتاتا کہ امی قاری صاحب نے یہ سبق دیا ہے، میں تین مرتبہ سبق دہرواتی اور پھر کہتی بیٹا آپ قرآن کے کمرے میں جا کر یاد کر لیں اور پھر آ کر اپنا انعام وصول کریں۔ نعمان کئی مرتبہ آ کر مجھے سبق سناتا اور آخر کار تین مرتبہ سنا کر اس کا سبق پختہ ہو جاتا اور پھر میں انعام کے پیسے اسے دیتی۔ نعمان پیسے خرچ نہیں کرتا تھا، وہ فورا اپنی صندوقچی میں ڈال دیتا۔ آہستہ آہستہ سبق کے ساتھ منزل اور سبقی کا بھی اضافہ ہونے لگا۔ میں مدرسہ جاتی رہتی، اکثر جمیل بھائی (مفتی جمیل صاحب) اور مزمل بھائی (مفتی مزمل حسین کاپڑیا) سے نعمان کے سلسلے میں بات ہوتی۔ کبھی کبھی خالد بھائی (مفتی خالد محمود) سے بھی بات ہوتی۔ لیکن اکثر مزمل بھائی مدرسہ میں موجود ہوتے۔ میں ان کو اکثر بتاتی کہ کس طرح قاری حضرات بچوں کو مارتے ہیں اور ان پر سختیاں کرتے ہیں (یہ تمام باتیں مجھے نعمان بتاتا تھا۔ اللہ کا شکر ہے بچے

کی محنت اور اس کی فرمانبرداری کی وجہ سے کبھی قاری صاحب نے اسے نہیں مارا) مزمل بھائی میری بات سن کر دوسرے دن قاری حضرات کو منع کرتے تھے کہ مار کر قرآن نہ پڑھاؤ۔ یہ اللہ کی کتاب ہے، صرف بچوں پر تھوڑا سا رعب رکھیں اور ساتھ میں پیار سے سمجھائیں۔ ان شاء اللہ بچے خود ہی قرآن کو یاد کریں گے۔ مزمل بھائی بتاتے کہ باجی قرآن یاد کرنے میں بچوں کو اس لئے وقت ہوتی ہے کہ مغرب کے بعد ہی بچے قرآن یاد کرنے بیٹھتے ہیں اور اسی وقت ٹی۔ وی کے پروگرام شروع ہو جاتے ہیں۔ والدین حفظ کی فضیلت دیکھ کر بچے کو مدرسہ میں تو بٹھا دیتے ہیں، لیکن ٹی۔ وی کے سلسلے کو ختم نہیں کرتے۔ مجھ سے اکثر کہتے باجی آپ نعمان کی طرف بہت توجہ دیتی ہیں اور بچہ بہت ذہین اور محنتی ہے اور پھر آپ کے گھر میں ٹی۔ وی بھی نہیں ہے اس لئے پورے مدرسہ میں سب سے عمدہ سبق نعمان اور شاہد کو یاد ہوتا ہے۔ نعمان کے قاری صاحب اس کی سبقی اور منزل کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ میں ان کو بتاتی کہ مزمل بھائی میں نعمان کی سبقی اور منزل خود سنتی ہوں۔ اللہ کا شکر ہے بچے کو ڈانٹنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ بچہ اپنا کام جلدی کر لیتا ہے۔ کبھی میں نے اسے ایک تھپڑ بھی نہیں مارا۔

مزمل بھائی نے کہا باجی آپ رافع کو ہماری نرسری میں داخل کرا دیں۔ میں نے کہا مزمل بھائی رافع اکثر بیمار رہتا ہے۔ اگر بچے کو کسی نے ستایا یا مارا تو اور پریشانی ہو جائے گی۔ مزمل بھائی کہنے لگے باجی میں خود خیال رکھوں گا۔ داخلے کے چھ ماہ بعد رافع کو پھر فٹس پڑ گئے اور ڈاکٹرز نے اس کے لئے فینو تجویز کی۔ جس کی وجہ سے رافع زیادہ تر سوتا رہتا اور جب گولی نہ ملتی تو دیواروں سے خود کو ٹکراتا۔ میں اور گھر والے پریشان ہو جاتے۔ نعمان سب سے زیادہ پریشان ہو جاتا۔ اس نے میری پریشانی کا تذکرہ مزمل بھائی سے کیا، مزمل بھائی نے جب فون پر مجھ سے بات کی تو میں بات کرتے کرتے رونے لگی۔ مزمل بھائی کہنے لگے باجی میں گاڑی لے کر آتا ہوں آپ پریشان نہ ہوں۔ نعمان نے مزمل بھائی کے آنے کی اطلاع دی۔ میں نے جلدی سے برقع اوڑھا، نعمان نے رافع کو سنبھالا ہم گاڑی میں بیٹھ گئے۔ مزمل بھائی ہمیں لے کر جمیل بھائی کے گھر پہنچ گئے۔ مزمل بھائی پھر مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر آئے۔ بچے کی تمام کیفیت بتائی، انہوں نے بچے کو دیکھا دم کیا۔ گولی بند کرنے کو فرمایا اور

فرمانے لگے تین مرتبہ اس پر منزل پڑھ کر دم کرو۔ پھر ایک ہفتے بعد بلایا۔ مزمل بھائی ہم تینوں کو (نعمان، رافع اور میں) وقت مقررہ پر ان کی خدمت میں لے کر پہنچے۔ رافع کو ماشاء اللہ ایک ہفتہ میں بہت افاقہ ہوا تھا۔ نعمان اس کے صحت مند ہونے پر بہت خوش تھا۔ مزمل بھائی نے میرے ساتھ جو احسانات کئے وہ بہت عظیم ہیں (میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ مزمل بھائی کو مکمل صحت عطا فرمائے۔ آمین) ان کی وہ نیکیاں مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہیں۔ مزمل بھائی نے اسی دن مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مفتی صاحب آپ میری بہن کا ٹیسٹ لیں کیونکہ یہ قرآن کا ترجمہ پڑھاتی ہیں۔ آپ اجازت دیں تو بہت برکت ہو گی۔ مفتی صاحب نے میرا ٹیسٹ لیا مجھے اجازت دی اور ساتھ میں دعا بھی فرمائی۔ آج اللہ کی رحمت سے یہ ان علماء کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ میں اور میری طالبات اللہ کی عظیم الشان کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے چھوٹے سے گھر میں قرآن کی برکت سے بڑی وسعت عطا فرمائی ہے۔

مزمل بھائی اکثر مجھ سے کہتے باجی نعمان پر نظر کی دعا ضرور پڑھا کریں۔ جمیل بھائی نے نظر کی دعا اس طرح بتائی (۱) اول و آخر گیارہ مرتبہ درود شریف، (۲) سات مرتبہ سورۃ الفاتحہ، (۳) اکیس مرتبہ سورۃ القلم کی آخری دو آیتیں، (۴) سات مرتبہ سورۃ الفاتحہ سبحان اللہ، اللہ کا کلام بڑا پر تاثیر ہے۔ منزل پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے رافع اور دوسرے مریضوں کو صحت عطا فرمائی۔ اور نظر کی اس دعا سے اپنے اور دوسروں کے بچوں کو بڑا فائدہ ہوا۔ جمیل بھائی نے بخار کے لئے بھی تین سو تیرہ (۳۱۳) مرتبہ یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ٥ (سورۃ الانبیاء/۶۹) بتائی تھی۔ بڑی اکسیر دعا ہے۔ مزمل بھائی نے قدم قدم پر میری بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اپنی دو بہنوں خدیجہ اور سعدیہ کی شادی کے مبارک موقعہ پر مجھے شادی کے سلسلے میں تقریر کرنے کے لئے کہا۔ بعد میں مزمل بھائی نے مجھے بتایا کہ باجی اس وقت تو میں کام میں معروف تھا۔ میں نے بعد میں کیسٹ سنی تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو پر اثر تقریر کرنے کی بڑی صلاحیت دی ہے۔ اللہ اس میں مزید ترقی عطا فرمائے۔ (آمین) جمیل بھائی کی اہلیہ ان کی والدہ محترمہ اور ان کی بہن زاہدہ (ان کا نکاح مفتی مزمل حسین کاپڑیا سے ہوا تھا) بھی نعمان، رافع اور طلحہ سے بہت محبت کرتی تھیں اور مزمل

بھائی کی والدہ اور نبیلہ میرے بچوں سے اور مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں۔ اکثر خوشی کے موقعہ پر مزمل بھائی کی والدہ مرحومہ اپنی بیٹیوں کی طرح مجھے تحفے دیتی تھیں (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین) زاہدہ تو نعمان اور رافع کا بہت ہی زیادہ خیال رکھتی تھیں۔ رافع زاہدہ کا شاگرد تھا، اس کا تو وہ خصوصی خیال رکھتی تھیں۔ جمیل بھائی کے گھر تقریباً ہر ہفتے جانا ہو جاتا تھا کیونکہ خالد بھائی وہاں بیان کیا کرتے تھے۔ اس وقت زاہدہ ہماری خوب خاطر مدارت کرتی تھیں۔ اس زمانہ میں معاویہ بہت چھوٹا تھا، اکثر مزمل بھائی کی گود میں جانا پسند کرتا اور انہی کی گود میں سو جاتا تھا۔

نعمان نے حفظ کے سلسلے میں بھی میرا دل خوش کر دیا۔ ماشاء اللہ اس نے اللہ کے فضل و کرم سے سوا سال میں قرآن مجید ختم کیا۔ جب ٹیسٹ ہوتے تھے تو میں ایک دن میں نعمان سے دس، دس سپارے سنا کرتی تھی اور جب رپورٹ آتی تو وہ ممتاز پوزیشن لیتا۔ امتحان ختم ہو گئے، اس کا رزلٹ آیا تو بھی وہ "ممتاز" تھا۔ جمیل بھائی، خالد بھائی، مزمل بھائی، زاہدہ اور ان کے گھر والوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور نعمان کو بہت مبارکباد دی (مجھے بھی نعمان کی اس کامیابی پر بڑی مبارک باد ملیں) مزمل بھائی اور زاہدہ کے گھر والوں کی طرف سے نعمان کو بہت تحائف ملے، میرے حلقے میں بھی سب نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور بہت دعائیں نعمان کو ملیں۔ کچھ ہی دنوں بعد رمضان المبارک کا مہینہ آ گیا، مزمل بھائی نے غزالی بھائی کے گھر میں نعمان کا قرآن مجید سنا اور خود اس کی سماعت کی۔ جس دن ختم قرآن تھا تو آپا کو مزمل بھائی نعمان کے ساتھ لے گئے۔ آپا بتا رہی تھیں جب قرآن ختم ہوا تو مزمل بھائی نے بڑے درد بھرے انداز میں دعا کی۔ نعمان کو بہت سے تحائف دیئے اور بہت پیار کیا۔ دوسرے سال خالد بھائی نے اپنے بھائی عارف کا سامع نعمان کو بنایا۔ عارف بھائی روزانہ نعمان کو لے کر جاتے اور واپسی میں اس کی خوب خاطر تواضع کرتے۔

اقرأ روضۃ الاطفال کا پہلا حافظِ قرآن شاہد تھا۔ دوسرا حافظِ قرآن احمد نعمان تھا۔ جمیل بھائی کہنے لگے کہ باجی ہم نے شاہد کو عمرہ کرایا تھا۔ اب ہم نعمان کو عمرہ کرانا چاہتے ہیں۔ آپ بھی تیاری کر لیں کیونکہ زاہدہ بھی جا رہی ہیں۔ نعمان کا عمرہ ہماری طرف سے ہو گا۔ آپ صرف اپنی تیاری کر لیں۔ آپ کے پندرہ ہزار روپے خرچ ہوں گے۔ اتفاق کی بات میرے

پاس صرف پندرہ ہزار روپے تھے اور مجھے بیت اللہ جانے کا بہت شوق تھا۔ میری خوشی اتنی زیادہ تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ اپنا اور نعمان کا پاسپورٹ بنوایا۔ اس سلسلے کی تمام بھاگ دوڑ مزمل بھائی کر رہے تھے۔ میں مدرسہ گئی تو وہاں جمیل بھائی موجود تھے۔ کہنے لگے باجی ایجنسی والوں نے آپ کے بارے میں جب مزمل سے پوچھا تو انہوں نے بتا دیا کہ میری حقیقی بہن نہیں ہیں اس پر ایجنسی والوں نے کہا کہ ان کا بچہ ابھی کم عمر ہے، اسی لئے عمرہ کے لئے نہیں جا سکتیں۔ باقی اگر میں ایجنسی جاتا تو میں کہہ دیتا کہ میری بہن ہیں۔ جمیل بھائی کی بات سن کر میں روتی رہی۔ کیونکہ میں نے عمرہ کی پوری تیاری کر لی تھی۔ اس لئے میں زار و قطار روتی رہی۔ جمیل بھائی میرے رونے سے بہت اداس ہو گئے۔ کچھ دیر بعد مزمل بھائی بھی آ گئے انہوں نے دیکھا کہ نعمان اداس اداس میرے پاس کھڑا ہے اور میں سر جھکائے رو رہی ہوں۔ انہوں نے جمیل بھائی سے پوچھا تو جمیل بھائی نے تمام بات بتا دی۔ مزمل بھائی کہنے لگے باجی مجھے بہت افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ جھوٹ بولنا کتنا بڑا گناہ ہے۔ آج میں مفتی صاحب کے پاس بھی گیا تھا انہوں نے بھی یہی کہا کہ بچہ چھوٹا ہے اس لئے والدہ نہیں جا سکتیں۔ نعمان بہت حساس بچہ تھا کہ جب میرا جانا التواء میں پڑا تو اس نے جانے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگا مجھے اچھا نہیں لگے گا یہاں میری امی روتی رہیں اور میں عمرہ کے لئے چلا جاؤں۔ ان شاء اللہ جب میں ۱۸ سال کا ہو جاؤں گا تو اپنی امی کا اصل محرم بن کر ان کے ساتھ عمرہ کروں گا۔ جمیل بھائی اور مزمل بھائی اس کی بات سن کر ورطہ حیرت میں پڑ گئے اور دونوں نے نعمان کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا کہ بیٹا گھر جا کر باجی کو تسلی دینا۔ میں مرے مرے قدموں سے گھر پہنچی، نعمان نے فوراً میری نقاب ہٹا کر میرے آنسوؤں کو خشک کیا۔ میں اس کا جذبہ دیکھ کر اور زیادہ رونے لگی۔ نعمان میری حالت دیکھ کر خود بھی رونے لگا۔ میں نے اسے اپنے کندھے سے لگایا اور کہا میرے بیٹے تم مت رو، تمہارے رونے سے مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے۔ کہنے لگا اگر آپ وعدہ کریں کہ اب نہیں روئیں گی تو میں بھی نہیں روؤں گا۔ میں نے اس کے آنسو پونچھے۔ ہم ماں اور بیٹا اللہ سے دعا کرنے لگے۔ اے اللہ تو ہمارے لئے عمرہ پہ جانے کے لئے بہترین تدبیر پیدا فرما۔

مزمل بھائی اور خالد بھائی نے اقرأ میں درس نظامی کا انتظام کیا۔ میں نے نعمان کو عالم

بنانے کے لئے درس نظامی میں داخلہ کروا دیا۔ نعمان ذوق و شوق سے پڑھنے لگا۔ کچھ ہی دن بعد نعمان کی عربی اور فارسی کی قابلیت بڑھنے لگی۔ اکثر مزمل بھائی شام کو تاخیر سے مدرسہ پہنچتے تھے (دونوں سارا دن مدرسہ کے کاموں میں تھک جاتے تھے) تو خالی رہنے کی وجہ سے بچوں کا ذہن کھیل کود کی طرف راغب ہونے لگا۔ میں نے نوٹ کیا کہ نعمان میں بڑی حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ اگر اسے بازار بھیجو تو واپسی دیر سے ہوتی۔ میں نے خاموشی کے ساتھ آپا کو نعمان کے پیچھے لگا دیا۔ ایک دن راز کھل گیا کہ جب وہ کچھ لینے بازار جاتا ہے تو وہ ویڈیو گیم کھیلنے چلا جاتا ہے۔ میرا تو غصہ کی وجہ سے برا حال ہو گیا۔ ہیرے اور سونے جیسے بچے کو شیطان نے کس طرح غلط کام میں لگا دیا۔ نعمان جب گھر میں داخل ہوا تو میں نے پوچھا کہ ویڈیو کی دکان سے آ رہے ہو تو نعمان نے ڈرتے ڈرتے سچی بات بتا دی (کیونکہ نعمان کو جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تھی) میرے دل کو اتنا بڑا صدمہ پہنچا کہ میں اپنے غصہ پر قابو نہ رکھ سکی۔ جس بچے کو کبھی میں نے پھولوں کی چھڑی بھی نہیں لگائی تھی اس کی خوب پٹائی کی۔ بچے نے ایک مرتبہ بھی میرا ہاتھ روکنے کی کوشش نہیں کی، خاموشی سے پٹتا رہا، پورے جسم پر سوجن ہو گئی۔ وہ بالکل نڈھال ہو گیا، میرے پیر پکڑ لئے اور رو رو کر مجھ سے معافی مانگنے لگا۔ میں نے کہا تم کو اس شیطانی کام کی طرف کس نے لگایا، نعمان نے مجھے بتایا کہ مدرسہ میں بچے اساتذہ کے انتظار میں جب خالی بیٹھتے تو ویڈیو کی دکان کا رخ کرتے۔ میں اکیلا تو مدرسہ میں نہیں رک سکتا تھا، ان کے ساتھ دکان پر جا کر کھڑا ہو جاتا، آہستہ آہستہ انہوں نے مجھے بھی ویڈیو کی طرف رغبت دلانا شروع کر دی۔ میرے پاس پیسے تو ہوتے نہیں تھے اس لئے کم کھیلتا (میں نعمان کو صرف کھانا دیتی تھی، پیسے نہیں دیتی تھی) اگر امی جی میرے پاس پیسے ہوتے تو شاید میں اور زیادہ کھیلتا۔ میری پیاری امی میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی نہیں کھیلوں گا۔ میں نے اس کے سر پہ پیار سے ہاتھ پھیرا اور اسے چپ کرایا، پھر فوراً ہومیو پیتھک کی دوا لے کر آئی اور نعمان کو کھلائی۔ نعمان کو میں نے بڑے ناز و نعم سے پالا تھا، اس نے میرے پیار کا کبھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ اس سے قبل نعمان میرے لئے کبھی کسی پریشانی کا سبب نہیں بنا۔ آج جب اس کی غلطی پر میں نے اسے مارا تو میرے دل پر جیسے صدموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، اس کی چوٹ دیکھ دیکھ کر رو رہی تھی۔ میں نے ایک پیالہ

دودھ اسے دیا اور چادر اڑھا کر لٹا دیا۔ نعمان نے میرے ہاتھ پکڑ لئے اور کہنے لگا امی جی آپ اپنی زبان سے ایک دفعہ کہہ دیں کہ بیٹا میں نے تمہیں معاف کیا۔ امی جی مجھے اپنے اس عمل پر بہت شرمندگی ہے، امی واقعی اللہ تعالیٰ نے صحیح ارشاد فرمایا کہ "شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے" میں نے نعمان کے کاندھوں پر ہاتھ پھیرا اور کہا بیٹا میں نے تمہیں معاف کیا، اللہ بھی تمہیں معاف کر دے۔ آئندہ ایسی غلطی نہ کرنا، دوسرے دن کالج میں، میں کاپیاں چیک کر رہی تھی کہ میری ناک سے اچانک خون بہنے لگا۔ اس وقت میری کالج کی دو ساتھی مس طلیبہ اور مس شاہ جہاں موجود تھیں۔ انہوں نے بوا کے ساتھ مل کر میرے سر پہ پانی ڈالا، تقریباً پندرہ منٹ بعد خون بند ہو گیا تو میری دونوں سہیلیاں مجھے گھر چھوڑ گئیں۔ جیسے ہی میں گھر میں داخل ہوئی تو خون ناک سے فوارے کی صورت میں نکلنے لگا، دو تین منٹ میں ہی سنک خون سے بھر گیا۔ مجھے چکر آیا تو میں نیچے بیٹھ گئی۔ اب تو یہ حال تھا کہ خون ہی خون نظر آ رہا تھا، نعمان میری حالت دیکھ کر رونے لگا۔ آپا اور فاضلی صاحب مجھے بھاگی ہسپتال لے کر گئے، ایمرجنسی کے ڈاکٹرز نے جب بی پی چیک کیا تو خطرناک حد تک بڑھا ہوا تھا۔ انہوں نے دوا وغیرہ دی، انجکشن لگائے، کچھ دیر تک تو مجھے ہوش ہی نہیں رہا۔ جب آنکھ کھلی تو میری ساتھی ٹیچر شہناز افتخار اور کچھ طالبات موجود تھیں۔ آپا اور شہناز مجھے سہارا دے کر گھر تک لائیں۔ شہناز میری بڑی محبت کرنے والی ساتھی ہیں۔ میرے اوپر دم کرتی رہیں اور کافی دیر بیٹھ کر اپنے گھر چلی گئیں۔ تقریباً چھ دن تک میری یہ کیفیت رہی کہ بس نماز کے وقت کچھ ہوش آتا۔ میں دیواریں پکڑ پکڑ کر واش روم جاتی۔ وضو کر کے نماز پڑھتی اور پھر بے ہوشی کی سی کیفیت میں بستر پر لیٹ جاتی۔ کالج کی تقریباً زیادہ تر ٹیچرز اور میری دوستیں، طالبات میری قرآن کی کلاس کی بچیاں اور خواتین مجھے دیکھنے بار بار آتیں۔ ہر وقت گھر پہ آنے والوں کا تانتا سا بندھا رہتا تھا۔ لیکن میں بے ہوشی کی وجہ سے ایسی کیفیت میں تھی کہ مجھے کچھ پتہ نہیں تھا کہ کون آ رہا ہے اور کون جا رہا ہے۔ چھ دن بعد آپا حکیم صادق حسین صاحب کے پاس لے کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دوا کو میرے لئے شفا بنا دیا۔ جب کوئی نہیں ہوتا تو نعمان میرے سرہانے بیٹھ جاتا، کبھی میرا سر دباتا، کبھی پیر دباتا، اکثر میری پیشانی پر اس کی آنکھوں کے آنسو قطروں کی صورت میں ٹپک جاتے۔ میں فوراً اس کی طرف دیکھتی تو

میرے دل میں یہ احساس ابھرتا کہ میں اپنے بچے کو پیار کر لوں وہ اپنی غلطی پر کتنا نادم و پشیمان ہے۔ میں اس کو پیار کرتی تو سسکتے ہوئے کہتا امی جی مجھے معاف کر دیں آپ میری غلطی کی بنا پر کتنی بیمار ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مکمل صحت عطا فرمائے۔ آمین

صحت مند ہونے کے بعد میں نے مزمل بھائی سے بات کی اور پھر میں نے نعمان کو پرائیوٹ نویں اور دسویں کلاس کا امتحان دلوایا۔ نعمان نے اپنی تیاری بڑی محنت سے کی، میری کالج کی دوست نفیسہ قدوائی نے نعمان کو اپنے گھر بلا کر عربی پڑھائی (نعمان نفیسہ کے گھر روزانہ عربی پڑھنے جاتا تھا) مدرسہ میں نعمان نے مزمل بھائی سے کافی عربی سیکھ لی تھی۔ اس لئے بہت جلدی جو نفیسہ پڑھاتیں اس کی سمجھ میں آ جاتا تھا۔ پھر وہ مبارک دن بھی آیا جب نعمان نے میٹرک کی سند بھی حاصل کی۔ (عمر کے اعتبار سے اسے صرف مڈل پاس کرنا چاہئے تھا) یہ سب اللہ کا کرم ہے۔

نعمان نے جب میٹرک امتیازی حیثیت سے پاس کر لیا تو اس نے کہا کہ امی مجھے پریمئر کالج میں داخلہ دلا دیں۔ لیکن وہ دور ایسا چل رہا تھا کہ پریمئر کالج میں کچھ طلباء پستول کو کھلونے کے طور پر استعمال کرتے اور مختلف تنظیمیں اپنے اپنے کاموں میں سرگرم عمل تھیں۔ میں نے نعمان سے کہا کہ بیٹا آپ اپنے ابو کے کالج (سٹی کالج) میں داخلہ لے لو، کہنے لگا امی یہ تو بہت چھوٹا کالج ہے لیکن جب میں نے بہت اصرار کیا تو میرے فرمانبردار بچے نے میری بات مان لی۔ کچھ ہی دن بعد کہنے لگا امی آپ صحیح کہہ رہی تھیں اس وقت حالات واقعی بہت خراب ہیں، میں نے سنا ہے کہ پریمئر کالج کا ماحول بہت زیادہ خراب ہے۔ بلکہ بڑے بڑے کالجز میں صورت حال انتہائی مخدوش ہے۔ یہاں تک کہ ابو کے سٹی کالج میں بھی کئی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ ایک دن میں کلاس لے کر جب گھر آنے لگا تو مجھے لگا کہ جیسے کوئی لڑکا رو رہا ہے۔ میں آواز کی سمت بڑھتا رہا، جب وہاں پہنچا جہاں سے آواز آ رہی تھی تو دیکھا کہ کمرے کا دروازہ بند ہے۔ ایک روزن سے میں نے جھانک کر دیکھا تو کمرے میں کچھ لڑکے موجود تھے جنہوں نے ایک لڑکے کو پنکھے سے لٹکایا ہوا تھا اور اسے سگریٹوں سے داغ رہے تھے۔ ایک لڑکے کے ہاتھ میں پستول تھا، میں نے خاموشی سے ابو سے جا کر کہا تو ابو دو تین اساتذہ کے ساتھ کلاس روم کے دروازے تک آئے (میں آڑ میں کھڑا ہو گیا تاکہ وہ لڑکے

مجھے نہ دیکھ سکیں کیونکہ آپ ہمیشہ مجھے نصیحت کرتی ہیں کہ ایسے لڑکوں سے مارا ماری نہیں کرنی چاہئے) ابو نے دستک دی۔ اندر سے ایک لڑکے کی زوردار آواز آئی، کون ہے؟ ابو نے کہا مجھے پروفیسر وسیم فاضلی کہتے ہیں۔ بد قسمتی سے تمہارا پرنسپل ہوں۔ لڑکوں نے دروازہ کھول دیا۔ ابو اور دوسرے اساتذہ نے نرم لہجہ میں ان کو سمجھایا، میں سمجھ رہا تھا وہ ابو سے زبان درازی کریں گے، لیکن میں حیران رہ گیا جب ان لڑکوں نے ابو سے معافی مانگی اور خاموشی سے کلاس سے باہر چلے گئے۔ میں نے حالات کا بغور مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ مختلف لڑکے اپنی اپنی تنظیموں میں طلباء کو زبردستی شامل کرتے ہیں۔ لڑکے مجھ سے اس لئے کچھ نہیں کہتے تھے کہ ایک تو ان کو پتہ ہے کہ میرے ابو پرنسپل ہیں اور دوسرے میں تمام لڑکوں میں کم عمر ہوں اور اپنی جسامت کی وجہ سے ابھی بہت چھوٹا لگتا ہوں۔ البتہ آپ کے کہنے کے مطابق جو تنظیم چندہ مانگتی ہے، میں اپنے جیب خرچ سے ان کو چندہ دیدیتا ہوں۔ (اس زمانے میں نعمان کو پانچ روپے جیب خرچ کے دیتی تھی، جب لڑکے چندہ مانگتے تو وہ کہتے ہمیں دس روپے چاہئیں تو نعمان پانچ روپے اپنے ابو سے لے کر ان کو دیدیتا تھا) فاضلی صاحب نے نعمان کو اپنے دوستوں کے کوچنگ سینٹر میں کامرس کے سبجیکٹ کے لئے داخلہ دلوایا (کیونکہ کالجز میں تو بس برائے نام ہی پڑھائی ہوتی تھی) تاکہ وہ اچھے اساتذہ کی نگرانی میں تعلیم حاصل کر سکے۔

انٹر کامرس میں سب سے زیادہ نمبر لینے والا سٹی کالج کا طالب علم نعمان تھا (اس نے B گریڈ میں آئی کام کیا) جس زمانے میں نعمان آئی کام کا امتحان دینے والا تھا، اسی زمانے میں ہماری حج کی تیاریاں ہو رہی تھیں (عمرہ کی رقم میں نے امانت کے طور پر اپنے ایک رشتے کے ماموں کے پاس جمع کرادی تھی۔ آہستہ آہستہ میں ان کے پاس مزید رقم جمع کراتی رہی) یہ اللہ کی مہربانی ہی تھی کہ رب العزت نے 1991ء میں حج کی سعادت عطا فرمائی۔ حج پر جانے کے لئے فاضلی صاحب تیار نہیں تھے، کہتے تھے ابھی بچے چھوٹے ہیں۔ لیکن میرے پیارے بیٹے نعمان کو میرے شوق کا پتہ تھا، وہ پچھلے واقعات بھولا نہیں تھا، اس لئے اپنے ابو کو آہستہ آہستہ حج پر جانے کے لئے تیار کرتا رہا۔ جب میں حج کے فارم لے کر آئی تو میں نے فارم نعمان کے ہاتھ میں پکڑا دیئے۔ نعمان نے ایک نظر میری طرف دیکھا، اسے میری آنکھوں میں آنسو صاف نظر آرہے تھے، اس نے قلم لیا اور اپنے ابو سے کہا کہ ابو سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیں۔ بس

آپ بسم اللہ پڑھ کے دستخط کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تمام کام آسانی سے ہو گئے (حالانکہ ابتدائی ایام میں انتہائی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات کو بہتر بنانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے میرے اوپر کرم فرمایا۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ میں "ملکوتی خوابوں کی سرزمین" میں پیش کروں گی)

جب ہم حج پر جارہے تھے تو نعمان اور رافع نے اپنے ابو سے کہا ابو جی ایک بات یاد رکھئے گا کہ آپ کو بغیر ڈاڑھی کے پاکستان نہیں آنا۔ مدینہ منورہ میں ہی ڈاڑھی سے اپنے چہرے کو سجا لیجئے گا اور اللہ سے یہ عہد کر لیجئے گا کہ "اب کبھی ڈاڑھی نہیں مونڈھوں گا" میرے دونوں بچوں کو (باقی دو کو بھی) اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازے کہ بچوں کی بات فاضلی صاحب کے دل میں ایسی اتری کہ اب چہرہ ڈاڑھی سے سجا رہتا ہے۔ حج سے واپس آئے تو میں بہت اداس تھی، کیونکہ وہاں کے نورانی لمحات یہاں کہاں میسر تھے۔ کراچی آئے تو بچوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ کلاس والی بچیاں، میری تمام بہنیں اور مائیں، کالج کی سہیلیاں سب ہی بہت خوش تھیں۔ دن رات ملنے کے لئے خواتین اور طالبات میرے غریب خانہ پر آرہی تھیں۔ انہی دنوں میری پڑوس کی ایک بزرگ خاتون میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ بیٹا اگر تم برا نہ مانو تو ایک بات کہوں؟ میں نے کہا ضرور کہیں۔ کہنے لگیں، بتاتے وقت زبان ساتھ نہیں دے رہی، مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں تم برا نہ مان جاؤ۔ میں نے کہا خالہ آپ بلا خوف و خطر بات کہہ دیں۔ کہنے لگیں بیٹی تمہارا بیٹا نعمان بہت اچھا بچہ ہے، لیکن بیٹی جب تم حج پر گئی تھیں تو میں نے نعمان کو ایک دو مرتبہ ڈیو کی دکان پر کھڑا دیکھا۔ میں یہ بات تم سے اس لئے کہہ رہی ہوں کہ تم اپنے بچوں کی تربیت بہت اچھے انداز میں کر رہی ہو۔ میں نے ان کی بات کا بالکل برا نہیں منایا، کیونکہ مجھے اس بات کا علم ہے کہ والدین کی بہترین تربیت کے باوجود کبھی کبھی بیرونی اثرات بچوں کو بہت متاثر کرتے ہیں (اسی لئے میں ہمیشہ اپنے بچوں اور تمام ملت اسلامیہ کے بچوں کے لئے دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے کردار، اخلاق اور ایمان کی حفاظت فرمائے) میں نے برقع پہنا اور ڈیو والے کی دکان پر پہنچ گئی اور اس سے کہا کہ یاد رکھو کہ ایک لڑکا نعمان تمہاری دکان پر آئے تو تم اسے بتا دینا کہ تمہاری امی نے مجھے کہا ہے کہ میں تمہیں اپنی دکان پر نہ آنے دوں۔ یاد رکھو! اگر تم نے میری بات پر عمل نہیں کیا تو میں

تمہاری دکان میں آگ لگادوں گی۔ ایک پڑھا لکھا اور شریف سا لڑکا وہاں کھڑا تھا، کہنے لگا باجی آپ نعمان کی امی ہیں، نعمان تو بہت اچھا بچہ ہے وہ تو ایسے ہی کبھی کبھار آکر کھڑا ہو جاتا تھا۔ آپ بے فکر ہو جائیں، اب وہ یہاں ان شاء اللہ کبھی نہیں آئے گا۔ اللہ کا شکر ہے کہ بات کسی نہ کسی طرح نعمان تک بھی پہنچ گئی اور اس نے اس راستے کو ہی چھوڑ دیا۔ میں نے نعمان سے کہا بیٹا آپ ایک ڈیو لے آئیں اور آپا کے گھر میں رکھ لیں، کبھی کبھار تم اور رافع جا کر کھیل لیا کرنا۔ اللہ کا احسان ہے کہ بہت جلد نعمان کا دل ڈیو سے بھی متنفر ہو گیا۔ نعمان کو کرکٹ کا بھی بڑا شوق تھا، وہ میری اجازت سے ایک گھنٹہ کے لئے کرکٹ کھیلتا تھا۔ لیکن میں ہمیشہ اسے کرکٹ کے نقصانات بتاتی رہتی تھی۔ ایک رات اس نے نائٹ میچ کرایا، جب گھر میں داخل ہوا تو میں نے بات نہیں کی۔ فوراً میرے پاس آکر کہنے لگا امی سب دوست کہہ رہے تھے اس لئے میں نے میچ رکھوالیا۔ اسی زمانے میں کرکٹ کی خرابیوں پر مولانا یوسف لدھیانوی صاحب کا مضمون جنگ میں شائع ہوا تھا۔ انہوں نے کرکٹ کو وقت کا زیاں اور غیر شرعی شغل قرار دیا۔ میں نے نعمان کو مضمون پڑھایا۔ رب کریم کی مہربانی سے بات نعمان کے دل میں بیٹھ گئی، میں نے کہا بیٹا تیراکی کے لئے چلے جایا کرو، یہ سنت ہے (مدرسہ کے تعلیمی دور میں اکثر جمیل بھائی لڑکوں کو تیراکی کے لئے لے جاتے اور کبھی کبھار تفریحی مقامات پر لے جاتے تھے)

آئی کام کے بعد نعمان نے بی کام میں داخلہ لیا اور اس کے ساتھ باڈی بلڈنگ کلب جوائن کر لیا۔ بہت جلد ورزش کے اثرات اس کے جسم پر نمایاں ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے دو سال سے بھی کم کے عرصے میں اسے مضبوط، طویل قد و قامت اور خوبصورت جسم سے نوازا۔ دو تین مرتبہ مقابلوں میں حصہ لیا اور گولڈ میڈل اور سلور میڈل حاصل کیا۔ لیکن میں نے کہا بیٹے ان چکروں میں نہ پڑو کیونکہ اتنی پبلک کے سامنے جب انسان اپنے جسم کی نمائش کرتا ہے تو اس کو نظر لگ جاتی ہے۔ نعمان نے کبھی میری کسی بات کو رد نہیں کیا تھا، کہنے لگا امی آپ بالکل ٹھیک کہتی ہیں۔ جیسے ہی میں مقابلے سے آتا ہوں تو میری طبیعت نڈھال ہو جاتی ہے۔ میں ہمیشہ نعمان کو باہر کھانا کھانے اور دودھ پینے سے منع کرتی تھی کیونکہ باڈی بلڈنگ کی وجہ سے اس کی خوراک میں اضافہ ہو گیا تھا (ماشاء اللہ نعمان کو اچھے کھانے

کا بڑا شوق تھا) لیکن شادی وغیرہ سے جب واپس آتا تو اکثر اسے بخار آجاتا۔ پھر مجھے اپنے پاس بٹھا لیتا اور کہتا امی جی میرے اوپر پڑھ کر دم کر دیں۔ میں اور میرا دوست جب شادی ہال میں کھانا کھاتے ہیں، لوگ ہم دونوں کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔ میں نے کہا بیٹا جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس کا احسان ہے، گھر پر ہی کھانا کھا لیا کرو۔ کہنے لگا امی آپ تو ہمیں اتنے مزیدار کھانے کھلاتی ہیں کہ ان کھانوں کے آگے مجھے بازار کے کھانے بھی اچھے نہیں لگتے۔ اللہ نے آپ کے ہاتھ میں ایک خاص ذائقہ عطا فرمایا ہے۔ اب میں شادیوں میں نہیں جاؤں گا (ہمارے گھر سے کوئی بھی شادی ہال میں نہیں جاتا تھا، صرف کھانے کے شوق میں نعمان ہی جاتا تھا، اس نے بھی آخر کار جانا چھوڑ دیا)

اللہ کی رحمت تھی، ماں کی دعائیں تھیں کہ باڈی بلڈنگ اس کے لئے جہادِ فی سبیل اللہ کا سبب بن گئی۔ میری یہ تمنا تھی کہ نعمان عالم بنے۔ الحمدللہ علماء کی صحبت میں رہ کر اس کا علم بڑھتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے صالح اعمال سے نوازا اور نعمان کو دین کا باعمل طالب بنا دیا۔ جامع مسجد گول مارکیٹ میں وہ اکثر نماز پڑھتا تھا۔ وہاں اس کی ملاقات تبلیغی جماعت کے امیر سے ہوئی اور وہ کئی مرتبہ سہ روزہ لگا کر آیا۔ اللہ کا بڑا کرم تھا کہ دین کے معاملے میں نعمان کا ذہن شروع سے بنا ہوا تھا۔ اب اور دلچسپی بڑھنے لگی، یہاں اس کی ملاقات مفتی اقبال سے ہوئی۔ جب نعمان بی کام میں تھا تو اس کے ابو نے کہا کہ تمہیں بینک میں ملازمت دلا دوں۔ مجھے نعمان کے چہرے کے تاثرات سے محسوس ہوا کہ وہ نوکری کرنے پر راضی ہے۔ تو میں نے کہا بیٹا میری بات یاد رکھنا جب تنخواہ لاؤ تو اس میں سے تم اور تمہارے ابو ہی کھانا۔ دوسرے دن میرے پاس آیا اور کہنے لگا امی میں نے مفتی اقبال صاحب سے کہا تھا کہ میری امی بینک کی نوکری کرنے کو منع کرتی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ٹھیک منع کرتی ہیں۔ اصل میں گورنمنٹ کو بیت المال کا نظام قائم کرنا چاہئے۔ کہنے لگا امی میں نے یہ دیکھا ہے کہ جو بات آپ مجھے بتاتی ہیں وہی علماء بتاتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں بیٹا دین کے معاملے میں سارے اللہ والوں کی زبان ایک ہوتی ہے۔

نعمان نے اپنے جیب خرچ کے لئے اکبر روڈ پر کسی کے ساتھ (منیر اور عمران) اسکوٹرز کا کام شروع کیا۔ جب تک منیر اور عمران کراچی میں رہے، نعمان کا کام صحیح چلتا رہا۔ کیونکہ

دکان پر منیر اور عمران بیٹھتے تھے، نعمان تو صرف ایک دو گھنٹہ کے لئے جاتا تھا زیادہ وقت اس کا کالج، کوچنگ سینٹر اور کلب میں گزر جاتا۔ منیر اور عمران دونوں بھائی انتہائی دیانتدار تھے اور نعمان سے بہت محبت کرتے تھے۔ لیکن جب وہ دونوں بھائی دوبئی چلے گئے تو بعد میں نعمان کو جتنے پاٹنرز ملے وہ نعمان کے اعتماد پر پورے نہ اُتر سکے۔ مخلص دوست اور دیانتدار ساتھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہوتے ہیں۔ جو خود غرضی کے موجودہ ماحول میں، بہت کمیاب ہیں۔

میں ہمیشہ نعمان سے کہتی تھی کہ بیٹا بزنس کرنا سب کے بس کی بات نہیں، تم ایسا کیا کرو کہ زیادہ وقت دکان پر بیٹھا کرو۔ جب نعمان نے دکان کو زیادہ ٹائم دیا تو کچھ فرق پڑا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نعمان انتہائی سادہ طبیعت کا نرم خو اور دیانتدار بچہ تھا، دوسرے لڑکوں کی طرح چالاکیاں اور دھوکہ بازیاں اسے نہیں آتی تھیں۔ کبھی کسی پر اس نے زیادتی نہیں کی۔ اگر کوئی نعمان کے ساتھ زیادتی کرتا تو اسے وہ معاف کر دیا کرتا تھا۔

اسکوٹرز کے بزنس کی وجہ سے نعمان کے پاس کبھی کبھار اسکوٹر ہوتا تھا۔ کیونکہ بعض اوقات گاہک کو گھر کے نیچے بلا کر نعمان اسکوٹر کا سودا کر دیا کرتا تھا۔ اسی زمانے میں نعمان کے ابو کو ایک شادی میں جانا تھا (کسی بہت قریبی دوست کے بیٹے کی شادی تھی، اس لئے شرکت ضروری تھی) انہوں نے نعمان سے کہا کہ بیٹا آج اسکوٹر لے کر ضرور آجانا۔ نعمان نے اپنے ابو سے کہا، ٹھیک ہے ابو میں ضرور لے آؤں گا۔ گو کہ اب میں شادی میں نہیں جاتا لیکن آپ کی وجہ سے ضرور چلا جاؤں گا۔ شادی میں جانے کے لئے نعمان تیار ہوا، اس نے شلوار قمیص پر واسکٹ پہنی تھی۔ جو اس کے خوبصورت جسم پر بہت اچھی لگ رہی تھی۔ میں نے چپکے چپکے اس پر پڑھ کر دم کیا اور اسے اللہ کے سپرد کر دیا۔ ساڑھے گیارہ بجے فاضلی صاحب آئے تو میں نے پوچھا نعمان کہاں ہے؟ کہنے لگے وہاں میرے چند دوست مل گئے تھے، انہوں نے دس بجے نعمان سے کہا کہ بیٹا تم گھر جاؤ، ہم تمہارے ابو کو خود چھوڑ دیں گے۔ میں دیکھتا ہوں شاید نیچے دوستوں میں ہوگا۔ میرے منہ سے اچانک نکلا وہ نیچے نہیں ہے، اس کے دوستوں کو اس راستے پر بھیجیں جس راستے سے نعمان کو آنا تھا۔ بس اللہ اپنا کرم فرمائے (جب نعمان چھوٹا سا تھا اس وقت میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کی ٹانگ میں چوٹ لگ گئی۔ یہ خواب میں نے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا۔ بس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی تھی کہ اے میرے رب اس

خواب میں جو شر ہے وہ دور فرمادے اور جو خیر ہے اسے قائم فرمادے اور میرے بچے کو تمام آفات سے محفوظ فرمانا) فاضلی صاحب کافی دیر بعد آئے اور کہنے لگے کہ جنید وغیرہ بتا رہے ہیں کہ نعمان ابھی آتا ہے اپنے کسی دوست کے گھر ہے۔ میں نے کہا مجھے سچی بات بتائیں مجھے لگ رہا ہے کہ اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور اس وقت وہ عباسی شہید میں ہے۔ فاضلی صاحب میری بات کے جواب میں خاموش ہو گئے تو آپا میری بات سن کر بے چین ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ میں ہسپتال جاؤں گی۔ فاضلی صاحب آپا کو لے کر ہسپتال چلے گئے، گھر میں بچے سو رہے تھے اور میں رو رو کر خالق کائنات سے دعا کر رہی تھی۔ ایک منٹ کے لئے بیٹھتی تو مجھے گھبراہٹ ہونے لگتی، بس ٹہلتی رہی اور پڑھتی رہی۔ اسی طرح وقت انتہائی سست رفتاری سے گزر تا رہا (بڑے بوڑھے کہتے ہیں کہ پریشانی کا وقت بڑی مشکل سے گزرتا ہے اور خوشی اور اطمینان کا وقت جلدی گزر جاتا ہے) تقریباً رات کے ساڑھے تین بجے لڑکوں کے بولنے کی آوازیں آنے لگیں، میں نے پردہ کر کے نچلی منزل کی طرف جھانک کر دیکھا تو اس وقت نعمان نظر آیا۔ جس کی ٹانگ پر پلاسٹر چڑھا ہوا تھا اور اس کے دوست اسے اٹھا کر اوپر لا رہے تھے۔ جب نعمان کو لے کر لڑکے گھر میں داخل ہوئے تو نعمان تکلیف کے باوجود میری وجہ سے مسکرا رہا تھا۔ کہنے لگا کہ امی جی آپ پریشان نہ ہوں، ان شاء اللہ ڈیڑھ ماہ میں، میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا۔ کچھ دیر بعد لڑکے دودھ اور دوا پلا کر چلے گئے (جنید، شاہد، نوی اور عمران نے نعمان کے صحت مند ہونے تک اپنی محبت کا بہت زیادہ حق ادا کیا۔ ہسپتال لانا لیجانا، ایمبولینس کے لئے دوڑنا، نعمان کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنا، اس کا دل بہلانا، ان بچوں کا خاص مشغلہ تھا) جب لڑکے چلے گئے تو میں نعمان کے پاس بیٹھ کر اس کے پلاسٹر پر ہاتھ پھیرنے لگی اور میری آنکھوں سے ٹپاٹپ آنسو بہنے لگے۔ نعمان چوٹ کے باوجود مجھے تسلیاں دینے لگا۔ آہستہ آہستہ دواؤں کے زیرِ اثر اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو گئیں اور پھر وہ سو گیا۔ لیکن میری نیند اڑ چکی تھی۔ آپا، فاضلی صاحب اور میں اپنے رب کے حضور دعائیں کرتے رہے اور اسی طرح اذانِ فجر کا وقت آگیا۔ اللہ کے گھر سے جب تکبیر کی صدائیں بلند ہوئیں تو میں نے خوب دل سے نعمان کے لئے دعائیں کیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو پرسکون کر دیا۔ جو بے چینی اور خوف طاری تھا اللہ کے کرم سے وہ دور ہو گیا۔ صبح نماز اور ناشتہ کے بعد میں

نعمان کے پاس بیٹھی اور اس سے پوچھنے لگی کہ بیٹے یہ واقعہ کس طرح پیش آیا، تو نعمان نے بتایا، امی جب ابو نے مجھے کہا کہ بیٹا اب تم گھر چلے جاؤ تمہاری امی پریشان ہوں گی تو میں وہاں سے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ حیدری سے پہلے اسٹاپ کے قریب ایک گاڑی نے میرے اسکوٹر کو دھکا دیا۔ میں اسکوٹر سے گر پڑا، لیکن اللہ کا نام لے کر ہمت کر کے اٹھا، گاڑی والے نے اپنی گاڑی روک لی تھی۔ میں نے اٹھتے ہی گاڑی والے کا گریبان پکڑ لیا، اسے دو تین تھپڑ مارے، مجھے چکر آ رہے تھے اور پیر میں شدت کی تکلیف ہو رہی تھی۔ گاڑی والے نے کہا آپ گاڑی میں بیٹھ جائیں، میں آپ کو اسپتال لے کر چلتا ہوں۔ میں خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گیا۔ لیکن ابھی گاڑی چلی بھی نہیں تھی تو آپ کی کبھی کی سمجھائی ہوئی نصیحت یاد آئی کہ دنیا دھوکہ سے بھری ہوئی ہے۔ میرے دل میں یہ شبہ جاگا کہ شاید یہ شخص آگے جا کر مجھے مار ڈالے، میں فوراً گاڑی سے اتر گیا۔ اس آدمی نے تیزی سے گاڑی چلائی اور پھر گاڑی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میں چل کر اپنے اسکوٹر تک جانا چاہتا تھا کہ چکرا کر گر پڑا۔ بعد میں جب جنید وغیرہ وہاں سے اٹھا کر ہسپتال لے گئے تو مجھے وہاں ہوش آیا۔ جنید، شاہد، عمران، نوی، ابو اور آپا کو دیکھ کر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ امی جی یہ حقیقت ہے کہ میں اللہ کے کرم اور آپ کی دعاؤں سے بچ گیا۔ صبح جنید اور عمران آئے تو میں نے ان سے کہا کہ بیٹا یہ ایکسرے غلط ہیں تم ایسا کرو کہ A.O کلینک لے جاؤ۔ بچے دوپہر کو نعمان کو A.O کلینک لے گئے۔ وہاں سے ایک گھنٹے بعد ان کی واپسی ہوئی، کہنے لگے باجی آپ نے صحیح کہا تھا۔ عباسی شہید والوں نے ایکسرے غلط لیا تھا۔ نعمان کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہے اور گھٹنے کے ٹشوز ٹوٹ گئے ہیں۔ A.O کلینک والے کہہ رہے ہیں کہ چھ دن بعد ڈاکٹر شاہ آئیں گے تو آپریشن کریں گے۔ میں نے کہا بچو! اللہ مالک ہے، اللہ اپنے کرم سے ہمارے لئے کوئی نہ کوئی سبیل پیدا فرما دے گا۔ شام کو میری عزیز دوست عذرا جمیل اور جمیل بھائی نعمان کو دیکھنے آئے۔ جمیل بھائی نعمان کے پاس بیٹھ گئے اور عذرا نعمان کی مزاج پرسی کرنے کے بعد میرے پاس آکر بیٹھ گئیں اور مجھے تسلی و تشفی دینے لگیں۔ میں نے عذرا کو تمام سرگزشت بتائی اور میرے ذہن میں جو خدشہ سر ابھار رہا تھا، اس کے بارے میں بھی عذرا سے مشورہ لیا۔ میں نے کہا عذرا اگر ہم چھ دن تک شاہ صاحب کا انتظار کریں گے تو اندر جو خون موجود ہے وہ

قریب ہے کال عذرا کہنے لگیں کہ مجھے ایکسرے وغیرہ دو میں بھائی سے بات کروں گی (عذرا کے بھائی ڈاکٹر ہیں) عذرا ایکسرے کی کاپی لے کر چلی گئیں۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد ان کا فون آیا کہ ریحانہ میں نے بھائی کو تمام صورتحال بتائی تو انہوں نے اپنے دوست ڈاکٹر مقصود سے بات کی جو حبیب میڈیکل میں بیٹھتے ہیں۔ مقصود بھائی کہہ رہے ہیں کہ بچے کو فوری طور پر حبیب میڈیکل لے کر آجائیں۔ وہ بچے کو دیکھ کر صحیح علاج تجویز کریں گے۔ عذرا چند منٹ بعد جمیل بھائی کے ساتھ اپنی گاڑی لے کر آگئیں۔ میں عذرا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی، بچے نعمان کے لئے ایمبولینس لے کر آئے تھے۔ نعمان کے کافی دوست نعمان کے ساتھ تھے، حبیب میڈیکل پہنچے تو جنید اور عمران دوڑ کر اسپتال کے اندر سے اسٹریچر لے کر آئے، نعمان کو اسٹریچر پر لٹا کر ڈاکٹر مقصود کے کمرے میں پہنچے۔ ڈاکٹر مقصود عذرا اور جمیل بھائی کو دیکھ کر فوراً کھڑے ہو گئے۔ نعمان کے گال پر ہلکی چپت لگائی اور کہنے لگے بیٹے آپ پریشان نہ ہونا، بس زیادہ تکلیف نہیں ہو گی۔ ڈاکٹر صاحب نے جنید سے کہا نعمان کا ایکسرے دوبارہ کراؤ اور کریپ بینڈیج لے کر جلدی آؤ۔ بچوں نے جلدی جلدی کام کرا لیا۔ پھر ڈاکٹر مقصود نے مجھے اور عذرا کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا، کچھ دیر بعد ہی میں اور عذرا آپریشن تھیٹر کے ایک کونے میں کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کر رہے تھے اور ڈاکٹر مقصود نعمان کی طرف متوجہ تھے۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے بیٹے تم اللہ کو یاد کرو میں اپنا کام شروع کرتا ہوں۔ نعمان دعا کرنے لگا ڈاکٹر صاحب نے پلاسٹر کٹوا دیا تھا، ان کے ہاتھ میں ایک پیالی اور سرنج تھی، سرنج سے گھٹنے کا خون کھینچ کھینچ کر پیالی میں ڈال رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی پیالی بھر گئی، پیالی کا خون بالکل کالا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے بیٹے میں تمہاری ٹانگ پر صرف کریپ بینڈیج کروں گا۔ حالانکہ ٹانگ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہے۔ ہمیں پلاسٹر کرنا چاہئے تھا لیکن پلاسٹر میں اس لئے نہیں کر رہا کہ تمہارے گھٹنے کے ٹشوز ٹوٹے ہوئے ہیں۔ دوائیں لکھ رہا ہوں پابندی سے کھانا، پیر کو بالکل سیدھا رکھنا۔ ایک ہفتہ بعد میرے پاس آنا۔ ڈاکٹر مقصود عذرا سے اور مجھ سے مخاطب ہوئے کہ اگر میں یہ خون نہ نکالتا تو یہ اندر ہی اندر سڑ جاتا۔ پھر ٹانگ کا آپریشن کرنا پڑتا۔ ڈاکٹر صاحب نے نعمان کو دو انجکشن لگائے اور کہنے لگے آپ لوگوں پر اللہ نے بہت کرم کیا۔ عذرا اور میں نے ڈاکٹر مقصود کا شکریہ ادا کیا۔ نعمان نے بھی

ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ ڈاکٹر صاحب نعمان کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگے بیٹا میں مجھے بہت خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بہت بڑی پریشانی سے محفوظ کر دیا۔ تم ہائی بلڈر ہو جلد ہی یہ کمزوری دور ہو جائے گی۔ جب میں نے عذرا کا شکریہ ادا کیا تو عذرا نے کہا کہ میں نے کون سا بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، نعمان مجھے اپنے شارق کی طرح عزیز ہے۔ عذرا اور جمیل بھائی نعمان کے دوستوں کی تعریف کر رہے تھے جو بھاگ بھاگ کر نعمان کے تمام کام انجام دے رہے تھے۔ بہر حال وقت گزر جاتا ہے لیکن انسان کی نیکی یاد رہتی ہے۔ جس کے ساتھ نیکی کی جائے اگر وہ اللہ کے فرمان کو مانتا ہو تو اپنے محسن کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہے۔ مجھے آج بھی نعمان کی اس چوٹ کا خیال آتا ہے تو نعمان کے دوستوں، عذرا کے بھائی، عذرا، جمیل بھائی اور ڈاکٹر مقصود کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ نعمان کی سب سے زیادہ خدمت آپا اور فاضلی صاحب نے کی۔ رافع، طلحہ اور معاویہ بھی نعمان کا بہت خیال رکھتے تھے اور دعا کرتے تھے۔ نعمان بستر پر ہی وضو وغیرہ کر کے نماز ادا کرتا تھا۔ میں نے نعمان سے کہا کہ بیٹا ایک تسبیح تیسرے کلمے کی روزانہ اس طرح پڑھو کہ ایک ہاتھ وہاں رکھ لو جہاں کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہے، پھر دیکھنا اللہ تعالیٰ تمہیں کیسی بہترین شفا عطا فرماتا ہے۔ نعمان ماشاءاللہ روزانہ یہ عمل کرتا رہا میں اور آپا بھی پڑھ کر دم کرتے رہے۔ ایک ہفتہ بعد پھر اسی طرح حبیب میڈیکل پہنچے۔ ڈاکٹر مقصود نے ایکسرے کروایا تو ڈاکٹر مقصود رپورٹ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے بیٹا میں ہڈی جڑ چکی ہے، تو نعمان نے کہا کہ یہ سب اللہ کے کلام کے اثرات ہیں۔ پورے ڈیڑھ ماہ عذرا نے نعمان کے سلسلے میں آنے جانے میں بھی بڑی محبت اور فرض شناسی کا ثبوت دیا۔ جنید، شاہد، عمران اور نوی رات کو کافی دیر تک نعمان کے پاس بیٹھتے۔ نعمان کے اکثر دوست اس کی مزاج پرسی کے لئے آتے، جب نعمان نے غسلِ صحت کیا تو نعمان کے دوستوں نے دعوت کے تقاضے شروع کر دیے۔ میں نے بچوں کے لئے نعمان کی فرمائش پر اپنے ہاتھ سے کھانا بنایا۔ سب بچوں نے خوشی خوشی کھانا کھایا اور ہم سب نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ آج بھی وہ وقت یاد آتا ہے تو میرا دل کانپ جاتا ہے۔ میں اللہ کے حضور شکر بجا لاتی ہوں کہ میرے رب تو نے میرے اوپر بڑے احسانات فرمائے ہیں۔ دن رات کے بیشتر حصے میں بھی تیرا شکر ادا کروں اور بار بار تجھے سجدہ کروں تو

بھی تیری رحمت کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں۔ ہم تو صحیح معنوں میں ایک سانس کا بھی ٹھیک انداز میں شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِعِزَّتِہٖ وَجَلَالِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ ۔

(حاکم ابن السنی عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حصن حصین)

ترجمہ: "سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جس کی عظمت و جلال کے وسیلہ سے تمام نیک کام انجام پاتے ہیں۔"

دوسرا حصہ

حرمین و شریفین
کا مبارک سفر

یارب العلمین!

کتابِ زندگی کے ہر ورق پہ
میں تیرا نام پڑھنا چاہتی ہوں
مسلسل جادۂ عشق و وفا پہ
بقیدِ ہوش بڑھنا چاہتی ہوں
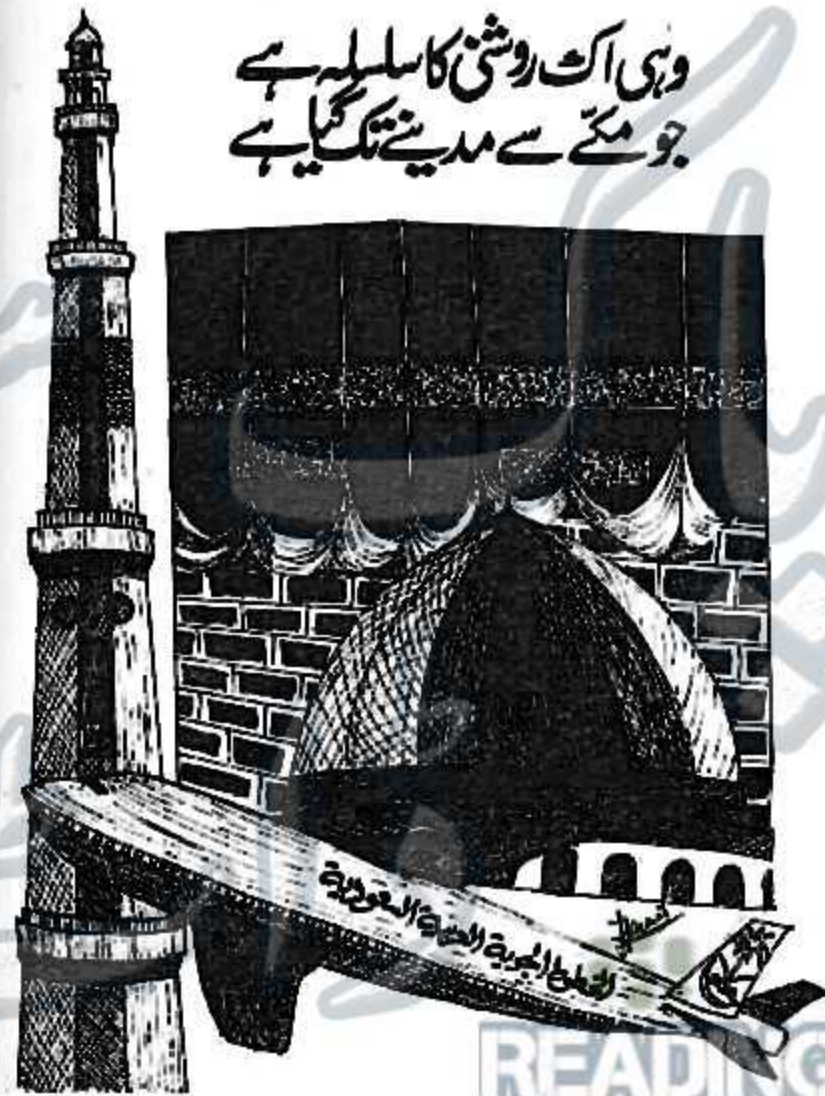
"روشنیوں کا سفر"

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حساب رحمتیں نازل فرماتا ہے، بس انسان ہی کچھ اتنا ناشکرا ہے کہ اللہ کی مہربانیوں کی قدر نہیں کرتا۔ احمد نعمان ایم۔کام کے سال اول میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ایک دیرینہ تمنا کو پورا فرمایا کہ اللہ نے مجھے اور نعمان کو بیت اللہ شریف بلانے کا انتظام فرمادیا میں تو خوش تھی ہی لیکن نعمان کی خوشی کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ وہ اپنے رب کے رحیمانہ اور کریمانہ لطف و کرم پر اتنا مسرور تھا کہ اس کی آنکھوں سے خوشی چھلکتی ہوئی صاف محسوس ہوتی تھی۔ عمرہ پر جانے کا تذکرہ چل ہی رہا تھا کہ میری ایک عزیز دوست فرح اصغر کا میرے غریب خانہ پر آنے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے جب میری باتیں سنیں تو بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں۔ باجی آپ صرف پاسپورٹ بنوا کر دیدیں، باقی کام اصغر صاحب کرادیں گے (اصغر بھائی فرح کے شوہر ہیں) جب پاسپورٹ تیار ہوگئے تو میں نے فرح کو فون پر اطلاع دی۔ انہوں نے فوراً اپنے ڈرائیور کو بھیج کر پاسپورٹ منگوالئے، اصغر بھائی نے ویزا اور ٹکٹ کا کام بڑی خوشی سے اپنے ذمے لے لیا، حالانکہ ان دنوں کراچی کے حالات بہت خراب تھے۔ روزانہ جگہ جگہ فائرنگ ہوتی، قتل و غارت گری کا سلسلہ جاری تھا۔

مجھے نعمان کے لڑکپن کا جملہ بار بار یاد آرہا تھا کہ میں اس وقت عمرہ نہیں کروں گا بلکہ میں اپنی امی کا محرم بن کر ان کے ساتھ ہی عمرہ کرنے جاؤں گا۔ یہ نعمان کی اپنی ماں کے ساتھ خلوص و محبت کی بہت بڑی دلیل تھی۔ نعمان کی طبیعت میں ابھی تک بچپن کا رنگ نظر آتا تھا۔ اس کی طبیعت کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن میرے پاس آکر بیٹھا اور کہنے لگا امی جب ہم عمرہ پر جائیں تو میرے کھانے کے لئے زیادہ پیسے لے کر چلئے گا۔ آپ کو پتہ ہے نا میں باڈی بلڈر ہوں۔ اس لئے میری خوراک بھی زیادہ ہے۔ مجھے اس کی بات پر بے ساختہ ہنسی آگئی۔ میں نے جواب میں کہا میرے بچے بے فکر ہو جاؤ میں نے سولہ دن کے قیام میں کھانے

پینے کے لئے تین سو روپے روزمرہ کے رکھے ہیں، بے فکر رہو۔ ہمارے قیام و طعام کے بعد اتنے پیسے بچ جائیں گے کہ تم جدہ سے اپنے لئے اور اپنے بھائیوں کے لئے خریداری کرسکتے ہو۔ میری باتیں سن کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ دسمبر کا مہینہ تھا اور ۱۹۹۴ء کا سال تھا میں نے سفر کے لئے کمبل سوئٹرز اور شال وغیرہ رکھ لیں تھیں۔ کیونکہ دسمبر اور جنوری میں مدینہ منورہ میں خاصی ٹھنڈ ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں بھی کافی خوشگوار موسم ہوتا ہے۔ حالانکہ کسی کو بتایا نہیں تھا، پھر بھی کافی عزیزوں کو علم ہوگیا تھا۔ طالبات، سہیلیاں اور خواتین بڑی محبت سے ملنے آرہی تھیں۔ میرے کالج میں میری چند دوستوں اور میری پرنسپل (مس امینہ صدیقی اس وقت پرنسپل تھیں) کو پتہ تھا۔ میں نے بیس دسمبر کو ان سے ملاقات کی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے، کہنے لگیں مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ میں نے کہا آپ بھی اپنی دعاؤں میں مجھے اور نعمان کو یاد رکھئے گا۔ حرمین و شریفین کا سفر ایسا انوکھا سفر ہے کہ ایک طرف انسان ان مقدس مقامات پر جانے کی خوشی میں دیوانہ سا لگتا ہے، دوسری طرف اپنی خطائیں یاد کر کے اللہ کے خوف سے دل بھی کانپتا رہتا ہے۔ اسی لئے آنسو آنکھوں سے موتیوں کی طرح ٹپکتے رہتے ہیں۔ اسی طرح جو الوداع کہنے کے لئے آتے ہیں ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوتی ہیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ موجود ہوتی ہے۔ آنسو اس بات کی علامت ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اپنے گھر کی حاضری کیلئے بلالے اور مسکراہٹ اپنے ساتھی، دوست اور رشتہ دار کے جانے کی خوشی میں ہوتی ہے۔ نعمان بھی اپنے دوستوں سے ملاقاتیں کر رہا تھا۔ بیس دسمبر کی دوپہر ختم ہونے والی تھی، لیکن ابھی تک ہمارے پاسپورٹ وغیرہ نہیں آئے تھے۔ میں نے فرح کو فون کیا تو وہ کہنے لگیں، باجی ان شاءاللہ شام تک ہم آپ کی تمام مطلوبہ چیزیں لے کر آئیں گے۔ ہمارے گھر کے نزدیک ہی چھوٹا ضیاء الدین ہسپتال ہے۔ شام کے وقت وہاں سخت قسم کی فائرنگ ہوئی کہ تمام محلے والوں کے دل دہل کر رہ گئے۔ نعمان بہت پریشان تھا کہنے لگا امی ان حالات میں فرح خالہ کس طرح آئیں گی؟ میں نے جواب دیا بیٹا اللہ سے دعا کرو کہ ہمارے تمام کام خیر و خوبی سے ہو جائیں اور ہمارے ملک میں امن و امان قائم ہو جائے۔ لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آجائے کہ ہمیں مسلمانوں کو قتل نہیں کرنا، یہاں تک کہ غیر مسلموں کا قتل عام بھی نہیں کرنا بلکہ اللہ کے احکامات کے

مطابق جہاد کرتا ہے۔ اللہ کے حکم کے مطابق قتال کرنا ہمارا دینی فریضہ ہے۔ میں اور نعمان مسلسل دعائیں کرتے رہے۔ مغرب اور پھر عشاء کی اذان بھی ہو گئی لیکن ابھی تک فرح نہیں آئیں۔ نعمان عشاء کی نماز پڑھ کر آیا تو کچھ دیر بعد ہی فرح اور اصغر بھائی آ گئے۔ فرح کہنے لگیں باجی معاف کیجئے گا، ہمیں آنے میں تاخیر ہو گئی، اس کی وجہ یہ تھی کہ پاسپورٹ اور ٹکٹ ابھی آئے تھے۔ میں نے فرح کو بہت دعائیں دیں اور ان کا شکریہ ادا کیا اور ٹکٹوں کی رقم کی ادائیگی بھی کی۔ فرح کہنے لگیں باجی ہمارا بھی عمرہ پر جانے کا ارادہ ہے، دعا کیجئے گا کہ اللہ ہمیں ضرور بلائے۔ میں نے فرح سے کہا تم بھی ہمارے لئے دعا کرنا کہ اللہ مجھے اور نعمان کو صحیح طریقے پر عمرہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کے شر سے محفوظ فرمائے۔ فرح نے آمین کہا اور پھر جانے کی اجازت چاہی۔ سلام و دعا کے بعد فرح نے مجھے اللہ حافظ کہا، نعمان اصغر بھائی سے مل رہا تھا، اس نے انہیں سلام کیا پھر معانقہ کیا اور اصغر بھائی بھی چلے گئے۔ حالات کی خرابی کی بناء پر میں نے فرح سے کہا تھا کہ جب تم اپنے گھر پہنچ جاؤ تو مجھے خیریت کا فون کر دینا۔ آدھے گھنٹے بعد فرح کا فون آ گیا تو مجھے سکون محسوس ہوا ورنہ ان دونوں کی طرف سے بے چینی لگی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ شر و فساد کا وہ دور کبھی واپس نہ لائے اور ہمارے ملک اور ہمارے شہر کو اہلِ شر کی فتنہ پردازیوں سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین

عمرہ کرنے کا طریقہ

عمرہ کے لئے سفر پر روانگی سے تقریباً ایک ہفتہ قبل میں اور نعمان اپنے تربیتی کورس کے لئے بیٹھ جاتے تھے۔ جب کورس مکمل ہو گیا تو میں نے نعمان کا ایک ٹیسٹ لیا تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے اور نعمان بھی کامیابی کے بعد مطمئن ہو جائے۔ میں نے کچھ ضروری سوال ترتیب سے لکھے تاکہ اسی ترتیب سے نعمان ان کا جواب دے۔ مندرجہ ذیل سطور میں وہی سوال و جواب تحریر کر رہی ہوں۔

سوال: میں نے پوچھا حج کتنی مرتبہ فرض ہے؟

جواب: امی جی نبی ﷺ کی حدیث مبارک ہے کہ حج ایک مرتبہ فرض ہے اس سے زیادہ ہو تو نفل ہے۔

سوال: کیا نفلی عمرہ اور حج ایک سے زیادہ کر سکتے ہیں؟

جواب: کثرت سے عمرہ اور نفلی حج کرنا مسنون ہے۔ امی جی صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنا درمیان کی خطاؤں کے لئے کفارہ ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں۔"

سوال: کیا حج کی طرح عمرہ کے لئے بھی حلال کا مال ضروری ہے؟

جواب: جی امی اگر حرام کے پیسے سے عمرہ کیا تو وہ اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہو گا۔

سوال: نعمان یہ بتاؤ کہ کیا احرام پہننے سے پہلے غسل ضروری ہے؟

جواب: امی جی حضور ﷺ احرام کی چادریں لپیٹنے سے قبل غسل فرماتے تھے، اس لئے غسل ضرور کرنا چاہئے۔ البتہ اگر کسی وجہ سے غسل نہ (کوئی مجبوری لاحق ہو) کر سکیں تو وضو ضرور کر لینا چاہئے۔

سوال: نعمان یہ بتاؤ کہ مرد کا احرام کیسا ہونا چاہئے؟

جواب: مرد کو سلے ہوئے کپڑے نہیں پہننے چاہئیں۔ دو چادر سفید صاف اور پاک ہوں، ایک چادر اوڑھنی چاہئے اور ایک چادر تہبند کی طرح باندھنی چاہئے۔ سر کھلا رہے گا۔

سوال: میرا احرام کیسا ہونا چاہئے؟

جواب: امی جی آپ سلے ہوئے کپڑے بھی پہن سکتی ہیں۔ آپ کا سر ڈھکا ہوا ہونا چاہئے۔ آپ احرام کی حالت میں نقاب نہیں لگا سکتیں۔ دستانے بھی نہیں پہن سکتیں۔ البتہ آپ موزے پہن سکتی ہیں۔

سوال: بیٹا جب نامحرم اشخاص کا سامنا ہو تو کیا کروں؟

جواب: امی جی آپ کسی کپڑے سے آڑ کر لیں۔ لیکن سب سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ آپ ہاتھ میں پنکھا رکھیں تاکہ اس سے آپ اپنے چہرہ کو چھپا سکیں۔

سوال: بیٹا آپ احرام کی چادریں پہن کر کیا کریں گے؟

جواب: امی جی دو رکعت نماز نفل پڑھوں گا۔ اس نماز میں اپنے سر کو چادر سے ڈھانپ

لوں گا۔ پھر جیسے ہی سلام پھیر لوں گا تو چادر سر سے فوراً اتار دوں گا۔

سوال: اگر عمرہ کا احرام باندھا ہے تو کس طرح نیت کرو گے؟

جواب: اس کی نیت دل کے علاوہ زبان سے بھی کرنا ضروری ہے۔ اس طرح زبان سے کہوں گا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ

ترجمہ: "اے اللہ میں تیری رضا کے لئے عمرہ کرنا چاہتا ہوں تو اس کو میرے لئے آسان فرما (اور صحیح طریقے پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما) اور اپنے فضل و کرم سے قبول فرما۔"

سوال: نیت کرنے کے بعد کیا کرو گے؟

جواب: نیت کرنے کے بعد تین مرتبہ یہ تلبیہ پڑھوں گا (ذرا بلند آواز سے)

لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ ۔

ترجمہ: "میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں تیرے حضور میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، ساری تعریفیں اور سب نعمتیں تیری ہیں اور ملک اور بادشاہت تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں"

سوال: بیٹا تلبیہ کی کچھ تفصیل سمجھا دو؟

جواب: امی جی یہ حج و عمرہ کا خاص ذکر ہے۔ گویا حاجی کا خاص ترانہ ہے۔ یہ دراصل اللہ کے گھر جانے والا اپنی شناخت کرواتا ہے کہ میں مشرک نہیں ہوں، اللہ کی توحید پر ایمان رکھتا ہوں اور مانتا ہوں کہ ساری کائنات کا مالک اللہ ہے۔ مشرک کا عمرہ اور حج قبول نہیں ہوتا۔ نیز یہ ایک طرح سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار کا جواب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اللہ کے بندوں کو پکارا تھا کہ آؤ اللہ کے در پہ حاضری دو۔ پس جو بندے حج یا عمرہ

کی نیت سے احرام باندھ کے اللہ کے گھر کی حاضری کے ارادے سے جاتے ہیں۔ یہ تلبیہ پڑھتے ہوئے گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس پکار کے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے اپنے مقبول بندے ابراہیم علیہ السلام سے ندا دلوا کے ہمیں بلوایا تھا۔ ہم حاضر ہیں، حاضر ہیں تیرے حضور میں حاضر ہیں۔

سوال: بیٹا عورتوں کو تلبیہ زور سے پڑھنی چاہئے کہ آہستہ؟

جواب: امی جی عورتوں کو آہستہ آہستہ تلبیہ پڑھنی چاہئے۔

سوال: تلبیہ پڑھنے کے بعد کیا کرنا چاہئے؟

جواب: تلبیہ پڑھنے کے بعد خوب خشوع و خضوع سے دعا کرنی چاہئے اس موقعہ پر یہ دعا خاص طور پر مستحب ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ ۔

ترجمہ: "اے اللہ میں تجھ سے تیری رضا اور جنت مانگتا ہوں اور تیری ناراضی سے اور دوزخ سے پناہ چاہتا ہوں۔"

سوال: بیٹا احرام کی حالت میں کیا پابندیاں ہیں وہ تفصیل سے بتاؤ؟

جواب: سلا ہوا کپڑے نہیں پہن سکتے (صرف مرد) سر اور چہرہ نہیں ڈھک سکتے، ایسا جوتا بھی نہیں پہن سکتے جو پاؤں کی پشت کی ابھری ہوئی ہڈی کو ڈھانکنے والا ہو (عورت کیلئے یہ پابندی نہیں) حجامت نہیں بنا سکتے بلکہ جسم کے کسی حصہ کا ایک بال بھی نہیں توڑ سکتے۔ ناخن نہیں تراش سکتے (غسل کرنے سے پہلے ہی ناخن تراش لینا چاہئیں) خوشبو نہیں لگا سکتے، کسی جانور کا شکار نہیں کر سکتے، جوں بھی نہیں مار سکتے۔ (آپ حج کیسے کریں؟ مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ)

سوال: نعمان بیٹا عورتوں کے سلسلے میں کوئی حدیث ہو تو مجھے سناؤ؟

جواب: امی جی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ منع فرماتے تھے عورتوں کو احرام کی حالت میں دستانہ پہننے سے اور چہرے پر نقاب ڈالنے سے اور ان کپڑوں کے استعمال سے جن کو زعفران یا ورس لگی ہو (موجودہ دور میں خواتین خوشبو لگالیتی ہیں، انھیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ انھیں احرام کی حالت میں بھی خوشبو نہیں لگانی اور عام حالت میں گھر سے باہر خوشبو لگا کر نہ نکلیں) اور ان کے علاوہ وہ جو رنگین کپڑے چاہیں پہن سکتی ہیں اور موزے بھی پہن سکتی ہیں۔ (معارف الحدیث، سنن ابی داؤد)

سوال: نعمان عمرہ کے اس سفر میں ہم کیا کریں گے؟

جواب: امی جی ہم بیت اللہ کی طرف جارہے ہیں۔ پورے سفر میں کثرت تو تلبیہ کی ہی کرنی ہے کیونکہ مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "آپ حج کیسے کریں" میں تحریر کیا ہے کہ "اس سفر میں تلبیہ ہی آپ کے لئے افضل ذکر ہے۔ جب کسی سے ملنا ہو جب بلندی پر چڑھنا ہو یا نشیب میں اترنا ہو تو ہر موقع پر اللہ کی عظمت اور خشیت و محبت کی کیفیت کے ساتھ تلبیہ پڑھیں۔"

سوال: بیٹا کیا اس سفر میں کچھ اور ذکر کر سکتے ہیں؟

جواب: جی امی پورے سفر میں کثرت سے استغفار پڑھنا بہت بہتر ہے۔ کثرت کلام سے اپنی زبان کو بچانا ہے۔ بیکار باتوں سے پرہیز کرنا ہے۔ جھوٹ، غیبت، ہنسی مذاق سے بچنا ہے، ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ گریہ وزاری تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے حضور کرنی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پورے سفر میں کرتے رہنا ہے۔

سوال: نعمان مجھے حد حرم کے متعلق مختصر طور پر بتاؤ؟

جواب: امی جی آپ نے ہی ایک بار مجھے بتایا تھا کہ ۶ ھ میں نبی ﷺ حدیبیہ کے مقام سے واپس مدینہ کی طرف لوٹ گئے تھے (کیونکہ کفار نے زیارت کعبہ کے لئے آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو مکہ معظمہ میں داخلے کی اجازت نہیں دی تھی اور ایک معاہدہ آپ ﷺ سے کیا تھا جو صلح حدیبیہ کے

نام سے مشہور ہے) یہ مقام شمیسیہ کہلاتا ہے اور یہاں سے مکہ معظمہ دس میل رہ جاتا ہے۔ یہاں نشانی کے لئے ایک چھوٹا سا مینارہ بنا ہوا ہے اور ایک تختی لگی ہوئی ہے، جس پر تحریر ہے کہ حدود حرم کا یہاں سے آغاز ہو رہا ہے۔ اس مقام پر جب پہنچے تو ایک طرف تو خوف و ادب کی کیفیت اپنے اوپر طاری کرنی چاہئے دوسرے شوق و محبت دل کی گہرائیوں میں ہونا ضروری ہے۔

سوال: بیٹا کیا یہاں سے گزرتے وقت کوئی دعا پڑھیں؟

جواب: جی امی یہاں سے گزرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَحَرَمُ رَسُوْلِكَ فَحَرِّمْ لَحْمِيْ وَدَمِيْ وَعَظْمِيْ وَبَشَرِيْ عَلَى النَّارِ ، اَللّٰهُمَّ اٰمِنِّيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ،

ترجمہ: "اے اللہ یہ تیرا اور تیرے رسول کا حرم ہے، اس میں جانوروں کو بھی امن ہے تو اس کی برکت اور حرمت سے میرے گوشت پوست اور سارے جسم پر دوزخ کی آگ کو حرام کردے اور قیامت کے عذاب سے مجھے امن نصیب فرما۔" (آپ حج کیسے کریں)

سوال: کیا مکہ معظمہ میں داخلہ کے وقت کوئی دعا پڑھنی ہے؟

جواب: جی امی یہ دعا پڑھ لیں اس وقت جب مکہ معظمہ کی عمارتیں نظر آنے لگیں:

"اے اللہ مجھے اپنے اس پاک اور مبارک شہر میں سکون واطمینان سے رہنا نصیب فرما اور یہاں کے حقوق اور آداب پورے کرنے کی توفیق عطا فرما اور حلال رزق عطا فرما۔"

اگر یہ دعا بھی خوب دل سے کرلیں تو اچھا ہے:

"اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرا فرض ادا کرنے اور تیری رضا اور رحمت کا طالب بن کر آیا ہوں تو میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور قیامت کے دن کی معافی اور بخشش میرے

لئے مقدر فرمادے اور میرا عمرہ صحیح طور سے ادا کرا دے۔"

سوال: جب مسجد حرام میں پہنچو گے تو کیا طریقہ اختیار کرو گے اور کون سے دروازے سے داخل ہو گے؟

جواب: باب السلام یا باب عمرہ سے داخل ہوں گا "بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ" پڑھ کر دایاں پاؤں اندر رکھوں گا۔ پھر یہ دعا پڑھوں گا:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ۔

ترجمہ: "اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور درود و سلام ہو اللہ کے رسول پر اور میں پناہ مانگتا ہوں اللہ عظمت والے کی اور بزرگ ذات اور اس کی قدیم سلطنت کی شیطان مردود سے۔ اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"

سوال: جب خانہ کعبہ پر تمہاری پہلی نظر پڑے گی تو کیا پڑھو گے؟

جواب: سب سے پہلے اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، پڑھوں گا۔ پھر دنیا اور آخرت میں عافیت کے لئے دعا کروں گا اور یہ بھی دعا ضرور کروں گا کہ اے اللہ رب العزت! میں جب تک زندہ رہوں اور جو بھی جائز دعا تجھ سے مانگوں اپنے کرم سے اسے قبول فرمانا۔

سوال: خانہ کعبہ پر جب نظر پڑے گی تو کیا تلبیہ جاری رکھو گے؟

جواب: خانہ کعبہ پر جیسے ہی نظر پڑے گی تلبیہ بند کر دوں گا اور جب بھی عمرہ کروں گا یہی طریقہ اختیار کروں گا۔

سوال: کیا مسجد حرام میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد پڑھو گے؟

جواب: نہیں امی تحیۃ المسجد نہیں پڑھوں گا بلکہ طواف کروں گا، کیونکہ یہاں کا تحیہ طواف ہی ہے۔

سوال: بیٹا اضطباع کسے کہتے ہیں؟

جواب: اوپر والی چادر دائیں بغل کے نیچے سے گزار کر بائیں کاندھے پر اس طرح ڈالتے ہیں کہ دایاں کاندھا اور پورا بازو ننگا ہو جاتا ہے۔ میں چونکہ لڑکا ہوں تو پورے سات چکروں میں اضطباع کروں گا۔ (یہ صرف لڑکوں اور مردوں کیلئے ہیں)

سوال: نعمان بیٹے رمل کسے کہتے ہیں؟

جواب: امی جی مردوں کو طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا چاہئے۔ (یعنی ذرا مونڈھے ہلا کر اور اکڑ کے قریب قریب قدم رکھتے ہیں، پہلوانوں کی طرح کسی قدر تیز چلنا ہے)

سوال: طواف کی نیت زبانی کرو گے یا دل میں؟

جواب: طواف کی نیت دل میں کروں گا۔

سوال: بیٹے کیا طواف سے قبل کوئی دعا پڑھو گے؟

جواب: جی امی ایک دعا نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ اگر پڑھ لو بہتر ہے، میں ضرور پڑھوں گا:

اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

ترجمہ: "اے اللہ تجھ پر ایمان لا کر اور تیری کتاب کی تصدیق کر کے اور تیرے عہد کو وفا کر کے اور تیرے نبی کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے"

سوال: نیت کرتے وقت تمہارے کھڑے ہونے کی کیا پوزیشن ہو گی؟

جواب: میں حجر اسود کے مقابل اسطرح کھڑے ہو کر طواف کی نیت کرونگا کہ میرا داہنا مونڈھا حجر اسود کے بائیں کنارے کی سیدھ پر ہو گا اور پورا حجر اسود میری داہنی طرف ہو گا۔

سوال: پھر نیت کے بعد کیا کرو گے؟

جواب: نیت کرنے کے بعد ذرا داہنی جانب ہٹ کر حجر اسود کے بالکل سامنے سیاہ پٹی پر دونوں پاؤں رکھوں گا۔ میرے پنجوں کا رخ خانہ کعبہ کی طرف ہو گا۔ پھر میں تکبیر تحریمہ کی طرح ہاتھ دونوں کانوں تک اٹھاؤں گا اور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ

اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ پڑھ کر دونوں ہاتھ نیچے کرلوں گا۔ (ایسا عمل صرف میں شروع میں کروں گا، ہر بار طواف میں ہاتھ کانوں تک نہیں اٹھاؤں گا)

سوال: بیٹے کیا حجرِ اسود کو بوسہ دو گے؟

جواب: امی جی احرام کی حالت میں حجرِ اسود کو بوسہ نہیں دوں گا کیونکہ اس پر خوشبو لگی ہوئی ہوتی ہے اور اژدحام بھی بہت ہوتا ہے۔ میں اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف کروں گا اور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ پڑھ کر ہتھیلیوں کا رخ اپنی طرف کر کے چوم لوں گا (لیکن چومنے کی آواز نہیں نکالوں گا، اس عمل کو استلام کہتے ہیں)

سوال: طواف کس طرح کرو گے؟

جواب: میرا بایاں کندھا خانہ کعبہ کی طرف ہو گا اور نظریں نیچی کر کے طواف کروں گا۔ خانہ کعبہ کی طرف نہ نظر اٹھاؤں گا نہ سینہ اس طرف کروں گا۔ (ہر چکر کے بعد سیاہ پٹی پر کھڑے ہو کر استلام کروں گا)

سوال: طواف کرتے وقت کیا پڑھو گے؟

جواب: امی جی! طواف کے لئے کوئی خاص دعا ہرگز نہیں، اگر کوئی بھی دعا یاد نہ ہو تو سُبْحَانَ اللّٰهِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھتے رہنا چاہیے۔ امی جی آپ کو پتہ ہے کہ کچھ مختصر مگر جامع دعائیں نبی ﷺ سے پڑھنا ثابت ہیں وہ پڑھ لوں گا۔

(۱) رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ٥

"اے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو بچا۔"

(۲) لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ٥

"اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں

(خطاکاروں) میں سے ہوں"

(۳) رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ٥

"اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے"

(۴) رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ٥

"اے پروردگار! بخش دے اور رحم فرما تو سب سے اچھا رحم کرنے والا ہے"

(۵) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ٥

"اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں گناہوں کی معافی اور دنیا و آخرت میں عافیت کا"

(۶) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی ٥

"یا اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے ہدایت اور پرہیز گاری اور پارسائی اور سیر چشمی"

(۷) اَللّٰهُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِكَ وَجَنِّبْنِیْ عَذَابَكَ ٥

"اے اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانک لے اور اپنے عذاب سے بچا لے"

اور امی جی اللہ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے حافظِ قرآن بنایا ہے تو قرآن مجید طواف میں پڑھوں گا۔

سوال: بیٹا طواف کے کتنے چکر ہوتے ہیں؟

جواب: امی جی! طواف کے سات چکر ہوتے ہیں۔ طواف میں جب حجرِ اسود سے چل کر حجرِ اسود تک پہنچتے ہیں تو ایک چکر ہوتا ہے (اسی طرح طواف کے سات چکر پورے کرنے ہوتے ہیں)

سوال: بیٹے جب رکنِ یمانی سے گزرو گے تو کیا ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کرو گے؟

جواب: نہیں امی ایسا نہیں کروں گا۔ اگر قریب سے گذرا تو اپنے اذکار بند کر کے دونوں ہاتھ یا دائیں ہاتھ سے رکن یمانی کو چھولوں گا۔ لیکن سینہ اس طرف نہیں کروں گا اور بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھوں گا ورنہ ایسے ہی گذر جاؤں گا۔

سوال: رکن یمانی سے حجر اسود کی طرف جاتے ہوئے کون سی دعا پڑھو گے؟

جواب: یہ دعا پڑھوں گا:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

"اے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی، اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو بچا"

سوال: طواف کے بعد کیا کرو گے؟

جواب: امی جی یہ آیت پڑھتے ہوئے مقام ابراہیم تک جاؤں گا: "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی ط" اگر سہولت سے مقام ابراہیم کے پیچھے جگہ مل گئی تو دو رکعت واجب الطواف پڑھوں گا (کیونکہ یہ افضل جگہ ہے) ورنہ حطیم، مطاف یا حرم میں جہاں جگہ ملی پڑھ لوں گا (اگر مکروہ وقت ہوگا تو اس وقت واجب الطواف نہیں پڑھوں گا بعد میں پڑھ لوں گا)

سوال: کیا واجب الطواف کے بعد آٹھواں استلام کرو گے؟

جواب: جی امی اسی پٹی پر کھڑا ہو کر آٹھواں استلام کروں گا اور پھر چادر کھول کر اوڑھ لوں گا اور پھر دائیں بغل کے نیچے سے چادر نکال کر کندھے کے اوپر سے ڈال لوں گا۔

سوال: بیٹے زمزم پیتے وقت کس طرف رخ کرو گے اور کون سی دعا پڑھو گے؟

جواب: امی جی قبلہ رو ہو کر بسم اللہ پڑھ کر تین سانس میں خوب ڈٹ کر آب زمزم پیوں گا اور الحمد للہ کہہ کر یہ دعا پڑھوں گا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً مِّنْ کُلِّ دَآءٍ ط

"اے اللہ! مجھے نفع دینے والا علم نصیب فرما اور وسعت اور فراخی کے ساتھ روزی عطا فرما اور ہر بیماری سے شفا دے"

سوال: نعمان بیٹے مجھے طواف کی فضیلت کے بارے میں بتاؤ؟

جواب: امی جی طواف کی بہت فضیلت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ بیت اللہ پر ہر روز ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے (جن میں سے) ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لئے ہیں اور چالیس نماز پڑھنے والوں کے لئے ہیں اور بیس بیت اللہ کو دیکھنے والوں کیلئے۔" (طبرانی)

سوال: بیٹا ملتزم کہاں ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کی چوکھٹ کے درمیان چار پانچ فٹ کی ایک جگہ ہے، اس کو ملتزم کہتے ہیں، یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس ملتزم سے سینہ لگا کر رو رو کر دعا کیا کرتے تھے۔ جب بھی موقع ملے گا اس سے فائدہ اٹھاؤں گا (اور جب بیت اللہ کی چوکھٹ پکڑ کر دعا مانگنے کا موقع ملے گا تو خوب دل سے اور رو، رو کر دعا کروں گا)

سوال: سعی کسے کہتے ہیں؟

جواب: سعی کوشش کو کہتے ہیں۔ صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کی طرف سات مرتبہ آنے جانے کو سعی کہتے ہیں۔

سوال: بیٹا جب صفا کی سیڑھیوں کے قریب پہنچو گے تو کیا پڑھو گے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں زبان سے اس طرح پڑھوں گا:

اَبْدَءُ بِمَا بَدَءَ اللّٰہُ بِہٖ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ ط

سوال: سعی کے آداب کیا ہیں؟

جواب: صفا پر چڑھنا افضل اور مستحب ہے۔ میں بیت اللہ شریف کی طرف اپنا منہ

کروں گا (صفا پر کچھ اوپر چڑھ کر ایک ستون کے پاس سے خانہ کعبہ کا تھوڑا سا حصہ نظر آتا ہے) اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اس طرح اٹھاؤں گا جس طرح دعا کے لئے اٹھاتے ہیں پھر اللہ کی حمد و ثنا اور اس کی توحید بیان کروں گا۔ خاص کر کلمہ تمجید اور کلمہ توحید پڑھوں گا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ. وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اس مبارک اور مقدس مقام تک پہنچایا۔ پھر خوب دل جمعی اور اطمینان سے دعا کروں گا۔ پھر یہاں سے اتر کر مروہ کی طرف چلوں گا اور دھیان رکھوں گا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ کی بندی سیدہ حاجرہ علیہ السلام اپنے لخت جگر اسماعیل علیہ السلام کی پیاس سے بے تاب ہو کر دوڑتی تھیں۔ ان کا یہاں آنا صرف اللہ کے لئے تھا، میں بھی ان کی اسی ادائے عابدانہ کی پیروی کر رہا ہوں۔ یا اللہ! ان کی طرح میرا دوڑنا بھی قبول فرما۔

سوال: سعی کے دوران کیا کرو گے؟

جواب: کوشش تو میں یہی کروں گا کہ ایک لمحہ بھی غفلت میں نہ گذرے۔ اپنے دل اور زبان کو اللہ کے ذکر اور دعاؤں میں مشغول رکھوں گا۔

سوال: بیٹا کیا اس وقت کوئی خاص دعا پڑھو گے؟

جواب: امی جی اس وقت کے لئے کوئی دعا حتمی طور پر مقرر نہیں ہے، البتہ نبی ﷺ کی یہ مختصر جامع دعا ہے۔ وہ کثرت سے پڑھوں گا:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ.

"اے پروردگار! بخش دے اور رحم فرما اور ہماری جو خطائیں تیرے علم میں ہیں ان سے درگزر فرما، تو بہت غالب اور بڑا طاقتور ہے اور بڑا کریم ہے"

امی جی اس کے علاوہ جو دعائیں قرآن مجید میں ہیں اور جو نبی ﷺ کی مسنون دعائیں ہیں جو یاد آ جائیں گی خوب خشوع و خضوع سے پڑھوں گا۔

سوال: سبز ستون کہاں ہیں اور کتنے ہیں؟

جواب: صفا سے کچھ دور چل کر دو ہرے ستون ہیں۔ اسی طرح جب مروہ سے صفا کی طرف آؤ تو یہاں بھی ان ستونوں کے بالمقابل دو ہرے ستون ہیں۔ یہ ستون سبز رنگ کے ہیں اور سعی کرنے والوں کی سہولت کے پیش نظر یہاں سبز ٹیوب لائٹس لگی ہوئی ہیں۔ سبز ستون کے درمیان میں دوڑ کر چلوں گا اور خوب دعائیں اپنے رب سے مانگوں گا۔ امی جی آپ یہاں سے بغیر دوڑے گذر جائیں گی۔ دوڑنے کا حکم صرف مردوں کے لئے ہے۔ (یہاں بھی دعائیں قبول ہوتی ہیں)

سوال: مروہ پہنچ کر کہاں دعا کرو گے؟

جواب: مروہ کی طرف سے خانہ کعبہ نظر نہیں آتا، یہاں باب مراد ہے۔ قبلہ رو کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کروں گا اور اسی ترتیب سے اپنی سعی کے سات چکر مکمل کروں گا۔

سوال: بیٹے جب آپ کی سعی مکمل ہو جائے گی تو پھر کیا کرو گے؟

جواب: امی جی پھر میں مطاف میں جا کر جہاں بھی جگہ ملے گی دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ حضرت محمد ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے (اس لئے یہ عمل ہمارے لئے سنت رسول ہے) اس کے بعد میں اپنے سر کے بال منڈواؤں گا اور پھر آپ کو ایک مینڈھی کے برابر ڈیڑھ انچ بال مجھ سے کٹوانے پڑیں گے۔ بعض مفتیانِ دین نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بال خود بھی کاٹ سکتے ہیں۔

سوال: پھر کیا کرو گے؟

جواب: اللہ کا شکر ادا کروں گا کہ اس نے عمرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ دعا کروں گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے میرا عمرہ قبول فرمائے۔

سوال: کیا عمرہ کے بعد احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں؟

جواب: جی ہاں عمرہ کرنے کے بعد احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں، اب میں نہاؤں گا، سلے ہوئے کپڑے پہنوں گا اور خوشبو لگاؤں گا۔ اب وہ سب چیزیں جائز ہو گئیں جو احرام کی وجہ سے ناجائز ہو گئی تھیں۔

سوال: نعمان بیٹا آفاقی کسے کہتے ہیں؟

جواب: امی جی میقات سے باہر والے "آفاقی" کہلاتے ہیں۔

سوال: حرمی کسے کہتے ہیں؟

جواب: حدودِ حرم میں رہنے والوں کو حرمی کہتے ہیں۔ ان کو خصوصی اجازت ہے کہ زمین حرم میں جہاں سے چاہیں حج کا احرام باندھ لیں۔ البتہ عمرہ کے احرام کے لئے حرم کی مقررہ حدود سے نکل کر حل میں آ کر احرام باندھیں۔

سوال: حلی کسے کہتے ہیں؟

جواب: حدودِ حل میں رہنے والے (میقات اور حرم کا درمیانی علاقہ حل کہلاتا ہے اور اس میں رہنے والے حلی کہلاتے ہیں) کے لئے پورا علاقہ میقات ہے۔

سوال: بیٹا آفاقیوں کے لئے کتنی مواقیت ہیں؟

جواب: امی جی آفاقیوں کے لئے پانچ مواقیت ہیں۔ یہ میقاتیں سرورِ کائنات ﷺ کی مقررہ فرمودہ ہیں۔ ان میں تغیر و تبدل کا کسی کو اختیار نہیں۔ یہ میقات اور محاذات زمین کی گہرائی سے لے کر فضا کی بلندی تک حکم میں یکساں ہیں۔

سوال: نعمان بیٹا مجھے مختصراً ان پانچ میقات کے بارے میں بتاؤ؟

جواب: ایک میقات ذوالحلیفہ ہے، اسے بیر علی بھی کہتے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ میں رہنے والوں کی میقات ہے اور ان کے لئے بھی یہی میقات ہے۔ جو کسی بھی راستے سے مدینہ منورہ آئیں اور وہاں سے مکہ معظمہ جانا چاہیں۔ دوسری میقات ذات عراق ہے، یہ عراق کی طرف سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ جحفہ تیسری میقات ہے۔ شام مصر کے راستے سے آنے والوں کی میقات ہے۔

چوتھی میقات قرن ہے۔ اس کا دوسرا نام قرن المنازل بھی ہے۔ نجد کے راستے سے آنے والوں کے لئے یہ میقات ہے۔ پانچویں میقات یلملم ہے۔ یمن پاکستان اور ہندوستان سے بحری راستے سے آنے والوں کے لئے یہ میقات ہے۔ (بحری جہاز کے حاجی اگر کسی وجہ سے راستہ میں احرام نہ باندھ سکیں تو جدہ سے احرام باندھ لیں) امی جی اگر کسی راستہ میں دو میقات پڑتی ہوں تو پہلی میقات سے احرام باندھنا افضل ہے اور ہمیں اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ میقات سے بغیر احرام کے گزرنا گناہ ہے، پھر دم دینا ضروری ہے۔ (ایک دنبہ یا بکرا ذبح کرنا)

سوال: نعمان عمرہ یا حج کرنے والے کے لئے احرام پہننا کہاں سے بہتر ہے؟

جواب: امی جی بہتر ہے کہ روانگی سے قبل گھر پر ہی غسل کر لے، احرام پہن لے اور نفل بھی پڑھ لے۔ لیکن نیت اس وقت کرے اور تلبیہ اس وقت شروع کرے جب جہاز فضا میں پرواز کر کے منزل کی طرف روانہ ہو جائے۔

سوال: بیٹا اس سلسلے کی ایک اور اہم بات بتا دو کہ اگر کوئی حاجی جدہ سے براہ راست مدینہ منورہ جانا چاہتا ہو تو وہ کیا کرے؟

جواب: امی جی ان کو یہ چاہئے کہ ابھی احرام نہ باندھیں بلکہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ روانگی کے وقت ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں۔

سوال: بیٹا عورتیں سر پر جو رومال باندھتی ہیں اس کو اپنا احرام سمجھتی ہیں؟

جواب: امی جی ایسا سمجھنا غلط ہے۔ سر پہ یہ رومال اس لئے باندھا جاتا ہے تاکہ سر کے بال محفوظ رہیں (بال ٹوٹنے کا اندیشہ نہ رہے) لیکن خواتین جب وضو کریں تو آہستہ سے یہ رومال ضرور اتار کر مسح کریں، ورنہ وضو نہیں ہو گا اور جب وضو نہیں ہوا تو نماز کیسے ہو سکتی ہے۔

سوال و جواب کا سلسلہ ختم ہوا تو میں نے نعمان کو دعائیں دیں۔ میری دعائیں سن کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ یہ مسکراہٹ اپنے اندر محبت اور اطمینان کا گہرا تاثر لئے ہوئے تھی۔ اکیس دسمبر کی صبح ساڑھے گیارہ بجے کی ہماری فلائٹ تھی۔ ماشاءاللہ

نعمان کو تمام طریقہ معلوم تھا، اس نے غسل وغیرہ کر کے احرام باندھا اور دو رکعت نماز نفل ادا کئے۔ نعمان کو چادر تہبند کے طور پر باندھنی نہیں آ رہی تھی، چھوٹے بھائی اس کی مدد کر رہے تھے، پھر فاضلی صاحب نے اسے صحیح طریقہ بتایا، پھر نعمان نے مطمئن ہو کر تہبند باندھا۔ آپا کہنے لگیں کہ آٹھ بجے تم دونوں کو یہاں سے روانہ ہونا ہے۔ اس لئے ناشتہ وغیرہ کر لو، نعمان کہنے لگا ایئرپورٹ پہنچ کر آرام سے ناشتہ کریں گے اس وقت جانے کی جلدی ہے (اسی لئے نعمان نے بھائیوں کو بھی منع کر دیا تھا کہ ہمیں چھوڑنے ایئرپورٹ تک نہ جاؤ، کیونکہ آپ لوگوں کو واپسی میں دقت ہوگی) میں اور نعمان جانے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ بچوں کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔ فاضلی صاحب اپنے کمرے میں گئے وہاں سے اپنی ڈائری نکال لائے اور نعمان سے کہنے لگے، بیٹے میں نے آپ کے لئے ایک نظم لکھی تھی، تم بس چند منٹ کے لئے بیٹھ جاؤ۔ میں اور نعمان بیٹھ گئے، فاضلی صاحب نے جو نظم پڑھی تھی وہ میں یہاں لکھ رہی ہوں۔ پڑھتے وقت فاضلی صاحب کی آواز بھرا رہی تھی۔ انسان بھی خوب ہے خوشی میں بھی روتا ہے اور غم میں بھی۔

"حرم کا مسافر"

حفظِ کلامِ پاک کی دولت تجھے ملی
اللہ کی طرف سے یہ عظمت تجھے ملی
دیدارِ کعبہ کرنے کی عزت تجھے ملی
دنیا کے ساتھ دین کی دولت تجھے ملی
نعمان ماما کی دعاؤں کے فیض سے
قرآن کو سمجھنے کی حرمت تجھے ملی
جانِ پدر تو دیکھے گا جا کر دیارِ نور
تکمیلِ آرزو کی یہ صورت تجھے ملی
یہ حسنِ تربیت ہے جوانی کے دور میں
توفیقِ پیروئ شریعت تجھے ملی

اقرا[۱] کی یہ حسین فضائیں جواں رہیں
ایسی فضاؤں میں یہ بصیرت تجھے ملی
مفتی ولی[۲] حسن کی ضیاء بار چھاؤں میں
اسلاف کی یہ زندہ روایت تجھے ملی
مولیٰ جمیل[۳]، و خالد[۴] و صادق[۵] کو خوش رکھے
یہ روشنی انہی کی بدولت تجھے ملی
ایوب[۶] ہوں کہ عارف[۷] و مزمل[۸] و ریاض[۹]
ایسے خدا پرستوں کی شفقت تجھے ملی
حفاظ و قاریانِ گرامی کے علم سے
تعلیمِ دین حسبِ ضرورت تجھے ملی
بابِ حرم کے پاس مدینہ کی چھاؤں میں
مجھ کو بھی یاد رکھنا تو اپنی دعاؤں میں

آخری شعر پڑھتے وقت فاضلی صاحب اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور ان کے آنسو (جو کافی دیر سے انہوں نے ضبط کئے ہوئے تھے) گالوں پر بہنے لگے۔ عجیب گھمبیر سا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ نعمان کی آنکھوں میں بھی آنسو تیر رہے تھے، آپا تو باقاعدہ رونے لگیں۔ میں نے بچوں کی طرف دیکھا تو وہ بھی گردن جھکائے اداس بیٹھے تھے۔ میں نے نعمان کو اشارے سے سمجھایا کہ کیا کرنا ہے۔ اس نے بچوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر اللہ حافظ کہا۔ ہم دونوں نے گھر والوں کو سلام کیا اور پھر جلدی سے دروازے کی طرف بڑھے، بچوں نے بھی نعمان کی تقلید میں سامان اٹھایا اور ہم گھر سے نکل کر سیڑھیوں کی طرف بڑھے۔ صبح کے آٹھ بجے تھے، اسی لئے نیچے چوکیدار کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا، نعمان نے اسے سلام کیا اور فوراً خارجی دروازے کی طرف بڑھا، چوکیدار کہنے لگا کہ باہر ایک ٹیکسی کھڑی ہے اس سے بات کر لیجئے

---

۱ اقرا روضۃ الاطفال، ۲ مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم پاکستان)
۳ مفتی محمد جمیل، ۴ مفتی خالد محمود ۵ قاری حافظ صادق ۶ حافظ محمد ایوب
۷ حافظ محمد عارف ۸ مفتی مزمل حسین کاپڑیا، ۹ قاری حافظ محمد ریاض

ہیں۔ ہم سب فلیٹ کے بڑے گیٹ سے باہر آئے، چوکیدار نے ڈرائیور سے بات کی وہ ایئرپورٹ جانے کیلئے فوراً راضی ہو گیا۔ نعمان نے اپنے ابو اور آپا سے کہا کہ آپ ہمارے لئے خوب دعا کیجئے گا کہ اللہ ہمارے عمرہ کو قبول فرمائے اور ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) آپا نے خاموشی سے آمین کہا۔ میں اور نعمان ٹیکسی میں بیٹھے اور گھر والوں کو اللہ حافظ کہا اور اب ہماری ٹیکسی تیزی سے ایئرپورٹ کے راستے پر دوڑ رہی تھی۔ نعمان کی دلکش اور پر اثر آواز میرے کانوں تک پہنچ رہی تھی، جب لبیک کی صدا میرے کانوں تک پہنچی تو دل بیت اللہ کی طرف محو پرواز ہو گیا۔ میں آہستہ آہستہ لبیک پڑھتی رہی اور لبیک کی صدا میرے دل کی دھڑکن کے ساتھ ابھرتی رہی (میں نے اپنے چہرے کو پیچھے سے چھپا لیا تھا تاکہ نامحرم کی نظر چہرے پر نہ پڑے) ایئرپورٹ پہنچ کر آرام سے چائے وغیرہ پی۔ پھر نعمان نے گھر پر فون کیا کہ ہم خیریت سے ایئرپورٹ پر پہنچ گئے ہیں۔

ٹکٹ وغیرہ کی چیکنگ اور سامان کی روانگی کے بعد میں اور نعمان ایک طرف صوفے پر بیٹھ گئے اور خاموشی سے لبیک پڑھتے رہے۔ نعمان کے قریب ایک فیملی بیٹھی ہوئی تھی، کافی دیندار گھرانہ نظر آرہا تھا۔ ان صاحب سے نعمان کی دعا سلام ہوئی اور ان کے بچے سے نعمان کی دوستی ہو گئی۔ بچے کی والدہ میرے پاس آکر بیٹھ گئیں، کچھ دیر ہم دونوں حرم کا ذکر کرتے رہے، پھر ہماری فلائٹ کی روانگی کا اعلان ہوا۔ ہم سب فوراً اٹھے جہاز میں بیٹھنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ نعمان کے ہاتھ میں ایک مٹھائی کا پیک ڈبہ تھا جو اس کے کسی دوست نے دیا تھا کہ نعمان عمرہ کرنے کے بعد میرے ماموں کو مکہ معظمہ میں چھپرو مارکیٹ کی فلاں دکان پر پہنچا دینا۔ جہاں ہاتھ کے سامان کی چیکنگ ہو رہی تھی وہیں عبدالخالق بھائی موجود تھے (عبدالخالق بھائی کالج کی سہیلی ریحانہ شمزہ کے شوہر ہیں اور سعودی ایئرلائن سے منسلک ہیں) میں نے نعمان سے کہا بیٹا جاؤ اور ماموں کو سلام کرو اور بتاؤ کہ میں فاضلی صاحب کا بیٹا ہوں۔ عبدالخالق بھائی کہنے لگے بھئی ماشاء اللہ اب تو تم پہچانے بھی نہیں جا رہے ہو، کیا باڈی بلڈنگ کرتے ہو۔ نعمان نے اثبات میں جواب دیا۔ انہوں نے نعمان کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے دعا دی اور پوچھنے لگے تمہارے ساتھ کون ہے؟ نعمان نے کہا میری امی میرے ساتھ ہیں۔ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے بیٹا تم بڑے خوش نصیب ہو کہ ماں کے

ساتھ عمرہ پر جا رہے ہو۔ ماں کی خوب خدمت کرنا تاکہ اللہ تم سے راضی ہو جائے اور ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ نعمان کہنے لگا میں بھی آپ سے دعاؤں کی درخواست کرتا ہوں اور ایک ضروری کام آپ سے ہے وہ یہ کہ میرے ایک دوست نے اپنے ماموں کے لئے اخروٹ کا حلوہ بھیجا ہے میں چاہتا ہوں یہ امانت میں وہاں تک پہنچا دوں۔ عبدالخالق بھائی نے چیکنگ کرنے والے عرب آفیسر کو عربی میں بتایا کہ یہ میرا بھانجا ہے اور اس ڈبہ میں حلوہ ہے اور یہ کسی کی امانت ہے، آپ کھول کر دیکھنا چاہیں تو کھول لیں۔ عرب نے مسکرا کر جانے کا اشارہ کیا۔ نعمان نے ایک بار پھر عبدالخالق بھائی کو سلام کیا اور ان کا شکریہ ادا کیا اور ہم آگے بڑھے۔ طیارہ میں جا کر نعمان نے سیٹ نمبر جلد ہی تلاش کر لیا اور ہم آرام سے بیٹھ گئے۔ اپنے صحیح وقت پر طیارہ چلا، جہاز کے پائلٹ نے بسم اللہ پڑھ کر سواری کی دعا پڑھی:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

"پاک ہے اس کی جس نے ہمارے قبضہ میں کر دیا اس کو اور نہ تھے ہم اس کو قابو میں کرنے والے، اور ہم اپنے پروردگار کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں۔"

میں نے اور نعمان نے بھی دعا پڑھی اور پھر یہ دعا بھی پڑھی

رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۝

"اے میرے رب اُتار مجھ کو اُتارنا مبارک اور تو بہتر اُتارنے والا ہے"

جہاز فضا میں پرواز کرنے لگا، پھر احتیاطی تدابیر بتانے کیلئے دو ایئر ہوسٹس آ گئیں اور اشاروں کی زبان میں بتانے لگیں کہ اگر طیارہ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو آپ کو اس صورت میں کیا کرنا ہے۔ میں نے ان لڑکیوں کا لباس دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا کیونکہ اب انہوں نے ایسا لباس پہنا ہوا تھا کہ ٹانگیں ڈھکی ہوئیں تھیں اور سر پر بھی ٹوپی نما رومال تھا ورنہ جب ۱۹۹۱ء میں ہم حج کے لئے بیت اللہ گئے تھے تو ان کی ٹانگیں برہنہ تھیں اور سر بھی کھلا ہوا تھا۔ سب سے زیادہ بری بات تو یہ ہے کہ ہم خود کو مسلمان کہتے ہیں اور اس بات کا دعویٰ بھی کرتے ہیں

کہ ہم اسلامی ریاست کے رہنے والے ہیں، لیکن کام ہم غیر مسلموں جیسے کرتے ہیں۔ ان نو عمر لڑکیوں کے بجائے یہی کام لڑکوں سے بھی لیا جا سکتا ہے اور پھر ہم نظر کے فساد سے بھی بچ جائیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے عورت کو مستور رہنے کا حکم دیا ہے تو ہمیں بغیر کسی حیل و حجت کے اللہ کے احکامات کو مان لینا چاہیے، لیکن بہت کم مسلمان ہیں جو اللہ کے قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتے، زیادہ تر مسلمان تو غیر مسلموں کی طرح ختم ہو جانے والی دنیا سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سفر میں مشروبات اور عربی کھانے سے ہماری تواضع کی گئی۔ میں اور نعمان ذکر و اذکار کے ساتھ ساتھ کھانا کھاتے رہے۔ ہم ہاتھ وغیرہ دھو کر پھر لبیک پڑھنے لگے۔ عصر کے وقت جدہ ایئرپورٹ پہنچے، وہیں عصر کی نماز پڑھی۔ نعمان پاسپورٹ کی چیکنگ وغیرہ کے لئے لائن میں لگ گیا۔ جب اس کا نمبر آیا تو اس نے مجھے بلایا، کھڑکی پر جو لڑکا کام کر رہا تھا وہ نعمان سے عربی میں کہنے لگا تمہیں عربی آتی ہے؟ نعمان نے اثبات میں جواب دیا تو وہ لڑکا بہت خوش ہوا۔ پوچھنے لگا کہ آپ کے ساتھ آپ کی والدہ ہیں، نعمان نے جواب دیا جی ہاں میری والدہ ہیں۔ یہاں سے میں اور نعمان سامان کی چیکنگ کے لئے آگے بڑھ گئے۔ سامان تلاش کیا، نعمان نے تمام سامان ٹرالی میں رکھا اور اب اگلی لائن میں لگ گئے۔ میں نے اٹیچی کیس اور بیگ کا تالا کھول کر زپیں کھول دی تھیں تاکہ چیکنگ کرنے والوں کو وقت نہ ہو۔ اس نے ہمارا اطمینان دیکھا اور زپیں کھلی ہوئی دیکھیں تو بس ایک آدھ ہاتھ ادھر ادھر مارا پھر اٹیچی بیگ اور بستر بند پر چاک لگا دیا۔ میں نے ڈبہ بھی اس کے سامنے کر دیا اور عربی میں کہا بھائی اس میں حلاوہ ہے۔ پھر میں ربڑ کھولنے لگی تو اس نے منع کر دیا۔ آگے دستی سامان کی چیکنگ ہوئی، پردے میں دو خواتین بیٹھی تھیں ان کے پاس کا ٹیگر موجود تھا میں نے ان کی سہولت کی وجہ سے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تو دونوں مسکرانے لگیں اور اس طرح ہمیں ان مراحل سے آسانی سے نجات مل گئی۔ اس کے بعد نعمان نے سامان کی ٹرالی کا رخ موڑا اور اب ہم دروازے سے باہر نکل آئے۔ نعمان نے مجھ سے کہا امی جی میں زاہد کو فون کر دوں وہ اپنی گاڑی لے کر آ جائے گا (نعمان کا ایک دوست زاہد اس وقت اپنے بڑے بھائی اور بھابی کے ساتھ جدہ میں تھا اور نعمان سے بہت محبت کرتا تھا) میں نے نعمان سے کہا کہ بیٹا تم مکہ معظمہ جا کر زاہد کو فون کر دینا، اس وقت ہم احرام کی حالت میں ہیں ہمارا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، ہمیں سیدھے بیت اللہ کا رخ کرنا چاہیے۔ جب ہم باہر آئے تو لیموزین گاڑیاں لائن سے کھڑی تھیں۔ میں ایک لیموزین کی طرف بڑھی تو ایک خاتون تیزی سے چلتی ہوئی میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں، آپ مکہ مکرمہ جا رہی ہیں؟ میں نے کہا جی، تو وہ خاتون مجھ سے دریافت کرنے لگیں کیا یہ آپ کے ساتھ آپ کا بیٹا ہے؟ میں نے جواب دیا جی، تو کہنے لگیں آپ اپنے ساتھ ہمیں بھی گاڑی میں بٹھا لیں۔ میں اور میری بہن اور ایک ہمارے بھائی ہیں، ہم پہلی دفعہ آئے ہیں، ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ مکہ میں ہوٹل وغیرہ کہاں ہیں؟ میں نے کہا ضرور بہن ہم سب مل کر چلتے ہیں، میں آپ کو ہوٹل کے پاس ہی اتار دوں گی (ان شاء اللہ) ان کے بھائی ڈرائیور کے پاس بیٹھ گئے، پیچھے نعمان، میں اور وہ دونوں خواتین بیٹھ گئیں۔ راستے میں مغرب کی اذان ہو گئی۔ سعودی عرب میں ہر پیٹرول پمپ سے ملحق مسجد بنی ہوئی ہے، وہاں کی ہر مسجد میں خواتین کی نماز کے لئے علیحدہ حصہ بنا ہوا ہے، جہاں پر دہ دار خواتین کو نماز پڑھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ ڈرائیور نے ہمیں خواتین کے حصے کی طرف اتارا اور ہم سب سے مخاطب ہوا، بہن جب آپ نماز پڑھ لیں تو گاڑی کے پاس آ کر کھڑی ہو جایئے گا۔ ہم تینوں بھی نماز پڑھنے جا رہے ہیں (ڈرائیور بنگالی بھائی تھا اور اردو بھی بہت اچھی بول رہا تھا، اپنی گفتگو، عادات واطوار سے دیندار آدمی لگ رہا تھا۔ اس نے ہمیں راستے میں بتایا تھا کہ پچیس سال سے عرب میں ملازمت کر رہا ہوں) ہم تینوں خواتین مسجد میں داخل ہوئیں فوراً جماعت کھڑی ہو گئی۔ فرض پڑھنے کے بعد ہم نے اپنی نماز مکمل کی اور پھر مختصر تسبیح اور دعا کر کے ہم مسجد سے باہر آ گئے کیونکہ حرم پہنچنے کی بھی جلدی تھی۔ دو تین منٹ بعد وہ تینوں بھی نماز پڑھ کر آ گئے۔ ہم سب پرانی ترتیب کے اعتبار سے گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ڈرائیور اپنے کام کا ماہر لگتا تھا اور پھر سڑکیں بھی ہموار اور صاف ستھری تھیں۔ لبیک سب کے ہونٹوں پر جاری تھی۔ میں تصور کی آنکھوں سے اللہ کے گھر کو بڑے شوق و لگن سے دیکھ رہی تھی، میری زبان پر اپنے ہی اشعار آ گئے، جو میں آہستہ آہستہ ورد کرنے لگی۔

میں عرفانِ خودی لے کر چلی ہوں
اک حسنِ آگہی لے کر چلی ہوں

طوافِ کعبہ کرنے جا رہی ہوں
شعورِ بندگی لے کر چلی ہوں

اس ورد کے ساتھ آنکھیں بھی اپنی عبادت میں مصروف ہو گئیں اور وہ ریاضت قطرہ قطرہ میرے ہاتھوں پر ٹپکنے لگی۔ اللہ کے ذکر سے زبان و دل کی حالت عجب سی تھی اور ہم عشاء سے قبل ہی مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ حالانکہ میں ۱۹۹۱ء میں اس امن والے شہر میں آ چکی تھی، لیکن اس شہر کی تو بات ہی نرالی ہے۔ یہاں آنا تو بہت اچھا لگتا ہے لیکن یہاں سے جاتے وقت انسان اللہ کے گھر کی جدائی کی وجہ سے نڈھال ہو جاتا ہے۔ میں اور نعمان دعا پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ میں نے ڈرائیور بھائی سے کہا کہ باب عمرہ کی شاہراہ پر چلیں۔ جب ہم وہاں پہنچے تو میں نے ان خواتین سے کہا کہ اس شاہراہ کے دونوں طرف ہوٹل ہی ہوٹل ہیں، زیادہ تر ہوٹل کم کرایہ کے ہیں، باقی جو ہوٹل آپ کو بڑے بڑے نظر آ رہے ہیں ان کا کرایہ کافی ہے، اب آپ جیسا مناسب سمجھیں وہ کریں۔ ان کے بھائی نے بڑے ہوٹل کے سامنے گاڑی رکوائی اور اپنا کرایہ ادا کر کے گاڑی سے اتر گئے۔ میں نے ڈرائیور سے کہا کہ حارۃ الباب کی طرف چلیں ہمیں مدرسہ صولتیہ جانا ہے۔ جب اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچے تو مدرسہ کے قریب کوئی ہوٹل نظر نہیں آیا (میں نے سوچا تھا کہ مولانا شمیم کی فیملی چونکہ مدرسہ کے ساتھ ہی رہتی ہے اور مدرسے کے قریب ذرا مناسب قیمت کا کمرہ مل جائے گا۔ لیکن یہاں آئے تو مدرسہ کے قریب ایک میدان نے ہمارا استقبال کیا) لیکن میں نے سوچا بیل کا بٹن دبانے میں کیا حرج ہے۔ اس وقت مولانا کے گھر سامان رکھ دیں گے اور عشاء کی نماز پڑھ کر سامان اٹھا کر کسی ہوٹل میں چلے جائیں گے اور اس طرح ہمارا عمرہ بھی ہو جائے گا۔ یہ سب سوچ کر میں گاڑی سے اتری۔ نعمان گاڑی سے سامان اتار کر نیچے رکھ رہا تھا، میں نے ڈرائیور کو کرایہ دیا اور پھر اللہ کا نام لے کر کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں میں مولانا شمیم رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بیٹے ندیم کی آواز آئی کون ہے؟ میں نے جواب میں کہا بیٹا مسافر ہیں کراچی سے آئے ہیں۔ آپ کے محترم والد صاحب کے واقف کار ہیں؟ دروازہ فوراً کھل گیا، ندیم کی

شکل نظر آئی میں نے کہا بیٹا ہمارا سامان رکھ لو، ابھی ہم عشاء کی نماز حرم سے پڑھ کر آتے ہیں۔ لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ ندیم تذبذب کا شکار ہے کہ آیا ہماری بات کا یقین کرے یا نہ کرے۔ میں نے اپنا نعتیہ مجموعہ "خطیب الامم" اپنے پرس سے نکال کر ندیم کو دیا اور کہا کہ بیٹا پہلے تم اس مجموعہ میں میرا مضمون "آئینہ جمال میں" پڑھ لو۔ ان شاء اللہ پھر تمہیں میری بات کی صداقت کا پتہ چل جائے گا۔ کتاب ہاتھ میں لے کر وہ کچھ مطمئن ہوا اور مجھے اور نعمان کو اوپر والی منزل پر چلنے کی دعوت دی۔ نعمان نے سامان ڈیوڑھی میں ہی چھوڑ دیا تھا۔ کمرے میں ہم دونوں کو بٹھا کر ندیم دوسرے کمرے میں چلا گیا اور تقریباً تین منٹ بعد ہی بھاگا بھاگا آیا اور کہنے لگا باجی معاف کیجئے گا میں نے آپ سے کچھ اچھا سلوک نہیں کیا، ابھی تو میں نے آپ کا پورا مضمون نہیں پڑھا ہے، آپ نے ابو کے لئے جو نظم لکھی ہے اور کچھ باتیں لکھی ہیں صرف سرسری طور پر وہی پڑھیں ہیں تو مجھے فوراً یاد آگیا کہ آپ ۱۹۹۱ء میں حج کے لئے تشریف لائی تھیں آپ کے ساتھ دو خواتین اور بھی ہوتی تھیں۔ باجی آپ وہی ہیں نا کہ جیسے ہی ابو آپ کو مدرسہ کی ڈیوڑھی میں دیکھتے تو فوراً اعلاء سے کہتے میری بیٹی آئی ہے، میں ابھی آتا ہوں۔ ندیم کی باتیں سن کر مجھے مولانا شمیم کا خلوص یاد آیا تو میری آنکھیں ایک گہرے غم سے جھلملانے لگیں۔ میں نے صرف گردن ہلانے پر اکتفا کی۔ ندیم کہنے لگا باجی آپ تو ابو کی خاص مہمان ہیں، اگر ابو زندہ ہوتے تو آپ کو کبھی بھی ہوٹل نہیں جانے دیتے۔ آپ دونوں اتنے وضو کریں، میں اپنے بڑے بھائی مولانا حشیم کو فون کر کے آتا ہوں۔ ابھی ہم وضو کر کے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ندیم آگیا اور کہنے لگا کہ بھائی دو منٹ میں بس پہنچا ہی چاہتے ہیں۔ نعمان تمام کاروائی کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ اسی عرصہ میں مولانا حشیم تشریف لے آئے۔ نعمان سے دعا سلام ہوئی، وہ کہنے لگے باجی میں آپ کو اور آپ کے بیٹے کو یہاں قریب ہی ایک گھر میں پہنچوا دیتا ہوں، یہ گھر ابو نے علماء کے ٹھہرنے کے لئے بنایا تھا، کچھ سامان ان کے خادم نے اٹھایا اور کچھ نعمان نے۔ مولانا حشیم نے چابی میرے ہاتھ میں دی اور کہنے لگے باجی جب تک آپ کا دل چاہے آپ آرام سے رہیں، اس فلیٹ میں دو کمرے ہیں، باورچی خانہ، واش روم، فرج اور اے۔ سی وغیرہ سب ہے۔ جب تک آپ وہاں رہیں گی ہم کسی اور کو وہاں نہیں ٹھہرائیں گے اور اتنے دن وہ گھر آپ کے لئے ابو کی طرف سے

ہدیہ ہو گا۔ میں نے کہا حشیم ہم فریج نہیں کھولیں گے اور نہ ہی اس موسم میں اسے۔ سی کی ضرورت ہے۔ باورچی خانہ بھی استعمال نہیں کریں گے کیونکہ اتنے کم عرصے کے لئے آئے ہیں اور اس میں بھی کھانا پکانے میں لگ جائیں؟ سب چیزیں ہوٹل سے لے کر استعمال کریں گے۔ البتہ ہم پانچ دن رہ کر مدینہ منورہ چلے جائیں گے پھر واپسی میں چھ دن مکہ مکرمہ میں قیام کریں گے۔ مدینۃ الرسول میں پانچ دن کے قیام کا ارادہ ہے۔ مولانا حشیم کہنے لگے کہ آپ بے فکر ہو کر جائیں لیکن جب آپ مدینہ منورہ جائیں تو کمبل وغیرہ لے کر جایئے گا۔ اٹیچی وغیرہ یہاں گھر میں چھوڑ دیجئے گا، صرف ہولڈال اور بیگ ساتھ لے جایئے گا۔ یہاں الحمدللہ آپ کی سب چیزیں محفوظ رہیں گی، آپ سامان رکھ کر فوراً حرم جائیں، عشاء کی نماز کے بعد عمرہ کریں، جو بھی ہمارے لائق خدمت ہو ضرور بتائیں۔ ندیم آپ کے پاس آتا رہے گا، مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ اب ہمارا یہاں قیام نہیں ہے، صرف ندیم اپنی تعلیم کی وجہ سے یہاں رہتا ہے، ورنہ ہم آپ کو کبھی ہوٹل کا کھانا نہیں کھانے دیتے۔ نعمان نے مسکرا کر کہا کہ مولانا صاحب آپ کا یہ احسان ہی بہت زیادہ ہے۔ میں نے مولانا حشیم کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنے رب کی شکر گزاری کی کہ اے میرے رب تو ہی مشکلات کو آسان فرمانے والا ہے۔ اے اللہ تو ہمیں اپنا ذکر اور اپنا شکر کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین) سامان رکھوا کر خادم چلا گیا، گراؤنڈ فلور کا فلیٹ نما گھر تھا۔ نعمان گھر میں داخل ہوا، ہم دونوں نے گھر میں داخل ہونے کی دعا پڑھی۔ نعمان مجھ سے کہنے لگا امی یہ لوگ کتنے اچھے ہیں کہ فوراً اپنا گھر ہمیں رہنے کے لئے پیش کر دیا۔ میں نے کہا دیکھو بیٹا ابھی بھی دنیا میں اچھے لوگوں کی کمی نہیں۔ سامان رکھ کر ہم نے تالا لگایا اور لبیک پڑھتے ہوئے حرم محترم کی طرف روانہ ہوئے۔ نعمان میری تقلید کر رہا تھا کیونکہ یہ تمام راستے میرے دیکھے بھالے تھے۔ البتہ ایک خوبصورت شاپر لیاور پل کا حارۃ الباب کے پاس اضافہ ہو گیا تھا۔ تکبیہ پڑھتے ہوئے باب عمرہ کی طرف بڑھتے رہے۔ اتفاق کی بات ہے جب ہم حج پر آئے تھے تو ہمارا داخلی دروازہ باب العمرہ تھا اور اب بھی باب العمرہ۔ ہم نے مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھی، میں نے نعمان سے کہا بیٹا دالان میں جا کر آنکھیں اٹھانا۔ چنانچہ ہم دونوں نے یہی کیا نظریں اٹھائیں تو ایسا لگا کہ آنکھیں خانہ کعبہ سے جا کر چپک گئی ہوں۔ عجیب حالت تھی، آنکھوں سے آنسو رواں تھے، ہاتھ لرز رہے

تھے۔ میرے استاد مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ جب خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑے تو دعا مانگ کر یہ دعا ضرور مانگو کہ اے میرے رب جب تک میں زندہ رہوں اور اس وقت تک جو بھی جائز دعا مانگوں تو ضرور قبول فرمانا۔ ہدایت، ایمان اور عافیت کی دعا مانگو۔ اللہ کا گھر دیکھ کر دل خوشی سے دھڑک رہا تھا۔ لیکن اپنی کوتاہیوں کا احساس کر کے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میری نظر خانہ کعبہ پر لگی ہوئی تھی اور اپنا ہی ایک قطعہ میری زبان پر تھا :

بیٹے کے ساتھ بھی میں طوافِ حرم کروں
صد شکر میرے شوق کی تکمیل ہو گئی
آنکھوں کے سامنے مرے بیت العتیق ہے
اک آرزوئے دید کی تشکیل ہو گئی

ہماری دعا ختم ہوئی تو جماعت کی تیاری شروع ہو گئی۔ میں نے نعمان سے کہا کہ بیٹا آپ صحن کعبہ میں جا کر نماز پڑھ لو، نماز پڑھ کر باب عمرہ کی سیڑھیوں کے قریب آجانا۔ نعمان نے جواب میں کہا ٹھیک ہے امی اور پھر نعمان صحن کعبہ کی طرف چلا گیا اور میں جلدی سے عورتوں کے حصے کی طرف بڑھ گئی۔ نماز ختم کر کے میں نے جلدی سے آب زمزم پیا (کیونکہ اس وقت شدت کی پیاس لگ رہی تھی) پھر میں سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر نعمان کا انتظار کرنے لگی۔ میں نے نعمان سے پوچھا بیٹا آپ کو طواف و سعی کا طریقہ تو یاد ہے تو نعمان نے کہا الحمدللہ سب یاد ہے۔ پھر اس نے اپنی چادر کو اس طرح اوڑھا کہ چادر کو داہنے ہاتھ کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے کے اوپر ڈال لیا۔ میں نے نعمان سے کہا کہ بیٹا ایک ساتھ طواف کرنا مشکل ہے، میں عورتوں کے جتھے کے ساتھ طواف کروں گی، تم واجب الطواف، استلام اور زمزم پی کر مجھے مقام ابراہیم کے پیچھے دیکھ لینا، میں ایک طرف کھڑی رہوں گی۔ میں طواف و استلام و زمزم اور واجب الطواف سے فارغ ہو کر کھڑی ہوئی تو نعمان مسکراتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا امی جی اللہ کا شکر ہے تمام امور صحیح طریقے سے پورے ہو گئے۔ اب آپ صفا و مروہ کی نشاندہی کریں۔ میں اسے لے کر چلی، سیڑھیوں پر چڑھتے وقت نعمان نے إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ، پڑھی۔ میں نے بھی فوراً مذکورہ آیت پڑھی، پھر ہم صفا کی طرف آئے۔ اب یہاں صفا کی کوئی پہاڑی نہیں تھی،

سعودی حکومت نے تمام پہاڑیوں کو ختم کرادیا تھا تاکہ زیادہ تعداد میں بھی زائرین ہوں تو ان کو سعی کرنے میں دقت نہ ہو (جب ہم ۱۹۹۱ء میں آئے تھے تو صفا اور مروہ کی تھوڑی سی پہاڑیاں موجود تھیں) میں نے نعمان سے کہا آؤ بیٹا اوپر چڑھیں دیکھو یہی وہ ستون ہے جس کی تم نے اپنے جواب میں نشاندہی کی تھی اور یہاں سے اس طرف نظر کرو وہ صفا اور مروہ کی سبز روشنیاں اور ستون نظر آرہے ہیں۔ جب بیٹا تمہاری سعی مکمل ہو جائے تو باب السلام سے نکل کر بازار کی طرف چلے جانا، وہاں حجام کی دکانیں موجود ہیں، تم وہاں پہنچ کر اپنے بال منڈوالینا۔ میں باب مروہ پر تمہارا انتظار کروں گی (اپنی سعی کرنے کے بعد) نعمان نے کہا امی جی جس طرح آپ نے حکم دیا ہے ان شاء اللہ اسی طرح کروں گا۔ ہم دونوں نے ستون کے پاس کھڑے ہو کر دعائیں مانگیں اور پھر چوتھا کلمہ اور دعائیں پڑھتے ہوئے ہم نے سعی شروع کی۔ جب سبز ستون شروع ہوئے اور سبز روشنیوں نے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا تو نعمان دعائیں مانگتا ہوا اور دوڑتا ہوا مجھ سے بہت آگے نکل گیا کیونکہ میں اپنی درمیانی رفتار سے سعی کر رہی تھی۔ عمرہ کرنے والوں کے دوڑنے سے جو آواز پیدا ہو رہی تھی وہ کانوں کو بہت بھلی لگ رہی تھی اور مجھے حضرت ہاجرہ علیہ السلام یاد آرہی تھیں۔ کتنے عظیم اور اللہ کے تابعدار تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اپنے رب کے حکم پر اپنے پیارے اور شیر خوار فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اپنی نیک بی بی حضرت ہاجرہ علیہ السلام کو صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے قریب چھوڑ کر چلے گئے تھے اور انتہائی صابر حضرت ہاجرہ علیہا السلام اللہ کی رضا پر راضی رہیں۔ پھر پانی کی تلاش میں حضرت ہاجرہ علیہ السلام نے صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگائے۔ اس زمانے میں ان پہاڑیوں کا درمیانی حصہ نشیب میں تھا۔ اس وجہ سے بی بی ہاجرہ اپنے پیارے اور ننھے سے اسماعیل علیہ السلام کو نظر سے اوجھل ہو جانے کے سبب اس جگہ سے دوڑ کر گزرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اور بندیوں سے بہت پیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی نیک بندی حضرت ہاجرہ علیہ السلام کی یہ سعی بہت پسند آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سعی کو قبول فرمالیا اور ننھے منے سے بچے اسماعیل علیہ السلام کو ایڑھیوں کی رگڑ کی جگہ نہ رک سکنے والا پانی جاری فرمادیا۔ جب بی بی ہاجرہ علیہ السلام نے پانی دیکھا تو اسے مٹی اور پتھروں سے گھیرا اور فرمایا زم زم (ٹھہر جا)۔ زم زم بھی اللہ کی ایک بہت بڑی نشانی

ہے۔ کاش! ہم ان باتوں پر غور کریں، ہر حاجی اور عمرہ کرنے والے کے لئے بی بی ہاجرہ کی پریشانی اور پانی کی سعی کے اتباع میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کا حکم ہے۔ میرے دل میں اپنے رب کی محبت نے ایک جوش کی شکل اختیار کر لی۔ میں نے تمام تر توجہ دعاؤں پر لگائی اور عاجزی و انکساری سے ہر چکر میں اپنے رب سے دعائیں کرتی رہی، پیاس محسوس ہوتی تو پانی پی لیتی (کیونکہ سعی کے درمیان پانی پی سکتے ہیں، لیکن طواف کے درمیان نہیں) میں سعی کرنے کے بعد باب مروہ کے پاس بیٹھ کر ذکر، اذکار کرتی رہی تو نعمان مجھے آتا ہوا نظر آیا (ماشاء اللہ نعمان اپنے قد اور جسم سے دور سے ہی پہچانا جاتا ہے اور پھر ماں کی نظر تو اپنے بچے کے لئے دوربین سے بھی زیادہ تیز کام کرتی ہے) میرا پیارا بچہ بال منڈوا کر بہت خوبصورت لگ رہا تھا، مسکراتا ہوا میرے پاس آیا۔ میں نے کہا بیٹا مبارک ہو، اللہ کی مہربانی سے سب کام ہو گئے۔ کہنے لگا امی جی! بس آپ کے بال کاٹنے باقی ہیں اور پھر حرم میں جا کر دو رکعت پڑھیں گے اور اپنے رب کا شکر ادا کریں گے۔ میں نے ایک مینڈھی کے برابر بال اپنی انگلی پر لپیٹے (تقریباً ڈیڑھ انچ) اور پھر نعمان نے ایک مصری بھائی سے قینچی مانگی اور میرے بال کاٹ دیئے (زیادہ تر مصری، ترکی، انڈونیشی، ملائیشی اپنے سر کے ذرا ذرا سے بال خود ہی کاٹ لیتے ہیں۔ حالانکہ ایسا کرنا نبی ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔ مردوں کو تمام سر کے بال منڈوانے چاہئیں) نعمان مسلسل مسکرا رہا تھا میں نے خوش ہونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا امی حجام کی دکان پر جب میں کرسی پر بال منڈوانے بیٹھا تو ایک عرب میرے قریب آئے اور مجھے بے تحاشہ پیار کرنے لگے۔ وہ عربی میں میرے بالوں کی تعریف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے تمہارے بال نبی ﷺ کی سنت کے مطابق ہیں۔ میں نے محبت سے نعمان کی طرف دیکھا اور کہا ہاں بیٹا وہ ٹھیک ہی کہہ رہے تھے۔ پھر ہم دونوں نے صحن حرم میں جا کر دو رکعت پڑھی اللہ سے دعا کی اور پھر میں نے اپنی جیب سے نقاب نکال کر فوراً اپنا چہرہ ڈھانپ لیا، ہاتھوں میں دستانے بھی پہن لئے۔ پھر ہم دونوں ہی بیٹے باب فہد سے دعا پڑھتے ہوئے نکلے اور اپنے گھر کے راستے پر چل پڑے۔ راستے میں گوجرانوالہ ہوٹل پڑتا تھا۔ میں نے نعمان سے کہا بیٹا ہم جس شاہراہ پر چل رہے ہیں اس کے دائیں طرف ہی وہ ہوٹل آتا ہے جب ہم حج پر آئے تھے تو اسی ہوٹل سے کھانا لیتے تھے۔ نعمان نے میرے کہنے پر اپنی نظریں اٹھائیں اور فوراً کہنے

لگا۔ امی جی! مجھے اس ہوٹل کا بورڈ نظر آ گیا ہے۔ آپ یہاں دروازے کی اوٹ میں کھڑی ہو جائیں میں کھانا لے کر ابھی آتا ہوں۔ ابھی دو تین منٹ ہی ہوئے تھے کہ نعمان کھانا لے کر آ گیا۔ ہم آگے چلے تو بائیں ہاتھ پر پھل والے کی دکان تھی وہاں رک کر ہم نے پھل لئے، دائیں ہاتھ پر ایک بڑا بقالہ (جنرل اسٹور) تھا۔ یہاں سے نعمان نے صبح کے لئے ناشتہ بھی لے لیا۔ تمام سامان لے کر ہم گھر پہنچے، کھانا کھایا پھر ہم دونوں نے مل کر کمرہ صاف کیا۔ گدوں پر اپنی چادریں ہولڈال سے نکال کر بچھائیں، تکیوں پر غلاف چڑھائے، کمبل نکالے، کچھ دیر نعمان باتیں کرتا رہا، پھر ہم دونوں کو نیند آنے لگی، کیونکہ ہم سفر میں کافی تھک گئے تھے۔ بیت اللہ آنے کی خوشی میں ہم ایک رات پہلے بھی صحیح طریقے سے سو نہیں پائے تھے۔ میں نے نعمان سے کہا بیٹا میں ڈھائی بجے کا الارم لگا رہی ہوں، پھر وضو وغیرہ کر کے نماز تہجد کے لئے حرم محترم چلیں گے۔ نعمان نے فوراً میری بات کے جواب میں کہا جی اچھا امی میں ایسا ہی کروں گا۔ نعمان نے رات کے معمولات پڑھنا شروع کئے تو میں نے بھی اپنے معمولات کا آغاز کیا اور جیسے ہی ہمارے معمولات ختم ہوئے، ہمیں گہری نیند آ گئی۔ ڈھائی بجے الارم سے میری آنکھ کھل گئی، میں نے نعمان کو آواز دی تو وہ نیند میں بولنے لگا کہ میں آپ کے ساتھ ہی چل رہا ہوں۔ مجھے اس کی بات سن کر ہنسی آ گئی۔ لیکن وہ بے خبر سو رہا تھا۔ خیر میں نے حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر وضو کیا اور نعمان کو دیکھا تو وہ اب بھی بے خبر سو رہا تھا۔ میں نے نعمان سے کہا بیٹا تم دروازے کی اندر سے کنڈی لگا لو، جلدی آ جانا میں جا رہی ہوں۔ اب نعمان کچھ نیند سے بیداری کی طرف آتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ کہنے لگا امی جی آپ اکیلی نہ جائیں آپ کو ڈر لگے گا۔ بس میں ابھی پانچ منٹ میں اٹھتا ہوں۔ میں نے کہا یہاں ڈرنے کی کوئی بات نہیں، راستے میرے دیکھے بھالے ہیں۔ تم تہجد پڑھ کر طواف کر لینا، پھر فجر کی نماز کے بعد اشراق تک جتنے طواف کر سکو کر لینا، پھر اشراق کی نماز پڑھ کر باب عمرہ کے قریب مجھے دیکھ لینا۔ نعمان نے مجھے اللہ حافظ کہا دروازہ بند کیا اور میں دیدار کعبہ کا شوق لئے آگے بڑھتی رہی۔ لیکن راستے میں مجھے کوئی عورت یا مرد نظر نہیں آیا۔ ورنہ تہجد کے وقت تو سڑکوں پر زائرین چلتے پھرتے اور حرم کی طرف دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میں اس وقت تنہا تھی ایک لمحہ کو تو مجھے ڈر سا لگا لیکن اللہ کے کلام نے ڈر اور خوف کو دور

کر دیا۔ پل کے نیچے سے اکا دکا گاڑیاں گزرتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ جب میں حرم میں داخل ہوئی تو تین بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔ میں نے حرم کے ایک خادم سے پوچھا (حرم میں زیادہ تر خدام پاکستانی ہیں) کیا تہجد کی نماز سب نے پڑھ لی، تو وہ کہنے لگا ابھی تو تہجد میں ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے۔ میں نے کہا کہ جب ہم حج کرنے آئے تھے تو پونے تین بجے تہجد کی اذان ہوتی تھی۔ جواب میں خادم حرم نے کہا بہن اصل میں وہ گرمیوں کا زمانہ تھا، اس موسم میں تو ساڑھے چار بجے تہجد کی اذان ہوتی ہے۔ میں نے اس بھائی کا شکریہ ادا کیا۔ زمزم پیا اور طواف کے لئے صحن کعبہ میں داخل ہو گئی۔ سبحان اللہ حرم کی کیا شان ہے، اس وقت تو انوارات کا کچھ زیادہ ہی نزول محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے ڈیڑھ گھنٹے میں آسانی سے تین طواف کئے۔ جب تہجد کی اذان ہوئی تو پھر تہجد پڑھ کر فجر کی نماز تک طواف کئے۔ پھر فجر کی نماز پڑھ کر اشراق تک یہی سلسلہ جاری رکھا۔ پھر اشراق کی نماز باب عمرہ کے پاس عورتوں کے حصے میں ادا کی۔ نماز پڑھ کر سیڑھیوں کے پاس دیکھا تو نعمان کو کھڑے پایا۔ میں فوراً اس کے پاس گئی اور کہا بیٹا آپ کب آئے تھے؟ تو نعمان نے کہا امی میں ساڑھے چار بجے آیا تھا۔ اس وقت تہجد کی اذان ہو رہی تھی، میں نے نماز کے بعد طواف کئے، طواف میں کئی مرتبہ آپ کی جھلک نظر آئی۔ امی جی سبحان اللہ حرم کی کیا شان ہے کہ گھر جانے کو دل تیار نہیں ہے۔ بس دل یہ چاہتا ہے کہ بس حرم میں رہوں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سختی نہیں کرتا۔ اس نے ہمارے جسم کا بھی ہم پر حق رکھا ہے اس لئے حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ناشتہ اور آرام بھی کر لیا جائے۔ میں نے کہا بیٹا آپ بالکل ٹھیک بات کہہ رہے ہو۔ پھر ہم گھر کی طرف چلے۔ گھر کے قریب پہنچنے والے تھے تو میں نے نعمان سے کہا بیٹا یہ سامنے جو چھوٹی سی دکان ہے یہاں سے اپنے لئے دودھ اور میرے لئے چائے کا کپ لے لو۔ ڈبل روٹی اور مکھن تو آپ نے رات کو ہی لے لیا تھا۔ نعمان نے مجھ سے کہا جی امی آپ یہاں ٹھہریں میں بھاگ کر لے آتا ہوں۔ بہت جلدی وہ مطلوبہ چیزیں لے کر آ گیا۔ ہم گھر پہنچے ناشتہ کیا، پھر آرام کیا۔

ساڑھے دس بجے ہم دونوں نے وضو کیا، نعمان نے تھوڑا سا کھایا پیا اور ہم تیار ہو کر بیت اللہ کی طرف چلے گئے (میں نے نعمان سے یہ طے کیا تھا کہ تہجد کے لئے دونوں ایک ساتھ تین بجے گھر سے نکلا کریں گے، ساڑھے چار بجے تک جتنے طواف مل سکے وہ ادا کریں

گے، پھر تہجد کی نماز پڑھ کر فجر تک طواف کیا کریں گے۔ پھر فجر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کریں گے۔ اشراق پڑھ کر نعمان باب عمرہ کی سیڑھیوں کے پاس آجائے گا، پھر ہم دونوں بقالہ سے ناشتہ لیتے ہوئے گھر جائیں گے۔ ناشتہ کر کے کچھ دیر آرام کریں گے کیونکہ حرم کے دن و رات اور ساعتیں عجیب حلاوت اور دل آویزی لئے ہوئے ہوتی ہیں۔ جس طرح اعتکاف میں معتکف تھوڑا سا آرام کر کے تازہ دم ہو جاتا ہے اور روحانی طور پر اس کی طاقت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر ساڑھے دس بجے تک حرم جائیں گے، پھر ہم ہوں گے اور مطاف کے بیش قیمت لمحات، حرم کی سکون پہنچانے والی ہوائیں، وہاں کی عبادتیں (طواف، قرآن مجید کی تلاوت اور تسبیحات) پھر ظہر کی نماز کے بعد نعمان باب عمرہ کی سیڑھیوں کے پاس آجائے گا، پھر راستے سے کھانا لیتے ہوئے گھر جائیں گے، کھانا کھائیں گے کچھ آرام کریں گے پھر عصر سے پہلے حرم کی طرف اپنی محبتوں کو خزانہ بنانے کے لئے پہنچ جائیں گے۔ عصر کی نماز کے بعد طواف حرم کرتے رہیں گے۔ پھر مغرب پڑھ کر موقعہ ملا تو طواف کریں گے ورنہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے، پھر عشاء پڑھ کر اگر مولائے کریم نے موقعہ دیا تو ایک طواف کریں گے ورنہ گھر کی طرف چل پڑیں گے۔ رات کا کھانا ہوٹل سے لے کر گھر پہنچ جائیں گے۔ کھانا کھا کر کچھ دیر دونوں ماں بیٹا باتیں کریں گے اور پھر آرام کریں گے۔ اسی طرح اللہ کے کرم سے ہمارا روزمرہ کا معمول چلتا رہے گا) میری باتیں سن کر نعمان مسکرانے لگا۔ اس کی آنکھیں قندیلوں کی طرح روشن نظر آرہی تھیں۔ میں نے نعمان سے مسکرانے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا امی جی آپ کی باتیں سن کر میرے دل و دماغ پر روشنی اور نور کا یہ سفر اس طرح ثبت ہو گیا ہے کہ میں زندگی بھر اسے فراموش نہیں کر سکوں گا۔ آپ کی یہ باتیں سن کر آپ کی حمد کا ایک شعر میرے دماغ میں گونج رہا ہے۔ مگر زبان پر طواف، سجدہ ریزی، ذکر وغیرہ کے الفاظ آرہے ہیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے شعر پڑھا:

طواف و ذکر و فکر و سجدہ ریزی
ہے ایمان شریعت کررہی ہوں

نعمان نے فوراً اپنا سر ہلایا اور کہنے لگا ہاں امی جی یہی شعر تھا۔ میں نے کہا بیٹا میں نے

تو لکھ دی اور لکھی کیا میرے رب نے لکھوا دی۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں پورے خلوص سے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) ظہر کی نماز پڑھ کر جب ہم مسجد حرام سے نکل کر گھر کی طرف چلے تو نعمان نے مجھ سے کہا امی آپ اطمینان سے گھر جائیں، میں کھانا مشروبات اور پھل لے کر آتا ہوں۔ امی جی بازار کی ساری ذمہ داری میری ہے، میں نہیں چاہتا آپ کو اس سلسلے میں تکلیف دوں۔ میں نے تقریباً حرم کے ہر بڑے دروازے کے سامنے والے بازاروں کو دیکھ لیا ہے۔ میں نے اپنے رب کا شکر ادا کیا اور نعمان کو دعائیں دیتی ہوئی گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔ کچھ ہی دیر بعد نعمان کھانا لے کر آگیا اور ہم کھانا کھا کر تھوڑی دیر کے لئے سو گئے۔ سو کر اٹھے وضو وغیرہ کیا اور پھر حرم کے مبارک راستوں پر چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ میں نے نعمان کو اپنا پرس دکھایا اور بتایا کہ بیٹا اس جیب میں ایک دن کا خرچ موجود ہوتا ہے۔ تم جب بھی بازار سے کچھ لینے جاؤ تو یہاں سے رقم لے لیا کرو اور کچھ ریال اپنے پاس بھی رکھا کرو، اگر درمیان میں تمہیں بھوک لگے تو حرم سے باہر جا کر مشروبات اور جو تمہیں پسند آئے لے لیا کرو۔ نعمان نے ایک فرمانبردار بیٹے کی طرح سر ہلایا۔ میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اسے دعا دی۔ حرم کا یہ مبارک دن ختم ہوا اور عشاء کے بعد جب میں گھر پہنچی تو مجھے اپنے پیروں میں شدت کا درد محسوس ہوا۔ میں نے نعمان سے کہا بیٹا ایک زیتون کے تیل کا چھوٹا ڈبہ لے آؤ۔ نعمان بالکل چھوٹے بچوں کے انداز میں کہنے لگا۔ امی جی! میں آئسکریم بھی لے آؤں (نعمان کو آئسکریم بہت اچھی لگتی تھی) میں نے جواب دیا ضرور لے آؤ۔ فوراً پھر بولا امی آپ کے لئے بھی لاؤں۔ میں نے کہا لے آؤ بس تھوڑی سی کھا لوں گی کیونکہ موسم ٹھنڈا ہے۔ کہنے لگا امی جی سردی میں آئسکریم کھانے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ میں نے کہا بیٹا جو تمہارا دل چاہے لے آؤ۔ نعمان نے پیسے مانگے تو میں نے کہا بیٹا آپ پرس سے نکال لیں۔ نعمان نے خود پیسے نہیں نکالے اور کہنے لگا کہ امی جی! آپ نے ہم سب بھائیوں کو اس بات کی عادت ڈالی ہے کہ کبھی پرس کو ہاتھ نہ لگائیں۔ امی جی مجھے بہت برا لگتا ہے کہ میں آپ کی کوئی بات ٹالوں۔ میں نے نعمان پر ایک محبت بھری ممتا کی نظر ڈالی اسے مطلوبہ چیزوں کے لئے پیسے دیئے اور کہا بیٹا پہلے کھانا کھا لو، بالکل ٹھنڈا ہو جائے گا۔ ہم دونوں نے ہاتھ دھوئے میں نے دستر خوان بچھایا اور دعا پڑھ کر کھانا شروع کیا۔ نعمان کہنے لگا امی جی

ہوٹل سے تھوڑا آگے ایک "فرن تمیز" (نانبائی کی دکان) ہے۔ کبھی وہاں سے ناشتہ کے لیے پراٹھا لے لیا کروں؟ میں نے کہا ضرور لو بیٹا۔ فرن تمیز کا پراٹھا بہت عمدہ ہوتا ہے، یہ تنگ حال والوں کا خاص پراٹھا ہوتا ہے۔ نعمان کہنے لگا امی جی وہاں قریب ہی عربی کھانوں کی ایک دکان ہے، وہاں چرغہ بنتا ہے میں نے قیمت پوچھی تھی دس ریال کا پورا چرغہ ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے بیٹا جب تم دوپہر کا کھانا لیتے ہو تو آدھا چرغہ بھی لے لیا کرو۔ مجھے لگا نعمان پھر کچھ کہنا چاہتا ہے۔ میں نے پوچھا بیٹے کیا تم کچھ اور کہنا چاہتے ہو تو گردن ہلانے لگا میں نے کہا بتاؤ بیٹا شرماؤ نہیں۔ کہنے لگا امی جی عربی ہوٹل پر صبح کا ناشتہ ملتا ہے، ایک چنے کی ڈش ہوتی ہے اس کے ساتھ ایک روٹی دیتے ہیں، ایک ریال اس کی قیمت ہے، امی جی صبح ناشتہ کے لئے لے لیا کروں۔ مجھے نعمان کی سادگی اور بھولپن پر بڑا پیار آیا۔ میں نے کہا بیٹے جو تمہارا دل چاہے بجٹ کا خیال رکھتے ہوئے ضرور لے لیا کرو۔ تمہاری آج کی باتوں سے لگ رہا ہے جیسے چھوٹا سا نعمان اپنی امی سے باتیں کر رہا ہے۔ نعمان مسکراتے ہوئے مجھ سے لاڈ کرنے لگا اور بڑے بھولپن سے یوں گویا ہوا، امی جی میں آپ کا بچہ ہی تو ہوں (اس وقت نعمان انیس سال چند ماہ کا تھا۔ لیکن بچوں جیسی بھولی بھولی باتیں کرتا تھا) کھانا کھانے کے بعد نعمان زیتون کا تیل اور آئسکریم لے کر آگیا۔ ہم نے آئسکریم کھائی، پھر میں نے دوسرے کمرے میں جا کر اپنے پیروں میں تیل لگایا۔ پھر بستر پر آکر لیٹ گئی تو اچانک میرے سر میں شدت کا درد اٹھا۔ درد اتنا شدید تھا کہ میں اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی، نعمان میری تکلیف دیکھ کر پریشان ہو گیا، فوراً اٹھا اور کہنے لگا چلیں امی میں آپ کو لے کر کسی ڈاکٹر کے کلینک پر چلتا ہوں، میں نے کہا بیٹا اسپتال یہاں سے دور ہے۔ تم ایسا کرو کہ گوجرانوالہ ہوٹل سے آگے جاؤ اسی لائن میں انوار کعبہ کے پاس ایک ڈرگ اسٹور ہے، یہاں پر ڈرگ اسٹور پر ڈاکٹر موجود ہوتا ہے۔ میری اس وقت بالکل ہمت نہیں ہے کہ میں وہاں تک چل کر جاؤں، تم میری کیفیت بتا دینا کہ میری امی کے سر میں شدید درد اٹھ رہا ہے، ڈاکٹر صاحب آپ کوئی دوا دے دیں۔ نعمان میری بات سن کر جلدی سے چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد واپس آیا اور کہنے لگا امی جی ڈاکٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ آپ کو گولیوں کا پورا ڈبہ لینا پڑے گا اور امی جی ڈبہ بیس ریال کا ہے۔ میں نے نعمان سے کہا بیٹا جلدی لے آؤ۔ نعمان بہت جلد دوا لے کر آگیا۔ فوراً ایک گلاس پانی بھر کر میرے قریب

لایا۔ میں اتنی تکلیف کی شدت سے میرے آنسو نکل آئے۔ نعمان نے جلدی سے مجھے دوا کھلائی، میرا سر تکیے پر رکھا اور مجھے اچھی طرح کمبل اڑھا دیا، میرا سر دبایا، پھر سورۃ تغابن اور سورۃ مزمل پڑھ کر دم کیا۔ اللہ نے اپنے کرم سے مجھے کچھ ہی دیر بعد شفا عطا فرما دی۔ اللہ کی رحمتیں اور اس کی مہربانی تھی کہ باقی قیام میں نہ سر میں درد ہوا اور نہ ٹانگوں میں تکلیف ہوئی۔ انتہائی صحت مندی اور خوش اسلوبی کے ساتھ رب العزت نے تمام کام کرا دیئے۔

دوسرے دن نعمان نے اپنے دوست زاہد کو جدہ فون کیا۔ وہ اسی دوپہر جدہ سے مکہ معظمہ آگیا اور باب عمرہ پر آکر نعمان سے ملا (دونوں بچوں نے ملاقات کا وقت فون پر مقرر کر لیا تھا) نعمان نے اپنے دوست سے میرا تعارف کرایا اور اس کے ساتھ کھانا لینے چلا گیا، میں کمرے کی طرف روانہ ہو گئی۔ جب نعمان نے دروازہ پر دستک دی تو میں نے تھوڑا سا دروازہ کھولا تو نعمان کہنے لگا امی جی آپ برقع اوڑھ لیں، زاہد آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہے۔ میں نے برقع اوڑھا، نعمان زاہد کو لے کر اندر آیا تو زاہد کہنے لگا آپ کا مدینہ منورہ جانے کا کب پروگرام ہے۔ میں نے کہا بیٹا آج تئیس دسمبر ہے، ستائیس دسمبر کی صبح کو ہماری مدینہ کی پرواز ہے۔ زاہد کہنے لگا میری بھابھی نے کہلوایا ہے کہ آپ مدینہ منورہ جانے سے ایک دن قبل جدہ ہمارے غریب خانے پر ضرور آئیں، میں بسوں کے آخری اسٹاپ پر گاڑی بھیج دوں گی۔ آپ کو ضرور آنا ہے۔ میں نے زاہد سے کہا اچھا بیٹا ہم ضرور آئیں گے۔ پھر میں نے اپنے دونوں مجموعے "خطیب الامم" اور "روشنی کے سلسلے" زاہد کو دیئے اور کہا کہ یہ اپنی بھابھی عابدہ کو دے دینا۔ نعمان اور زاہد دوسرے کمرے میں چلے گئے، دونوں نے اسی کمرے میں کھانا کھایا۔ میں نے بھی برقع اتار کر آرام سے کھانا کھایا۔ زاہد کھانا کھا کر واپس جدہ چلا گیا۔ نعمان اسے بس اسٹاپ تک چھوڑنے گیا۔ پھر تو نعمان نے اپنا یہ معمول بنا لیا کہ روزانہ زاہد کو ضرور فون کرتا تھا اور پھر چھوٹے بچوں کی طرح مجھے ساری باتیں بتا کر خوش ہوتا تھا۔

تئیس دسمبر کو عصر سے پہلے میں باب عمرہ کے پاس عورتوں کے حصے میں بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھی تو میری نظر اپنے دائیں طرف پڑی، وہاں ایک لڑکی غالباً اپنی والدہ کے پاؤں دبا رہی تھی۔ میں نے اس کی والدہ کو سلام کیا اور پھر ہم آپس میں بات چیت کرنے لگے تو وہ دونوں ماں بیٹی بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں آپ تو پاکستانی ہیں، ہم تو آپ کو عرب خاتون

سمجھ رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کب سے مکہ معظمہ آئی ہوئی ہیں تو اس لڑکی نے جس کا نام سعدیہ تھا مجھے بتایا کہ تقریباً تین دن ہو چکے ہیں۔ میں نے سعدیہ سے پوچھا بچی کتنے طواف روزانہ کر لیتی ہو تو سعدیہ نے مجھے بتایا کہ باجی جس دن ہم کویت سے آئے تھے (وہ پاکستانی تھیں لیکن ان کا قیام کویت میں تھا) اس دن امی اور ابو کے ساتھ عمرہ کا طواف اور سعی کی تھی، امی کا وزن چونکہ بہت زیادہ ہے اور میں اکیلی طواف نہیں کر سکتی تھی، پہلے دن تو ہم نے امی کو کرسی پر بٹھا کر طواف و سعی کرائی تھی۔ میں نے کہا سعدیہ بچی عصر کی نماز پڑھ کر میرے ساتھ طواف کر لیا کرو، بہت آرام سے مغرب کی اذان سے قبل تک تین طواف ہو جاتے ہیں۔ وہ خوش ہو گئی اپنی نقاب چہرے پر ڈالی اور مردوں کے حصے کی طرف گئی، جلدی ہی میرے پاس آئی اور کہنے لگی میں نے ابو سے اجازت لے لی ہے۔ پھر اپنی والدہ سے اجازت لے کر میرے ساتھ صحنِ کعبہ کی طرف چلی۔ کہنے لگی آپ میرا ہاتھ پکڑ لیں تاکہ میں آپ سے جدا نہ ہو جاؤں۔ ماشاء اللہ بڑی پیاری بچی تھی طواف کی دعائیں اور طریقہ اسے معلوم تھا۔ میں نے سعدیہ سے کہا کہ بچی ہم طواف کے بعد زمزم پی کر پھر دوسرا اور اسی طرح تیسرا طواف کریں گے اور مغرب کی نماز کے بعد تمام نوافل ادا کریں گے (واجب الطواف) کہنے لگی ٹھیک ہے۔ ہم نے طواف شروع کیا، دو طواف مکمل ہو گئے۔ ہمارا تیسرا طواف چل رہا تھا تو مائیک پر کسی صاحب کے کھانسنے کی آواز آئی۔ سعدیہ نے مجھ سے پوچھا باجی یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ مؤذنِ کعبہ ہیں، یہ اذان سے پہلے مقامِ ابراہیم پر کھڑے ہوتے ہیں اور اشارتاً کھانستے ہیں تاکہ تمام طواف کرنے والے طواف پورا کر لیں۔ ہمارا تیسرا طواف تکمیل کو پہنچا اور پھر ہم دونوں اپنی نماز والی جگہ کی طرف لوٹ گئے۔ ایک دو منٹ بعد مغرب کی اذان ہوئی۔ ہم نے آہستہ آہستہ اذان کا جواب دیا، پھر اذان کے بعد کی دعا پڑھی۔ اس کے بعد اپنی مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ نماز کے بعد واجب الطواف کے نوافل پڑھے۔ پھر میں اور سعدیہ قرآن کی الماری سے قرآن لے کر اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئے۔ سعدیہ کہنے لگی باجی آپ کل بھی مجھے اسی وقت پر یہاں ملیں۔ میں نے کہا بچی میں پچیس دسمبر تک آپ کو یہاں ان شاء اللہ ضرور ملوں گی۔ مجھے تمہارے ساتھ طواف کر کے بہت خوشی ہوئی۔ پھر ہم دونوں قرآن پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔

دوسرے دن سعدیہ اور ان کی والدہ سے ملاقات ہوئی۔ دعا سلام کے بعد ہم نے چند باتیں کیں۔ پھر عصر کی نماز کیلئے سب کھڑے ہو گئے۔ نماز کے بعد میں اور سعدیہ صحنِ کعبہ کی طرف چل پڑے۔ سعدیہ کہنے لگی باجی میں نے جب اپنے ابو کو بتایا کہ میں نے عصر کی نماز کے بعد باجی کے ساتھ تین طواف کئے تو انہیں یقین نہیں آیا۔ کہنے لگے بچی وہ ضرور کوئی جنات ہوں گی۔ باجی مجھے ابو کی بات پر بے اختیار ہنسی آ گئی اور میں نے ابو سے کہا کہ ابو جی میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر طواف کئے تھے، وہ انسان ہیں۔ میں نے سعدیہ سے کہا بچی میں نبی ﷺ کی ایک دعا پڑھتی ہوں جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ میرے ہر کام کو آسان فرما دیتا ہے۔ میں نے مندرجہ ذیل دعا سعدیہ کی خواہش پر اسے لکھ کر دی تھی:

اَللّٰهُمَّ لَاسَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ ۔

(ابن حبان، ابن السنی، عن انس رضی اللہ عنہ۔ حصنِ حصین)

"اے اللہ کوئی چیز آسان نہیں سوائے اس کے جسے تو آسان فرما دے اور تو سخت چیز کو آسان فرما دیتا ہے، جب چاہتا ہے۔"

پچیس دسمبر کو طواف کرنے کے بعد ہم نے نماز پڑھی۔ پھر قرآن مجید پڑھتے رہے، عشاء کی نماز سے کچھ پہلے سعدیہ نے میرے کالج کا ایڈریس مجھ سے لیا اور کہنے لگی باجی جب ہم کراچی اپنی پھوپھی کے گھر آئیں گے تو میں آپ سے ملنے آپ کے کالج ضرور آؤں گی۔ نماز کے بعد میں نے سعدیہ کو گلے لگا کر دعائیں دیں۔ ان کی والدہ کو سلام کر کے میں نے ان سے ہاتھ ملایا تو وہ کہنے لگیں کہ آپ پڑھاتی بھی ہیں اور دین کی کافی معلومات بھی آپ کو ہے۔ لیکن پھر بھی نیل پالش لگاتی ہیں۔ میں نے ان سے کہا آپ غور سے دیکھیں یہ مہندی ہے نیل پالش نہیں۔ (اس وقت میں نے اپنے دستانے اتار رکھے تھے تو وہ مہندی کو نیل پالش سمجھ بیٹھیں) سعدیہ کی والدہ کہنے لگی مجھے معاف فرما دیں، میں نے آپ کو تکلیف پہنچائی۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں۔ ہم ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور میں نعمان کے ساتھ گھر کی طرف روانہ ہوئی۔

نعمان روزانہ مولانا شمیم رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ندیم سے ملاقات کرنے جاتا تھا۔ میں نے اپنی دوسری کتاب "روشنی کے سلسلے" بھی ندیم کو بھجوادی تھی۔ چھبیس دسمبر کو ظہر کی نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر ہم نے ہولڈال اور بیگ لیا اور پہلے مدرسۂ صولتیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ نعمان نے کال بیل کا بٹن دبایا، ندیم نے دروازہ کھولا۔ میں نے کہا بیٹا یہ چابی رکھو ہم جدہ جا رہے ہیں۔ کل صبح مدینہ منورہ پہنچ جائیں گے۔ پھر یہاں چھ جنوری تک رہ کر دوپہر تک جدہ روانہ ہو جائیں گے کیونکہ سات جنوری کو رات کے ڈھائی بجے ہماری جدہ سے کراچی کی پرواز ہے۔ ندیم کہنے لگا باجی جب آپ مدینہ منورہ سے آجائیں گی تو میں آپ کے پاس اپنی بھابی کو لے کر آؤں گا۔ ان کو آپ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے۔ میں نے کہا ضرور لانا۔ ندیم کہنے لگا باجی اندر آئیں میں آپ کو ابو کا کمرہ دکھاؤں، ہم اندر پہنچے۔ ایک طرف میز پر مولانا صاحب کی کتابیں ترتیب سے لگی ہوئی تھیں۔ ان کا پاندان بھی وہاں رکھا ہوا تھا۔ قالین پر مولانا صاحب کی نشست گاہ بنی ہوئی تھی۔ ندیم کہنے لگا کہ باجی میں صفائی کر کے ابو کی چیزیں اسی طرح رکھ دیتا ہوں۔ ابو کے کمرے میں بیٹھ کر رات کو پڑھتا ہوں۔ مجھے اس کمرے سے ابو کی خوشبو آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ پھر ندیم دوڑ کر ایک صابن دانی اٹھا کر لایا اور کہنے لگا باجی میرے ابو نے آخری دن اس صابن کو استعمال کیا تھا۔ میں نے اسی طرح رکھ چھوڑا ہے۔ باجی بس ابو کی وفات اچانک ہوئی۔ آج تک مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے ابو ابھی مدرسہ سے آ کر مجھے آواز دیں گے۔ یہ باتیں کرتے کرتے ندیم کی آواز بھرا گئی۔ میری آنکھوں میں بھی مولانا شمیم کو یاد کر کے آنسو آگئے، میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی دعا کی اور ندیم کو صبر کی تلقین کی۔ نعمان بھی یہ باتیں سن کر خاموش اور رنجیدہ سا بیٹھا تھا۔ ندیم نے نعمان سے ہاتھ ملایا اور کہنے لگا نعمان معاف کرنا۔ میری وجہ سے تمہیں تکلیف ہوئی۔ نعمان نے ندیم کو سلام کیا، ندیم نے اپنے خادم کو ہمارے ساتھ بس اسٹاپ تک سامان لے جانے کے لئے بھیجا۔ جب ہم اسٹاپ پر پہنچے تو بس خالی کھڑی تھی۔ نعمان نے سامان بس کی ڈگی میں رکھوا دیا اور خادم کو سلام کیا۔ مجھے بس میں بٹھا کر نعمان ٹکٹ لے کر آیا۔ اس کے ہاتھ میں جوس کے ڈبے بھی تھے۔ ہم نے اللہ کا نام لے کر جوس پیا اور اتنی دیر میں بس مسافروں سے بھر گئی۔ نعمان کہنے لگا امی کتنی عمدہ اور خوبصورت بس ہے۔ سیٹیں بھی بہت

آرام دہ ہیں، ایسا لگ رہا ہے جیسے جہاز میں بیٹھے ہیں۔ امی جی دیکھئے کتنا خوبصورت قالین بھی بچھا ہوا ہے۔ اگر غلطی سے یہ بس کراچی پہنچ جائے تو ایک ہفتہ بعد اس کی شکل بالکل بدل جائے گی۔ اسی اثناء میں ڈرائیور بھی آکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ہماری سیٹیں چونکہ آگے تھیں، اس لئے نعمان نے ڈرائیور کو سلام کیا۔ وہ عربی میں خیریت پوچھنے لگا۔ پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ تو نعمان نے عربی میں ہی بتایا کہ کراچی سے آئے ہیں۔ ڈرائیور بہت خوش ہوا کہنے لگا تم پاکستانی ہو لیکن بہت اچھی عربی بولتے ہو۔ نعمان نے انکساری سے جواب دیا کہ بس ٹوٹی پھوٹی زبان بول کر کام چلاتا ہوں (سڑکیں صاف و شفاف تھیں، ہر شخص وہاں ٹریفک کے اصول و ضوابط کا خیال رکھتا ہے، بس میں کوئی جھٹکا مسافر کو نہیں لگتا) میں نے نعمان کو اپنا ایک نعتیہ قطعہ سنایا۔

میں مکے سے مدینے جا رہی ہوں
یہی تو روشنیوں کا سفر ہے
جمال و نور کی ان وادیوں میں
زہے قسمت کہ اپنا بھی گذر ہے

میں نے قطعہ ختم کیا، بس رکی تو نعمان نے ڈرائیور کو سلام کیا اور اللہ حافظ کہتا ہوا نیچے اتر گیا۔ ابھی نعمان سامان نیچے اتار رہا تھا کہ سامنے سے زاہد آتا ہوا نظر آیا (نعمان نے صبح مکہ معظمہ سے زاہد کو فون کر دیا تھا اس لئے زاہد اپنی گاڑی لے کر پہنچ گیا) ہم گاڑی میں بیٹھے پھر کچھ دیر بعد ہی زاہد کے بھائی کے گھر پہنچ گئے۔ نعمان کو مردانہ بیٹھک میں بٹھا کر زاہد نے مجھے اندر کی طرف جانے کے لئے کہا۔ جب میں اندر آئی تو پردے کے دوسری طرف زاہد کی بھابی (عابدہ) موجود تھیں۔ ان سے کراچی میں ایک دو مرتبہ سرسری سی ملاقات ہوئی تھی۔ عابدہ نے مجھے سلام کیا اور پھر فوراً مجھے اپنے گلے سے لگا لیا۔ کہنے لگیں باجی آرام سے برقع اتاریں۔ پھر بیٹھیں ابھی ہم بیٹھے ہی تھے کہ عابدہ کے بچے اچھلتے کودتے ہمارے پاس پہنچ گئے اور مجھ سے اس طرح لپٹ گئے جیسے برسوں سے میری ان سے جان پہچان رہی ہو۔ چار بچے تھے، دو تو بہت چھوٹے تھے اور دو ان سے ذرا بڑے تھے۔ بیٹی کا نام ارتج اور بیٹے کا نام فراز تھا (دونوں چھوٹوں کے نام میرے ذہن سے نکل گئے) فراز کہنے لگا ریحانہ خالہ میں نے آپ

کی دونوں کتابیں پڑھ لی ہیں۔ آپ نے اپنے نانا کے جناتوں کے جو واقعات لکھے ہیں آج رات مجھے ان کے دوسرے واقعات بھی سنایئے گا، میں آپ کو سونے نہیں دوں گا۔ عابدہ کہنے لگی فراز ابھی باجی کو آرام کرنے دو۔ پھر عابدہ نے جلدی سے دستر خوان بچھایا اور پھر چائے اور دیگر لوازمات لا کر رکھے۔ نعمان اور زاہد کے لئے دوسرے کمرے میں دودھ اور ناشتہ کا سامان بھیج دیا (کیونکہ نعمان چائے نہیں پیتا، اب تو دو سال سے اللہ نے میری بھی چائے ختم کرا دی) جیسے ہی ناشتہ سے فارغ ہوئے تو فراز نے میرے کان کھانا شروع کر دیئے کہ جنات کے واقعات سنائیں۔ عابدہ نے فراز سے کہا ابھی بیٹے انہیں آرام کرنے دو، تھوڑی دیر بعد عابدہ کی نند ملنے آ گئیں۔ ہم نے عصر اور پھر مغرب کی نماز پڑھی۔ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر کچھ باتیں کیں تو کھانے کا وقت ہو گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد تو فراز نے میرا اچھا پکڑ لیا کہ اب تو آپ کو جب تک نہیں سونے دوں گا جب تک مجھے جنات کے واقعات نہ سنائیں۔ نعمان زاہد کے ساتھ جدہ کی سیر کو نکل گئے اور میں بچوں کو واقعات سناتی رہی۔ رات بارہ بجے تک فراز اور اریج قصے سنتے رہے۔ پھر عابدہ نے انہیں زبردستی ان کے بستروں تک پہنچایا اور لائٹ کم کر دی۔ ہم سب آرام سے سو گئے۔ صبح نماز سے فارغ ہو کر جلدی جلدی تیاری کی کیونکہ ہمیں گھر سے ساڑھے سات بجے نکلنا تھا، نو بجے کی ہماری پرواز تھی۔ میں نے نعمان کو سفید کپڑے نکال کر دیئے اور کہا بیٹا غسل کر کے یہ کپڑے پہن لو کیونکہ نبی ﷺ کو سفید رنگ بہت پسند تھا۔ کپڑوں پر نفیس قسم کی خوشبو بھی لگا لینا۔ عابدہ نے بہت تیزی سے ناشتہ بنایا، سب نے مل کر ناشتہ کیا، پھر میں نے برقع اوڑھا تو اریج اور فراز بھی ایئرپورٹ تک جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ زاہد اور نعمان آپس میں باتیں کر رہے تھے اور بچے مجھ سے مصروف گفتگو تھے۔ راستے میں زاہد نعمان کو مختلف پلوں اور شاہراہوں کی تفصیل بتا رہا تھا۔ راستہ بہت خوبصورت اور کشادہ تھا۔ تقریباً ساڑھے سات بجے ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ زاہد نے ہمیں اندر تک پہنچایا، نعمان کو گلے لگایا، مجھے سلام کیا، اریج اور فراز کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ہمارے ساتھ مدینہ منورہ چلے جائیں۔ مجھے سلام کرنے کے بعد فراز نعمان سے لپٹ گیا، نعمان نے اسے پیار کیا، اریج کو دعا دی اور پھر ہم انہیں اللہ حافظ کہہ کر اندر چلے گئے۔ تمام مراحل سے گزرنے کے بعد آخر کار ہم اپنی فلائٹ کے انتظار میں لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئے۔

نعمان تھوڑی دیر بعد کافی کے دو مگ لے کر آیا۔ کافی انتہائی لذیذ تھی۔ ہم آہستہ آہستہ کافی پیتے رہے۔ کافی پی کر نعمان مدینہ منورہ کے بارے میں مجھ سے باتیں کرتا رہا۔ پھر میں نے نعمان کو اپنا ایک نعتیہ قطعہ سنایا۔

شہرِ نبی میں جانے کے امکان ہو گئے
تکمیلِ ذوق و شوق کے سامان ہو گئے
لے کر چلا ہے عشق دیارِ رسول میں
صد شکر پورے دل کے سب ارمان ہو گئے

نعمان نے سن کر سبحان اللہ کہا۔ ہمیں ان پیاری باتوں میں وقت گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوا۔ پھر ہماری فلائٹ کا اعلان ہونے لگا، ہم دونوں فوراً اپنی نشستوں سے اٹھ گئے اور طیارہ میں داخل ہوئے۔ سیٹیں نعمان نے جلدی ہی تلاش کر لیں۔ اپنی نشستوں پر بیٹھے۔ بیلٹ باندھے، لڑکیوں نے حفاظتی ہدایات دینا شروع کیں، دعا پڑھی گئی اور پھر ہمارا طیارہ فضا میں بلند ہوا۔ بیلٹ کھولیں۔ مشروبات کی ٹرالیاں آ گئیں۔ اسٹیورڈ نے پسندیدہ مشروب پوچھا۔ نعمان نے میرے پسندیدہ مشروب (آڑو کا مشروب) کا نام بتایا۔ ابھی مشروب پی کر فارغ ہوئے تھے کہ نعمان نے مجھے کچھ اخبار کی سرخیاں پڑھ کر سنائیں۔ پھر بیلٹ باندھنے کا اشارہ موصول ہوا۔ طیارہ مدینہ منورہ کے ایئرپورٹ پر اترنے لگا۔ میں نے نعمان سے کہا بیٹا اس شہر میں کثرت سے درود شریف پڑھنا، اور کوشش کرنا کہ پانچ دن کے قیام میں کم از کم دو قرآن مجید کی تلاوت کر لو۔ ہماری چالیس نمازیں تو نہیں ہو سکتیں، ایسا کرنا ہر نماز کے ساتھ ایک قضاء نماز بھی پڑھ لینا۔ اگر اس کا حکم ہو گا تو تھوڑے سے عمل سے بھی خیر کثیر مل جائے گا۔ میں نے کھڑکی سے دیکھا تو مدینہ کی پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے نعمان سے کہا تم بھی دیکھو کتنے حسین منظر نظر آ رہے ہیں۔ اسی اثناء میں جہاز رن وے پر رک گیا۔ جہاز سے اتر کر سامان کی تلاش کا مرحلہ تھا، وہاں کے انتظامات انتہائی اعلیٰ تھے، بہت جلد ہمیں اپنا سامان مل گیا۔ نعمان نے ٹرالی میں سامان رکھا اور ہم دونوں باہر کی طرف چل پڑے۔ میں نے کہا بیٹا اس طرف گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں، جا کر پوچھو جو بس روضۂ رسول ﷺ تک جاتی ہے اس میں ...اں رکھو۔ چنانچہ نعمان نے دو منٹ میں بس تلاش کر لی اس نے سامان اٹھایا ٹکٹ لئے

اور ہم دونوں ماں بیٹے بس میں سوار ہو گئے۔ میرے ہونٹوں پر میرا ہی ایک نعتیہ قطعہ آ گیا ہے۔

طیبہ کی سمت بڑھنے لگے جب مرے قدم
ہر منظرِ جمیل نگاہوں میں آ گیا
جب یہ خیال آیا کہ سرکار ہیں یہاں
کیا نور تھا جو قریۂ جاں میں سما گیا

مدینہ منورہ میں کافی سردی محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن اس موسم سے طبیعت میں ایک خاص فرحت کا احساس ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بس مسافروں سے بھر گئی۔ بس چلنے لگی تو ہم نے دعا پڑھی۔ پھر مسلسل درود شریف پڑھتے رہے۔ کچھ ہی دیر بعد ہماری بس روضۂ رسول ﷺ کے سامنے جا کر رک گئی۔ نعمان اور میں نیچے اتر کر حضور اقدس ﷺ کے گنبدِ خضراء کی طرف نظریں اٹھائے ادب سے کھڑے تھے۔ سبز گنبد دھوپ میں چمکتا ہوا دل میں اترا جا رہا تھا۔ ہونٹوں پر درود شریف تھا اور آنکھوں سے آنسو قطاروں کی صورت میں گالوں پر بہہ رہے تھے۔ نعمان نے ٹھنڈا سانس لیا اور بس میں سے سامان اتارا۔ میں نے نعمان سے کہا کہ بیٹا سامان ایک طرف رکھ دو میں یہاں کھڑی ہو جاتی ہوں۔ تم اسی گلی سے سیدھے چلے جاؤ۔ اسی طرح چلتے رہنا، پھر ایک ہوٹل آئے گا جس کا نام "دار السیف" ہے وہاں ایک بنگالی بھائی ہوتے ہیں۔ ان سے کہنا کہ اسی سال میرے ایک ماموں نعیم حج کرنے آئے تھے تو آپ کے ہوٹل میں انہوں نے قیام کیا تھا، آپ نے کرایہ کے سلسلے میں ان سے بہت رعایت کی تھی، مجھے انہوں نے بھیجا ہے۔ میری والدہ اسٹاپ پر کھڑی ہیں۔

میں اسٹاپ پر کھڑی تھی اور چپکے چپکے اپنی ایک نعت کا شعر بار بار پڑھ رہی تھی ۔

حرم کے نظاروں کو دیکھا کریں گے
خزاں میں بہاروں کو دیکھا کریں گے

ابھی میں یہ شعر پڑھ رہی تھی کہ نعمان تیزی سے آتا ہوا نظر آیا اور کہنے لگا امی شکر ہے اللہ کا، ان صاحب کا کارڈ میرے پاس تھا تو ان کا ہوٹل تلاش کرنے میں زیادہ مشکل نہیں ہوئی۔ امی جی ہوٹل کے مالک بڑے اللہ والے ہیں مجھے بہت پیار کیا اور کہنے لگے، تمہاری والدہ کھڑے کھڑے تھک گئی ہوں گی تم ان کو لے کر جلدی آؤ اور کسی بھی سلسلے میں پریشان

نہ ہو، میں ان شاء اللہ تمہارے ساتھ کافی رعایت کروں گا۔ میں نے نعمان کی بات سنی اور کہا ٹھیک ہے بیٹا چلو کچھ ہلکا پھلکا سامان میں اٹھا لیتی ہوں۔ لیکن نعمان نے سارا سامان خود اٹھا لیا۔ میں نے کہا میرے لال! تم تھک جاؤ گے، تو کہنے لگا امی جی آپ کو پتہ ہے کہ میرا ارادہ مجاہد بننے کا ہے۔ اس لئے یہ بات ہمیشہ یاد رکھئے گا کہ مجاہد کبھی نہیں تھکتا۔ ہم دونوں جلدی جلدی ہوٹل پہنچے، وہ صاحب ہمیں لے کر کمرے میں پہنچے اور کہنے لگے باجی معاف کیجئے گا، ابھی اس بڑے کمرے میں قیام کریں۔ ان شاء اللہ دو بیڈ والا کمرہ آپ کو شام تک دے دوں گا۔ نعمان نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر ہم دونوں ماں بیٹے نے وضو کیا۔ نعمان چائے اور مشروب لے کر آ گیا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہم مسجد نبوی کی طرف چل پڑے۔ نعمان نے دار السیف کے مالک کو سلام کیا، انہوں نے جواب دے کر کہا بیٹا آپ بے فکر ہو کر مسجد نبوی جاؤ، چابی کاؤنٹر پر دیدو تا کہ آپ دونوں میں سے جو بھی پہلے ہوٹل میں آئے اسے دقت نہ ہو۔ میں نے نعمان سے کہا بیٹا میں ظہر کی نماز کے بعد ریاض الجنۃ کا دروازہ کھلنے کا انتظار کروں گی (ظہر کے بعد اور اشراق کے بعد خواتین روضۂ رسول پر سلام و زیارت کے لئے حاضری دے سکتی ہیں) اور نبی ﷺ کے روضہ کی زیارت کر کے اور ریاض الجنۃ میں نوافل پڑھ کر پھر ہوٹل آؤں گی۔ یہ راستے میرے دیکھے بھالے ہیں، تم پریشان نہ ہونا۔ نعمان کہنے لگا ٹھیک ہے امی جی میں اتنی دیر مسجد نبوی میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہوں گا۔ میں نے کہا بیٹا اس وقت ہم جا رہے ہیں، مسجد نبوی کا ایک دروازہ باب جبرئیل ہے تم اسی دروازہ سے روضۂ رسول پر جا کر حاضری دینا۔ آپ کے روضہ پر آپ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام پڑھنا، صفہ پر نفل پڑھنا، استوان الوفود کے پاس بیٹھ کر ستر مرتبہ درود شریف پڑھنا، ادھر حضور اقدس ﷺ کا چہرۂ انور ہے، وہاں بیٹھ کر یہ درود شریف پڑھنا افضل ہے :

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

"اے اللہ اپنی خاص رحمت نازل فرما سیدنا محمد ﷺ پر اور قیامت کے

دن ان کو اپنے دربار میں نزدیکی مقام عطا فرما۔"

استوانِ عائشہ (رضی اللہ عنہا) پر دو نفل پڑھنا۔ خلفائے راشدین میں خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی (شیخین) رضی اللہ عنہما کی نشست عموماً اسی ستون کے پاس ہوتی تھی۔ اس کی فضیلت اور خصوصی برکت کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ستون کے قریب ایک جگہ ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہاں جگہ حاصل کرنے کے لئے قرعہ اندازی کی نوبت آجائے۔ اس خاص جگہ کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو علم تھا۔ آپ نے اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو غالباً وہ جگہ بتادی تھی۔ جب صحابہ نے ان کو اس ستون کے قریب ذرا ہٹ کر نماز پڑھتے دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہی وہ قطعہ مبارک ہے۔ باب الرجال والے تمام دروازے مردوں کے واسطے کے لئے ہیں اور باب النساء عورتوں کے لئے مخصوص ہیں۔ ہم باتیں کرتے ہوئے چل رہے تھے جب میں نے اپنی یہ بات ختم کی تو باب النساء کا بڑا دروازہ مجھے نظر آگیا، میں نے نعمان سے کہا بیٹا باقی اس سلسلے کی باتیں رات کو ان شاء اللہ تفصیل سے بتاؤں گی۔ میں نے نعمان کو یہاں سے اللہ حافظ کہا اور میں باب النساء کی طرف بڑھ گئی۔ مجھے اپنے حج کے زمانے کے واقعات یاد آگئے، جب سب حج کے لئے آئے تھے (نور فاطمہ، صوفیہ، ان کی پھپھو اور دادی) اس زمانے میں مسجد نبوی کی توسیع ہو رہی تھی۔ باب النساء کے سامنے پردہ لگا ہوا تھا۔ اب دروازے کے سامنے عورتوں کے پردے کے خیال سے ایک خوبصورت دیوار (آڑ کے لئے) موجود تھی اور پھر دیدہ زیب باب النساء اپنی شان و شوکت کے ساتھ نظر آرہا تھا۔ دروازہ پہ چار خواتین موجود تھیں جو نگرانی اور تلاشی کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ میں نے اپنا پرس کھول کر ان کے سامنے کیا تاکہ انھیں تلاشی میں دقت نہ محسوس ہو۔ یہ خواتین بڑی تیز نظر رکھتی تھیں کہ ایک لمحہ میں عورتوں کو پہچان لیتی تھیں۔ میں نے انہیں سلام کیا اور مسجد نبوی میں داخل ہوئی اور ساتھ ہی مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھی۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی میری نظروں نے لمحوں میں مسجد کے اس حصے کو اپنے اندر سمو لیا۔ مسجد میں خوبصورت ستون اور ان کے ساتھ مخصوص انداز میں لگائے گئے اے۔ سی موجود تھے۔ بظاہر دیکھنے پر یہ لگتا تھا کہ سنہری گرل والے ستون ہیں لیکن ان کے اندر بڑے عمدہ طریقے سے اے۔ سی لگے

ہوئے تھے۔ سردی کافی تھی اور پھر اے۔ سی کی خنکی، بہت اچھا محسوس ہو رہا تھا۔ میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنے لگی۔ اذان ہوئی تو میں نے ادب سے قرآن حکیم کو الماری میں رکھ دیا۔ اذان کا جواب دیا دعا پڑھی اور پھر درود شریف پڑھنے لگی۔ جماعت کے بعد میں اس دروازے کی طرف بڑھی جو ریاض الجنہ کی طرف کھلتا ہے۔ اس وقت کی مسجد نبوی ہمارے پہلے سفر کے مقابلے میں کافی حد تک بدل چکی تھی۔ ہر طرف خوبصورت اور نفیس فانوس لگے ہوئے تھے۔ اس کے چاروں طرف سونے کے گول پتھر موجود تھے جن پر پورا کلمۂ طیبہ بہت خوبصورت انداز میں لکھا ہوا تھا۔ فانوسوں میں بے شمار بلب روشن تھے۔ مسجد نبوی کا حسن و جمال تو ہر دیکھنے والی آنکھ کو نظر آرہا تھا۔ لیکن نور اور خوشبو کا جو سماں تھا وہ تو صرف چند آنکھیں دیکھ سکتی تھیں اور چند دلوں ہی کو اس سے آگاہی ہو سکتی تھی۔ ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۳ء تک کے برسوں میں مسجد نبوی میں بہت تبدیلیاں واقع ہوئی تھیں۔ ریاض الجنہ کا دروازہ بھی بدل گیا تھا۔ لیکن یہ میرے پیارے نبی ﷺ کی محبت تھی کہ میں کشاں کشاں دروازے تک بڑھتی رہی۔ جب میں وہاں پہنچی تو اس وقت وہاں کوئی نہیں تھا، میں بیٹھ کر درود شریف پڑھنے لگی۔ آہستہ آہستہ عورتیں آنے لگیں، میں نے عورتوں کو دیکھ کر آسانی کی دعا پڑھی اور پھر درود شریف پڑھنے میں مصروف ہو گئی۔ ٹھیک ڈھائی بجے دروازہ کھلا تو عورتوں نے روضۂ رسول کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ میرے دل نے مجھ سے کہا خبردار بھاگنا نہیں، یہ نبی ﷺ کی مسجد ہے اور تمہیں روضۂ اقدس پر حاضری دینی ہے، بھاگ کر چلنا ادب کے خلاف ہے۔ میں نے دل سے کہا تم نے بالکل صحیح کہا۔ میں ادب کے حدود کو کبھی بھی پامال نہیں کروں گی۔ میں ادب کے ساتھ چلتی ہوئی ریاض الجنہ پہنچی اور اللہ کے کرم سے بہت آرام کے ساتھ چلتی ہوئی استوان الوفود تک پہنچ گئی۔ وہاں بیٹھ کر درود شریف پڑھتی رہی (ستر مرتبہ) پھر استوانِ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی سیدھ میں دو نفل پڑھے (استوانِ عائشہ باب البقیع سے آتا ہے، وہاں عورتوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے) اور اسی طرح استوانِ ابی لبابہ (استوانِ توبہ) کی سیدھ میں دو نفل پڑھے۔ پھر دو نفل استوان الوفود کے قریب پڑھے، پھر اصحاب صفہ کی نشست گاہ کی طرف بڑھی۔ گو کہ یہاں ایک شرطہ موجود تھے لیکن انہوں نے صفہ پر چڑھنے سے مجھے نہیں روکا، یہاں کچھ نوافل پڑھے۔ ایک صاحب میرے قریب

بیٹھی تھیں مجھ سے کہنے لگیں اگر آپ برا نہ مانیں تو بتادیں کہ یہ کونسا مقام ہے۔ میں نے ان صاحبہ سے کہا برا ماننے کی کیا بات ہے، اس کے بارے میں بتانا تو میرے لئے بہت بڑی سعادت ہے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ جب نبی ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ زمین خرید و تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ زمین خریدی۔ اس وقت یہ مسجد نبوی نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ مل کر بنائی تھی۔ اس کی دیواریں کچی اینٹوں اور گارے سے بنائی گئی تھیں۔ کھجور کے تنوں کو ستون کے طور پر استعمال کیا گیا اور چھت کھجور کے پتوں سے بنائی گئی۔ بارش کے زمانے میں یہاں کیچڑ ہو جاتی تھی، جس کو ختم کرنے کے لئے آپ ﷺ نے فرش پر کنکریاں پھیلانے کا حکم دیا۔ اس وقت نبی ﷺ نے اس مقام پر ایک چبوترہ بنوایا تھا، عربی میں چبوترہ کو صفہ کہتے ہیں۔ یہ اس لئے بنوایا گیا تھا تاکہ وہ مسلمان جن کا ابھی کوئی گھر بار نہیں ہے یا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نابینا ہیں، یا چلنے پھرنے کے لائق نہیں ہیں اور وہ صحابہ جو حصول تعلیم اور دین سیکھنے کے لئے ہر وقت حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں رہتے ہیں، وہ اس چبوترے پر قیام کریں۔ اس چبوترے پر کھجور کے پتوں سے سائبان بنایا گیا۔ یہاں مختلف اوقات میں ستر سے لے کر سو صحابہ تک رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا تھا کہ "پکی ہوئی کھجوروں کے خوشے سائبان کے ساتھ لٹکا دیا کرو تاکہ میرے یہ صحابہ اپنی چھڑیوں سے کھجوریں جھاڑ لیں۔" آہستہ آہستہ صفہ کو ایک مدرسہ اور جامعہ کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام سنا ہو گا جن سے سب سے زیادہ احادیث مروی ہیں وہ اسی جامعہ کے طالب علم تھے۔ یہ اسلام کی پہلی بہترین درسگاہ تھی، یہاں کے طلباء حضور ﷺ سے علم حاصل کر کے دنیا کے مختلف حصوں کی تاریکیوں اور جہالت کو دور کرنے کے لئے نکلے تھے۔ اگر دل میں محبت کی شمع اپنی پوری تابانی سے روشن ہو تو مسجد نبوی میں (شہر مدینہ میں بھی) حضور ﷺ کی خوشبو سنگھائی دیتی ہے اور آنکھیں اس مبارک دور کے منظر کو دیکھنے لگتی ہیں۔ اس مسجد نبوی میں دور دور سے لوگ اسلام کی روشنی دیکھ کر آتے تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضرت محمد ﷺ کا ہر کام میں اتباع کرنا اپنا فرض اولین بنا لیا تھا اور آج ہم نبی

ﷺ کے اتباع سے بہت دور ہیں۔ تمام باتیں سن کر وہ صاحبہ رونے لگیں، پھر ہم دونوں نے نوافل پڑھے۔ کہنے لگیں دعا کریں میں آمین کہوں گی۔ میں آہستہ آہستہ دعا کر رہی تھی اور ایک ہی جگہ بہت سی آوازیں آمین کہتی ہوئی سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے دعا ختم کر کے چہرے پر ہاتھ پھیرے تو بہت سی پاکستانی بہنیں وہاں موجود تھیں۔ کہنے لگیں ہم نے آپ کی باتیں سنیں اور دعا میں شریک ہوئے ہمیں بہت اچھا لگا۔ اب آپ ہمیں روضۂ رسول پر سلام کا صحیح طریقہ بتادیں۔ میں نے کہا آپ میرے ساتھ چلیں۔ ہم سب روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دیتے ہیں، ہم درود شریف آہستہ آہستہ پڑھتے رہے اور آگے بڑھتے رہے۔ اسی وقت ایک صاحبہ تیزی سے چل کر آئیں اور ہمارے پاس سے گزر گئیں۔ میری ساتھیوں میں سے ایک بہن نیچے گرنے لگیں ہم نے ان کو مل کر اٹھایا اور کہا بہنو! آپ ضرور خیال رکھیں کہ مسجد میں یا روضۂ اقدس پر کسی جگہ پر بھی نہ دوڑیں، اپنے کسی بھی عمل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں، کبھی بے وضو مسجد میں داخل نہ ہوں، ہم سب کو اپنے دلوں میں نبی ﷺ کی عظمت و محبت کو اس طور جگانا چاہئے کہ پھر عمر کے کسی دور میں بھی یہ محبت و عظمت کم نہ ہو۔ ہم روضۂ رسول ﷺ پر پہنچ چکے تھے۔ میں نے ان سے کہا اب ادب سے ہاتھ نیچے کر لیں اور پھر انفرادی طور پر آہستہ آہستہ سلام پڑھیں۔ میں مختصر سلام آپ کے سامنے پڑھ رہی ہوں اگر دل کی گہرائیوں سے اتنا بھی پڑھ لیا تو کافی ہے۔ آپ اپنی زبان میں بھی نبی ﷺ کے مرتبہ پر نظر رکھ کر سلام پڑھ سکتی ہیں۔ مختصر سلام یہ ہے:

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

آپ پر صلوٰۃ و سلام، اے اللہ کے رسول (ﷺ)

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَانَبِیَّ اللّٰہ

آپ پر صلوٰۃ و سلام اے اللہ کے نبی (ﷺ)

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

آپ پر صلوٰۃ و سلام اے اللہ کے حبیب (ﷺ)

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاصَاحِبَ الْخُلُقِ الْعَظِیْم

آپ پر صلوٰۃ و سلام اے صاحب خلق عظیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاصَاحِبَ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْد

آپ پر صلوٰۃ و سلام، اے صاحب مقام محمود

اس مختصر سلام کے بعد درود ابراہیمی پڑھیں۔ میں نے خواتین کی طرف نظر کی تو سب کی آنکھوں میں آنسو نظر آ رہے تھے (یہ آنسو محبت کا نشان تھے جو انہیں نبی ﷺ کے ساتھ تھی) پھر ہم کچھ دائیں طرف ہٹے اور میں نے ان سے کہا یہاں حضرت محمد ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مدفون ہیں، ان کی خوبیوں کو یاد کر کے یہاں بھی اپنے الفاظ میں اپنی محبت و عقیدت کا نذرانہ سلام کی شکل میں پیش کریں۔ پھر کچھ ہٹ کر یہاں خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدفون ہیں (انہیں اسلام دشمن فیروز ابولولوہ نے شہید کیا تھا) ان پر بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح عقیدت و محبت کے ساتھ سلام پیش کریں۔ مگر میری بہنو! یہ یاد رکھنا کہ یہ مختصر سی جگہ ہے۔ بس یہاں کھڑے ہو کر سلام پڑھیں، نفل نہ پڑھیں۔ ورنہ آنے والی خواتین بعض اوقات غلطی سے گر بھی جاتی ہیں۔ نماز پڑھتی ہوئی خواتین کو بھی چوٹ لگ جاتی ہے۔ نبی ﷺ کے روضہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگی، بلکہ قبلہ رو ہو کر دعا مانگی ہے۔ پھر ہم باب جبریل سے اپنے ہوٹلوں کی طرف روانہ ہونے لگے تو میں نے انہیں اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ سامنے سیڑھیوں سے اوپر جو جالیاں نظر آ رہی ہیں وہاں "جنت البقیع" ہے۔ یہاں برگزیدہ صحابیات اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی قبریں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے بندے اور بندیاں تھیں۔ ان کی قربانیاں، ان کی وفاداریاں ہم سب کے لئے ایک پیغام اور ایک سبق ہیں کہ "دنیا تو ختم ہو جانے والی ہے اس لئے اس وقت تک نہ مرنا جب تک اللہ کو راضی نہ کر لو" آپ جب چاہیں سیڑھیوں سے اوپر جا کر اسلام کے ان سچے جانثاروں کے مدفن دیکھ سکتی ہیں، وہاں کھڑے ہو کر ان کو اپنا سلام پہنچائیں اور فاتحہ پڑھیں۔ ان تمام خواتین نے میرا شکریہ ادا کیا۔ میں نے جزاک اللہ کہا اور ہم سب سلام و دعا کے بعد اپنے اپنے ٹھکانوں پر چل پڑے۔

میں ہوٹل پہنچی تو کاؤنٹر سے پتہ چلا کہ نعمان ابھی ابھی اوپر گیا ہے۔ میں نے دروازہ پر دستک دی تو نعمان نے دروازہ کھولا اور کہنے لگا کہ امی ہوٹل والے چچا نے مجھے ہمارے نئے کمرے کی چابی دے دی ہے۔ یہ کہنے کے بعد نعمان نے سامان اٹھایا اور ہم دوسرے کمرے میں آ گئے اس کمرے میں دو بیڈ تھے۔ میں نے دروازہ بند کیا اور نعمان سے کہا بیٹا جلدی سے کھانا لے آؤ، میں جب تک اپنی چادریں نکال کر بچھاتی ہوں۔ نعمان میری بات سن کر بازار چلا گیا، میں نے ہوٹل کے کمبل ایک طرف لپیٹ کر رکھ دیئے۔ بستر پر چادریں بچھائیں، غلاف چڑھائے اور کمبل نکال کر بیڈ پر رکھ دیئے۔ باتھ روم کافی بڑا اور صاف ستھرا دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ میں نے برقعہ اتار کر وضو کیا اور دستر خوان بچھا کر نعمان کا انتظار کرنے لگی۔ نعمان آیا تو ہم دونوں نے اللہ کا نام لے کر کھانا کھایا (نعمان کھانا بہت عمدہ تلاش کر کے لایا تھا) نعمان نے آئسکریم میری طرف بڑھائی تو میں نے پیار سے منع کر دیا اور کہا کہ جب تم آئسکریم کھا لو تو مجھے چائے لا دینا۔ نعمان نے کہا جی اچھا امی ابھی لاتا ہوں اور چائے سے فارغ ہو کر میں نے کمبل اوڑھ لیا۔ سردی میں کمبل کی گرمی نے پکار کر کہا کہ الحمد للہ کہو۔ نعمان اپنے بستر پر لیٹ گیا اور کہنے لگا امی جب میں باب الرجال سے آگے بڑھا تو ایک شرطے سے میں نے عربی میں پوچھا کہ باب جبریل کہاں ہے تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ تب مجھے آپ کی بات یاد آئی کہ باب جبریل کا نمبر ۴۱ ہے۔ میں دیکھ کر چلتا رہا اور باب جبریل پر پہنچ کر حضرت جبریل اور دیگر تینوں برگزیدہ فرشتوں کو سلام پہنچایا۔ پھر میں نے اصحاب صفہ پر نفل پڑھے، پھر ریاض الجنۃ کے ایک ایک ستون کو غور سے دیکھتا رہا، پھر مجھے استوانِ ابی لبابہ اور استوانِ عائشہ نظر آ گئے، وہاں دو دو نفل پڑھے۔ پھر استوان الوفود بھی آسانی سے مل گیا، یہاں بھی دو نفل پڑھے۔ پھر سنہری جالیوں کے پاس جہاں ایک بڑا سا گول سوراخ جالیوں میں بنا ہوا ہے اُسے مواجہ شریف کہتے ہیں، ادب سے کھڑا ہو گیا۔ امی کچھ عجیب حالت تھی روضۂ رسول پر کھڑا تھا، میرا رواں رواں حدِ ادب کی پکار لگا رہا تھا۔ اللہ سے دعا کی کہ تو مجھے ہمت عطا فرما اور پھر آپ ﷺ پر سلام پڑھا، پھر دو سوراخوں کے پاس کھڑا ہوا، سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر سلام بھیجا۔ پھر میں نے منبر رسول کی طرف نظر کی۔ دل چاہ رہا تھا کہ آگے بڑھوں اور منبر رسول کو چھو کر دیکھوں، لیکن اپنی اس خواہش کو دل میں

دیا گیا، منبر میرے سامنے تھا لیکن امی میری نظریں ماضی میں دیکھ رہی تھیں کہ جب نبی ﷺ حیات تھے تو نبی کی اس مسجد کی (سبحان اللہ) کیا شان ہوگی۔ جب آپ ﷺ کی امامت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نماز پڑھتے ہوں گے، آپ ﷺ سے دین کی تعلیم حاصل کرتے ہوں گے، کیا سادگی اور وقار ہوگا۔ امی جی یہ اسلام کے نامور فرزند تھے جنہوں نے اللہ کے لئے اپنی ہر چیز کو قربان کر دیا تھا۔ آج میرے پیارے نبی ﷺ کی مسجد کو اللہ تعالیٰ نے سونے سے سنہرا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو دکھا رہا ہے کہ یہ اسی صابر و شاکر نبی کی مسجد تھی جو خود بھوکا رہ کر دوسروں کی بھوک کو دور کیا کرتا تھا۔ میرے نبی ﷺ نے اپنا مرکز محبت دنیا کو نہیں بنایا تھا بلکہ ان کا مرکز محبت فقط اللہ کی رضا میں پوشیدہ تھا۔ آج میں نے ان کے صبر کی واضح جھلک مسجد نبوی میں ظاہر کر دی ہے۔ امی جی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے لئے جنت میں سب سے اعلیٰ درجہ (مقام محمود) رکھا ہے۔ یہ باتیں کرتے ہوئے نعمان کی آنکھوں میں شفاف موتی سے چمکنے لگے، پھر ٹھنڈی سانس بھر کر کہنے لگا امی وہ چچا جو ہمیں کراچی ایئر پورٹ پر ملے تھے وہ مجھے دوبارہ حرم محترم میں نظر آئے تھے۔ مجھ سے بڑی محبت سے ملے اور کہنے لگے بیٹا تم مدینہ منورہ کب جا رہے ہو اور وہاں تمہارا قیام کہاں ہوگا؟؟ امی میں نے ان کو اپنا تمام پروگرام بتا دیا، بڑی سادہ طبیعت کے انسان ہیں۔ کہنے لگے بیٹا آپ اپنی والدہ سے کہنا کہ میری اہلیہ کو مدینہ میں اپنے ساتھ ہی رکھیں اور بیٹا مدینہ کی زیارتوں پر تم ہمارے ساتھ چلنا کیونکہ ہم تو پہلی دفعہ آئے ہیں۔ آج عصر کی نماز کے بعد وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔ امی میں نے بنگالی چچا سے بات کر لی ہے کہ ان کے لئے بھی رعایت کر دیں۔ میں عصر پڑھ کر فوراً یہاں پہنچ جاؤں گا تاکہ انہیں کمرہ دلا دوں۔ امی انہوں نے اپنی مکہ معظمہ کی رہائش بھی بتا دی ہے وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ مکہ مکرمہ کی زیارتوں پر بھی ہمیں ضرور لے کر چلنا۔ میں نے نعمان سے کہا ٹھیک ہے بیٹے آپ ان کے ساتھ ایسا ہی کریں۔ میں نے پھر نعمان کو مخاطب کیا اور کہا کہ بیٹا آپ رات کا کھانا کھا کر بازار کا چکر لگا لیا کرو، اگر کچھ خریدنا ہے تو یہاں سے خرید لو۔ نبی ﷺ کا شہر ہے، یہاں سے سرمہ، لوبان، کھجوریں، تسبیحات اور مہندی ضرور خریدنی ہے۔ نعمان کہنے لگا امی جی ٹھیک ہے ضرور یہاں سے خریداری کریں گے اور اگر مدینہ اور مکہ معظمہ سے واپسی کے بعد کچھ بچت ہوئی تو پھر جدہ سے بچوں کے لئے کچھ خریداری

کر لیں گے۔ اس کے بعد ہم نے کچھ دیر آرام کیا اور پھر عصر سے پہلے مسجد نبوی کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں جب عشاء کی نماز پڑھ کر دار السیف پہنچی تو کچھ دیر بعد نعمان بھی آ گیا اور کہنے لگا امی جی پروگرام کے مطابق کراچی والے چچا آ گئے تھے، ان کا بیٹا اور وہ میرے ساتھ ہی مسجد نبوی گئے تھے۔ ان کی اہلیہ کی طبیعت خراب تھی اس لئے انہوں نے ہوٹل ہی میں اپنے کمرے میں آرام کیا۔ چچا کہہ رہے تھے کہ تمہاری والدہ آ جائیں تو ہمیں بتا دینا۔ میں تمہارے ساتھ بازار دیکھ لوں گا۔ کچھ کھانے پینے کی اشیاء بھی لینی ہے۔ دونوں خواتین اس عرصہ میں ایک دوسرے سے ملاقات کر لیں گی، نعمان بازار چلا گیا تو دروازہ پر دستک ہوئی، میں نے پوچھ کر دروازہ کھولا وہ خاتون کمرے میں آ گئیں۔ میں نے ان کو کمرے میں بٹھایا ان کا نام پوچھا تو انہوں نے کوثر نام بتایا۔ میں نے کہا کوثر دوا ضرور لے لینا تاکہ جلدی طبیعت ٹھیک ہو جائے۔ کہنے لگیں کھانا کھا کر بخار کی دوا لوں گی، پھر ان شاء اللہ تہجد میں آپ کے ساتھ مسجد نبوی چلوں گی۔ ہم دونوں کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے ان کی باتوں اور چہرے سے مجھے اندازہ ہوا کہ کوثر بڑی نیک اور سادہ طبیعت کی مالک ہے۔ اسی اثناء میں نعمان نے دستک دی تو وہ پردہ کرنے کے بعد اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔ نعمان کھانا لے کر آیا تھا چہرے پر خوشی نظر آ رہی تھی۔ میں نے کہا میرا بیٹا بہت خوش ہے تو کہنے لگا امی جی میں نے پیارے نبی ﷺ کے شہر کے کافی بازار دیکھے۔ امی مجھے قطعی یہ محسوس نہیں ہوا کہ اس شہر میں، میں پہلی بار آیا ہوں۔ بلکہ راستوں سے گزرتے وقت یہ محسوس ہو رہا تھا کہ یہ سب میرے جانے پہچانے راستے ہیں، تب مجھے یاد آیا کہ جب آپ حج کرنے کے بعد کراچی آئی تھیں تو آپ اکثر مختلف گلیوں اور شاہراہوں کے بارے میں مجھے بتاتی رہتی تھیں۔ میں نے بڑے شوق اور توجہ سے اس کی باتیں سنیں اس کو مسکرا کر دیکھا تاکہ وہ اپنی خوشی کو قائم رکھ سکے اور پھر دستر خوان بچھا کر اس پر کھانا رکھا۔ پھر ہم دونوں ماں بیٹے نے ہاتھ دھوئے اور اللہ کا نام لے کر کھانا کھایا۔ پھر میں نے نعمان کو مخاطب کیا کہ بیٹا تہجد کے لئے چار بجے گھر سے نکلیں گے، پھر میں فجر پڑھ کر گھر آ جاؤں گی، پھر ناشتہ کریں گے کچھ دیر آرام کر کے میں ۹ بجے حضور ﷺ کے روضۂ انور پر حاضری کے لئے جاؤں گی (تاکہ باب جبریل سے مسجد میں داخل ہو سکوں) پھر حاضری کے بعد ہوٹل واپس آ کر آرام کروں گی۔ پھر ظہر سے قبل مسجد نبوی جاؤں گی، پھر

ظہر پڑھ کر اپنے ہوٹل میں جاؤں گی۔ پھر عشاء کے بعد ہی ہوٹل آئیں گے۔ نعمان کہنے لگا ای جی آپ نے جس طرح اوقات مقرر کئے ہیں وہ ٹھیک ہیں تاکہ ہم مسجد نبوی میں زیادہ سے زیادہ قرآن کی تلاوت اور تسبیحات کا ورد کر سکیں گے۔ پھر نعمان کہنے لگا امی اب آپ اس وقت مسجد نبوی کے بارے میں بتائیں، اس وقت بات ادھوری رہ گئی تھی۔ میں نے کہا ٹھیک ہے میں نے تمہیں استوان عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بارے میں بتایا تھا۔ اسی طرح ایک ستون استوان ابی لبابہ (رضی اللہ عنہ) پر دو نفل پڑھنا۔ حضرت ابی لبابہ رضی اللہ عنہ نے کسی لغزش کے بعد خود کو بطور سزا اس ستون سے باندھ لیا تھا اور عہد کیا تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے معاف نہیں کرے گا اور حضور ﷺ مجھے اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے، میں اسی ستون سے جکڑا رہوں گا۔ نماز اور قضائے حاجت کے وقت ان کی اہلیہ ان کو کھول دیتی تھیں اور ان کاموں سے فارغ ہو کر وہ پھر خود کو باندھ لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اللہ نے ان کی توبہ کو قبول فرما لیا۔ اس لئے اس ستون کو استوان توبہ بھی کہتے ہیں۔ بیٹا ان استوان کے قریب رش بہت زیادہ ہوتا ہے جب بھی تمہیں موقع ملے اور جو استوان خالی ملے اس کے قریب دو نفل پڑھ لینا (مکروہ اوقات میں نفل نہیں پڑھنا) ماشاء اللہ تم طاقت ور ہو لیکن کسی کو دھکا نہیں دینا، کسی کو زبان سے بھی کچھ نہ کہنا کیونکہ جس طرح مسجد حرام میں وہاں کے آداب کا خیال رکھنا ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ کے حرم میں بھی ان تمام آداب کا خیال رکھنا ہے، بیٹا یاد رکھنا ہمارا کوئی عمل ایسا نہ ہو جس سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچے۔ نعمان نے مجھے بڑے ادب سے جواب دیا۔ امی جی آپ بے فکر رہیں میں ہمیشہ اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ میں اللہ اور اس کے نبی کے حرم میں کوئی معمولی سی غلطی بھی نہ کروں۔ مجھے اس کے جواب سے خوشی ہوئی اور پھر میں نے آگے بتایا کہ بیٹا میرے استاد محترم مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ جب استوان حنانہ کا تذکرہ کرتے تو اکثر ان کا وعظ سننے والے رونے لگتے تھے۔ یہ استوان نبی ﷺ کی محراب کے داہنی طرف پشت کی سمت بالکل ملا ہوا ہے۔ یہ استوان کھجور کے اس تنے کی جگہ ہے جس سے سہارا لگا کر حضور اقدس ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا منبر جب تیار ہو گیا تو آپ نے اس پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دیا۔ اس وقت کھجور کا خشک تنا آپ ﷺ کی جدائی کے صدمے سے

با آواز بلند رونے لگا۔ حضور ﷺ منبر سے اتر کر اس تنے کے پاس تشریف لائے اور اپنا دست شفقت اس پر رکھا تو تنا پر سکون ہو گیا (یہ بتاتے بتاتے خود میری آواز بھرا گئی اور نعمان کی آنکھوں میں بھی آنسو تیرنے لگے) میں نے نعمان سے کہا، جس دن بھی بیٹا موقع ملے دو نفل یہاں پڑھ لیا کرنا، وہاں دیکھنا ایک اور ستون نظر آئے گا اسے استوان حرس کہتے ہیں۔ جب نبی ﷺ نے مسجد نبوی کے ساتھ ہی حجرۂ مبارک بنوایا تو ابتدائی ایام میں کوئی نہ کوئی صحابی رضی اللہ عنہ یہاں پہرہ دیا کرتے تھے۔ لیکن پھر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ "اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھے گا" تو پھر پہرہ داری کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ لیکن یہ استوان اپنی جگہ موجود ہے، اگر موقع ملے تو یہاں بھی دو رکعت پڑھنا۔ استوان سریر: یہ وہ مقام ہے کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں یہاں اعتکاف فرماتے تو اسی مقام پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ استوان الوفود: حضور اقدس ﷺ نے اللہ کے حکم سے مدینہ منورہ میں ایک حکومت الٰہیہ قائم فرمائی تھی اور سات ہجری میں آپ نے مختلف ممالک میں اپنے سفیر بھیجے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو نبی ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلامی حکومت کا حکمران بنایا تھا۔ اسی لئے آپ ﷺ کے پاس مختلف علاقوں سے وفود آتے اور اسی جگہ آپ سے ملاقات فرماتے تھے۔ استوان جبرئیل: یہاں حضرت محمد ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات فرماتے تھے۔ ریاض الجنۃ: منبر رسول ﷺ اور قبر شریف کے درمیان کا حصہ "ریاض الجنۃ" کہلاتا ہے۔ اس مقام کی نسبت حضور ﷺ کی حدیث مبارک ہے "جو جگہ میرے گھر اور منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک ہے" (گھر سے مراد ام المومنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ہے، جس میں حضور ﷺ کی قبر شریف ہے۔ یہ حجرہ حضرت سیدہ بی بی فاطمہ کے حجرہ کے برابر میں ہے) اسی ریاض الجنۃ میں حضور اقدس ﷺ کا مصلیٰ بھی ہے، جہاں کھڑے ہو کر آپ امامت کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ اس جگہ جو محراب بنی ہوئی ہے وہی محراب نبی ﷺ کہلاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ سوائے قدم مبارک کی جگہ چھوڑ کر باقی جگہ پر دیوار بنوا دی تھی تاکہ آپ ﷺ کے سجدہ کی جگہ لوگوں کے قدموں میں نہ آئے۔ میں بتا رہی تھی اور نعمان کے منہ سے

بے ساختہ اللہ اکبر نکلا اور وہ کہنے لگا امی جی ہمارے پیارے نبی ﷺ کے کبار صحابہ کا کیا اعلیٰ کردار تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نعمان نے دعا کرنے کے بعد کہا امی جی اگر آپ اجازت دیں تو تھوڑی دیر کے لیے اے۔ سی چلا لوں؟ میں نے کہا ضرور چلاؤ۔ پھر میں نے کمبل کو اچھی طرح اپنے اردگرد لپیٹا اور اپنے معمولات پڑھنے لگی۔ نعمان بھی اپنے معمولات پڑھنے لگا، اس کی پیاری آواز میرے کانوں میں شہد بن کر ٹپک رہی تھی اور میں اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی کہ اے میرے رب تو نے مجھے اتنا پیارا بیٹا عطا کیا کہ اب عمرہ کے لئے آئی ہوں تو نہ کھانا خریدنے جانا پڑتا ہے اور نہ ناشتہ۔ ورنہ حج پر آئے تھے تو خود ہی تمام اشیاء خریدنی پڑتی تھیں۔ اب نعمان کی وجہ سے اے میرے رب تو نے کتنی سہولت عطا فرمائی۔ میں نے پڑھتے پڑھتے محبت سے نعمان کی طرف دیکھا تو وہ اپنے بستر پر بیٹھا سر جھکائے پڑھ رہا تھا۔ چہرہ پر ایک خاص نور نظر آ رہا تھا، میں نے نظر کی دعا پڑھی اور اس پر دم کر دی۔ کچھ دیر بعد نعمان نے لائٹ اور اے۔ سی بند کر دیا اور میں درود شریف پڑھتے پڑھتے سو گئی۔ ساڑھے تین کا الارم لگایا تھا، فوراً تیار ہو کر نعمان کو اٹھایا اور کوثر کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اتنی دیر میں نعمان بھی تیار ہو کر باہر آیا دروازہ کا تالا لگایا، کوثر کے شوہر اور بیٹا آگے آگے نعمان کے ساتھ چلنے لگے۔ ہم ذرا آہستہ چل رہے تھے۔ ہوٹل سے نکلے تو انتہائی حسین موسم دیکھنے کو ملا، ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں نبی ﷺ کی مسجد کے سامنے والی سڑک روشنی سے جگمگا رہی تھی۔ اتنی روشنی تھی کہ سوئی بھی گرے تو فوراً مل جائے، رنگ و نور کا ایسا سماں تھا کہ میرے لبوں پر اپنی ہی نعت کا شعر آ گیا۔

کس درجہ پُرانوار مدینے کی فضا ہے
خوشبو لئے دامن میں یہاں موجِ صبا ہے

میں اور کوثر باب النساء پر تلاشی دے کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے، کچھ دیر بعد اذان ہو گئی۔ سب نے اپنی اپنی نماز تہجد پڑھی، پھر قرآن پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ فجر کی اذان ہوئی اور پھر جماعت کھڑی ہو گئی۔ مسجد نبوی کے امام صاحب بھی حرم مکہ کے امام صاحب کی طرح بڑے خوبصورت انداز میں تلاوت کرتے ہیں۔ نماز پڑھتے وقت ایسا محسوس ہوتا

ہے کہ زندگی میں اتنی مکمل اور خشوع و خضوع والی نماز کبھی پڑھنے کو نہیں ملی، ہم نماز فجر کے بعد گھر لوٹ گئے۔ میں نے کوثر سے کہا کہ میں اشراق گھر پر ہی پڑھوں گی اور میں گھر سے نو بجے نکلوں گی، تاکہ صبح وقت پر روضہ رسول ﷺ پر پہنچ جاؤں، وہ کہنے لگیں کہ میں بھی ضرور چلوں گی۔ جب میں سلام پڑھ رہی تھی تو ایک خوبصورت سا احساس مجھے ہو رہا تھا اور اپنی ہی نعت کا ایک شعر بار بار میری زبان پر آ رہا تھا۔

روضے پہ میں آئی ہوں تو احساس ہوا ہے
جیسے کوئی جالی سے مجھے دیکھ رہا ہے

پھر خود بخود آنسو میری آنکھوں سے نکل کر برقع کی چادر میں جذب ہوتے رہے۔ لیکن روح پر ایک سرور سا طاری تھا۔ یہ کیفیت اتنی بڑھی کہ میں اپنے گرد و پیش کو بھی بھول گئی۔ جب کوثر نے میرا کندھا ہلایا تو میں چونکی اور پھر شیخین پر سلام پڑھ کر باب جبرائیل پر کھڑے ہو گئے اور خاموشی سے سلام پڑھتے رہے (میں اپنے ہاتھ میں کوئی کتاب نہیں رکھتی تھی اس لیے کوئی بھی نگران خاتون مجھے یہاں سے نہیں ہٹاتی تھیں) ریاض الجنۃ اور صفہ سے ہم ہو کر آ گئے تھے۔ پھر باب جبریل سے نکل کر گنبد خضراء کے سامنے کھڑے ہو کر درود شریف پڑھتے رہے، پھر سیڑھیاں چڑھ کر جنت البقیع کی جالیوں سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے کوثر سے کہا دیکھو کوثر یہاں بڑے بڑے صحابہ صحابیات حضور ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ کی بیٹیاں دفن ہیں، لیکن دیکھو کسی قبر پر کتبہ نظر نہیں آیا۔ پھر ہم دونوں نے سب کو سلام پہنچایا اور فاتحہ پڑھی۔ اس وقت ان مقدس ہستیوں کو یاد کر کے رونا بھی آیا۔ پھر ہم دونوں "دارالسیف" کی طرف چل پڑے۔

ظہر کی نماز سے کافی پہلے میں اور کوثر مسجد نبوی پہنچ گئے۔ نعمان کوثر کے بیٹے اور شوہر کے ساتھ تھا۔ نماز کے بعد سعدیہ اور اس کی والدہ سے ملاقات ہوئی۔ ہماری ان سے سلام دعا ہوئی وہ دونوں ہم سے مل کر بہت خوش ہوئیں۔ سعدیہ کی والدہ کہنے لگیں آج ہم کویت واپس جا رہے ہیں، کچھ دیر ہم نے مسجد سے باہر آ کر باتیں کیں، پھر اللہ حافظ کہہ کر اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ گئے۔ عصر کی نماز کے بعد میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہی تھی تو ایک پیاری سی بلی میرے پاس آ کر کھڑی ہو گئی میں نے اسے پیار کیا تو میری گود میں چڑھ کر

بیٹھ گئی۔ میں قرآن پڑھتی رہی اور وہ میری گود میں منہ رکھ کر خاموش بیٹھی رہی، قریب بچے میرے پاس دوڑ دوڑ کر آ رہے تھے اور بلی کو پیار کر رہے تھے۔ جب مغرب کی اذان ہوئی تو میں نے بلی سے کہا اب ہم نماز پڑھیں گے تم جاؤ تو بلی خاموشی سے واپس چلی گئی۔ کوثر ڈر کی وجہ سے مجھ سے چپٹ گئیں اور کہنے لگیں ریحانہ مجھے ڈر لگ رہا ہے ہو سکتا ہے یہ بلی جنات ہو۔ میں نے کہا اگر جنات بھی ہے تو اچھی جنات ہوگی برے جنات مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے اور اچھے جنات نقصان نہیں پہنچاتے، یہ اللہ کا گھر ہے تم ڈرو نہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد جب ہم مسجد نبوی سے رخصت ہونے لگے تو میں نے کوثر سے کہا آؤ کچھ دیر روضۂ رسول کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور پھر جنت البقیع کے باہر کھڑے ہو کر میں نے اپنی نظروں کو روضۂ رسول تک پہنچا دیا۔ وہاں عالم ہی کچھ عجب سا تھا میں بار بار اپنی نعت کا ایک شعر پڑھ رہی تھی۔

چھن رہی ہے ہر گھڑی جو روضۂ سرکار سے

دیدہ و دل کو مرے وہ چاندنی اچھی لگی

موسم اور زیادہ سرد ہو رہا تھا، بادل گھر گھر کر آ رہے تھے۔ بجلیاں کوند رہی تھیں۔ کیف و بے خودی کا یہ حال تھا کہ مجھے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ کوثر میرے ساتھ چل رہی ہیں۔ جب انہوں نے میرا نام لے کر پکارا تو میں ان کی طرف متوجہ ہوئی۔ ہم باتیں کرتے ہوئے گھر پہنچے تو بارش شروع ہو گئی۔ کچھ دیر بعد نعمان کھانا لے کر آیا تو اس کے تمام کپڑے بھیگ رہے تھے۔ میں نے نعمان سے کہا کہ بیٹا جلدی سے گرم پانی سے غسل کر لو اور لباس تبدیل کر کے سوئٹر بھی پہن لو۔ اس کے بعد کھانا کھائیں گے۔ کھانے کے بعد نعمان ہوٹل کے کاؤنٹر سے پلاسٹک کے دو بڑے بڑے ٹکڑے لے آیا (اس وجہ سے کہ جب تہجد کے لئے مسجد نبوی کی طرف جائیں گے تو بارش سے بچنے کے لئے پلاسٹک اوڑھ لیں گے) میں نے نعمان سے کہا بیٹا میرا دل چاہ رہا ہے کہ ایک کپ گرم گرم کافی مل جائے لیکن بیٹے میں آپ کو اس وقت نہیں بھیج سکتی کیونکہ بارش ہو رہی ہے۔ نعمان میری بات سن کر مسکرایا اور کہنے لگا امی ہمارے ہوٹل سے متصل ایک کافی شاپ ہے میں ابھی لے کر آتا ہوں۔ اس نے پلاسٹک اوڑھی اور جلدی سے دروازہ کھول کر چلا گیا، چند منٹ بعد ہی نعمان کافی کے دو کپ لے کر

آیا۔ میں نے نعمان کو بہت دعا دی۔ ہم باتیں کرتے رہے اور کافی پیتے رہے، میں کمبل اوڑھے بیٹھی تھی۔ کافی ختم کر کے نعمان مسکراتا ہوا میرے پاس آیا اور زبردستی میرے پاؤں دبانے لگا۔ (نعمان اسی طرح ہر روز اپنی محبت کا حق ادا کر کے میری دعائیں لیا کرتا تھا) کچھ دیر بعد ہم درود شریف کا ورد کرتے کرتے سو گئے۔ تہجد کے لئے اٹھے تیار ہو کر پلاسٹک میں نے برقع پر اوڑھی، نعمان نے اپنی پلاسٹک اوڑھی اور کہنے لگا امی کراچی والے چچا کہہ رہے تھے کہ اگر تہجد کے وقت بارش ہو رہی ہو تو تم اپنی والدہ کے ساتھ چلے جانا، پھر ہم فجر کے وقت مسجد نبوی جائیں گے کیونکہ تمہاری خالہ کی طبیعت خراب ہے۔

میں اور نعمان ہوٹل سے باہر نکلے تو دھواں دھار بارش ہو رہی تھی۔ ہوائیں بھی کافی تیز تھیں۔ نعمان کہنے لگا امی میرا خیال ہے آپ اس وقت نہ جائیں کہیں آپ کی طبیعت نہ خراب ہو جائے۔ میں نے کہا بیٹا ایک طویل عرصے سے میری خواہش تھی کہ میں مدینہ کی بارش دیکھوں۔ ان شاء اللہ میری طبیعت خراب نہیں ہوگی۔ نعمان مطمئن ہو گیا اور ہم دونوں ہوٹل سے باہر نکلے۔ سڑکوں پر بالکل سناٹا تھا۔ بہت کم لوگ اپنے ہوٹلوں سے نکل کر مسجد نبوی کی طرف جا رہے تھے، بارش کے ساتھ ایسا لگ رہا تھا جیسے نور برس رہا ہو۔ میں نے نعمان سے تذکرہ کیا تو کہنے لگا امی کوئی سفید سفید چیز ہے جو بارش کے ساتھ نیچے اترتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ میں نے نعمان سے کہا بیٹا میری نعت کا ایک شعر سنو جو حسب حال ہے۔

جب مدینے مجھے لے آئی مرے دل کی تڑپ

ابرِ رحمت کو یہاں میں نے برستا دیکھا

اس کے بعد ہم جتنی راتیں بھی تہجد کے لئے نکلے موسم ایسا خوشگوار ہوتا تھا کہ کبھی ایسا موسم دیکھا نہ سنا۔ روزانہ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہوتی، بجلیاں چمکتی دور تک نظر آتی تھیں، بادلوں کے ٹکڑے آسمان پر تیرتے ہوئے بڑے خوبصورت لگتے تھے۔ لیکن ان سب سے جدا جو انوکھی اور دل موہ لینے والی چیز تھی، وہ وہاں کا رنگ و نور اور خوشبو تھی۔ جسے بیان کرنا میرے بس میں نہیں۔ اپنے ملک میں بارشیں دیکھیں، پہاڑی علاقوں میں بڑے حسین و جمیل موسم دیکھے لیکن میں کیا کہوں کہ مدینہ والا موسم میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ موسم کو دیکھتے ہوئے میں نے اپنی نعت کے دو شعر نعمان کو سنائے۔

وہاں ہر وقت ہر دم بارشِ انوار ہوتی ہے
تجلی ریز ہوتی ہے جہاں شوکت محمد کی
جچے گا کیا نظر اس کا رنگ گلیوں میں مدینے کی
یہاں پھیلی ہوئی ہے دور تک نکہت محمد کی

نعمان نے سبحان اللہ کہا اور کہنے لگا امی واقعی یہ حقیقت ہے کہ مدینہ میں حضرت محمد ﷺ کی خوشبو کئی بار محسوس ہوئی ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی شوکت اور خوشبو نے موسم کے حسن کو اور بڑھا دیا ہے اور یہ سب اللہ کی مہربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی وجہ سے یثرب کو مدینہ منورہ بنایا۔ ابھی ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ باب النساء کا بڑا دروازہ نظر آنے لگا۔ یہاں سے نعمان نے مجھے اللہ حافظ کہا اور آگے بڑھ گیا۔ میں نے دروازہ کے پاس جا کر پلاسٹک اتار کر جھاڑی اور پرس میں سے شال نکال کر برقع پر اوڑھ لی۔ دعا پڑھ کر اندر داخل ہوئی تو تھوڑی دیر بعد ٹھنڈک کا احساس کم ہو گیا (اللہ کا شکر ہے اس وقت اے۔ سی بند تھا) رجب المرجب کی آخری تاریخیں تھیں۔ ایک جمعہ ہمیں مدینہ منورہ میں ملا، اسی دن نعمان نے مجھے بتایا کہ امی آج ہم خود کار سیڑھیوں کے ذریعے اوپر گئے تھے تو ہم نے دیکھا صحن میں جالیاں بنی ہوئی ہیں لیکن کاریگروں کے ہنر پر امی میں دنگ رہ گیا۔ جب وہاں موجود پہرہ دار نے بٹن دبایا تو جالیاں غائب ہو گئیں اور دوسرا بٹن دبانے پر وہاں چھت بن گئی۔ امی جی جمعہ کا خطبہ آپ نے بھی سنا ہو گا مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ان کے خطبہ کا ایک ایک لفظ میرے دل میں اتر رہا ہے۔ امی ایک اور عجیب بات ہوئی جب ہم نماز پڑھ کر نیچے اترنے لگے تو ایک عرب بزرگ نے عربی میں پکارا (وہ کہہ رہے تھے بیٹے میرے پاس آؤ) جب میں ان کے قریب چلا گیا تو انہوں نے میرے کاندھے پکڑ کر مجھے خوب دعائیں دیں۔ اپنے ہاتھ میرے سینہ سے لگائے اور پھر مجھے اپنے سینہ سے لگا لیا۔ امی جی نہ جانے میری آنکھوں میں اس لیے آنسو کیوں آ گئے۔ میرا دل چاہ رہا تھا میں ان بزرگ کے پاس بیٹھ جاؤں، ان کے پاس سے ہٹنے کو میرا دل تیار نہیں تھا۔ ان کی شخصیت بارعب اور چہرہ نورانی تھا۔ نہ جانے امی جی وہ کون تھے۔ میں نے کہا بیٹا بعض چیزیں اسرار میں ہوتی ہیں ان کے بھید اللہ ہی جانتا ہے۔ نعمان کہنے لگا امی جی مغرب کے وقت اکثر عرب کھجوریں بانٹتے ہیں اور پھر مغرب

کی نماز کے بعد قہوہ بھی تقسیم کرتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں بیٹا کافی لوگ چونکہ مقامی ہوتے ہیں اس لئے روزہ رکھتے ہیں۔ خواتین کے حصے میں بھی اکثر عرب خواتین کھجوریں تقسیم کرتی ہیں۔

انتیس دسمبر کے لئے میں نے نعمان کے ساتھ مل کر پروگرام بنایا کہ بیٹا میں اور کوثر روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کے بعد ٹھیک دس بجے باب جبرئیل کے باہر کھڑے ہو جائیں گے۔ تم وہاں کوثر کے بیٹے اور شوہر کے ساتھ آ جانا۔ پھر ٹیکسی لے کر مدینہ منورہ کی زیارتوں کے لئے چلیں گے۔ چنانچہ نعمان نے ایسا ہی کیا، ہم سب ٹیکسی میں بیٹھے سواری کی دعا پڑھی، ہماری ٹیکسی چل پڑی۔ ہم سب آہستہ آہستہ درود شریف پڑھ رہے تھے۔ سب سے پہلے مسجد شیخین پہنچے۔ اسی مقام پر نبی ﷺ نے اس لشکر کا معائنہ کیا تھا جو آپ ﷺ کے ساتھ وادیٔ احد کی طرف جا رہا تھا۔ اس مسجد میں ہم سب نے دو، دو رکعت نماز نفل ادا کئے اور دعائیں مانگیں۔ پھر ہم وادیٔ احد کی طرف روانہ ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارک ہے:

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "احد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے، جب تم یہاں سے گزرو تو اس کے درختوں میں سے کھاؤ اگرچہ کانٹے دار درخت ہی کیوں نہ ہو" (فضائل مدینہ منورہ۔ ڈاکٹر خلیل ابراہیم)

۱۹۹۱ء میں جب ہم اس وادی میں آئے تھے تو جبل عینین کا کچھ حصہ باقی تھا (میں اور میری ساتھی خواتین نے اس پہاڑی پر چڑھ کر دیکھا تھا) اسی پہاڑی پر نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی تھی۔ آپ کے ساتھ ایک لشکر حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا (یہ پچاس صحابہ کرام تھے) اب جو وہاں پہنچے تو وہ پہاڑی موجود نہیں تھی۔ سعودی حکومت نے یہاں سڑک کو کافی وسیع کر دیا ہے، پھر ہم اس کٹہرے کے نزدیک پہنچے جہاں سید الشہداء حضرت حمزہ اور پہلے مبلغ اسلام اور غزوۂ احد کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عبداللہ بن جحش اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی قبریں ہیں۔ ہم نے وہاں شہداءِ احد کو سلام پہنچایا اور فاتحہ پڑھی۔ نعمان یٰسین شریف پڑھ رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے عقیدت و محبت کے آنسو غزوۂ احد کے جلیل القدر

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی قربانیاں یاد کر کے قطرہ قطرہ ٹپک رہے تھے۔ ہم خاموشی سے نعتین شریف سن رہے تھے، ذہن و دل غزوۂ احد کے دن کو یاد کر رہے تھے (یہ غزوہ ۷ شوال ۳ ہجری کو ہوا) اس وقت ایک عرب بچہ وہاں آ کر کھڑا ہو گیا، نعتین شریف ختم ہونے کے فوراً بعد اس بچے نے عربی میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے عربی میں سلام پڑھا اور پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قصیدہ پڑھا، ہم سب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ نعمان نے فوراً اس بچے کو پیار کیا اور اپنے ساتھ کھجور والے کے پاس لے جا کر اسے کھجوریں دلائیں۔ پھر میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ اندر بستی میں وہ چھوٹی سی پہاڑی ہے جہاں نبی ﷺ نے کچھ دیر کے لئے آرام فرمایا تھا۔ اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو میں نے اس کو راستہ بتایا۔ بستی میں آ کر ہم ٹیکسی سے اترے اور تھوڑی سی چڑھائی چڑھ کر اس مقام پر پہنچے، یہاں ایک بڑی ٹوپی کی شکل میں اس پہاڑی کا حصہ ہے اور ٹوپی کے نیچے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ میں نے نعمان سے کہا دیکھو اس پہاڑی کی ٹوپی والی جگہ پر نبی ﷺ نے اپنا دستِ مبارک رکھ کر سہارا لیا تھا تو دستِ مبارک کا نشان یہاں اسی طرح موجود ہے جیسے گیلی سیمنٹ پر نشان بن جاتا ہے۔ پہلے نعمان نے پھر میں نے اور پھر سب نے وہاں ہاتھ رکھ کر دیکھا۔ پھر نعمان نے اندر بیٹھ کر دیکھا کہنے لگا امی جی اگر یہ مقام پاکستان یا ہندوستان میں ہوتا تو لوگ یہاں پوجا پاٹ شروع کر دیتے اور آپ یہاں دیکھیں یہاں کسی قسم کا کوئی جھنڈا دھاگا اور ڈنڈا موجود نہیں ہے۔ میں نے کہا بیٹے تم صحیح کہہ رہے ہو۔ نعمان نے کہا امی جی لیکن یہاں ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے میرے ذہن میں وہ منظر ابھر کر سامنے آ رہا ہے جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور اقدس ﷺ کو یہاں بٹھایا ہو گا۔ امی جی اللہ کی کیا شان ہے سبحان اللہ۔ جب دنیا بنائی ہو گی تو اپنے زخمی نبی ﷺ کے بیٹھنے کا انتظام بھی اسی وقت سے فرما دیا تھا۔ نعمان نے مجھ سے پوچھا امی جی اسی غزوہ کے بعد مردوں پر ماتم کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا تھا؟ میں نے کہا ہاں بیٹے پھر ہم احد کے دامن میں موجود سید نا حمزہ رضی اللہ عنہ کی یادگار مسجد "سید الشہداء" میں داخل ہوئے اور سب نے یہاں دو، دو رکعت نفل پڑھے۔ پھر ہماری ٹیکسی مسجد جن پہنچی، اس وقت مسجد جن کی کچھ مرمت ہو رہی تھی اس لئے زیارت کے لئے اسے بند کر دیا گیا تھا۔ نعمان کوثر کے شوہر اور ان کے بیٹے کو بتانے لگا کہ

اسی مقام پر جنوں کی ایک بڑی جماعت نے حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ پھر ہم مسجد قبلتین پہنچے میں اور کوثر اوپر چلے گئے کیونکہ مسجد کا بالائی حصہ خواتین کے لئے بنایا گیا تھا، وہاں ہم نے نوافل پڑھے۔ جب ہم دونوں نیچے پہنچے تو نعمان کوثر کے بیٹے اور شوہر کو مسجد قبلتین کے متعلق بتا رہا تھا کہ حضور ﷺ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمانے کے بعد سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھی تھیں۔ لیکن اکثر آپ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے اور آپ کا دل چاہتا کہ اللہ تعالیٰ "بیت اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنا دے۔" آپ اسی مسجد میں نماز کی حالت میں تھے تو آیت اتری کہ "اپنا رخ پھیر لو مسجد حرام کی طرف" تحویل قبلہ کا پورا واقعہ بچو آپ سیقول کے پارے کے شروع میں پڑھیں گے۔ آپ ﷺ نے نماز کی حالت میں اپنا رخ بدلا تب سے ہی اس مسجد کو مسجد قبلتین (دو قبلوں والی مسجد) کہتے ہیں۔ پھر نعمان نے مسجد کی تاریخ وغیرہ پڑھ کر سنائی کہ پہلے عثمانی ترکوں اور پھر سعودی حکومت نے اس مسجد کو تعمیر کیا (یہ مسجد تقریباً مسجد نبوی سے تین میل کے فاصلے پر ہے) پھر ہم مسجد قباء پہنچے۔ نعمان اور اس کے ساتھی نیچے کے حصے میں چلے گئے، میں اور کوثر بالائی حصے میں پہنچ کر نوافل پڑھنے لگے۔ دونوں مساجد سادگی اور وقار کا اعلیٰ نمونہ ہیں، انتظام بھی وہاں کا بہت عمدہ ہے۔ جب ہم نیچے اترے تو نعمان انہیں بتا رہا تھا کہ آپ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت یہاں پہلا پڑاؤ کیا تھا اس وقت یہاں قبیلہ بنو عوف آباد تھا۔ حضور ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کے ساتھ جب قباء کی بستی میں پہنچے تو آپ ﷺ نے حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا تھا۔ اسی بستی میں آپ ﷺ نے چودہ دن قیام فرمایا اور اپنے صحابہ کے ساتھ مل کر اس مسجد کی بنیاد رکھی۔ قباء کی بستی میں بہت سے قبیلوں نے آ کر آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ پہلے قباء کی بستی مدینہ کے نواحی علاقے میں تھی۔ اب تو یہ شہر مدینہ میں شامل ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "جو اپنے گھر سے پاک ہو کر مسجد قباء آئے اور وہاں دو رکعت ادا کرے تو اس کو ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔" مسجد قباء کے بعد ہم سب مسجد جمعہ کی طرف گئے، یہ قباء سے کچھ فاصلے پر ہے جب آپ ﷺ قباء سے مدینہ منورہ کی طرف بڑھ رہے تھے

تو راستہ میں بنو سالم قبیلہ کا محلہ آیا، جمعہ کا دن تھا آپ ﷺ نے اس مقام پر پہلی نماز جمعہ اپنے صحابہ کے ساتھ پڑھی اور نماز سے پہلے خطبہ دیا بعد میں اس مقام پر مسجد جمعہ بنائی گئی۔ ہم سب نے یہاں دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ پھر ہم سب مساجد خمسہ کی طرف چلے۔ جبل سلع کے دامن میں غزوۂ خندق کے موقعہ پر یہاں ایک خندق کھودی گئی تھی، یہ خندق مسجد المستراح (روایت ہے کہ اس مقام پر نبی ﷺ نے غزوۂ احد سے واپسی کے وقت کچھ دیر آرام فرمایا تھا) سے شروع ہو کر مسجد فتح تک گئی تھی (خندق کھودنے کا مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا) نعمان سب سے آگے ایک رہنما کی طرح چل رہا تھا۔ اب ہم اس پہاڑی کی سیڑھیوں پر چڑھ رہے تھے جہاں چڑھ کر نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے فتح و کامرانی کی دعا مانگا کرتے تھے، یہ مسجد چھوٹی سی ہے اور انتہائی سادہ ہے، اسی مسجد کو مسجد فتح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مردوں نے مسجد کے اندر اور ہم نے چھوٹے سے صحن میں دو نفل پڑھے۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ ان مساجد میں پہنچ کر ماضی کے تمام واقعات اس طرح ذہن میں تازہ ہو رہے تھے جیسے وہ تمام واقعات ہمارے سامنے رونما ہوئے تھے۔ ایک طرف سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مسجد تھی لیکن وہ بہت شکستہ ہو رہی تھی، حکومت نے اس کے گرد باڑ لگا کر زیارت کے لئے بند کر دیا تھا۔ پھر ہم باقی کی مساجد کی طرف چلے اور ہم مسجد عمر رضی اللہ عنہ میں پہنچے اور وہاں سب نے نوافل پڑھے۔ نعمان ان کو بتانے لگا کہ اس مقام پر حضور اقدس ﷺ کے مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے خیمے تھے۔ ایک مسجد سعد بن معاذ کے نام پر تھی، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اسی غزوہ کے موقعہ پر زخمی ہو گئے تھے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے آندھی کا طوفان کفار پر بھیجا تو کفار کا لشکر یہاں سے فرار ہو گیا۔ آندھی کی وجہ سے ان کے خیمے گر پڑے (یہ غزوہ ۵ ہجری میں ہوا) اس جنگ کے موقعہ پر یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ نے مسلمانوں سے غداری کی (یہ کفار مکہ سے مل گئے تھے) آپ ﷺ نے ہتھیار نہیں اتارے تھے اس لئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اپنے ہتھیار نہیں اتارے۔ صحابہ نے سمجھ لیا کہ ابھی کوئی اور جنگ ہو گی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے کہ آپ بنی قریظہ سے جنگ کریں۔ تب آپ ﷺ ان سے جہاد کے لئے نکلے اور ان کے قلعوں کا محاصرہ

کر لیا۔ اس وقت بنی قریظہ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا منصف مقرر کیا کہ وہ توریت کے مطابق فیصلہ دیں (حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ توریت کے عالم بھی تھے) حضرت سعد نے غدار یہودیوں کی خواہش پر توریت کے مطابق فیصلہ سنا دیا، اس لئے اس فیصلے کی سنگینی کا الزام اسلام یا پیغمبر اسلام کو دینے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ "اگر بنی اسرائیل کسی نبی سے غداری کریں تو لڑنے والے قتل کئے جائیں، عورتیں اور بچے قیدی بنائے جائیں، مال و اسباب کو مال غنیمت قرار دیا جائے۔" احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جب فیصلہ سنایا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے یہ آسمانی فیصلہ کیا (یہ توریت کے حکم کی طرف اشارہ ہے) مقتولین کی تعداد ارباب سیر نے چھ سو بتائی ہے لیکن صحاح میں چار سو بتائی جاتی ہے۔ فیصلہ سنانے کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی، کیونکہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق میں زخمی ہو گئے تھے۔ نعمان اور اس کے ساتھیوں نے مسجد میں جا کر نوافل پڑھے، کوثر اور میں نے نوافل دالان میں پڑھے۔ پھر حضرت بی بی فاطمہ کی مسجد کی طرف گئے۔ یہ مسجد بہت چھوٹی اور کچی بنی ہوئی ہے، اس میں دو طاق بھی بنے ہوئے ہیں، مسجد کے اوپر املی کا درخت ہے جو چھت کا کام دیتا ہے۔ املی اور اس کے پتے مسجد میں پڑے ہوئے تھے، مردوں نے نفل پڑھے پھر وہ باہر چلے گئے تو کوثر اور میں نے نفل پڑھے۔ کوثر اپنے شوہر سے کہنے لگیں کہ نبی بوٹی خرید لیں تو نعمان نے کہا کہ ایسا خیال کرنا بھی بدعت ہے کہ یہ نبی بوٹی ہے۔ ہمیں تو اپنے نبی ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا چاہئے۔ یہاں دونوں بچوں نے آئسکریم کھائی (نعمان اور کوثر کا بیٹا) یہاں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کنویں کی طرف گئے، نعمان نے انھیں بتایا کہ جس زمانے میں حضرت محمد ﷺ مدینہ ہجرت فرما کر آئے تو یہاں یہ "بیر رومہ" صرف ایک میٹھے پانی کا کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ حضرت عثمان نے نبی ﷺ کے حکم پر پہلے آدھا اور پھر پورا کنواں خرید کر اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔ آپ بھی اس کا پانی پی کر دیکھیں کیسا ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہے۔ کوثر کے شوہر کہنے لگے بیٹا اللہ تمھیں خوش رکھے ایک ماہر گائیڈ بھی اس طرح نہیں بتا سکتا جس طرح تم نے ہمیں بتایا ہے۔ نعمان کہنے لگا چچا اللہ کی مہربانی ہے۔ میری والدہ تاریخ کی استاد ہیں یہ سب کچھ میں نے اپنی پیاری امی سے سیکھا ہے۔ نعمان نے یہ کہتے وقت

میری طرف نظر اٹھائی، مجھے اس کی آنکھوں میں محبت و عقیدت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نظر آرہا تھا۔ پھر ہم شہر میں داخل ہوئے یہاں نبی ﷺ کی مسجد کے قریب ہی ایک مسجد ہے۔ حضور اقدس ﷺ یہاں عیدین کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس مسجد کو "مسجد مصلّٰی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک موقعہ پر یہاں نماز استسقاء پڑھائی، اللہ کی قدرت اسی وقت بادل گھر کر آگئے اور بارش ہونے لگی اس لئے اس مسجد کو "مسجد غمامہ" کہتے ہیں (عربی میں غمامہ بادل کو کہا جاتا ہے) اس کے سامنے جو میدان ہے وہاں موجودہ دور میں مجرموں کو سزائیں دی جاتی ہیں۔ مسجد غمامہ کے قریب دو مساجد ہیں، ایک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مسجد اور ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مسجد ہے، یہاں حضرت علی نے نماز عید ادا کی تھی۔

نعمان کا روزانہ کا معمول تھا کہ زاہد کو ضرور فون کرتا تھا۔ یہ خوبصورت لمحات محبت کی شدت تھی، یہ نورانی دن اور رات بہت جلد اختتام کو پہنچ گئے اور اب مدینے سے رخصت ہونے کا وقت قریب آگیا۔ اس دن دسمبر کی اکتیس تاریخ تھی میرا دل بہت اداس ہو رہا تھا۔ میں عصر سے ہی درود شریف پڑھ رہی تھی اور روتی جا رہی تھی، مسجد نبوی میں بیٹھی تھی اور دل کی تڑپ بڑھتی جا رہی تھی۔ میں باب النساء سے نکل کر باب جبریل کے سامنے چلی گئی، باب جبریل سے کافی دور بیٹھ کر گنبدِ خضراء کو اپنی نگاہوں کا مرکز بنا لیا، درود شریف پڑھتی رہی۔ اسی کیفیت میں بیٹھے بیٹھے کچھ وقت گزر گیا، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اب میرے دل کو قرار آتا جا رہا ہے یہ میرے پیارے نبی ﷺ کی یادوں کی قربت ہی تھی اور درود شریف کی برکت اور گنبدِ خضراء کا حسن۔ فوراً ہی میرے لبوں پر اپنی نعت کا ایک شعر آگیا۔

دل کو تسکین نگاہوں کو سکوں ملتا ہے
چشم پُر شوق نے ایسا بھی نظارہ دیکھا

مغرب کا وقت قریب آرہا تھا میں پھر باب النساء کی طرف روانہ ہو گئی۔ جب مسجد میں داخل ہوئی تو اذان ہونے لگی۔ مغرب کی نماز پڑھ کر پھر قرآن پڑھتی رہی اور پھر عشاء کی نماز پڑھ کر دار السیف کی طرف روانہ ہو گئی۔ نعمان تھوڑی دیر میں کھانا لے آیا ہم نے کھانا کھایا تو نعمان کو میری خاموشی کچھ عجیب سی لگی تو اس نے خاموشی کا سبب پوچھا تو میں نے کہا

چونکہ کل صبح نبی ﷺ کے اس پیارے شہر سے چلے جائیں گے۔ اس لئے دل بہت اداس ہے، نعمان کچھ دیر مجھ سے نبی ﷺ کی باتیں کرتا رہا اور پھر میرے دل کو کافی سکون ہوا اور پھر ہم دونوں ماں بیٹے اپنے معمولات پڑھ کر جلدی ہی سو گئے۔ تہجد کے لئے جب ہم روانہ ہوئے تو شہر مدینہ کا موسم آج بھی بہت ٹھنڈا اور حسین تھا۔ تہجد کی نماز پڑھ کر قرآن پڑھتے رہے، پھر فجر کی نماز پڑھ کر ہوٹل پہنچ گئے۔ نعمان آج ناشتہ جلدی لے آیا تھا ناشتہ کرنے کے بعد دس منٹ آرام کیا پھر غسل کرنے کے بعد احرام باندھے اور ہم سب مسجد نبوی پہنچے۔ دو رکعت نفل پڑھ کر نیت کی اور پھر نبی ﷺ کے روضہ پر حاضری کے لئے پہنچی۔ وہاں پہنچتے ہی میرے اوپر رقت طاری ہونے لگی اور پھر میں اپنا ایک نعتیہ قطعہ پڑھنے لگی۔

وہ جن الفاظ میں خطبہ دیا تھا آپ نے آقا
میں اپنے دل میں اُن الفاظ کی تحریر لائی ہوں
محبت آپ کی جس کے ہر اک نقطے میں شامل ہے
بشکلِ نعت اپنے ساتھ وہ تحریر لائی ہوں

میں روتی رہی اور اشعار پڑھتی رہی۔ روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی، کوثر نے مجھے تسلی دی اور پھر میں نے روتے روتے نبی ﷺ کے روضہ پر الوداعی سلام پڑھا اور پھر خیالوں میں اپنے پیارے نبی سے مخاطب ہوئی کہ میرے پیارے نبی دعا کیجئے گا کہ میرا رب پھر یہاں آنے کا کوئی انتظام فرما دے۔ الوداعی سلام پڑھتے وقت جو کیفیات اور احساسات تھے ان کو بیان کرنے کی طاقت میرے قلم میں نہیں۔ پھر میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر سلام بھیجا۔ ریاض الجنۃ، اصحاب الصفہ پر بھی عجیب سی کیفیات تھیں۔ اب مسجد نبوی کے دروازے پر باب جبریل تک پہنچی پھر پلٹ کر دیکھا میری محبت مدینہ کا نورانی زمانہ یاد کر رہی تھی (آج بھی مدینہ کے نورانی لمحات کئی مرتبہ شدت سے یاد آتے ہیں) جب حضور ﷺ اسی مبارک مسجد میں بیٹھ کر اپنے صحابہ کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ اب میں اور کوثر باب جبریل سے باہر کھڑے تھے، دل کہتا تھا کہ یہاں سے کہاں جا رہی ہو میرے دل کی گہرائیوں سے صدا بلند ہو رہی تھی۔ کاش! یہ لمحات رک جائیں، یہ نظارہ کبھی ختم نہ ہو اور پھر اسی منظر کو دیکھتے ہوئے روح میرے جسم سے پرواز

کر جائے۔ میں باب جبریل کے پاس کھڑی تھی اور اپنی نعت کے اشعار پڑھ رہی تھی ۔

مری آنکھیں ہیں اشکوں کا سمندر
میں اب شہرِ نبی سے جا رہی ہوں
قیامت کا سماں ہے میرے دل میں
مجسم سوز و غم میں بن گئی ہوں
کہاں پائیں گی آنکھیں ایسے منظر
میں رہ رہ کر یہی اب سوچتی ہوں

میں روتی آنکھوں، ٹوٹے دل اور شکستہ قدموں سے ہوٹل میں داخل ہوئی، کوثر بھی بہت خاموش تھیں۔ کمرے میں نعمان بھی خاموش سا بیٹھا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑا حوصلہ عطا فرمایا تھا کہ اس نوجوانی میں بھی اس میں برداشت کا بہت مادہ تھا۔ میں کوثر سے ایک بار پھر ملنے گئی۔ نعمان بھی کوثر کے شوہر اور بیٹے سے ملاقات کرنے لگا۔ پھر سلام دعا کے بعد ہم ہوٹل کی سیڑھیاں اترنے لگے۔ نعمان نے سامان نیچے اتارا، میں نے نعمان کو یہاں قیام کے ریال دیئے تاکہ وہ بنگالی بھائی کو دیدے۔ انہوں نے نعمان کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی اور نعمان سے کہنے لگے بیٹا حرم میں جا کر ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ اپنا ایک آدمی سامان اٹھانے کے لئے ہمارے ساتھ بھیجا، ٹیکسی میں بیٹھ کر ہم مدینۂ منورہ کے ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب تمام کاموں سے فارغ ہو کر جہاز پر بیٹھے تو پھر دل بھر آیا اور میں رونے لگی۔ نعمان نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھے تسلی دی میں روتے روتے اپنا ایک نعتیہ قطعہ پڑھنے لگی ۔

وہ جو رحمت لقب بن کر زمانے کے لئے آیا
زمینِ طیبہ تجھ میں آج وہ انسان سوتا ہے
خدائے پاک نے جس کو بلایا عرشِ اعظم پر
خدائے پاک کا تجھ میں وہی مہمان سوتا ہے

پھر میری زبان سے بے ساختہ نکلا الوداع اے مدینہ الوداع......الوداع...... مدینہ کی فضاؤں الوداع...... اسی وقت پائلٹ نے سواری کی دعا پڑھی اور پھر جہاز فضاؤں میں پرواز

کرنے لگا۔ میں نے کھڑکی سے دیکھا آہستہ آہستہ ہم ظاہری طور پر مدینہ سے جدہ کی طرف جا رہے تھے۔ لیکن دل تو ہمیشہ آپ ﷺ کو اپنے سے قریب پائے گا۔ بس ذرا آنکھیں بند کیں اور سامنے مسجد نبوی اور روضۂ رسول نظر آنے لگتا ہے۔ پچیس منٹ کے بعد ہم جدہ ایئرپورٹ پر پہنچ گئے (فضائی میزبانوں نے ہماری اسی طرح میزبانی کی تھی۔ جیسے جدہ سے مدینے آتے وقت) جدہ ایئرپورٹ پر پہنچے تو نعمان سامان کی ٹرالی لے آیا۔ ہم باہر پہنچے تو سامنے زاہد کھڑا مسکرا رہا تھا (نعمان نے ایک دن پہلے ہی زاہد کو فون پر آنے کی اطلاع دیدی تھی) جب ہم زاہد کے بھائی کے گھر پہنچے تو بچے ضد کرنے لگے کہ آپ آج رک جائیں تو میں نے ان کو پیار سے سمجھایا کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں اس لئے نہیں رک سکتے (یہ عمرہ ہم نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی طرف سے کیا تھا) تمہاری خوشی کے لئے ہم دوپہر کا کھانا یہاں کھائیں گے۔ عابدہ نے جلدی جلدی کھانے کی تیاری کی، ظہر کی نماز پڑھ کر کھانا کھایا اور ہم چلنے کے لئے تیار ہو گئے تو عابدہ کہنے لگیں۔ باجی آپ دو منٹ رک جائیں فراز کے ابو آپ کو اپنی جیپ میں مکہ معظمہ چھوڑ دیں گے، کچھ ہی دیر بعد جیپ آ گئی۔ نعمان عابدہ کے شوہر کے پاس بیٹھ گیا اور میں پیچھے بیٹھ کر آہستہ آہستہ لبیک پڑھتی رہی۔ نعمان تھوڑی بلند آواز سے لبیک پڑھ رہا تھا۔ عابدہ کے شوہر اگر کچھ پوچھتے تو جواب دیدیتا۔ ورنہ مسلسل اپنے وظیفہ میں مصروف تھا۔ جب ہم مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو عصر کی اذان ہو رہی تھی۔ عابدہ کے شوہر حرم کی طرف گاڑی لے گئے اور باب حرم کے سامنے گاڑی روکی اور نعمان سے کہنے لگے بیٹا عصر کی نماز پڑھ لو۔ پھر میں آپ کو آپ کے گھر چھوڑ دوں گا پھر آپ دوبارہ حرم میں آ کر طواف و سعی کر لینا۔ عصر پڑھ کر ہم گھر کی طرف آئے نعمان بھاگ کر ندیم کے گھر سے چابی لے آیا۔ جلدی جلدی سامان اندر رکھا، میں گاڑی میں ہی بیٹھی تھی کیونکہ عابدہ کے شوہر کہنے لگے آپ کا گھر تو بہت نزدیک ہے۔ میں آپ کو دوبارہ حرم چھوڑ کر پھر جدہ کی طرف لوٹ جاؤں گا۔ ہم باب عمرہ پر جیپ سے اترے، میں نے فراز کے ابو کا شکریہ ادا کیا۔ نعمان نے انہیں سلام کیا اور ہاتھ ملایا۔ پھر وہ نعمان کو دعا دے کر جیپ میں بیٹھ گئے، ہم دونوں ماں بیٹے حرم کے آداب پر نظر رکھتے ہوئے حرمِ محترم میں داخل ہوئے۔ اللہ کے کرم سے ہمارا طواف بہت جلدی پورا ہو گیا، اس طواف میں درود ابراہیمی پڑھتے رہے اور نہ جانے کیوں

آنکھوں میں مسلسل آنسو تیرتے رہے۔ نبی ﷺ کی یاد دل کے نہاں خانوں میں چراغوں کی طرح روشن محسوس ہو رہی تھی۔ طواف کے بعد آٹھوں استلام کیا اور زمزم پیا اور میں جب صحنِ کعبہ سے صفا و مروہ کی طرف جانے لگی تو میں نے دیکھا کہ ایک طرف نعمان میرے انتظار میں کھڑا تھا۔ میں نے اس کی سعادت مندی پر اسے بہت دعائیں دیں۔ پھر ہم سعی کے لئے جب صفا و مروہ پر پہنچے تو مغرب کی اذان ہو گئی۔ ہم نے یہ پہلی نماز صفا کے حصے میں پڑھی۔ مردوں سے خاصی دور عورتیں کھڑی تھیں۔ مغرب کی نماز کے بعد ہم نے سعی مکمل کی میں باب مروہ پر جا کر بیٹھ گئی۔ نعمان جب اپنے بال منڈوا کر آیا تو اس نے میرے بال کاٹے میں نے نقاب لگائی اور ہم نے صحنِ حرم میں جا کر دو رکعت واجب الطواف اور دو شکرانے کے نفل پڑھے۔ کچھ دیر میں اور نعمان صحنِ کعبہ میں بیٹھ کر خانہ کعبہ کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے رہے اور تیسرے کلمہ کا ورد کرتے رہے۔ صحنِ کعبہ میں بڑی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں لیکن خانہ اقدس کی محبت کی گرمی نے محسوسات کو اعتدال میں رکھا ہوا تھا۔ حطیم میں رش کم محسوس ہو رہا تھا۔ میں اور نعمان حطیم میں داخل ہوئے، میں عورتوں کی آخری صف میں چلی گئی اور نعمان آگے ہی رہا۔ وہاں بھی نفل پڑھ کر دعا مانگی۔ پھر سامنے میزابِ رحمت پر نظر پڑی تو بے چینی سے اٹھ کر وہاں پہنچ گئی۔ میزابِ رحمت کے نیچے غلافِ کعبہ کو پکڑ کر اپنے رحیم و کریم آقا سے رو، رو کر دین و دنیا کی عافیت اور خیر کی دعائیں مانگتی رہی۔ ملتِ اسلامیہ کی نصرت اور اتحاد کے لئے دل سے دعائیں کیں، پھر اپنی ہدایت و اصلاح اور مغفرت کے لئے دعائیں کرتی رہی۔ گھر والوں کے لئے، والدین کے لئے، بچوں کے لئے، عزیزوں کے لئے، دوستوں کے لئے دعائیں کرتی رہی، کافی وقت اسی طرح نکل گیا۔ اچانک عشاء کی اذان کی آواز آئی میں اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور آہستہ آہستہ اذان کا جواب دیتی رہی اور پھر اللہ کا شکر ادا کیا کہ میں یہاں اتنی دیر کھڑی رہی کسی پہرے دار نے مجھے ہٹایا نہیں۔ میں عشاء کی نماز کے لئے باب عمرہ کی اپنی مخصوص جگہ پر پہنچ گئی، نماز پڑھ کر تسبیح پڑھتی رہی۔ جب مجھے نعمان کی جھلک نظر آئی تو میں اٹھ گئی، دعائیں پڑھ کر ہم مسجد سے باہر آئے اور میں اپنے مخصوص راستے سے گھر پہنچی۔ تالا کھول کر گھر میں داخل ہوئی، برقع اتارا، ہلکی پھلکی کمرے کی صفائی کی، صاف چادریں بچھائیں، کمبل نکال کر رکھے،

اتنی دیر میں نعمان کھانا لے کر پہنچ گیا۔ کہنے لگا امی جی آپ نے کیوں صفائی کی، میں آکر کر لیتا۔ میں نے کہا بیٹا اللہ تعالیٰ تمہیں سعادت عطا فرمائے بس آسانی سے کام ہو گیا کوئی وقت طلب مسئلہ نہیں تھا۔ میں نے دستر خوان بچھایا، نعمان نے کھانا دستر خوان پر رکھا، میں نے غور کیا کہ آج کھانا مختلف ہے۔ نعمان نے جب پیکٹ کھولا تو گولا کباب نظر آئے، میں نے کہا بیٹا اس کے لئے تو آپ کو باب عبدالعزیز کے سامنے والے علاقے میں جانا پڑا ہوگا۔ نعمان کہنے لگا امی واقعی میں وہیں سے لایا ہوں، لیکن آپ کو کیسے پتہ چلا؟ مجھے اس کے بھولپن پر ہنسی آگئی اور میں نے کہا بیٹا جب ہم حج کرنے آئے تھے تو ایک دو مرتبہ تمہارے ابو وہاں کے بڑے پاکستانی ہوٹل میں لے گئے تھے وہاں ہم نے کڑھائی مرغی کھائی تھی اور ایک دن ایسے کباب بھی کھائے تھے۔ اس کے ساتھ ہوٹل والا سلاد اور رائتہ بھی دیتا ہے۔ نعمان نے پیکٹ کھول کر رائتہ اور سلاد بھی نکالی۔ بھوک شدت سے محسوس ہو رہی تھی، ہم دونوں نے کھانا کھا کر اللہ کا شکر ادا کیا، پھر میں نے نعمان کی کمر پہ ہاتھ پھیر کر اس کو دعائیں دیں۔ چیزیں ہٹا کر دستر خوان بڑھایا کچھ دیر ہم دونوں ماں بیٹا باتیں کرتے رہے پھر معمولات یومیہ پڑھ کر اپنے اپنے بستر پر سوگئے۔

تہجد سے ہمارے معمولات پھر پچھلے دنوں کی طرح اللہ کے کرم سے شروع ہو گئے۔ دوسرے دن جب ہم دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوئے تو دروازے پر دستک ہوئی۔ نعمان دروازہ کھولنے گیا اور تھوڑی دیر بعد ایک برقع پوش خاتون اس کمرے میں داخل ہوئیں۔ جس میں، میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں ان کے استقبال کے لئے اٹھی انہوں نے مجھے سلام کیا، میں نے جواب دے کر انہیں اپنے گلے سے لگا لیا۔ کہنے لگیں میں ندیم کی بھابھی ہوں، ندیم دوسرے کمرے میں نعمان کے ساتھ ہیں۔ میں نے کہا یہاں کوئی نہیں آئے گا تم آرام سے نقاب ہٹا کر بیٹھو (یہ مولانا تسنیم کی دلہن تھیں) انہوں نے اپنا تعارف کرایا کہ میرے والد کا نام مولانا ہارون تھا۔ میں نے کہا آپ بھائی ہارون کی صاحبزادی ہیں (مولانا ہارون، ہارون بھائی کہلاتے تھے۔ ان کا تعلق مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تھا۔ بھائی ہارون کی بیوی بستی نظام الدین کے بنگلے والی مسجد سے متصل حویلی میں قیام پذیر ہیں، کافی عرصہ ہوا ہارون بھائی کا انتقال ہو گیا، یہاں تمام تبلیغی خاندان آباد ہے) ہارون بھائی کی بیٹی انتہائی

بااخلاق اور ملنسار طبیعت کی مالک تھیں۔ مجھ سے کہنے لگیں باجی میں نے آپ کی دونوں کتابیں "خطیب الامم" اور "روشنی کے سلسلے" پڑھیں۔ مجھے پڑھ کر بہت لطف محسوس ہوا۔ میری دلی خواہش تھی کہ آپ کا قیام ہمارے ساتھ ہوتا، لیکن ہم حرم سے کافی دور رہتے ہیں اور اب تو آپ کے پاکستان جانے کے دن بھی قریب آ رہے ہیں۔ کافی دیر تک دہلی اور شیخ نظام الدین کی باتیں ہوتی رہیں تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک میں بھائی ہارون کی صاحبزادی سے اور نعمان ندیم سے محو گفتگو رہی۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ دونوں سلام و دعا کے بعد رخصت ہو گئے۔ میں نے چلتے وقت بھائی ہارون کی بیٹی سے کہا کہ تم مجھے ہمیشہ یاد رہو گی۔

دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد، میں بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی (کوثر بھی میرے ساتھ تھیں) ہم نے طواف کیا پھر آب زمزم پی رہے تھے کہ اچانک حرم میں چاروں طرف فوج نظر آنے لگی۔ میں نے ایک خادم حرم سے اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگا حاجی آج شعبان المعظم کی پہلی تاریخ ہے۔ آج خانہ کعبہ کو اندر سے غسل دیا جائے گا۔ آپ زمزم کی سیڑھیوں کے سامنے بلندی والی جگہ پر کھڑی ہو جائیں تو آپ کو یہ دلفریب منظر نظر آئے گا۔ میں نے کوثر سے کہا تو انہوں نے معذرت کی کہ میرے شوہر دروازے پر کھڑے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ میں نے کہا کوثر نعمان بھی باب عمرہ پر موجود ہوگا آپ اس سے کہیں کہ گھر چلا جائے میں تھوڑی دیر بعد آتی ہوں۔ کوثر چلی گئیں اور میں اسی جگہ کھڑی رہی، تھوڑی دیر بعد مزید فوج آگئی۔ اب عام آدمی طواف نہیں کر رہے تھے، چاروں طرف فوج موجود تھی، گورنر اور بڑے بڑے عہدیدار آئے اور انہوں نے طواف شروع کر دیا، پاکستانی سفیر بھی ان میں شامل تھے (یہ تمام باتیں مجھے بعد میں اسی خادم نے بتائی تھیں) میں ان کی خوش نصیبی پر غور کر رہی تھی کہ کتنے آرام سے ہر چکر میں حجر اسود کو بوسہ دے رہے ہیں۔ کوئی میزاب رحمت کے نیچے کھڑا تھا، کوئی مقام ابراہیم پر۔ اسی وقت ایک خود کار سیڑھی خانہ کعبہ کی چوکھٹ کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ پھر بڑے بڑے کین عرق گلاب سے بھرے ہوئے خانہ کعبہ کے اندر پہنچائے گئے، ہرے اور پیلے رنگ کی بڑی خوبصورت جھاڑوئیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ انہوں نے سیڑھی کے اوپر والے حصے میں ایک بڑا بلب روشن کیا ہوا تھا، میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا، لیکن اندر اندھیرا تھا مجھے کچھ نظر نہیں آیا

(بعد میں، میں نے خادم کعبہ سے پوچھا کہ سب لوگ اندر جا کر کیا کرتے ہیں تو اس نے بتایا کہ ہر داخل ہونے والا دو نفل پڑھتا ہے، اس کے کہنے کے مطابق مکہ مکرمہ کے قاضی القضاۃ اور کچھ شہزادے بھی آئے ہوئے تھے) خانہ کعبہ کو تقریباً ایک گھنٹے تک غسل دیا گیا اور اس عرصے میں خانہ کعبہ کا طواف بھی جاری رہا۔ طواف کے دوران بھی کچھ لوگوں کے ساتھ فوج کے سپاہی بھی حفاظتی انداز میں چل رہے تھے۔ خانہ کعبہ کا غسل مکمل ہوا تو میرے دل نے اللہ سے دعا کی کہ "اے میرے رب یہ سیڑھی یہاں تک آ جائے" میں نے دیکھا کچھ فوجی سیڑھی لے کر زمزم کی سیڑھیوں تک پہنچ گئے۔ میری خوشی اس وقت دیکھنے والی تھی کیونکہ سیڑھی وہاں رکی ہوئی تھی، میں اپنے دھڑکتے دل اور بے قابو قدموں سے نیچے اتری۔ ایک فوجی سے میں نے عربی میں کہا مجھے سیڑھی سے ہاتھ لگانے دو میں بدعتی نہیں ہوں صرف اپنی چادر پر اس کا پانی لگانا چاہتی ہوں۔ اس نے فوراً مجھے اجازت دے دی، میں نے برقع کی چادر سے پانی صاف کیا، وہاں تک میرا ہاتھ نہیں پہنچ رہا تھا، میں پنجوں کے بل کھڑی ہوئی اور جلدی جلدی سیڑھی سے پانی صاف کرنے لگی۔ میں نے چادر کے اس کونے کو سونگھا تو اتنی عمدہ خوشبو آ رہی تھی کہ ایسی خوشبو میں نے آج تک نہیں سونگھی تھی۔ میرے دل و دماغ کو ایک عجیب سا سکون محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے چادر میں گرہ لگائی تا کہ چادر وہاں سے خشک نہ ہو جائے اور پھر جلدی جلدی گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو نعمان نے کھولا اور مجھے سلام کر کے پھولے پھولے منہ کے ساتھ اندر چلا گیا۔ میں نے کہا بیٹا اپنی امی سے ناراض ہو گئے تو کہنے لگا آپ نے اتنی دیر لگا دی مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں نے کہا بیٹا آپ پرس سے پیسے نکالتے اور ناشتہ لے آتے، بھوک لگ رہی تھی تو ناشتہ کر لیتے۔ نعمان کہنے لگا کہ میں پرس میں سے پیسے نہیں نکال سکتا کیونکہ عادت ہی نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ میں اکیلا آپ کے بغیر کیسے ناشتہ کرتا۔ میں نے چادر کے کونے سے اس کا منہ صاف کیا تو خوشبو سونگھ کر وہ چونک کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا یہ کیسی خوشبو ہے؟ میں نے اسے تفصیل بتائی تو کہنے لگا مجھے کیا معلوم تھا ورنہ میں بھی وہیں رک کر یہ منظر دیکھتا (نعمان کو اپنے وہاں نہ رکنے پر بڑا ملال تھا) میں نے پیسے دیئے وہ ناشتہ لینے چلا گیا۔ میں نے برقع اتارا، نقاب ہٹائی اور چادر کے کونے سے اپنے منہ کو خوب صاف کیا، چادر سے اپنے ہاتھ بھی صاف کئے۔ ایسا کرتے

ہوئے مجھے بڑی فرحت محسوس ہو رہی تھی۔ کچھ دیر بعد نعمان ناشتہ لے آیا، ہم دونوں نے اللہ کا نام لے کر ناشتہ کیا، ناشتہ ختم کرنے کے بعد میں نے نعمان سے کہا کہ بیٹا کوثر کے شوہر ملیں تو بتا دینا کہ ہم کل مسجد عائشہ جائیں گے تاکہ وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کی نیت کر کے آئیں۔ پھر پرسوں زیارت کے لئے جائیں گے۔ زیارت کا وقت ان کو ساڑھے آٹھ بجے کا دینا تاکہ ہم اشراق کے بعد گھر آ کر ناشتہ کریں اور پھر ان کو ہوٹل سے لے لیں کیونکہ ہوٹل کے قریب سے ٹیکسی آسانی سے مل جاتی ہے۔ رات کو نعمان نے مجھے بتایا کہ کراچی والے چچا نے عمرہ کا ٹائم پوچھا تو میں نے کہا کہ امی نے کہا تھا کہ نماز فجر کے فوراً بعد باب السلام سے نکل کر مسجد عائشہ کی طرف جانے والی بس میں بیٹھ جائیں گے تاکہ وہاں سے ہماری جلدی واپسی ہو سکے، تو میری بات سن کر وہ کہنے لگے کہ میری اہلیہ کی طبیعت خراب ہے، اس لئے فجر کے بعد نہیں جا سکتے۔ البتہ دوسرے دن زیارتوں کے لئے ہمیں ضرور ہوٹل سے لے لینا، ہم تیار رہیں گے۔ پھر مجھ سے پوچھنے لگے بیٹا تم دوسرا عمرہ کب کرو گے؟ تو میں نے انہیں بتایا کہ چھ جنوری کو ہم مکہ معظمہ سے طواف وداع کر کے جدہ کی طرف جائیں گے اس لئے میری امی نے اس دن کا یہ پروگرام بنایا ہے کہ چھ جنوری کو فجر کے فوراً بعد ہم مسجد عائشہ جا کر پھر عمرہ کی نیت کر کے حرم محترم میں آئیں گے اور اپنے روزمرہ کے معمولات کے مطابق جب نو دس طواف کر لیں گے تو جدہ روانہ ہو جائیں گے۔ میری باتیں سن کر چچا کہنے لگے ٹھیک ہے پھر چھ جنوری کو ہم لوگ فجر کے فوراً بعد تمہیں باب السّلام پر ملیں گے۔ (ان شاء اللہ)

دوسرے دن میں اور نعمان فجر کے فوراً بعد باب السّلام سے گزر کر بس اسٹاپ پر پہنچے وہاں سیمنٹ کی بینچیں بنی ہوئی تھیں۔ میں وہاں بیٹھ گئی اور نعمان سے کہا بیٹا آپ دو چکن سمولیاں چائے اور دودھ لے آئے۔ نعمان ناشتہ لے کر آیا اور کہنے لگا امی جی آپ نقاب میں کیسے ناشتہ کریں گی۔ میں نے نعمان سے کہا بیٹا تم فکر نہ کرو، میں آسانی سے ناشتہ کر لوں گی۔ اس طرح کھانے کی مجھے عادت ہے، ناشتہ کے فوراً بعد نعمان نے ٹکٹ لئے اور ہم بس میں بیٹھ گئے (نعمان مردوں میں بیٹھا اور میں خواتین والے حصے میں بیٹھ گئی) کچھ دیر بعد جب بس بھر گئی تو میں نے دعا پڑھی اور ہمارا سفر شروع ہوا۔ پندرہ منٹ بعد ہم مسجد عائشہ پہنچے، بس سے

اتر کر نعمان میرے پاس آیا اور کہنے لگا امی کتنی سادہ اور خوبصورت مسجد ہے اور کتنے خوبصورت پودے لگے ہوئے ہیں۔ میں نے سنا تھا صحرا میں ہریالی نہیں ہوتی میں نے کہا بیٹا یہ بات بالکل ٹھیک ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ جو چاہے وہ کر سکتا ہے۔ وہ چاہے تو صحرا میں بھی پھول کھلا سکتا ہے۔ میں نے کہا بیٹا یہ دیکھو مردوں اور عورتوں کے لئے الگ الگ باتھ روم کا کتنا اعلیٰ انتظام ہے اور اندر احرام پہننے کے لئے باقاعدہ جگہ بھی بنی ہوئی ہے۔ وہاں کی صفائی دیکھ کر نعمان بہت تعریف کرنے لگا۔ میں نے نعمان سے کہا بیٹا غسل کر کے احرام پہن کر سامنے والی دکان پر آ جانا تاکہ پھر ہم ایک ساتھ مسجد عائشہ میں داخل ہوں اور تم میری جگہ دیکھ لینا، پھر تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ نعمان نے اپنے احرام کی چادریں سنبھالیں تو میں نے نعمان سے کہا بیٹا آپ اپنا لباس اسی شاپر میں رکھ لینا۔ میں اپنے تمام کاموں کو پورا کر کے دکان پر پہنچ گئی، ایک دو منٹ بعد ہی نعمان آ گیا۔ ہم دونوں دعا پڑھ کر ایک ساتھ مسجد عائشہ میں داخل ہوئے۔ میں عورتوں والے حصے میں چلی گئی اور نعمان مردوں والے حصے میں۔ نفل پڑھ کر دعا مانگی نیت کی پھر لبیک پڑھنے لگی۔ کچھ ہی دیر بعد نعمان دروازے پر نمودار ہوا میں اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی، ہم دونوں لبیک پڑھتے ہوئے بس میں بیٹھ گئے۔ جب ہم مسجد حرام میں جانے کے لئے باب السّلام کی طرف بڑھے تو ایک عجیب و غریب منظر دیکھا کہ انڈونیشیا کا ایک قافلہ وہاں کھڑا دعائیں پڑھ رہا تھا جو اس قافلے کا گروپ لیڈر تھا اس کے ایک ہاتھ میں چپلیں اور ایک ہاتھ میں کتابیں تھیں اور اس نے دونوں ہاتھوں کو کعبہ کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ مجھے اور نعمان کو یہ منظر دیکھ کر بہت دکھ ہوا (ہمارے پاکستانی بھائی بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کیا جوتیوں کے لئے کپڑے کے تھیلے نہیں بنا سکتے۔ میں نے تو نعمان کے لئے بھی تھیلی بنا دی تھی، ہم دونوں ماں بیٹے پہلے پلاسٹک کے شاپر میں جوتیاں لپیٹتے اور پھر تھیلی میں رکھ کر اپنے کاندھے پر لٹکا لیتے۔ جب ہم عمرہ کرتے تو میں نعمان کی تھیلی بھی اپنے کاندھے پر لٹکا لیتی تھی کیونکہ مردوں کو احرام کی حالت میں تھیلی کاندھے پر لٹکانے میں دقت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حرم محترم کے آداب پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین) میں اور نعمان دعا پڑھ کر باب السّلام سے داخل ہو کر صفا و مروہ کے راستے سے گزر کر حرم میں داخل ہوئے (نعمان کے کپڑوں کا

شاپر میں نے اللہ کا نام لے کر ایک محفوظ سی جگہ پر رکھ دیا) طواف شروع کرنے سے پہلے میں نے نعمان سے کہا کہ بیٹا طواف و سعی سے فارغ ہو کر میں حسب سابق باب مروہ پر تمہارا انتظار کروں گی۔ نعمان نے اثبات میں جواب دیا۔ ہم نے حرم کی خوشبو سے بھیگی فضاؤں میں اپنے عمرہ کا آغاز کیا۔ موسم ٹھنڈا تھا، حرم میں ہلکی ہلکی دھوپ جسم کو حرارت کے ذریعے ایک نئی توانائی سے آسودہ کر رہی تھی۔ طواف کرنے میں ایک عجیب سا لطف محسوس ہو رہا تھا کیونکہ اس وقت زیادہ رش نہیں تھا۔ صحن حرم کے تمام کام مکمل کرنے کے بعد ہم صفا و مروہ کی طرف روانہ ہوئے اور پھر اللہ کی حمد و ثنا اور محبت کے ساتھ سعی بھی مکمل ہوئی اور میں باب مراوہ کے پاس بیٹھ کر تسبیح کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد نعمان اپنا سر منڈوا کر باب مراوہ کی طرف آتا ہوا نظر آیا، پھر اس نے میرے بال کاٹے۔ ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا میں نے نقاب لگائی اور ہم نے صحن کعبہ میں نفل پڑھے اور پھر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں نعمان کہنے لگا کہ امی جی اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ وہ تمام کاموں کو آسان فرما دیتا ہے۔ میں نے جواب دیا بیشک بیٹا تم صحیح کہہ رہے ہو۔ ہم گھر پہنچے اور پھر روز مرہ کی طرح ہم نے اپنے اس دن کے نورانی سفر کو مکمل کیا اور عشاء کی نماز پڑھ کر قیام گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

آج شعبان المعظم کی تین تاریخ ہے۔ میں اور نعمان تہجد کے لئے مسجد حرام کی طرف چلے۔ میری آنکھیں بار بار دھندلانے لگیں، نعمان نے بہت جلد میری اس کیفیت کو محسوس کر لیا کیونکہ میرے قدم بھی ڈگمگا رہے تھے۔ نعمان نے فوراً میرا ہاتھ پکڑ لیا اور گھبرا کر پوچھنے لگا امی جی آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ میں نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا ٹھیک ہوں۔ نعمان کہنے لگا امی شاید آپ رو رہی ہیں؟ میرا دل اور بھر آیا اور میں نے کہا ہاں بیٹا آج کے بعد ایک رات اور آدھا دن باقی ہے۔ یہ نور میں ڈوبے ہوئے لمحات پھر کہاں ملیں گے بس ان کی یادیں ہمارے دل میں باقی رہ جائیں گی۔ نعمان فوراً کہنے لگا آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کو ان شاء اللہ بار بار بیت اللہ کی زیارت کے لئے لاؤں گا۔ بس آپ میرے لئے رب کائنات سے دعا کریں کہ میں اس قابل ہو جاؤں میں نے کہا آمین اور یہ آمین باب عمرہ کے دروازے پر پہنچ کر میری زبان سے ادا ہوئی۔ دعائیں پڑھ کر ہم حرم محترم میں داخل ہوئے۔ باب عمرہ ایسا دروازہ ہے کہ اس کی سیڑھیاں اتر کر چلتے ہی پہلے برآمدے میں قدم رکھیں خانہ کعبہ

اپنے پورے عظمت و جلال سے چمکتا ہوا نظر آنے لگتا ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو تواتر کے ساتھ ٹپکنے لگے۔ نعمان نے مجھے زمزم کا گلاس بھر کر دیا۔ میں نے دعا پڑھی اور زمزم پینے لگی اور پھر باب عمرہ سے متصل عورتوں کے حصے میں نماز تہجد پڑھی۔ نعمان آگے جا چکا تھا (اب اشراق کے بعد نعمان کو باب عمرہ پر آنا تھا) پھر میں ایک برآمدے سے دوسرے برآمدے میں پہنچی (صحن کعبہ سے آتے وقت یہ پہلا برآمدہ بنتا ہے) یہ برآمدہ عثمانی ترکوں کے زمانے میں بنایا گیا تھا۔ اس کے بارے میں اسلامی تاریخ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ جب یہ برآمدہ بن رہا تھا تو عثمانی ترکوں نے بہت سے حفاظ قرآن جمع کئے تھے، وہ قرآن مجید پڑھتے اور جب ایک قرآن حکیم ختم ہو جاتا تو ایک اینٹ رکھی جاتی تھی۔ سعودی گورنمنٹ نے اس برآمدے کو اسی پرانے انداز میں رہنے دیا ہے۔ اس کے بعد دوسرا برآمدہ جو باہر سے آتے ہوئے پہلا برآمدہ کہلاتا ہے، سعودی حکومت کے مختلف بادشاہوں نے تعمیر کرایا۔ ایک دروازہ اور اس سے متصل تمام علاقہ شاہ عبدالعزیز نے بنوایا تھا جو انہی کے نام پر باب عبدالعزیز کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ایک دروازہ اور اس سے متصل حصہ شاہ فہد نے بنوایا جو انہی کے نام پر باب فہد کہلاتا ہے۔ صحن کعبہ سے کھڑے ہو کر دیکھیں تو عثمانی ترکوں والے برآمدے میں جو دروازے محرابوں کی صورت میں بنے ہوئے ہیں ان پر خلفائے راشدین اور حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام جگمگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پھر صحن کعبہ میں داخل ہوئی اس وقت کافی خنکی تھی لیکن یہ خنکی ذہن و دل کے لئے راحت کا سامان مہیا کر رہی تھی، مطاف پر نظر کی تو مطاف کے کنارے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر انتہائی خوبصورت اور سبک سبک سے ستون بنے ہوئے تھے۔ ہر ستون پر دو، دو خوبصورت بلب روشن نظر آ رہے تھے۔ اس کے علاوہ صحن کعبہ میں چھتری نما پولوں پر اور دالانوں میں سفید دودھیا روشنی کی ٹیوبز لگائی گئی ہیں، جن کی وجہ سے رات کو پورا مطاف اور حرم محترم جگمگاتا رہتا ہے۔ جب میں حج کے لئے آئی تھی تو دن رات میں کوئی لمحہ ایسا نہیں تھا کہ مطاف، طواف کرنے والوں سے خالی ہو۔ یہاں تک کہ دوپہر کو سخت دھوپ کے اوقات میں بھی طواف ہوتا رہتا تھا۔ اب عمرہ کے موسم میں بھی یہ منظر دیکھنے کو ملا کہ مطاف میں ہر وقت طواف ہوتا رہتا ہے۔ صرف نمازوں کے اوقات میں رکتا ہے، پھر فوراً ہی شروع ہو جاتا ہے۔ ان لمحات میں ایسی مگن ہوئی

کر بھول گئی کہ مجھے طواف کرنا ہے۔ اچانک یاد آیا کہ مجھے طواف کرنا ہے پھر میں نے اپنا طواف شروع کیا۔ دو طواف کرنے کے بعد ٹائم دیکھا تو ابھی اذانِ فجر میں تقریباً پندرہ منٹ باقی تھے۔ میں صحن کے ساتھ والی سیڑھی پر بیٹھ گئی اور اپنے دل و دماغ کا مرکز بیت اللہ کو بنایا (اور میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ حقیقی معنوں میں ہم ہمیشہ بیت اللہ کو اپنا مرکزِ دل و جاں بنا کر رکھیں۔ آمین) جب ہوا تیز چلتی تو غلافِ کعبہ ہلنے لگتا اور میرے دل کی آنکھیں اس میں سے ایک نورِ عظیم نکلتا ہوا محسوس کر رہی تھیں۔ میں اپنے گھٹنوں پر ٹھوڑی رکھے محوِ نظارہ تھی اور میری زبان پر اپنی ہی حمد کے لکھے ہوئے چند اشعار تھے ۔

مجھ پہ بھی رحمتوں کے تو دروازے کھول دے
مدت سے تیرے در پہ صدا کر رہی ہوں میں
مالک میری دعاؤں کو باپ قبول دے
تیرے ہی گھر میں تجھ سے دعا کر رہی ہوں میں
آنکھوں میں اشک ہونٹوں پہ ہیں سسکیاں مگر
روشن چراغِ راہِ وفا کر رہی ہوں میں
جو بات تجھ سے آج تک میں نہ کہہ سکی
وہ حمد کی زباں میں ادا کر رہی ہوں میں

یہ اشعار بار بار پڑھتی رہی اور اللہ کے حضور اپنے آنسوؤں اور احساسات کا نذرانہ پیش کرتی رہی۔ فجر کی اذان کا وقت بالکل قریب آگیا، میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے رب! بار بار اپنے گھر کی ادب والی حاضری نصیب فرما۔ آمین۔ دعا مانگنے کے بعد عورتوں کے حصے کی طرف چلی اسی وقت اذانِ فجر شروع ہو گئی۔ فجر کی نماز کے بعد ایک طواف کیا، کچھ دیر تلاوت کی اور نمازِ اشراق کے بعد باب عمرہ کے پاس نعمان کو دیکھنے لگی۔ اسی وقت نعمان سامنے سے آتا ہوا نظر آیا۔ ہم باب عمرہ سے نکلے دعا پڑھی اور قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں نعمان ہوٹل کی طرف چلا گیا اور میں قیام گاہ کی طرف مڑ گئی۔ چند منٹوں بعد نعمان بھی گھر پہنچ گیا۔ اس وقت ساڑھے آٹھ بجنے میں چھ سات منٹ باقی تھے چنانچہ میں نے دوبارہ برقع اوڑھا نعمان نے تالا لگایا اور ہم دونوں ماں بیٹے جلدی جلدی کوثر

کے ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے۔ نعمان نے مجھے ہوٹل کی انتظار گاہ میں بٹھا دیا اور لفٹ کے ذریعے ان لوگوں کو بلانے اوپر چلا گیا۔ دو تین منٹ بعد نعمان کی واپسی ہوئی، کوثر اور ان کے شوہر اور بیٹا بھی ساتھ میں تھے۔ ہم سب ٹیکسی میں بیٹھ کر مکہ مکرمہ کی زیارت گاہیں دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے۔ میں نے نعمان سے کہا سب سے پہلے میدانِ عرفات کی طرف چلو، ٹیکسی والے کو نعمان نے عرفات کی طرف چلنے کے لئے کہا۔ میدانِ عرفات میں سب سے پہلے مسجد نمرہ کی طرف چلے، لیکن مسجد نمرہ میں تالا لگا ہوا تھا۔ ہم نے مسجد کے برآمدے میں ایک کپڑا بچھا کر دو رکعت نمازِ نفل ادا کئے (پہلے مردوں نے نفل پڑھے، پھر وہ وہاں سے ہٹ گئے اور پھر میں نے اور کوثر نے نفل ادا کئے) اس کے بعد ہم میدانِ عرفات کو دیکھتے رہے میں نے نعمان کو بتایا کہ بیٹا جب ہم یہاں حج کرنے آئے تھے تو نیم کے یہ درخت بہت چھوٹے چھوٹے تھے، اب دیکھو کتنے بڑے اور سایہ دار ہو گئے ہیں۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ درخت جنرل ضیاء الحق مرحوم نے لگائے تھے۔ پھر یہاں پر واقع جبلِ نور کی طرف چلے۔ اس پہاڑ پر چڑھنے کے لئے چھوٹی چھوٹی سی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں، جب ہم اوپر پہنچے تو وہاں سے نیچے کا منظر دیکھنے میں بڑا خوش نما لگ رہا تھا۔ یہاں کچھ دیر بیٹھے اور دو رکعت نفل پڑھ لئے۔ پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے، یہاں مشعرِ حرام کے قریب پہنچ کر کچھ دیر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کیا کچھ نفل پڑھے میں نے نعمان کو بتایا بیٹا جب ہم حج کرنے آئے تھے تو میدانِ عرفات سے مزدلفہ تک پیدل سفر کیا تھا اور ہمارا یہ پیدل سفر بڑا یادگار تھا۔ راستے میں لوگوں نے ہماری بڑی خاطر مدارت کی، میں نعمان کو پہاڑیوں کے قریب لے گئی اور بتانے لگی کہ میں اور صوفیہ تمام رات ان پہاڑیوں پر گھومتے رہے اور ہمیں نیند نہیں آئی۔ وہ لمحات بڑے قیمتی تھے، آج بھی ان لمحات کی یاد مجھے ایک نئی طاقت کا احساس دلاتی ہے۔ اس کے بعد میں نے نعمان سے کہا اب منیٰ کی طرف چلو، یہاں "مسجدِ خیف" کھلی ہوئی تھی۔ وہاں دو نفل پڑھ کر اللہ سے دعا کی پھر ان کو وہ مقامات دکھائے۔ جہاں چھوٹے، درمیانے اور بڑے شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ کچھ انڈونیشی خواتین اور مرد وہاں تصویریں کھینچ رہے تھے۔ ایک انڈونیشی نے نعمان کو تصویر کے لئے دعوت دی تو نعمان نے انگریزی زبان میں ان سے معذرت کی اور کہا کہ ہم تصویر نہیں کھنچواتے، یہ حرام ہے۔ یہاں سے ہم غار

حرا کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ وہ مبارک غار ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں رسالت سے سرفراز کیا۔ اسوقت وہاں کئی پہرہ دار کھڑے ہوئے تھے شاید کوئی حادثہ پیش آگیا تھا اس لئے ہمیں اوپر نہیں چڑھنے دیا۔ نعمان اپنے ساتھیوں کو پہلی وحی کی تفصیل بتا رہا تھا کہ جب جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا "اقرأ" (پڑھئے) تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا "ما انا بقارئ" (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں) یہ مکالمے تین مرتبہ دہرائے گئے اور پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور اقدس ﷺ کو سینے سے لگا کر بھینچا اور وہ دولت بیدار جو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سینے میں محفوظ کی تھی وہ نبی ﷺ کے سینہ میں منتقل ہو گئی اور پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا "اقرأ" تو حضور ﷺ نے سورۂ علق کی پوری پانچ آیتیں تلاوت فرمائیں اور پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر خفیہ تبلیغ کا سلسلہ شروع فرمایا اور سب سے پہلی تبلیغ اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کی جنہوں نے فوراً اسلام قبول فرمایا، اور پھر یہ روشنی اور نور کا سلسلہ آگے اور آگے بڑھتا رہا۔ یہاں سے غار ثور کی طرف چلے، یہ پہاڑ مکہ معظمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے، اس کی بلندی تقریباً ڈیڑھ میل ہے اس کی چڑھائی کافی سخت ہے۔ نعمان اپنے ساتھیوں کو بتانے لگا کہ جب حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی تو پہلے تین دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس غار میں قیام فرمایا تھا۔ اتفاق کی بات کہ یہاں سے بھی ایک دن پہلے ایک خاتون نیچے گر گئیں تھیں اس لئے ہمیں اوپر نہیں جانے دیا گیا۔ ہم کچھ دیر کھڑے رہے اور پھر وہاں سے جنت المعلیٰ کی طرف چلے۔ یہ مکہ مکرمہ کا قدیم قبرستان ہے۔ اسی قبرستان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کا مدفن ہے اور متعدد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیا، علماء، صلحاء، شہداء اور عظام مدفون ہیں۔ یہاں سب نے فاتحہ پڑھی۔ پھر یہاں سے دارارقم کی طرف چلے، یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حضور اقدس ﷺ سے تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ اسی مقام پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کیا تھا۔ صفا کے پہلے دروازے کے بالکل سامنے ایک عمارت پر دارارقم لکھا ہوا ہے لیکن بعض تاریخ دانوں نے لکھا ہے کہ اصل مکان حرم کی جدید توسیع میں ضم ہو گیا ہے

(اللہ بہتر جاننے والا ہے) اس کے بعد نبی ﷺ کی جائے پیدائش کی طرف آئے، پرانے زمانے میں اس محلہ کو "قشاشیہ" کہا جاتا تھا۔ ایک گلی سوق اللیل نامی تھی جہاں یہ گھر واقع ہے، لیکن اس وقت یہ مقام شاہراہ ملک السعود پر واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ ابتدا میں سعودی حکومت نے اس جگہ کو منہدم کروایا تھا لیکن اب وہاں ایک پختہ اور خوبصورت عمارت بنائی گئی ہے اور اسے ایک لائبریری (کتب خانہ) میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہ تمام عمارتیں دیکھنے کے بعد ہم قیام گاہ کی طرف چلے۔ کوثر ان کے شوہر اور بیٹے کو ان کے ہوٹل اتار دیا۔ پھر ہم اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم ٹیکسی سے اترے تو نعمان کہنے لگا امی جی ادھر آئیں میں آپ کو ایک جگہ دکھاؤں۔ میں نعمان کے کہنے پر وہاں پہنچی تو وہاں ایک چار دیواری بنی ہوئی تھی، کچھ دیوار کا حصہ ٹوٹا ہوا تھا۔ نعمان کہنے لگا امی یہ وہ جگہ ہے جہاں کفار مکہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ میں نے وہاں جھانک کر دیکھا تو مجھے ماضی کی وہ ظلم و ستم کی داستانیں یاد آنے لگیں، جب ایک آدمی اپنی کئی لڑکیوں کو زمین میں زندہ دفن کر دیا کرتا تھا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اس وقت کبوتر وہاں باجرہ کھا رہے تھے، مجھے سورۃ التکویر کی آیات یاد آگئیں:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝

"اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر ماری گئی"

میں نے نعمان سے پوچھا بیٹا تمہیں کس نے بتایا کہ یہ وہ میدان ہے تو نعمان نے بتایا کہ ندیم بھائی نے اس کے بارے میں مجھے بتایا تھا۔ ہم نے گھر آ کر کچھ دیر آرام کیا، نعمان اپنے لئے آئسکریم اور میرے لئے چائے لے کر آیا۔ ہم کچھ دیر باتیں کرتے رہے اور پھر آرام کرنے کے بعد حرم کی طرف روانہ ہو گئے۔ جیسے جیسے یہاں سے جانے کا وقت قریب آ رہا تھا ویسے ویسے اداسی دل و دماغ پر چھائی جا رہی تھی۔

چار شعبان المعظم کی رات تھی میں اور نعمان عشاء کی نماز پڑھ کر گھر آئے، کھانا وغیرہ کھایا، میں بہت خاموش تھی۔ نعمان نے میری خاموشی محسوس کی تو مجھ سے باتیں کرنے لگا۔

اس نے مجھے بتایا امی آج حیرت انگیز بات ہوئی۔ میں خانہ کعبہ کی چوکھٹ پکڑے کھڑا تھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ ہنستا ہوا دیوار پر چلتا ہوا میرے پاس آیا اور پھر ہنستا ہوا میرے پیٹ کے پاس سے ہو کر گزر گیا، میں بہت حیران ہوا کہ یہ دیوار پر کیسے چل رہا ہے۔ امی جی اس بچے نے اس طرح کئی چکر لگائے اور جب میرے پاس آتا پھر مجھے خوب غور سے دیکھتا اور ہنسنے لگتا۔ امی جی! سمجھ میں نہیں آیا وہ کون تھا، انسان تو اس طرح دیوار پر نہیں چل سکتا اور پھر کسی پہرے دار نے بھی اس کو منع نہیں کیا (اللہ کے بھید اللہ ہی جان سکتا ہے) پھر نعمان کہنے لگا امی جی مجھے دو مرتبہ حجر اسود کا بوسہ ملا۔ لیکن حجر اسود کے پاس جانے کے لئے میں نے کسی کو دھکا نہیں دیا کیونکہ ایسا کرنا نبی ﷺ کو پسند نہیں۔ اب اللہ کرے کل دو تین مرتبہ حجر اسود کا بوسہ مل جائے۔ نعمان نے مجھ سے پوچھا امی آپ کو موقعہ ملا؟ میں نے کہا ہاں بیٹا مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ موقعہ دیا۔ میری عادت ہے میں خاموشی سے جا کر وہاں کھڑی ہو جاتی ہوں، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں، اللہ خود ہی شرطے کے دل میں رحم ڈال دیتا ہے اور وہ حجر اسود کے لئے خود ہی میرے لئے جگہ بنا کر اشارہ کرتا ہے کہ حجر اسود کا بوسہ لے لو اور اس طرح میرا رب کرم فرما دیتا ہے۔ نعمان کہنے لگا امی جی ایک دن ایک تتلی میری ٹانگ پر بیٹھ گئی، میں طواف کرتا رہا لیکن میں نے تتلی کو نہیں اڑایا اور نہ ہی وہ خود اڑی۔ امی جی اس نے میرے ساتھ کئی طواف کئے، اس کے بعد وہ خانہ کعبہ کے دروازے سے تھوڑا اوپر جا کر چپک گئی اور دو دن تک وہاں چپکی رہی (مجھے یاد آیا کہ میں نے بھی ایک تتلی کو خانہ کعبہ سے چپٹا ہوا دیکھا تھا) میں نے کہا ہاں بیٹے مجھے بھی ایک تتلی دو دن تک وہاں چپکی ہوئی نظر آئی تھی۔ نعمان کی ان باتوں سے میری طبیعت کافی حد تک بہل گئی۔ میں نے نعمان سے کہا بیٹا تہجد میں جب حرم جائیں گے تو یاد رکھنا کہ فجر کی نماز کے فوراً بعد عمرہ کا احرام باندھنے کیلئے مسجد عائشہ جانا ہے۔ نعمان کہنے لگا امی جی مجھے یاد ہے۔ پھر ہم دونوں ماں بیٹے کچھ دیر ذکر و اذکار پڑھنے کے بعد سو گئے۔

آج جب نماز تہجد کے لئے گھر سے نکلے تو خنکی کافی بڑھی ہوئی تھی۔ ہم تیزی سے حرم محترم کی طرف روانہ ہوئے۔ آج ہمارے قدموں میں بڑی تیزی تھی کیونکہ یہ احساس شدت اختیار کرتا جا رہا تھا کہ آج کا دن اس شہر میں ہمارا آخری دن ہے (اللہ زندگی اور موقعہ دے گا تو اس کے کرم سے پھر اس مبارک شہر میں آئیں گے) نماز فجر کے بعد میں اور نعمان

باب السلام سے نکل کر اسٹاپ کی طرف پہنچے، وہاں دو بنچ خالی تھیں۔ میں آرام سے بیٹھ گئی۔ نعمان ناشتہ لینے چلا گیا، اتنی دیر میں کوثر بھی وہاں پہنچ گئیں۔ کوثر میرے پاس بیٹھ گئیں ان کے شوہر اور بیٹا ناشتہ لینے چلے گئے، جلدی ہی بچے ناشتہ لے کر آ گئے۔ میں اور کوثر خاموشی سے اپنی نقاب کے اندر ناشتہ کرتے رہے۔ مردوں نے دوسری بنچ پر بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ ناشتہ کرتے ہی ہم بس میں سوار ہو گئے اور کچھ ہی دیر بعد بس مسجد عائشہ کی طرف روانہ ہوئی۔ راستے میں کوثر مجھ سے پوچھتی رہیں اور میں انہیں مختلف بستیوں اور محلوں کے بارے میں بتاتی رہی۔ جب ہماری بس جبل کعبہ سے گذری تو میں نے کوثر کو بتایا کہ یہ جبل کعبہ ہے اور یہ بائیں ہاتھ پر قصر مدینہ منورہ ہے۔ جب ہم حج کرنے آئے تھے تو اسی ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ یہی باتیں کرتے ہوئے ہم مسجد عائشہ پہنچے، وہاں سب نے اپنے اپنے کام خیر و خوبی سے انجام دیئے اور احرام پہن کر دکان کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اتنی دیر میں نعمان کا قافلہ بھی آ گیا، ہم نے آہستہ آہستہ دعا پڑھی اور مسجد عائشہ میں داخل ہو گئے۔ میں نے کوثر کا ہاتھ پکڑا اور انہیں لے کر خواتین کے حصے میں چلی گئی۔ نفل اور نیت کے بعد دعا مانگی پھر تین بار لبیک پڑھی، پھر کوثر کہنے لگیں یہاں کتنا سکون محسوس ہو رہا ہے۔ میں نے جواب میں کہا کوثر تم صحیح کہہ رہی ہو، جب میں اس مسجد میں آتی ہوں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجھے بڑی شدت سے یاد آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے کہ آج ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی اس مسجد سے احرام پہن کر عمرہ کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ ہم ابھی یہ باتیں کر رہے تھے کہ نعمان کی آواز آئی، وہ مجھے پکار رہا تھا۔ ہم دونوں مسجد سے باہر آ گئے اور پھر آہستہ آہستہ لبیک پڑھتے ہوئے بس میں سوار ہو گئے۔ سواری کی دعا پڑھی اور بس منزل مقصود کی طرف چل پڑی، جلد ہی مسجد حرام نظر آنے لگی۔ ہم سب باب السلام سے حرم محترم میں داخل ہوئے، پھر میں نے کوثر سے کہا کہ میرا کہا سنا معاف کر دینا کیونکہ عمرہ کے بعد آپ لوگ تو ہوٹل چلے جائیں گے اور ہم آج کے طواف مکمل کریں گے، پھر تقریباً ساڑھے گیارہ تک گھر جائیں گے، ناشتہ کریں گے اور پھر جدہ کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ نعمان نے کوثر کے شوہر اور اس کے بیٹے سے یہی باتیں دہرائیں اور اتنی دیر میں ہم مطاف میں داخل ہو گئے (نعمان نے اپنے کپڑوں کا شاپر محفوظ مقام پر رکھ دیا تھا تاکہ جاتے وقت لے

کر چلے جائیں، ایسا ہی ان لوگوں نے کیا) اور ہم نے عمرہ کے سلسلے کا طواف شروع کیا۔ کوثر اور میں ساتھ ساتھ طواف کر رہے تھے، واجب الطواف پڑھ کر زمزم پیا اور آٹھواں استلام کر کے ہم دونوں صفا و مروہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سعی بھی ہم دونوں نے ایک ساتھ کی، صفا کی اونچائی پر چڑھ کر ہم نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے دعا کی دل میں سعی کی نیت کی اور دونوں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے سعی کرنے لگے۔ جب سبز ستون شروع ہوئے تو اپنی درمیانی رفتار سے چلتے ہوئے عربی کی جامع دعائیں کرتے رہے اور اسی طرح باب مروہ تک پہنچ گئے۔ باب مراو پر پہنچ کر خانہ کعبہ کی طرف رخ کیا (یہاں سے خانہ کعبہ نظر نہیں آتا) اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں کیں اور پھر دوسرا چکر شروع کیا اور اسی طرح ہماری سعی کے سات چکر مکمل ہو گئے۔ درمیان میں ایک مرتبہ مجھے پیاس لگی، میں نے آب زمزم پیا تو کوثر کہنے لگی، سعی کے وقت آب زمزم پی لیا؟ میں نے کہا کوثر سعی کے وقت آب زمزم پی سکتے ہیں اور اگر بھوک لگی ہوئی ہے تو مجبوراً بھی کھا سکتے ہیں۔ البتہ طواف کے دوران نہ کچھ پی سکتے ہیں اور نہ کچھ کھا سکتے ہیں۔ سعی مکمل کر کے ہم باب مروہ کے پاس بیٹھ گئے، اس دوران ہم دونوں اللہ کی تعریف بیان کرتے رہے، کچھ دیر بعد نعمان اور اس کے ساتھی آ گئے۔ نعمان نے میرے بال کاٹے، کوثر کے بیٹے نے کوثر کے بال کاٹے۔ نعمان کے ہاتھ میں جوس کے ڈبے تھے، اس نے مجھے اور کوثر کو جوس دیا۔ ہم دونوں نے جوس پیا، کوثر ان کا بیٹا اور شوہر سلام دعا کے بعد گھر جانے کے لئے تیار ہوئے۔ کوثر میرے گلے لگ گئیں، ان کے شوہر اور بیٹے نے نعمان کو اپنے گلے لگایا اور سب رخصت ہو گئے۔ میں نے چہرے سے پنکھا ہٹا کر نقاب لگایا، پھر میں اور نعمان صحن کعبہ میں پہنچے اور دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ نعمان کے کپڑوں کا پیکٹ میں نے نکالا اور نعمان سے کہا بیٹا یہ کپڑے لو اور باتھ روم میں جا کر تبدیل کر لو، پھر یہ شاپر یہاں رکھ دینا، واپسی میں یہاں سے نکال لیں گے۔ پھر میں طواف کرنے کیلئے صحن کعبہ کی طرف چل پڑی (باب مروہ کا وقت نعمان نے ساڑھے گیارہ بجے کا طے کیا تھا) چار شعبان المعظم (چھ جنوری) کا دن ہمارے لئے بڑی مبارک ساعتیں لے کر آیا۔ آج مطاف میں زیادہ رش نہیں تھا۔ میں نے طواف کیا اور واجب الطواف کے لئے مقام ابراہیم کے پیچھے (نماز کے لئے) آسانی سے جگہ مل گئی، کتنی ہی عورتیں نوافل پڑھ رہی تھیں۔ میں نے زمزم پیا اور

حطیم کی طرف نظر کی تو حطیم میں بھی رش کم نظر آیا، میں جلدی جلدی چل کر حطیم میں داخل ہو گئی، پیچھے جا کر دو نفل پڑھے۔ مجھے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کعبۃ اللہ کیلئے جذبہ شوق یاد آ گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا دل چاہتا تھا کہ میں کعبہ شریف کے اندر جاؤں اور اندر جا کر نماز پڑھوں۔ پس حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر حطیم میں داخل کر دیا اور یہ فرمایا کہ جب تیرا کعبہ میں داخل ہونے کو دل چاہا کرے تو یہاں آ کر نماز پڑھ لیا کر۔ یہ کعبہ کا ہی ٹکڑا ہے، تیری قوم نے جب کعبہ کی تعمیر کی تو اس حصہ کو (خرچ کی کمی کی وجہ سے) کعبہ سے باہر کر دیا تھا۔ (ابوداؤد، فضائل حج)

یہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں، اس لئے میں نے خوب دعائیں کیں۔ میں پیچھے اس لئے رہی تھی تاکہ پہرہ دار خاتون مجھے حطیم سے جلدی نہ نکال دیں، کیونکہ آگے کی خواتین کو وہ مردوں کی وجہ سے جلدی جلدی ہٹاتی تھیں۔ حطیم میں دعا مانگ کر حجر اسود کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی اور اپنے رب سے دعائیں مانگنے لگی، اچانک ہی شرطہ نے چھڑی سے خواتین کو ایک طرف کیا اور ایک بچی کو میرے پاس بھیجا تاکہ میں حجر اسود کا بوسہ لوں۔ اللہ کی محبت پر میری آنکھیں آنسوؤں کے ذریعے اپنے رب کی شکر گزار ہوئیں۔ میں نے جلدی سے بوسہ لیا، دعا پڑھی اور الگ ہو گئی تاکہ اللہ کے دوسرے چاہنے والوں کو بھی موقع مل سکے۔ میں نے پھر طواف شروع کیا واجب الطواف پڑھ کر زمزم پی کر پھر دل میں امیدیں لئے حجر اسود کے قریب کھڑی ہو گئی۔ اللہ کا کرم پھر اس طرح برسا کہ شرطہ نے اپنی چھڑی کے ذریعے حجر اسود کے بوسہ لینے کا اشارہ کیا، میں نے اپنے معبود حقیقی کا شکر ادا کیا اور پھر حجر اسود پر جھک گئی، دعا پڑھ کر پھر ہٹ گئی، پھر اسی طرح طواف کرنے کے بعد حجر اسود کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی، اس وقت رش زیادہ تھا۔ ایک خاتون ملتزم کے پاس کھڑی تھیں، لیکن انہیں شاید ملتزم کی اہمیت کا پتہ نہیں ہو گا وہ حجر اسود کے بوسے کا انتظار کر رہی تھیں۔ میں نے انہیں مخاطب کیا بہن کیا آپ مجھے تھوڑی سی جگہ دے سکتی ہیں؟ کہنے لگیں جی ضرور، میں تیزی سے آگے بڑھی اور ملتزم سے اسی انداز میں چمٹ کر کھڑی ہو گئی جیسے آپ ﷺ کھڑے ہوتے تھے، چوکھٹ بھی اللہ کے کرم سے بالکل خالی تھی، دعا مانگ کر اپنے پیارے رب کے گھر کی چوکھٹ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔ سبحان اللہ کیا کیفیت پیدا ہوئی، ہاتھوں کا رواں

کھڑا ہو گیا، جسم پر اللہ کے رعب و جلال سے لرزہ طاری ہو گیا، آنکھیں رب کریم کے حضور آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرنے لگیں، خوب دعائیں کیں۔ پھر طواف کیا اس وقت بھی ملتزم خالی تھا اور چوکھٹ پر بھی کوئی نہیں تھا میں تو اپنے رب کے کرم پر شکر گذار تھی کیسا کرم کیا اپنی ناچیز بندی پر کہ پندرہ، پندرہ منٹ میں ایک، ایک طواف مکمل ہو رہا تھا۔ ملتزم سے لپٹ کر اور اللہ کے گھر کی چوکھٹ پکڑ کر خوب دعائیں کرتی رہی، اپنی معافی کے لئے آنسو بہاتی رہی، پھر طواف شروع کیا اور طواف کے بعد اس دفعہ پھر حطیم میں جگہ مل گئی۔ واجب الطواف بھی حطیم میں ادا کئے، پھر ملتزم کے پاس آ گئی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں نازل ہو رہی ہیں، اس وقت اپنی ہی حمد کا ایک شعر بے ساختہ زبان پر آ گیا۔

اس کیفیت کو کر نہیں سکتی بیان میں
جو کیفیت ملی ہے تری بارگاہ میں

میں نے گھڑی دیکھی ابھی صرف پونے دس بجے تھے۔ میں پھر طواف کعبہ میں مشغول ہو گئی اور پھر ایک دیوانی کی طرح کبھی ملتزم سے لپٹ جاتی، کبھی چوکھٹ پکڑتی، کبھی حرم میں اپنے رب کے حضور آنسو بہاتی۔ اس وقت اپنا ہی ایک قطعہ میری زبان پر تھا۔

سجے ہیں میری پلکوں پہ ستارے
میں بیت اللہ سے اب جا رہی ہوں
عجب ہی کیفیت ہے قلب و جاں کی
عجب عالم میں خود کو پا رہی ہوں

جب اسی حالت میں گیارہ بج گئے تو میں نے طواف وداع کی نیت کی۔ اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتی رہی اور پھر تو حال یہ ہو گیا کہ ایک ایک چیز سے رو، رو کر کہہ رہی تھی، الوداع اے مطاف الوداع...... الوداع رکن یمانی الوداع...... الوداع اے ملتزم الوداع...... الوداع اے حجر اسود الوداع...... الوداع اے حطیم الوداع...... الوداع اے صحن کعبہ الوداع...... الوداع حرم کی لطیف اور خوشبو میں بسی ہوئی ہواؤں الوداع...... الوداع اے خانہ کعبہ الوداع...... الوداع اے مقام ابراہیم الوداع...... الوداع اے چاہ زمزم الوداع...... الوداع کعبہ کی چوکھٹ الوداع...... الوداع میزاب رحمت الوداع...... الوداع اے باب عمرہ الوداع......

الوداع...... کبھی تیسرا کلمہ پڑھتی کبھی الوداع کہتی۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے شاید آج میں دیوانی ہو گئی ہوں۔ لیکن میری دیوانگی کا علم میرے رب کے علاوہ کسی کو نہیں تھا، انہی احساسات کے ساتھ طواف مکمل ہوا۔ واجب الطواف کے وقت جب پیشانی صحن کعبہ کے فرش پر رکھی تو دل نے یہ خواہش کی کہ بس اب سجدہ سے سر نہ اٹھے، اس سجدہ کی حلاوت آج بھی کبھی کبھی محسوس ہوتی ہے۔ جب دعا مانگنے لگی تو اپنے رب کے حضور اس طرح گویا ہوئی۔

اللہ میرے قلب کو وہ نور بخش دے
حمد و ثنا کسی کی نہ لکھوں ترے سوا
دیتا ہے اور تو ہی دلاتا ہے خلق کو
پھر کیوں کسی سے اور میں مانگوں ترے سوا

پھر واجب الطواف پڑھ کر زمزم پی کر، اللہ کی فقیرنی بن کر اللہ کی چوکھٹ کے سامنے کھڑی ہو گئی، چوکھٹ خالی تھی، چوکھٹ پکڑی دعا کرنے لگی تو دیکھا ملتزم بھی خالی ہے۔ ملتزم سے لپٹ کر کھڑی ہو گئی، ایک ہاتھ سے اللہ کے عظیم الشان گھر کی چوکھٹ پکڑی، گڑگڑاتی رہی رب کے حضور دعائیں مانگتی رہی اور پھر جب وہاں سے ہٹی تو شرطہ نے حجر اسود کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اللہ کی فقیرنی حجر اسود کا بوسہ لینے کے لئے جھک گئی، رب العزت کے کرم سے آج کا کام تکمیل تک پہنچا۔ لیکن قدموں میں چلنے کی سکت نہیں تھی، تھوڑا سا چلتی پھر مڑ کر اللہ کے عظیم گھر کی طرف دیکھتی۔ دل چاہ رہا تھا کہ دوڑ کر خانہ کعبہ سے لپٹ جاؤں پھر بڑھتی رہی، عجب دیوانگی تھی جو بیان سے باہر ہے۔ برآمدے میں آ کر کھڑی ہو گئی پھر اپنے پیارے رب کے گھر کو آنسو بھری آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ آخر کار باب عمرہ کی سیڑھیوں تک پہنچ گئی، آب زمزم کا گلاس بھرا، لرزتے دل لیکن محبت کی نظر سے خانۂ اقدس کو دیکھتی رہی اور زمزم پیتی رہی۔ اسی وقت نعمان کی آواز آئی امی جی چلیں۔ میں نے آہستہ سے کہا ہاں چلو، پھر سیڑھیاں چڑھ کر کھڑی ہو گئی۔ ابھی بھی خانۂ کعبہ نظر آ رہا تھا، ایک دم برداشت کی قوت ختم ہو گئی اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ نعمان کی آنکھوں میں بھی آنسو لرز رہے تھے اور کچھ آنسو اس کے گالوں پر بھی بہتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مرد کو بڑا قوی بنایا ہے، نعمان نے مجھے تسلی دی اور دعا پڑھی، میں بھی ٹھنڈی

سانس بھر کر دعا پڑھنے لگی اور پھر سر جھکا کر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی (دل کی گہرائیوں سے بار بار یہ دعا نکل رہی تھی۔ میرے رب مجھے پھر اپنے گھر کی ادب والی حاضری کے لئے بلالینا اور اے میرے رب مجھ سے کبھی ناراض نہ ہونا) نعمان نے مجھے گھر بھیج دیا۔ مضمحل چال کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی، نعمان سموسے اور جوس لے کر آگیا۔ ہم دونوں نے مل کر کھایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ میں نے ہلکا پھلکا سامان پکڑلیا، نعمان نے سارا سامان باہر نکال لیا اور کہنے لگا امی جی آپ یہاں رکیں میں ندیم بھائی کو چابی دے کر ابھی آتا ہوں، دو منٹ بعد ہی ندیم اور نعمان آتے ہوئے نظر آئے۔ ندیم کے پیچھے ان کا ملازم تھا، میں نے ندیم کا شکریہ ادا کیا اور کہا بیٹے اپنی والدہ اور بھابھی کو میرا اسلام پہنچادینا۔ ندیم کہنے لگا باجی آپ کو ہماری ذات سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو معاف فرمادیجئے گا۔ سلام دعا کے بعد ہم بس اسٹاپ کی طرف روانہ ہوئے، ندیم کا ملازم نعمان کے ساتھ ساتھ آرہا تھا۔ وہ جدہ جانے والی بس کے قریب پہنچے، نعمان نے اس کے ساتھ مل کر سامان رکھوایا، پھر ملازم کو سلام کیا، دونوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا اور وہ رخصت ہوگیا۔ یہاں سے حرم کے مینار نظر آرہے تھے اور میری زبان پر میری ہی حمد کا ایک شعر تھا۔

ہر سمت ہر طرف ترے انوار چھائے ہیں
تیرے ہی جلوے قلب و نظر میں سمائے ہیں

میں اور نعمان کچھ دیر باتیں کرتے رہے، موضوع حرم ہی تھا۔ ان باتوں میں ہمیں پتہ بھی نہیں چلا کہ بس کب بھری، البتہ جب ڈرائیور نے بس اسٹارٹ کی تب ہم چونکے۔ نعمان نے کہا امی ہمیں وقت گذرنے کا پتہ نہیں چلا۔ ہم اس مبارک سرزمین سے سولہویں دن رخصت ہورہے تھے لیکن اس کے باوجود ایسا محسوس ہورہا تھا کہ ابھی آئے تھے اور ابھی واپس جارہے ہیں۔ گھر جانے کی خوشی نہیں تھی، بیت اللہ سے رخصت ہونے کا غم تھا۔ میں کھڑکی کے قریب بیٹھی تھی، ٹھنڈی ہوائیں نقاب کو چھوتی ہوئی جارہی تھیں۔ فوراً میری زبان پر اپنی ہی حمد کا ایک شعر آگیا۔

تیرا گزر تو روز ہی ہوتا ہے اے صبا
میرا سلام کہیو حرم کی فضاؤں کو

اور پھر آہستہ آہستہ مکہ مکرمہ کے بازار اور علاقے گزرتے چلے گئے اور میری زبان سے الوداع..... الوداع..... نکل رہا تھا۔ نعمان نے میری یہ حالت دیکھی تو کہنے لگا امی آپ پریشان نہ ہوں ان شاء اللہ پھر جلد ہی آئیں گے۔ مجھے نعمان کی بات بہت اچھی لگی اور میں نے آمین کہا اور پھر سڑک کی طرف نظر کی سڑک بہت خوبصورت لگ رہی تھی اور بس سڑک پر تیزی سے چلی جارہی تھی، لیکن نہ کوئی جھٹکا لگ رہا تھا، نہ دھواں تھا بلکہ ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے جہاز میں بیٹھے ہیں۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد ہی ہم جدہ پہنچ گئے، ڈرائیور نے بس اسٹاپ پر بس روکی، نعمان نے اپنا سامان اتارا۔ نعمان بار، بار اسٹاپ کے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا (یہ اسٹاپ ایک چار دیواری میں بنا ہوا تھا، یہاں ڈرائیور اور دیگر ملازمین کے آرام کے لئے کمرے بنے ہوئے تھے) اسے زاہد کا انتظار تھا۔ نعمان نے زاہد کو کل مکہ معظمہ سے فون کیا تھا کہ ہم ان شاء اللہ ڈیڑھ بجے تک جدہ پہنچ جائیں گے اور اس وقت ڈیڑھ ہی بجا تھا۔ نعمان نے سامان اٹھایا اور کہنے لگا آیئے امی باہر جاکر زاہد کا انتظار کرتے ہیں لیکن جب پونے دو بجے تک بھی زاہد نہیں آیا تو نعمان نے ایک ٹیکسی روکی اور ہم زاہد کے گھر روانہ ہوئے، گھر پہنچ کر عابدہ نے بتایا کہ گاڑی خراب ہوگئی تھی، زاہد ابھی آپ کو لینے گیا ہے، وہ جب آپ دونوں کو وہاں نہیں پائے گا تو گھر پر ضرور فون کرے گا۔ دس منٹ بعد ہی فون کی بیل ہوئی، عابدہ کو یقین تھا کہ یہ زاہد کا فون ہوگا، جب عابدہ نے فون سنا تو دوسری طرف زاہد ہی تھا۔ عابدہ نے کہا زاہد! نعمان اور ریحانہ باجی گھر پہنچ چکے ہیں، تم فوراً آپہنچو۔ میں اور عابدہ اندر بیٹھ گئے، مردانہ بیٹھک میں نعمان کے ساتھ فراز باتوں میں مصروف تھا۔ فراز بہت باصلاحیت بچہ تھا، عمدہ باتیں کرتا اور سننا اس کا خاص مشغلہ تھا۔ عابدہ باورچی خانہ میں چلی گئیں اور اریج میرے پاس بیٹھ گئی۔ میں نے تکیے سے ٹیک لگائی اور اریج کی معصومیت سے بھرپور باتیں سننے میں لگ گئی، اسی اثناء میں فراز نے آکر بتایا کہ زاہد چاچا آگئے ہیں۔ عابدہ نے فراز کے ہاتھ مردانے میں کھانا بھجوایا اور اپنے کمرے میں ہم سب کے لئے کھانا لگایا۔ کھانا بہت عمدہ اور ذائقہ سے بھرپور تھا، عابدہ نے زیادہ تر عربی کھانے بنائے تھے۔ کھانا کھا کر دس منٹ آرام کیا، فراز، نعمان اور زاہد نماز کے لئے مسجد چلے گئے، ہم سب نے گھر میں نماز پڑھی، پھر کچھ دیر آرام کیا تو نعمان نے کہلوایا کہ امی اب بازار چلنا چاہئے تاکہ بچوں کے لئے کچھ تحائف لے لیں۔ میں

نے کہا ٹھیک ہے، میں نے اور عابدہ نے برقع اوڑھا اور ہم سب گاڑی میں بیٹھ کر قریبی بازار کی طرف چلے۔ نعمان نے اپنے بھائیوں کے لئے ان کی پسند کے مطابق کچھ تحائف لئے۔ اس کے بعد عابدہ نے کہا کہ زاہد گاڑی آپا کے گھر کی طرف موڑ لو (یہاں قریب ہی عابدہ کی نند، آپا رہتی تھیں) زاہد نے گاڑی کا رخ آپا کے گھر کی طرف کیا، دو تین منٹ میں ہم آپا کے گھر پہنچ گئے۔ نعمان اور زاہد مردانے میں چلے گئے، عابدہ کی نند بڑے تپاک سے ملیں، کچھ ہی دیر بیٹھے تھے کہ انہوں نے چائے اور اس کے ساتھ کیک اور بسکٹ وغیرہ ہمارے سامنے لاکر سلیقے سے رکھ دیئے۔ ہم چائے پی کر فارغ ہوئے تو عصر کی اذان ہوگئی۔ نعمان اور زاہد عابدہ کے نندوئی اور بچوں کے ساتھ مسجد چلے گئے۔ ہم خواتین نے گھر میں نماز ادا کی، کچھ دیر ہم باتیں کرتے رہے تو مغرب کی اذان ہوگئی۔ مغرب کی نماز کے بعد عابدہ کہنے لگیں باجی آپ کو جدہ کا ساحل دکھاتے ہیں۔ میں نے کہا عابدہ اتنا وقت نہیں ہے کیونکہ رات ڈھائی بجے کی ہماری فلائٹ ہے۔ رات بارہ بجے گھر سے نکلیں گے، بس کسی اور بازار کا ایک چکر لگا لیتے ہیں تاکہ بچوں کے لئے گھڑیاں وغیرہ لے لیں۔ اس وقت تک نعمان اور زاہد بھی آچکے تھے، ہم فوراً ہی بازار کے لئے روانہ ہوگئے۔ بچوں کی عمروں کے مطابق ذرا کم قیمت اور خوبصورت گھڑیاں نعمان نے خریدیں اور ایک گھڑی زبردستی مجھے دلا دی۔ پھر عابدہ کو ایک انگوٹھی پسند آگئی تو کہنے لگیں باجی یہاں کی ایک نشانی ضرور لیں۔ میں نے اس کے کہنے پر انگوٹھی خرید لی۔ بازار میں خودکار سیڑھیاں لگی ہوئی تھیں، بچوں کو بہت مزہ آرہا تھا۔ لیکن زاہد نے بچوں کو ڈانٹا اور کہا بار بار سیڑھیوں پر نہ چڑھو۔ اب نعمان کو کچھ کھجوریں اور چاکلیٹس وغیرہ لینی ہیں پھر گھر چلنا ہے کیونکہ پھر عشاء کی اذان ہوجائے گی۔ ہم نے جلدی جلدی خریداری کی۔ نعمان نے اپنے لئے صرف ایک دھوپ کی ٹوپی اور ایک کریم خریدی (دھوپ کے اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے) زاہد نے بہت کہا اپنے لئے کچھ اور لے لو، لیکن میرا بچہ واقعی بڑا سمجھدار ہے، اس نے زیادہ تحائف بچوں کے لئے خریدے، کچھ تحائف فاضلی صاحب اور آپا کے لئے خریدے۔ گھر میں جیسے ہی داخل ہوئے عشاء کی اذان ہوگئی، سب اپنی اپنی نماز کی تیاری میں لگ گئے۔ جب ہم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو فراز آیا اور کہنے لگا ریحانہ خالہ نعمان بھائی پوچھ رہے ہیں کہ میں زاہد کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے ساحل پر چلا

جاؤں میں نے کہا کہنا ضرور جاؤ اور فراز بیٹا آپ بھی ان کے ساتھ گھومنے چلے جاؤ۔ ہم گھر میں کچھ دیر آرام کرتے ہیں۔ ساڑھے دس بجے تک بچے ساحل سے واپس آگئے۔ میں اور عابدہ حرم کی خوبصورت یادوں اور باتوں میں ایسے مصروف ہوئے کہ وقت گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوا۔ عابدہ نے کہا باجی کافی وقت ہوگیا ہے اب کھانا لگا دیتے ہیں۔ دونوں جگہ دستر خوان پر کھانا لگا دیا گیا، کھانے سے فارغ ہوئے تو قہوہ سامنے آگیا (عابدہ اور اس کے گھر والوں نے ہماری خوب مہمان نوازی کی۔ آج بھی عابدہ کی محبت اور خلوص یاد آتا ہے تو میں عابدہ اور اس کے گھر والوں کے لئے بہت دعا کرتی ہوں) کچھ دیر چہل قدمی کی پھر میں نے اپنے اور نعمان کے کپڑے استری کئے اور کچھ دیر بعد ہم تیار ہوگئے۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا، بارہ بجے ہم سب جدہ ایئرپورٹ کے لئے روانہ ہوئے (عابدہ اور اس کے بچے بھی ساتھ تھے) جب تک ہمیں ایئرپورٹ کے اندرونی حصے کی طرف نہیں بلایا گیا، عابدہ، زاہد اور بچے ہمارے پاس ہی بیٹھے رہے۔ جب ہمارے لئے اعلان ہوا تو نعمان زاہد سے ملا، فراز اور اس کے چھوٹے بھائی کو پیار کیا۔ میں عابدہ سے ملی اریج کو پیار کیا، فراز کے سر پہ ہاتھ رکھا، پھر ایک دوسرے کو سلام کیا اور ہم اللہ حافظ کہتے ہوئے اندر جانے کے لئے اٹھ گئے۔ بچوں کی آنکھوں میں ہم سے جدا ہوتے وقت آنسو صاف نظر آرہے تھے۔ میرا دل بھی چونکہ بڑا حساس ہے اس لئے میری آنکھیں بھی انہیں خلوص کا نذرانہ پیش کرنے لگیں (عابدہ اور اس کے گھر کے افراد بہت زیادہ پر خلوص تھے۔ ایسے لوگ دنیا میں کم ہی ہوتے ہیں) آگے چلتے چلتے اچانک نعمان اور میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ لوگ وہاں کھڑے ہماری ہی طرف دیکھ رہے تھے۔ نعمان اور میں نے پھر فی امان اللہ کہا اور ہم اب ایئرپورٹ کے اندرونی لاؤنج میں داخل ہوگئے، کچھ دیر وہاں بیٹھے اسی عرصہ میں ہمارے جہاز کا اعلان ہوگیا۔ ہم دونوں اپنی نشست سے اٹھ کر جہاز میں بیٹھنے کے لئے چل پڑے، سیڑھیاں چڑھیں جہاز میں بیٹھے تو طبیعت پر ایک عجیب سی اداسی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ مجھے وہ سفر یاد آیا، جب ہم کراچی سے جدہ کے لئے روانہ ہوئے تھے تو دل ایک انوکھی خوشی اور اللہ کے خوف سے معمور تھا اور اب مبارک لمحات اور مقدس ساعتیں یاد آکر رلا رہی تھیں۔ ہدایات شروع ہوئیں، کیپٹن نے سواری کی دعا پڑھی، میں اور نعمان بھی دعا پڑھنے لگے۔ جہاز کچھ دیر رن وے پر دوڑا اور پھر کراچی کی طرف پرواز

کرنے لگا (ہوائی جہاز بھی اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ دنوں کا سفر گھنٹوں اور گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے ہو جاتا ہے) نعمان میری اداسی کو خوب اچھی طرح محسوس کر رہا تھا، اس لئے وہ اپنی باتوں سے میرا دل بہلاتا رہا۔ کچھ ہی دیر بعد ناشتہ کی ٹرالیاں آ گئیں، ناشتہ کیا۔ میں نے نعمان سے کہا اسٹیورڈ سے کہو، ہمیں چائے نہیں کافی دیدیں۔ نعمان نے میرے کہنے کے مطابق کافی مانگی، بہت جلد گرما گرم اور لذیذ کافی ہمارے ہاتھوں میں تھی۔ ہم اللہ کا نام لے کر آہستہ آہستہ کافی پیتے رہے، کافی پی کر کچھ دیر سیٹ سے سر لگا کر آرام کیا۔ کچھ نیند بھی آ گئی اور اس طرح ہمارا جہاز کا سفر ختم ہوا اور ہم کراچی ایئرپورٹ پہنچ گئے (نعمان نے جدہ سے اپنے دوست جنید کو فون کر دیا تھا کہ ہمارا جہاز سات جنوری کی صبح کراچی کے ہوائی اڈے پہ ان شاء اللہ پہنچ جائے گا) نعمان نے مجھے ایک طرف کھڑا کیا اور سامان پہچان کر میرے پاس لانے لگا۔ جب سب سامان آ گیا تو نعمان نے ادھر ادھر دیکھا وہ اپنے بھائیوں اور دوستوں کو تلاش کر رہا تھا۔ پندرہ منٹ تک نعمان دیکھتا رہا اس کے بعد نعمان نے ایک ٹیکسی روکی اور ہم گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں نے نعمان سے کہا کہ بیٹا اتنے مقدس مقامات اور پاکیزہ شہر دیکھنے کے بعد کراچی آ کر ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے ہر طرف کوڑا ہی کوڑا ہے۔ نعمان کہنے لگا جی امی اصل میں بلدیہ عظمیٰ شہر کی صفائی اور سڑکوں کی مرمت کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتا اور پھر ویسے بھی کراچی کے حالات ٹھیک نہیں۔ ہم امن وامان کی فضا سے کراچی آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کراچی اور پاکستان پر اپنا کرم فرمائے۔ یہاں محبت و امن کی فضا پیدا ہو جائے میں نے آمین کہا اور میں نے نعمان سے کہا بیٹے پورے عالم اسلام کی حفاظت اور امن وامان کے لئے دعا کیا کرو۔ نعمان کہنے لگا جی امی آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ کاش! دنیا کے تمام مسلمان خواب غفلت سے جاگ جائیں، اللہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ اگر ہم بار بار اپنے رب سے رحم کی درخواست کریں گے تو وہ ضرور قبول فرمائے گا۔ اب ہماری ٹیکسی پیٹرول پمپ سے ہوتی ہوئی تین نمبر ناظم آباد میں داخل ہوئی۔ نعمان نے ٹیکسی ڈرائیور کو گاڑی موڑنے کی نشاندہی کی اور ہم اپنے غریب خانہ تک پہنچ گئے۔ نعمان نے ٹیکسی ڈرائیور کو پیسے دیئے اور فلیٹ کے چوکیدار کے ساتھ سامان لے کر اوپر چل پڑا۔ ابھی میں دوسری منزل تک پہنچی تھی تو نعمان نیچے اترتا نظر آیا اور کہنے لگا امی گھر پہ تو تالا لگا ہوا ہے۔ چوکیدار کہنے لگا وہ سب تو آپ کو لینے

کے لئے ایئرپورٹ گئے ہیں۔ دوسری منزل پہ میری کچھ طالبات رہتی تھیں ان کے والد حسین بھائی باہر آئے اور نعمان سے کہنے لگے بیٹے اندر آ جاؤ، یہاں سے اپنے دوست کے گھر فون کر لو تو آپ کو صحیح بات کا پتہ چل جائے گا۔ نعمان نے میری طرف دیکھا تو میں نے اشارہ اسے اندر جانے کے لئے کیا۔ نعمان اندر چلا گیا، تو میری طالبات اور ان کی والدہ مجھے لینے آئیں اور میں بھی ان کے ساتھ اندر چلی گئی۔ نعمان نے جنید کے گھر فون کیا تو انہوں نے کہا کہ ایئرپورٹ والوں نے دوسری فلائٹ کا سمجھ کر جنید کی غلط رہنمائی کی، وہ لوگ اس وقت ایئرپورٹ پہ پہنچے ہوں گے جب آپ لوگ ایئرپورٹ سے چل پڑے تھے۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد آپا (میری والدہ) رافع، علی، معاویہ (یہ تینوں نعمان سے چھوٹے بیٹے ہیں) اور دیگر محلے کے بچے آ گئے، جنید، نوری اور شاہد وغیرہ بھی آ گئے۔ نعمان کے دوست مردانہ بیٹھک میں نعمان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ سب بچے اور نعمان کے دوست نعمان سے ملے، آپا اور فاضلی صاحب بھی نعمان سے ملے، پھر نعمان اپنے دوستوں کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔ آپا نے فوراً ناشتہ تیار کرنا شروع کیا، میں نے ہاتھ بٹانا چاہا تو انہوں نے پیار سے مجھے منع کر دیا۔ تم آرام کرو تھکی ہوئی ہو۔ فاضلی صاحب کہنے لگے ایک تو ایئرپورٹ والوں نے غلط رہنمائی کی، دوسرے بچوں کی گاڑی پولیس والوں نے روکی اور لائسنس کا پوچھا، اتفاق کی بات بچے جلدی کی وجہ سے گھر پہ ہی لائسنس بھول گئے تھے۔ پھر جنید نے اپنے والد صاحب (آفتاب صاحب) کو فون پہ صورتحال بتائی۔ انہوں نے کہا میں ابھی کسی ایس۔ایچ۔او سے بات کرتا ہوں تم فوراً گھر پہنچو کیونکہ نعمان گھر پہنچ گیا ہے اور اس طرح آخر کار وہاں فون پہنچا اور ہماری جان چھوٹی۔ سب نے ناشتہ کیا، پھر کتنے دن تک سب نعمان سے اور مجھ سے ملنے آتے رہے (لوگ وہاں کے واقعات بڑے شوق سے سنتے ہیں کیونکہ ہر بچے مسلمان کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ ابھی ہم وہاں نہیں گئے ہیں تو وہاں کا ذکر تو سن لیں، شاید رب العزت ہمیں بھی اپنے گھر کے دیدار کے لئے بلا لے) یہ میرا اور نعمان کا یادگار سفر تھا۔ جس کا ایک ایک لمحہ مجھے آج تک اسی طرح یاد ہے اور مجھے یقین ہے کہ زندگی کے کسی بھی موڑ پہ میں ان لمحات کو فراموش نہیں کر سکوں گی۔

جب مدینہ کا مسافر کوئی آتا ہے نظر
پورا منظر میری آنکھوں میں اتر آتا ہے
ذہن کرتا ہے سفر روضۂ اقدس کی طرف
دل میں اُن یادوں کا ہر نقش اُبھر آتا ہے
روح پرور وہ مناظر مجھے یاد آتے ہیں
نور بن کر میری پیشانی پہ چھا جاتے ہیں

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝
وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۝
بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝

"الجہاد"

پرستارانِ حق

اپنی جاں اپنی ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں ہم
موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑتے ہیں ہم
ہم پرستارانِ حق ہیں جاں نثارانِ رسول
کوہساروں سے بھی ٹکرانے کو خود بڑھتے ہیں ہم

"جہادِ فی سبیل اللہ اور مجاہدِ اسلام"

حرمین وشریفین سے آنے کے بعد نعمان میں تیزی سے تبدیلی پیدا ہوئی اور وہ یہ کہ اس کی زبان پر جہاد کا تذکرہ بہت زیادہ رہنے لگا اللہ تعالیٰ نے اس میں جہادی شان پیدا فرمادی اور آخرکار میری بچپن کی خواہش کہ میں جہاد میں نکلوں (لیکن میں جہاد میں نکل نہیں سکتی تھی، کوئی بھائی بھی نہیں تھا کہ جسے جہاد کی ترغیب دیتی) نعمان کی صورت میں پوری ہوتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نعمان کے دل کو مجاہد کا قلب بنادیا۔ اس کی دین میں دلچسپی آخرکار اسے جہاد جیسی اعلیٰ اور ارفع منزل تک لے آئی۔ نعمان مسلسل قرآن وحدیث میں جہاد کا مطالعہ کررہا تھا اور اپنے محلے کی مرکزی مسجد میں دعوتِ جہاد میں بیٹھنا اب اس کا روزانہ کا معمول بن گیا تھا۔ ایک دن نعمان جہاد کی کیسٹ لے کر آیا اور اس کے لئے اس نے بڑا عجیب طریقہ اختیار کیا، کیسٹ کو ٹیپ ریکارڈ میں لگایا اور سننا شروع کردیا۔ مجاہد مولانا کی آواز کیسٹ سے اس طرح نکل رہی تھی جس طرح سمندر کی بپھری ہوئی موجیں۔ تقریر میں وہ کفار کے ظلم کا تذکرہ بھی کررہے تھے اور جہاد کی اہمیت کو واضح بھی فرمارہے تھے۔ جب وہ تقریر کے اس حصے پر پہنچے کہ جہاد کی تربیت مکمل ہوئی اور اب مجاہد کو میدانِ جنگ کا رخ کرنا ہے۔ لیکن اس طرح بھی ہوتا ہے کہ دہشت گرد تنظیمیں اس سے رابطہ کرلیتی ہیں اور اس کو آسائشات اور عیش پسندی کے میٹھے میٹھے خواب دکھا کر اس کے جذبۂ ایمان کو خرید لیتے ہیں اور پھر ایک تربیت یافتہ سپاہی جس پر مجاہدین کمانڈروں نے دن رات محنت کرکے اور پیسے کو پانی کی طرح بہا کر تربیت دی تھی۔ وہ سرفروشی چھوڑ ایمان فروشی کو اپنا شعار بنا کر دہشت گردوں کے ٹولے کے ساتھ شامل ہوجاتا ہے۔ ان واقعات کو بتاتے بتاتے مولانا صاحب رونے لگے۔ وہ اس طرح رورہے تھے کہ ان کی سسکیاں بھی صاف سنائی دے رہی تھیں۔

میرے تینوں بچے، فاضلی صاحب اور میں خود بخود اس طرح کھنچتے ہوئے ٹیپ ریکارڈ کے قریب پہنچ گئے جس طرح لوہے کے ذرات مقناطیس سے چمٹ جاتے ہیں۔ جب کیسٹ ختم ہوئی تو سب کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ میں نے نعمان کی طرف نظر اٹھائی تو اس کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے لبریز نظر آ رہی تھیں۔ لیکن اس کے ہونٹوں پر بڑی جاندار مسکراہٹ تھی، جو اس کی کامیابی کی بہت بڑی دلیل تھی، کیونکہ اس نے ہم میں سے کسی کو بھی جہاد کی کیسٹ سننے کی دعوت نہیں دی تھی۔ لیکن ہم سب اس کے مشن میں شامل ہو گئے۔ مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ سن کر مجھے تو جہاد سے بڑی گہری دلچسپی تھی اور اس کے ساتھ میرا مضمون بھی تاریخ اسلام ہے کہ میری تو پڑھتے وقت اور طالبات کو پڑھاتے ہوئے ماضی کے ان محاذوں پر نظر ہوتی ہے جو حضور اقدس ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے سجائے تھے اور مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بدر و حنین، خندق، خیبر، مکہ معظمہ، موتہ اور دیگر معرکوں میں فتح و نصرت کے پرچم لہرائے تھے اور خلفائے راشدین کے زمانے میں عراق، ایران، فلسطین، مصر، افریقہ، قبرص، ایشیائے کوچک، طبرستان، تاجکستان، آرمینیہ اور آذربائیجان کے میدانوں میں کفر و باطل کو شکست فاش دے کر اسلام کا پرچم وہاں لہرایا تھا۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حضور اقدس ﷺ کے تربیت یافتہ سپاہی تھے، اس لئے حق و باطل کے کسی معرکے میں خوف و ہراس میں مبتلا نہیں ہوتے تھے۔ اس کی زندہ مثالیں یرموک اور قادسیہ کا میدان تھا کہ مسلمانوں کی تعداد بھی قلیل تھی اور سامان حرب کفار کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھا۔ لیکن انہوں نے دشمنوں کی صفوں میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ یرموک میں عیسائیوں اور قادسیہ میں پارسیوں کی تعداد اور سامان حرب کی زیادتی بھی انہیں شرمناک شکست سے نہیں بچا سکی۔ یرموک کا معرکہ اس لحاظ سے بھی بڑا یادگار ہے کہ ایک مقام پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کم تعداد میں ہونے کی وجہ سے میدان جہاد سے لوٹ آئے تو ان کی بیوی حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ ابوسفیان میدان جنگ سے واپس کیوں لوٹ آئے تو انہوں نے کہا ہم تو صرف ساٹھ ہیں اور دشمن ہمارے مقابلے میں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں (جس محاذ پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ہوا) اس پر حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ٹھیک ہے

تم یہاں بیٹھو ہم میدان جنگ کی طرف جائیں گے اور خیموں کی چوبیں اٹھائیں اور عورتوں کو لے کر چلیں تاکہ دشمن سے مقابلہ کیا جائے (نبی ﷺ نے میدان جنگ سے راہ فرار کو قطعی پسند نہیں کیا) ابوسفیان نے حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کی بات سنی تو ان کی غیرت نے جوش مارا اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تلوار بے نیام کر کے نکلے۔ کچھ ہی دیر بعد وہ اس حالت میں آئے کہ ان کی ایک آنکھ شہید ہو چکی تھی۔ انہوں نے حضرت ہندہ سے کہا ہندہ میری آنکھ شہید ہو گئی، حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ تم کامیاب ہوئے یا دشمن کامیاب ہوا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم صرف ساٹھ تھے اور دشمن ہزاروں کی تعداد میں۔ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی عطا فرمائی۔ حضرت ہندہ نے کہا ابوسفیان مجھے اب تم پہلے سے زیادہ عزیز ہو گئے کیونکہ تم نے مرد مجاہد ہونے کا ثبوت دیا۔ یرموک کی جنگ پندرہ ہجری میں لڑی گئی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سالار لشکر تھے۔ یرموک کا مقام اردن کے قریب تھا۔ رومیوں کے لشکر کی تعداد دو لاکھ تھی، مسلمان صرف چالیس ہزار تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے پہنچ چکے تھے۔ یرموک کی جنگ میں تین ہزار صحابہ نے جام شہادت نوش کیا۔ مورخین کا کہنا ہے کہ ستر ہزار رومی ہلاک ہوئے۔ ابن جریر طبری کا کہنا ہے کہ "ایک لاکھ رومی قتل ہوئے"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کئی راتوں سے سو نہیں سکے تھے، یرموک کی فتح کی خوشخبری سنی تو رب کریم کے حضور سجدہ میں گر گئے۔ یہ وہ معرکہ ہے جس میں ہزاروں عیسائیوں کی لاشیں بے گور و کفن پڑی ہوئی تھیں۔ "اس میدان کے کنارے ایک نالہ تھا یہ پورا نالہ رومیوں کی لاشوں سے بھر گیا تھا۔" (بلاذری فتوح البلدان)

عیسائیوں کی لاشیں دفنانے والے راہ فرار اختیار کر گئے تھے۔ صرف چند پادری رات کے اندھیرے میں لالٹین روشن کر کے کچھ چہرے ان لاشوں میں تلاش کرتے نظر آتے تھے۔ کتنے دن تک گدھ ان لاشوں پر منڈلاتے رہے، لیکن مسلمان صحابہ نے بڑے بڑے گڑھے کھود کر ان لاشوں کو ان گڑھوں میں ڈال دیا۔ مسلمانوں کو یرموک کے میدان میں شاندار فتح حاصل ہوئی اور شکست خوردہ عیسائی ایک طویل عرصے تک اپنے زخم

چاٹتے رہے۔

دوسرا قادسیہ کا معرکہ تھا جس میں ایرانیوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں کثیر فوج استعمال کی اور اس کے ساتھ ہی ہاتھیوں کی ایک بڑی تعداد میدان میں لے کر آئے۔ مسلمان مجاہدین نے یہ دیکھا کہ گھوڑے ہاتھیوں کو دیکھ کر گھبرا رہے ہیں تو وہ خود گھوڑوں سے نیچے اتر آئے۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہاتھیوں کی صفوں میں گھس گئے اور انتہائی بے جگری سے ہاتھیوں کی سونڈھوں کو کاٹ دیا۔ یہ مسلمانوں کا جذبہ ایمانی اور جوش جہاد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بے قابو ہاتھیوں کو انہی کی فوجوں کی طرف لوٹا دیا۔ جس سے پارسیوں میں کھلبلی مچ گئی۔ ان کے کتنے ہی سپاہی ہاتھیوں کے پیروں میں کچل کر مارے گئے۔ مسلمانوں کا جذبۂ جہاد اپنی مثال آپ تھا۔ ایک نامور خطیب عاصم بن عمرو نے مجاہدین کو پکارا "مجاہدو! تمہیں جنت کی تمنا ہے اور دشمن کو دنیا کی تمنا، ہوش و خرد نہ جانے دینا ایسا نہ ہو کہ دنیا کے کتے آخرت کے شیروں پر بازی لے جائیں۔"

ایک اور خطیب ابن الہذیل نے مسلمانوں کو خطاب کیا "اے خاندان سعد! اپنی تلواروں کو قامہ بنا لو اور دشمن کے مقابلے میں شیر بن کر جاؤ۔ گرد کی زرہ پہن لو اور نگاہیں نیچی کر لو، جب تلواریں تھک جائیں تو تیروں کی باگ چھوڑ دو، ہمت کو پست نہ ہونے دینا۔"

علامہ ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں کہ "دوسرے دن مجاہدین دس دس اونٹ ایک ساتھ باندھ کر لائے۔ آنکھوں کے سوا اونٹوں کے جسم جھولوں اور چادروں سے چھپے ہوئے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ اس صورت میں یہ متحرک دیواریں زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتی ہیں۔ اونٹوں کی قطاروں اور تیر اندازوں نے دشمن کا زور توڑ دیا تھا۔"

تیسرے دن بھی بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی اور اسی رات (لیلۃ الہریر، سکون کی رات) کو بلال نامی مجاہد نے رستم پر حملہ کر دیا (رستم پارسیوں کی فوج کا سپہ سالار تھا) اور رستم جو نہر کی طرف بھاگ رہا تھا، اسلام کے بہادر فرزند کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ یہ مسلمانوں کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑی نصرت تھی۔ چودہ ہجری محرم کے مہینے میں قادسیہ کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی۔ اس فتح نے مسلمانوں کے لئے ایران کے دیگر شہروں کی فتح کو آسان کر دیا اور ایران کی ایک ہزار سالہ سطوت مسلمانوں

کے ہاتھوں دفن ہو گئی۔ ان کا جھنڈا (درفش کاویانی) فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پیروں میں پڑا ہوا تھا۔ یہ مسلم مجاہدین کی شان تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جذبۂ ایمان کی وجہ سے انہیں ہر معرکہ میں فتح و نصرت سے نوازا۔ (ہم بھی انہی مجاہدین والا جذبہ پیدا کریں) اس معرکہ میں حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے بہت زبردست کارنامہ انجام دیا۔ ایک دن میرا مجاہد بیٹا جب گھر میں داخل ہوا تو اس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا، کہنے لگا امی میں "جہاد کے مرکز" گیا تھا۔ وہاں معرکۂ قادسیہ پر وعظ سن کر آ رہا ہوں۔ امی جی مولانا صاحب فرما رہے تھے کہ معرکۂ قادسیہ مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پارسیوں سے زبردست مقابلہ کیا اور تین دن کے بعد رب العزت نے مسلمانوں کو ایک زبردست فتح سے ہمکنار کیا۔ امی جی آپ تو تاریخ اسلام کی استاد ہیں، آپ نے حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کا واقعہ پڑھا ہو گا کہ یہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگ قادسیہ میں اپنے چار بیٹوں کے ساتھ نکلیں تھیں (قادسیہ کی فتح ایران میں مسلمانوں کے لئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی تھی) بڑی عمدہ شاعرہ تھیں اور اپنے بہترین کلام کے ذریعے اپنے بچوں کے ذہن و دل میں جذبۂ جہاد کو بھر دیا تھا اور انہیں شہادت پر جنت کی خوشخبری سنائی تھیں۔ جنگ قادسیہ میں ان کے چاروں بیٹوں نے بڑی بے جگری سے دشمنوں سے مقابلہ کیا اور کافروں (پارسیوں) سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ لیکن ماں کی پیشانی پر شکن تک نہ آئی، بلکہ ان کی شہادت پر کلمۂ شکر ادا کیا۔ امی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چاروں صاحبزادوں کا وظیفہ بھی حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیتے تھے اور وہ تمام وظائف جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کر دیا کرتی تھیں۔ پھر نعمان بڑے لاڈ سے کہنے لگا میری پیاری امی آپ کے بھی تو چار بیٹے ہیں، آپ کو بھی اللہ تعالیٰ حضرت خنساء والا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین

اسی رات بیٹھے بیٹھے میرے اوپر غنودگی سی طاری ہوئی۔ میں دیکھتی ہوں ساحل سمندر ہے، ساحل پر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے، اس پہاڑی پر حضرت خنساء رضی اللہ عنہا اپنے چاروں بیٹوں کے ساتھ کھڑی ہیں اور میں اپنے بچوں کے ساتھ اس ٹیلے کے قریب کھڑی ہوں۔ سمندر کی لہریں اچھل اچھل کر ساحل تک آ رہی تھیں، میں ان کی طرف دیکھتی ہوں

تو وہ میری طرف دیکھ کر خوش ہوتی ہیں اور مسکراتی ہیں۔ اس واقعہ کے بعد پھوپھی دونوں بھی نعمان نے جہاد کی تربیت حاصل کی۔ میں نے نعمان کو حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ کے بارے میں بتایا تو نعمان بہت خوش ہوا اور کہنے لگا امی جی جب میں جہاد پر جاؤں تو آپ میرے لئے اداس نہ ہونا۔ امی جی آپ حضرت صحابیات رضی اللہ عنہا اجمعین کے نقش قدم پر چلیں، وہ اتنی باحوصلہ تھیں کہ اپنے بچوں کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے میدانِ جنگ کی طرف بھیجتی تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِیْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (سورۃ توبہ۔ آیت ۱۱۱)

ترجمہ: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے مومنوں کو ان کے جان و مال کے عوض جو انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کئے جنت عطا فرما دی، جبکہ یہ جان و مال بھی اسی کا عطیہ ہے۔ پھر قیمت اور معاوضہ بھی جو عطا کیا یعنی جنت، وہ نہایت ہی بیش قیمت ہے) وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، جس میں قتل کرتے ہیں، اور قتل کئے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے۔ توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں، اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے (یہ اسی سودے کی تاکید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سچا وعدہ پچھلی کتابوں میں بھی اور قرآن میں بھی کیا ہے اور اللہ سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟) تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرا لیا ہے خوشی مناؤ (یہ

مسلمانوں کو کہا جا رہا ہے لیکن یہ خوشی اس وقت منائی جا سکتی ہے جب مسلمان کو بھی یہ سودا منظور ہو۔ یعنی اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی سے انہیں دریغ نہ ہو) اور یہ بڑی کامیابی ہے۔"

(ترجمہ و حواشی مولانا محمد جوناگڑھی اور مولانا صلاح الدین یوسف۔ مدینہ منورہ)

امی جی ہماری اصل کامیابی تو یہ ہے کہ بس اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ میری امی جی عورت تو جہاد کے سلسلے میں بڑا اہم کردار ادا کر سکتی ہے، اگر وہ چاہے تو اپنے بچوں کو اسلامی خطوط پر پرورش کرے اور اس طرح مسلم معاشرے میں لاکھوں بچے مجاہدین بن جائیں۔ عورت ماں بن کر اپنے بچوں کو جہاد کے لئے تیار کر سکتی ہے، بیوی کی صورت میں شوہر کو جہاد کی ترغیب دے سکتی ہے، بہن کی صورت میں بھائی کو جہاد کی طرف مائل کر سکتی ہے اور بیٹی کی صورت میں اپنے والد کے ذہن و دل میں بھی ہلچل مچا سکتی ہے اور یہ ہلچل معمولی نہیں ہوتی، یہ آہستہ آہستہ جہاد کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر بن جاتی ہے۔ امی جی عورت پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان فرمایا اس پر جہاد فرض نہیں کیا۔ نبی ﷺ نے عورت کا جہاد حج فرمایا۔ لیکن مجاہدین کی روانگی اور جہاد سے ذوق و شوق میں عورت چاہے تو بڑا بہترین کردار ادا کر سکتی ہے۔ حضرت صحابیات رضی اللہ عنہا اجمعین نبی ﷺ کے زمانے میں کئی معرکوں میں شریک ہوئیں۔ انہوں نے زخمیوں کی مرہم پٹی کی، مجاہدین کو پانی پلایا، اور کہیں تلوار چلائی اور نیزہ بازی بھی کی اور کتنے کافروں کو واصلِ جہنم کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی صحابیات ایران اور شام کے معرکوں میں شریک ہوئیں۔ بات کرتے کرتے نعمان فوراً اٹھا اور معارف القرآن لے کر میرے پاس آیا اور سورۃ بقرہ کی آیت:۲۱۶ نکال کر مجھے دکھانے لگا اور پھر یوں گویا ہوا، امی جی اس آیت میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کے سلسلے کی فضیلت کو ظاہر کیا ہے :

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

(سورۃ البقرۃ: آیت ۲۱۶)

ترجمہ: "فرض ہوئی تم پر لڑائی اور وہ بری لگتی ہے تم کو، اور شاید بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز، اور وہ بری ہو تمہارے حق میں، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

پھر مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے احکام جہاد پر اس طرح روشنی ڈالی کہ "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ" یعنی تم پر جہاد فرض کیا گیا۔ ان الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ہر حالت میں فرض ہے۔ بعض آیاتِ قرآنی اور رسول کریم ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فریضہ فرض عین کے طور پر ہر مسلمان پر عائد نہیں، بلکہ فرض کفایہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اس فرض کو ادا کردے تو باقی مسلمان سبکدوش سمجھے جائیں گے۔

ہاں کسی زمانے یا کسی ملک میں کوئی جماعت بھی فریضۂ جہاد ادا کرنے والی نہ رہے تو سب مسلمان ترک فرض کے گناہگار ہو جائیں گے۔ نبی ﷺ کی حدیث "اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" کا یہ مطلب ہے کہ "قیامت تک ایسی جماعت کا موجود رہنا ضروری ہے جو فریضۂ جہاد ادا کرتی ہے" قرآن مجید کی دوسری آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو تارکین جہاد پر فضیلت دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے دونوں سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔"

اس میں ایسے لوگوں سے جو کسی عذر کے سبب یا کسی دوسری دینی خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہوں، ان سے بھی بھلائی کا وعدہ مذکور ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر جہاد ہر فردِ مسلم پر فرض ہوتا تو اس کے چھوڑنے والوں سے وعدۂ حسنیٰ یعنی بھلائی کا وعدہ ہونے کی صورت نہ تھی۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَاۗىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ ۔

ترجمہ: "اور کیوں نہ نکل کھڑی ہوئی تمہاری ہر بڑی جماعت میں سے چھوٹی جماعت اس کام کے لئے کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں"

اس سلسلے میں خود قرآن کریم نے تقسیم عمل پیش فرمائی کہ "کچھ مسلمان جہاد کا کام کریں اور کچھ تعلیم دین میں مشغول رہیں اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ جہاد فرض عین نہ ہو بلکہ فرض کفایہ ہو"

نیز صحیح بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ "ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے شرکت جہاد کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ "کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟" اس نے عرض کیا ہاں زندہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر جاؤ ماں باپ کی خدمت کرکے جہاد کا ثواب حاصل کرو۔"

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ جب مسلمانوں کی ایک جماعت فریضۂ جہاد قائم کئے ہوئے ہو تو باقی مسلمان دوسری خدمتوں اور کاموں میں لگ سکتے ہیں۔ ہاں اگر کسی وقت امام المسلمین ضرورت سمجھ کر نفیر عام کا حکم دے اور سب مسلمانوں کو شرکت جہاد کی دعوت دے تو پھر جہاد سب پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ڏ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (سورۂ توبہ، آیات: ۳۸، ۳۹)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم گرے جاتے ہو زمین پر، کیا خوش ہو گئے دنیا کی زندگی پر آخرت کو چھوڑ کر؟ سو کچھ نہیں نفع اٹھانا دنیا کی زندگی کا

آخرت کے مقابلے میں مگر بہت تھوڑا۔ اگر تم نہ نکلو گے تو دے گا تم
کو عذاب دردناک اور بدلے میں لائے گا اور لوگ تمہارے سوا، اور
کچھ نہ بگاڑ سکو گے تم اس کا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت تمام جرائم کی بنیاد ہے" اس لئے حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ، یعنی "دنیا کی محبت ہر خطا و گناہ کی بنیاد ہے" اس لئے دنیوی زندگی سے نفع اٹھانا تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل و حقیر ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ بڑی فکر تو آخرت کی ہونی چاہیے (جہاں دائمی زندگی ہو گی) اور یہ فکرِ آخرت ہی در حقیقت سارے امراض کا واحد اور مکمل علاج ہے اور انسدادِ جرائم کے لئے بے نظیر نسخۂ اکسیر ہے۔ دوسری آیت میں سستی اور کاہلی برتنے والوں کو ان کے مرض اور علاج پر متنبہ کرنے کے بعد آخری فیصلہ سنا دیا کہ "اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو کھڑا کر دے گا، اور دین پر عمل نہ کرنے سے تم اللہ کو یا اللہ کے رسول ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اس آیت میں اسی نفیرِ عام کا حکم مذکور ہے۔ اسی طرح اگر اللہ نہ کرے کسی وقت کفار کسی اسلامی ملک پر حملہ آور ہوں اور مدافعت کرنے والی جماعت ان کی مدافعت پر پوری طرح قادر اور کافی نہ ہو تو اس وقت بھی یہ فریضہ اس جماعت سے متعدی ہو کر پاس والے سب مسلمانوں پر عائد ہو جاتا ہے اور اگر وہ بھی عاجز ہوں تو ان کے پاس والے مسلمانوں پر، یہاں تک کہ پوری دنیا کے ہر ہر فرد مسلم پر ایسے وقت میں جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اسی لئے جب تک جہاد فرض کفایہ ہو اولاد کو بغیر ماں باپ کی اجازت کے جہاد میں جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: جس شخص کے ذمہ کسی کا قرض ہو، اس کے لئے جب تک قرض ادا نہ کر دے اس فرضِ کفایہ میں حصہ لینا درست نہیں۔ ہاں اگر کسی وقت نفیرِ عام کے سبب یا کفار کے نرغہ کے باعث جہاد سب پر فرضِ عین ہو جاتا ہے، اس وقت نہ والدین کی اجازت شرط ہے نہ شوہر کی (یعنی اس وقت عورت بھی جہاد پر نکلے گی) اور نہ قرض خواہ کی۔

اس آیت کے آخر میں جہاد کی ترغیب کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ جہاد اگر طبعی طور پر تمہیں بھاری معلوم ہو، لیکن خوب یاد رکھو کہ انسانی بصیرت و دانش مندی اور تدبیر محنت، عواقب و نتائج کے بارے میں بکثرت فیل ہوتی ہے۔ کسی مفید کو مضر یا مضر کو مفید سمجھ لینا، بڑے سے بڑے ہوشیار سے بھی مستبعد نہیں۔ ہر انسان اگر اپنی عمر میں پیش آنے والے قائع پر نظر ڈالے تو اپنی ہی زندگی میں اس کو بہت سے واقعات ایسے نظر آئیں گے کہ وہ کسی چیز کو نہایت مضر سمجھ کر اس سے اجتناب کر رہے تھے اور انجام کار یہ معلوم ہوا کہ وہ نہایت مفید تھی۔ انسانی عقل و تدبیر کی رسوائی اس معاملہ میں بکثرت مشاہدہ میں آتی رہتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ جہاد و قتال میں اگرچہ بظاہر مال و جان کا نقصان نظر آتا ہے، لیکن جب حقائق سامنے آئیں گے تو کھلے گا کہ یہ نقصان ہر گز نہ تھا بلکہ سراسر نفع اور دائمی راحت کا سامان تھا۔

(معارف القرآن، جلد اول و چہارم۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ)

(میں جب معارف القرآن پڑھتی ہوں تو جہاد کی آیات پر پینسل سے نشان لگے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ نشان میرے مجاہد بیٹے نعمان نے ڈالے تھے تاکہ پڑھنے والے توجہ سے جہاد کی آیات اور تفسیر پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ میرے دیگر بچوں میں بھی یہ جذبۂ جہاد بیدار کر دے۔ آمین)

یہ تمام بیان نعمان نے معارف القرآن سے پڑھ کر مجھے سنایا۔ بیان سناتے وقت نعمان انتہائی پرجوش تھا۔ مجھ سے کہنے لگا امی جی آپ کو تو پتہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا کے مسلمانوں پر اہلِ ہنود، یہود و نصاریٰ اور کمیونسٹ کیسے کیسے مظالم ڈھا رہے ہیں، بتائیں امی کیا ہم خاموش رہ سکتے ہیں؟ میں نے جواب دیا ایسے وقت میں خاموش رہنا تو بے حسی کی علامت ہے۔ فوراً ہی نعمان کہنے لگا جی امی آپ نے صحیح کہا۔ امی جی آپ نے سنا مولانا صاحب نے فرمایا کہ نفیرِ عام ہونے کے بعد بیوی کو شوہر کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں۔ امی جی اس کا مطلب ہے کہ اس وقت عورت کو بھی جہاد پر نکلنا ہو گا۔ امی اگر ایسا وقت آیا تو آپ کیا کریں گی؟ میں نے جواب دیا تم فکر نہ کرو میرے بیٹے جہاد پر نکلنے والی عورتوں میں (ان شاء اللہ) میں سب سے پہلے نکلنے کی کوشش کروں گی۔ میرے بیٹے میں نے نبی ﷺ کی احادیث مبارکہ کا مطالعہ کیا ہے۔ جہاد کے سلسلے میں نبی ﷺ نے فرمایا: جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے۔

پوچھا یہ اک صحابی نے اک دن حضور سے
وہ جو جہاد کے ہو برابر عمل بتائیں
بولے حضور ایسا عمل تو کوئی نہیں
جس کو بدل جہاد کا اے دوست کہہ سکیں

نعمان میرا قطعہ سن کر خوش ہو گیا اور کہنے لگا امی اس وقت مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے جسے بیان کرنا میرے بس میں نہیں کہ میرے نبی ﷺ نے جہاد کی کتنی فضیلت ظاہر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے نبی ﷺ پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین۔ اچھا امی جی جب میں جہاد کی تربیت لے کر آ جاؤں گا تو آپ مجھے جہاد پر جانے سے تو نہیں روکیں گی؟ میں نے جواب دیا نہیں میرے چاند میں تمہیں کبھی بھی جہاد پر جانے سے نہیں روکوں گی کیونکہ میری اپنی ہم جنس ہزاروں مسلمان عورتیں غیر مسلموں کی بربریت کا نشانہ بنی ہوئی ہیں، میری بہنوں کی چادریں ان کے سر سے کھینچی جا رہی ہیں، ان کی عصمت کے شفاف دامن کو داغ دار کیا جا رہا ہے، میری بہنوں کی گودوں سے ان کے معصوم بچوں کو چھینا جا رہا ہے، معصوم اور بے گناہ بچوں کو بے دردی سے ان کی ماؤں کے سامنے ذبح کیا جا رہا ہے، ایک طویل دنیا کے حصے میں مسلمانوں پر ایسا ظلم کیا جا رہا ہے کہ اسے بیان کروں تو انسانیت کی گردن شرم سے جھک جائے۔ لیکن یہود و نصاریٰ، کمیونسٹ اور ہندو ظلم و تشدد کرنے کے باوجود خود کو انصاف و انسانیت کا علمبردار سمجھتے ہیں اور اپنی برائیوں کو اچھائیاں سمجھ کر بڑے نازاں نظر آتے ہیں۔ میں تو اپنے رب سے دعا کرتی ہوں کہ ان ظالموں پر اپنا غضب نازل فرمائے اور ہر محاذ پر مظلوم و بے کس مسلمانوں کی مدد فرمائے اور ہمارے مجاہدین کو فتح و نصرت سے ہمکنار فرمائے۔ آمین۔ میرے مجاہد بیٹے میں تمہیں اس افضل و اعلیٰ کام سے کس طرح روک سکتی ہوں، میرے بیٹے سنو۔

"جہاد" نفس کو تہذیب عشق دیتا ہے
یہ دستِ ظلم سے تلوار چھین لیتا ہے

میرے غیور و بہادر بیٹے میں تمہیں جہاد پر اپنی ایک چھوٹی سی نظم سناتی ہوں۔

"جہاد فرضِ عین"

خدا کی اس زمیں پہ ایک بھی کافر ہے گر زندہ
جہاد فی سبیل اللہ فرضِ عین ہے تم پہ
منافی ہے جو ہی کو کفر کی ظلمت زمانے سے
نہ تھا کوئی نہ ہوگا اور نہ ہے رب کا کوئی ہمسر
شہادت کا مقام و مرتبہ کیا ہے سمجھ لو تم
شہادت کی رسول اللہ نے خود آرزو کی ہے
حدیثوں سے یہ ان کی خود تبسم صاف روشن ہے
شہادت پانے والوں کو نوید زندگی دی ہے

نعمان اشعار سنتا جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں کی چمک بڑھتی جا رہی تھی۔ مجھے اس وقت ایسا لگا کہ یہ اس کی آنکھیں نہ ہوں دو روشن چراغ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس روشنی کو ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین

میرا مجاہد بیٹا بڑے مؤثر انداز میں جہاد کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ کم عمر تھا، نوجوانی میں نیا نیا داخل ہوا تھا، کبھی بہت جوش میں آ جاتا تھا۔ جہاد کے سلسلے کی بیشتر کتابیں اور کیسٹیں گھر پہ لاتا، خود سنتا، اپنے بھائیوں کو سناتا، مجھے، قاضلی صاحب کو اور آپا کو سناتا۔ ایک دن آیا اور کہنے لگا "امی جان! کیا مساجد میں جہاد کی تعلیم پر پابندی ہے؟" میں نے کہا نہیں بیٹا میرا خیال ہے ایسا تو نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ پابندی ہونی چاہئے۔ تو جواب میں کہنے لگا امی جی کول مارکیٹ کی جامع مسجد میں کچھ مجاہدین جمع ہوئے، ایک مولانا صاحب "جہاد" پر وعظ فرمانے کے لئے آئے تھے، اسی وقت کچھ نوجوان آئے اور کہنے لگے یہاں تبلیغ ہوتی ہے، جواب میں، میں نے کہا جہاد کی تعلیم بھی تبلیغ کا ہی ایک حصہ ہے۔ آپ اور ہم سب مسلمان ہیں، ہمیں کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد پر تبلیغ کرنی چاہئے۔ امی جی پھر میں نے ان کو سلطان صلاح الدین ایوبی کی مجاہدانہ زندگی کے بارے میں بتایا کہ جب غازی صلاح الدین کو پتہ چلا کہ مساجد کے خطیب نمازیوں کو جہاد سے بچنے کی ترغیب دے رہے ہیں تو ان باتوں کو سن کر صلاح الدین

ایوبی کا خون کھول اٹھا۔ لیکن اس معاملے کی تحقیق کے لئے انہوں نے بڑی عجیب حکمت عملی اختیار کی۔ بھیس بدلا اپنے ساتھ مجلس شوریٰ کے کچھ آدمیوں کو لیا اور انکی مساجد میں پہنچ گئے، وہاں بیٹھ کر خطیبوں کا بیان سنتے رہے، جب خطیب جہاد کے حصے پر پہنچے تو انہوں نے کہا کہ جہاد پر اگر آپ نے اپنے بیٹوں کو بھیجا تو وہ شہید ہو جائیں گے، پھر تمہارے گھر کے کام کس طرح چلیں گے؟ تمہارے بچے یتیم ہو جائیں گے اور تمہاری ماؤں کی گود اجڑ جائے گی اور تمہاری بیویاں بیوگی کی چادر اوڑھ لیں گی.......... جہاد چھوڑ دو.......... اور آرام سے زندگی گذارو۔ صلاح الدین ایوبی نے اشارہ کیا تو اس کے سپاہیوں نے انہیں گرفتار کر لیا، ان کے خلاف تحقیقات ہوئیں تو پتہ چلا کہ وہ عیسائی پادری تھے، انہوں نے سازش کے تحت بہت سی مساجد کے نیچے گرجا گھر بنا رکھے تھے، مسلمانوں کو بزدل بنا کر اپنی غلامی میں لینے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں.......... امی پورا واقعہ بتا کر میں نے ان سے کہا کہ آپ تو ہمارے مسلمان بھائی ہیں، وہ تو عیسائی تھے، مسلمان تو جہاد سے روگردانی نہیں کر سکتا۔ لیکن امی انہوں نے صاف کہہ دیا کہ اس منبر پر جہاد کے سلسلے کا وعظ نہیں ہوگا۔ امی جی کیسا وقت آ گیا کہ مساجد جو اللہ کا گھر ہیں اور جہاں اللہ کے قرآن کی تعلیم ہونی چاہئے وہاں آج اللہ کے حکم کی بجا آوری سے منع کیا جا رہا ہے۔ امی مجھے غصہ تو بہت آیا لیکن آپ ہمیشہ مجھے غصہ کرنے سے روکتی ہیں، میں نے سوچا بات زیادہ نہ بڑھ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا، آپ کی بات مجھے یاد آئی، کام کرو خواہ چند لوگ ہی کیوں نہ ہوں، بس یہ تمام باتیں سوچ کر میں اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ جو مولانا صاحب جہاد پر وعظ فرمانے آئے تھے وہ بھی بڑے حلیم الطبع تھے، انہوں نے زمین پر بیٹھ کر وعظ شروع کیا اور الحمد للہ کافی نوجوان ہمارے ارد گرد جہاد کا وعظ سننے کے لئے جمع ہو گئے۔ امی لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم جہاد کا بیان سنتے ہیں تو ہمیں اپنی رگوں میں باقاعدہ خون گردش کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جہاد کے بیان نے ہمارے سرد خون کو گرما دیا ہو۔ حقیقتاً اگر جذبے ٹھنڈے ہو جائیں تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے دشمن سے جنگ کرنے کے لئے گرم خون اور خالص جذبہ شوق کی ضرورت ہوتی ہے۔

میں اللہ کی شکر گذار ہوئی کہ اس نے میرے مجاہد کی زبان میں بڑی مٹھاس اور اثر پیدا

فرما دیا ہے۔ وہ اپنا فالتو وقت محلے کے نشہ باز لڑکوں کی تربیت میں لگاتا، ان پر موت کا وعظ کرتا، انہیں جہاد کی کیسٹیں سننے کو دیتا اور کہتا ابھی بھی وقت ہے سوچ لو نشہ کرتے کرتے تمہاری زندگی یونہی ختم ہو جائے گی اور جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم سے سوال کرے گا کہ دنیا میں تم نے میری اور میرے رسول ﷺ کی کتنی اطاعت کی اور میرے کتنے احکامات کو پورا کیا؟ تو میرے بھائیو اس وقت تم کیا جواب دو گے۔ مسلمان کو طاقتور، پروقار اور پاکیزہ ہونا چاہئے، نشہ تمہاری طاقت کو دن بدن کم کر رہا ہے، تم میلے کچیلے رہتے ہو، آہستہ آہستہ تمہاری صحت برباد ہو رہی ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ تم سڑکوں پر اپنے نشہ کے لئے بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاؤ گے، پھر لوگ تمہاری حالت کو دیکھ کر نفرت سے تم سے منہ موڑ لیں گے، پھر ایسا بھی وقت تم پر آئے گا کہ تمہارے گھر والے تم پر اپنے گھر کے دروازے بند کر لیں گے اور پھر غلیظ فٹ پاتھ تمہارا ٹھکانہ بن جائے گی۔ ختم کر دو اپنے اس نشہ کو.......... آؤ میرے ساتھ میں تمہیں حقیقی اور پاکیزہ زندگی کی طرف لے کر جاؤں گا..... آؤ، پاکیزہ خصائل کو اپنا لو، جہاد کی تیاریوں میں لگ جاؤ.......... اللہ کی قدرت دیکھیں کہ ان میں سے بیشتر بچے اتنا بدل گئے کہ ایک دن مجاہد بن کر جہاد کے میدانوں کی سمت روانہ ہو گئے۔ آج بھی ان بچوں کی مائیں جب میرے پاس آتی ہیں تو کہتی ہیں کہ ہم آپ کو اور آپ کے مجاہد بیٹے کو جھولیاں پھیلا کر دعائیں دیتے ہیں۔ (اللہ رب العزت میری بہنوں کی دعائیں قبول فرمائے۔ آمین)

نعمان اکثر مجھ سے کہتا کہ امی جی میرا دل چاہتا ہے کہ دنیا چھوڑ کر جنگلوں میں نکل جاؤں (یعنی رہبانیت اختیار کر لوں) تو میں جواب دیتی، نہیں بیٹا آپ کو بستیوں میں رہ کر اللہ کے احکامات کی پابندی کرنی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کو دشمنوں نے کتنی تکالیف پہنچائیں، لیکن آپ نے بستیوں کو نہیں چھوڑا اور اپنا مشن جاری رکھا۔ میرے پیارے بچے تم جہاد فی سبیل اللہ سے گہری دلچسپی رکھتے ہو، اسی میں آگے بڑھتے رہو کیونکہ حضور اقدس ﷺ کی حدیث مبارک ہے:

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیکی کا بتانے والا نیکی کرنے والا جیسا ہے، ہر امت کے لئے ایک رہبانیت ہے اور

میری امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اے میرے پروردگار! میری امت کے لیے صبح کے وقت میں برکت عطا فرما۔ (ابنِ عساکر)

☆ امام ابو عبداللہ الحلیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کی رہبانیت یہ تھی کہ وہ دنیا کے تمام مشاغل چھوڑ کر خلوت اختیار کرتے تھے۔ یعنی اپنے نفس کو دنیوی مشاغل سے فارغ کرنے کو رہبانیت سمجھتے تھے۔ جبکہ مجاہد تو اپنے نفس کو اللہ کے راستے میں قربان کر دیتا ہے۔ اس طرح سے دنیوی مشاغل تو کیا وہ اللہ کی رضا کے لئے شہید ہو کر دنیا تک چھوڑ دیتا ہے تو اس سے بڑھ کر رہبانیت کیا ہو گی۔

یہ مبارک باتیں سنیں تو میرا مجاہد کہنے لگا کہ امی جی پھر دنیا کی سیر کو نکل جاؤں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں دنیا دیکھوں۔ اس کے جواب میں، میں نے حضور اقدس ﷺ کی ایک حدیث بیان کی:

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے سیاحت کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا میری امت کی سیاحت ہے"۔ (ابوداؤد، السنن الکبریٰ المستدرک)

(جبل السراج سے نعمان نے جب کیسٹ بھیجی تو اس میں اس بات کا تذکرہ کیا کہ جہاد کی وجہ سے نئے نئے علاقے دیکھنے کو ملتے ہیں)

جہاد فی سبیل اللہ سے نعمان کی دلچسپی روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ مجاہدین کے سفرِ جہاد کے لئے بستر باندھنا اس کا دلچسپ مشغلہ بن گیا۔ جب امیر جماعت گول مارکیٹ مجاہدین کے لئے زادِ راہ بھیجتے تو بڑی محبت سے مجھ سے کہتا، امی جی آپ اجتماع میں ضرور اعلان کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ مال اللہ کی راہ میں بھیجا جائے۔ جہاد کی تربیت پر جانے سے قبل گھر والوں کو جہاد کے مرکز خیال پر لانا چاہتا تھا کیونکہ اکثر آپا جب سنتیں کہ نعمان جہاد کی تربیت پر جا رہا ہے تو فوراً کہتیں کہ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔ نعمان فوراً آپا کو جہاد کی فضیلت کے بارے میں بتاتا۔ پھر علماء حق کی کتابیں (جہاد سے متعلق) پڑھ کر ان کو سناتا، کبھی کیسٹیں سناتا (آج آپا کا حال یہ ہے کہ جہاد کا بیان سن کر خوش ہوتی ہیں۔ ضربِ مومن اور الہلال کی ایک ایک خبر ان کو ازبر ہوتی ہے) نعمان آ کر ایک دن میرے پاس بیٹھ گیا اور کہنے لگا امی جی آپ مولانا

فضل محمد صاحب کو جانتی ہیں۔ میں نے کہا، ہاں بیٹا بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ میرے استاد محترم ہیں، ایک زمانے میں مدرسۃ البنات (فردوس کالونی) میں مولانا صاحب (پردے میں بیٹھ کر) مشکوٰۃ کا درس دیا کرتے تھے اور درس کا وقت صبح سات بجے مقرر تھا۔ میں پہلے مدرسے جاتی اور مولانا صاحب کا درس سنتی اور پھر کالج چلی جاتی تھی۔ پھر استاد محترم نے مشکوٰۃ ختم کرا کے ہمارا امتحان بھی لیا تھا اور الحمد للہ مجھے سو میں سے چھیانوے نمبر ملے تھے۔ کہنے لگا امی آپ کو معلوم ہے یہ کہاں کے استاذ ہیں؟ میں نے کہا بیٹا جانتی ہوں نیو ٹاؤن کی جامع مسجد میں حدیث کے استاذ ہیں۔ میری بات سن کر میرا مجاہد بیٹا خوش ہو گیا اور کہنے لگا امی میں آج جہاد کے بڑے مرکز سے ان کا وعظ سن کر آ رہا ہوں۔ میں ان کے وعظ کا لبِ لباب آپ کو سناتا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ استاد محترم کا لہجہ اختیار کروں کیونکہ مجھے ان کا لہجہ بہت پسند آتا ہے۔ میں نے کہا سب گھر والوں کو بھی جمع کر لو پھر سناؤ۔ مجاہد نعمان نے مولانا فضل محمد صاحب کا بیان شروع کیا۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ ،

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "مشرکین کے خلاف جہاد کرو اپنے مالوں سے اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے"

(۱) جہاد بالمال، (۲) جہاد بالنفس، (۳) جہاد باللسان

(۱) کسی مسلمان کا مال جہاد اور مجاہدین کے کام آ جائے۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَّلَا عَلَى الَّذِیْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ

قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَیْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ

مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا یَجِدُوْا مَا یُنْفِقُوْنَ○

(سورۃ التوبہ آیت: ۹۲)

ترجمہ: "اور نہیں ہے کوئی گناہ ان لوگوں پر کہ جب وہ آئیں آپ

کے پاس تاکہ آپ ان کو سواری دیں تو آپ نے کہا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تم کو اس پر سوار کر دوں، تو وہ واپس لوٹتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں، اس غم میں کہ وہ نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں"

میرے مسلمان بھائیو! ایمان اور اسلام کی حفاظت کے لئے جہاد میں خرچ کیا کرو اور اس مبارک سلسلے سے اپنے ہاتھ مت روکو، کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارا یہ عمل اجتماعی ہلاکت کا سبب بن جائے گا۔ یاد رکھو! مال کا جہاد یہ ہے کہ اپنے مال کو جہاد اور اس کے کاموں میں خرچ کیا جائے۔ پھر مولانا صاحب نے نبی ﷺ کی حدیث بیان فرمائی:

☆ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا

ترجمہ: "جس نے مجاہد کو سامان فراہم کیا پس اس نے (بھی) جہاد کیا"

یاد رکھو! مال کے بغیر جہاد کا عمل معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے اپنے مالوں کو جہاد کے لئے خرچ کیا کرو۔

(۲) جہادِ بالنفس:

جہاد بالنفس عربی کا کلمہ ہے اور بالنفس میں با کا لفظ آلہ پر داخل ہے۔ یعنی نفس کے ساتھ جہاد کرنا ایسا ہے جیسے بندوق کے ساتھ جہاد یا تلوار کے ساتھ جہاد، توپ کے ساتھ جہاد یا کلاشنکوف کے ساتھ جہاد۔ جتنے آلاتِ حرب و ضرب ہیں اس پر با داخل ہونے کے بعد یہ مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ ان اشیاء کو بطور آلہ استعمال کیا گیا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس شخص نے جہاد بالسیف کیا۔ یعنی تلوار کے مقابلے میں آ کر تلوار مارنا شروع کر دی۔ جہاد بالنفس کا مطلب ہے کہ اس نفس کو کفار کے مقابلہ میں استعمال کیا جائے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک نے اپنی کتاب میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں "مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے اسی نفس کے ذریعے جہاد کرے" یعنی نفس کو جہاد کے میدان میں ڈال دے اور اسے مقابلہ کفار میں استعمال کرے۔ یہ نفس کے ذریعے سے کفار سے مقابلہ بھی ہوا اور اس ضمن میں نفس کا مجاہدہ بھی ہوا کیونکہ نفس کا مجاہدہ اسی عمل سے ہوتا ہے جو نفس

کی خواہش کے خلاف ہو اور ظاہر ہے جہاد میں جا کر لڑنا نفس کو کتنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔

(۳) جہاد باللسان:

اسلام میں جہاد باللسان کی بھی بہت اہمیت ہے اور حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ مشرکین سے زبانوں کے ذریعے سے جہاد کرو (زبانی تقریر سے لوگوں کو شوق جہاد دلایا جائے) جہاد کے فضائل و مسائل بیان کئے جائیں، جہادی نظمیں پڑھی جائیں۔ جہاد باللسان ہر وہ گفتگو ہے جس سے میدان جہاد اور مجاہدین کو فائدہ پہنچتا ہو۔

امی جی مولانا فضل محمد صاحب بڑی پرجوش تقریر فرماتے ہیں۔ فرمانے لگے میرے بھائیو! اور بیٹیو! یاد رکھو یہ زندگی ختم ہونے والی ہے اس دنیا سے تو ایک دن رخصت ہونا ہے تو کیوں نہ جہادی شان دکھا کر رخصت ہوں۔ میں نے کہا لیکن بیٹا ایک جہاد، جہاد فی القلم بھی ہوتا ہے کہ کوئی بھی مسلمان اپنے قلم کے ذریعے وہ تمام باتیں ان لوگوں تک پہنچائے جن کا تعلق جہاد سے ہے۔ نعمان کہنے لگا امی جی آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ پھر کہنے لگا امی میں جلد ہی جہاد کی تربیت کیلئے کشمیر جاؤں گا۔ میں نے کہا بیٹا ضرور جانا، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

☆ إِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا (ابن ماجہ)

"جب تمہیں جہاد کے لئے طلب کیا جائے تو فوراً نکل پڑو"

نعمان میری بات سن کر خوش ہو گیا اور محبت سے میرے زانوں پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ میں نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر دعائیں دیں، میری دعائیں سن کر اس کے ہونٹوں پر ایک دلکش مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ مجھے اکثر اس کا اس طرح لاڈ کرنا اور مسکرانا یاد آتا ہے۔ مجھے اکثر محسوس ہوتا ہے کہ اس کا سر میرے زانوں پر ہے اور میں محبت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیر رہی ہوں۔

میں اور بچے گرمیوں کی چھٹیاں گذارنے لاہور گئے۔ یہ ۱۹۹۶ء کا سال تھا (لاہور میں میرے ننھیال والوں کی بہت بڑی تعداد ہے ماشاء اللہ) ہمارے ساتھ نعمان اس لئے نہیں گیا تھا کہ اس کے یونیورسٹی میں سمسٹر ہو رہے تھے۔ ابھی لاہور میں قیام کے چند روز ہوئے تھے تو آپا (میری والدہ) بھی لاہور آ گئیں اور کہنے لگیں کہ نعمان تو جہاد کی تربیت کے لئے

کشمیر چلا گیا۔ میں نے آپا کی طرف دیکھا کہ آپا کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔ میں نے مسکرا کر کہا کہ آپا اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ تو کہنے لگیں کہ وہ لوگ نعمان کو تربیت دے کر میدان جنگ کی طرف روانہ کر دیں گے۔

"مجاہد کی ماں کا درسِ جہاد"

میں نے آپا کی بات پر غور کیا اور سوچا کہ اس وقت خاموش رہنا ٹھیک نہیں۔ جہاد کی تفصیل بتانا ضروری ہے، یہ سوچ کر میں نے آپا کو جواب دیا کہ آپا جی ایسا نہیں ہوتا۔ یہ تربیتی کورس ہوتا ہے۔ اس کے بعد مجاہد اپنے گھر واپس آجاتا ہے، پھر اپنے والدین کی رضا سے میدان جنگ کی طرف جاتا ہے۔ اب آپا کے چہرے پر کچھ غصہ نظر آنے لگا اور پھر اس طرح گویا ہوئیں کہ جہادی تنظیموں کو ہمارے ہی بچے ملے ہیں۔ میں نے آپا سے کہا، آپ کو تو اسلام سے بہت محبت ہے۔ آپ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت شعار ہیں، پھر ایسی بات کیوں کہہ رہی ہیں؟ جہاد تو ہمارے دین کا ایک اہم جزو ہے اور عسکری تربیت تو مسلمانوں کے لئے بہت ضروری ہے ورنہ غیر مسلم تو مسلمان کو یہ دیکھتے ہوئے کہ یہ جہاد سے غافل ہیں چڑھ دوڑیں گے۔ آپ نے نبی ﷺ کی یہ حدیث ضرور پڑھی ہوگی:

☆ مَاتَرَكَ قَوْمُ الْجِهَادَ اِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْعَذَابِ۔ (طبرانی)

"جو قوم بھی جہاد چھوڑتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر عمومی عذاب لاتے ہیں"

آپا جی آپ کو تو تاریخ اسلام سے بھی گہرا شغف ہے۔ آپ نے خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور پڑھا ہوگا، جب بنو عبس، بنو غطفان، بنو ذبیان، بنو اسد اور بنو کنانہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا (یہ کچھ قبائل تھے) تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو مشورہ کے لئے بلایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ اے رسول ﷺ کے خلیفہ! چھوڑ دیجئے ان لوگوں کو، یہ نماز پڑھ لیا کریں گو کہ زکوٰۃ نہ دیں۔ اگر ان لوگوں کے دلوں میں ایمان داخل ہو چکا ہے تو وہ زکوٰۃ کا بھی اقرار کر لیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی کہ "میرا نفس اس کے ہاتھ میں ہے، یہ بات مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں آسمان سے

گر پڑوں بہ نسبت اس کے کہ میں کسی ایسی چیز کو چھوڑ دوں جس پر رسول اکرم ﷺ نے جنگ و قتال کیا ہے۔ ہاں میں بھی ان چیزوں پر جنگ و قتال کرتے رہوں گا" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سخت لہجے میں فرمایا: "اللہ کی قسم اگر یہ اونٹ کی ایک رسی سے بھی انکار کریں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا" یہ فرما کر اپنی تلوار کو نیام سے نکال لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی تلوار نیام سے نکال لی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل پڑے، حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپ کے ساتھ جہاد کے لئے نکل پڑے۔ ("حیاۃ الصحابہ" حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

منکرین زکوٰۃ نے "ذی القصہ" میں جمع ہو کر مدینہ پر حملے کی تیاری کی تھی۔ اس دوران اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا لشکر شام سے کامیابی کے ساتھ لوٹ آیا تھا۔ آپ نے اس لشکر کو مدینہ منورہ میں روکنے کی ہدایت کی اور خود منکرین زکوٰۃ سے نمٹنے کے لئے روانہ ہوئے اور "ذی القصہ" میں منکرین زکوٰۃ کا قلع قمع کیا۔ منکرین زکوٰۃ کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جہادی شان نے متعدد قبائل کو مرعوب کر دیا اور انہوں نے مدینہ میں حاضر ہو کر زکوٰۃ ادا کی۔ ("حضرت ابو بکر" (رضی اللہ عنہ) محمد حسین ہیکل)

میں نے آپا سے کہا آپا جی! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد ﷺ سے جہاد کی تربیت لی تھی، جہاد کی تربیت تو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ آپا جی! آپ تو خوش نصیب ہیں کہ آپ کا نوجوان نواسہ نبی ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ آپا پر میری باتوں کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ پھر ذرا دھیمے لہجے میں اس طرح مخاطب ہوئیں، یہاں آنے سے دو دن پہلے فجر کی نماز کے بعد وہ میرے پاس آیا تھا، کہنے لگا آپا جی! مجھے دعا دے کر رخصت کریں تاکہ میں اپنے مشن میں کامیاب ہو جاؤں۔ میں نے پوچھا کیا مشن ہے؟ تو کہنے لگا ابھی تو اس مشن کا پہلا سبق پڑھنے چلا ہوں (یعنی تربیت حاصل کرنے جا رہا ہوں) میں نے کہا تمہاری امی تو لاہور گئی ہوئی ہیں، ان کو کس طرح بتاؤ گے؟ تو کہنے لگا میں نے امی کے لاہور جانے سے قبل ان سے اجازت لے لی تھی۔ میں نے پھر کہا اور تمہارے ابو کیا کہہ رہے ہیں؟ تو فوراً سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا آپا آپ کا نواسہ مجاہد ہے اور مجاہد کو اللہ تعالیٰ وہ زبان عطا فرماتا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نبی ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ

عنہم اجمعین کی زندگیوں کی جھلک دکھا کر جہاد کے لئے تیار کر لیتا ہے۔ میں نے پوچھا جہاں کھانے پینے کا کیا ہوگا؟ تو بولا کہ کھانا تو مجاہد صرف اس لئے کھاتا ہے کہ وہ اس طاقت کو میدان جنگ میں اللہ کے دشمنوں کے خلاف استعمال کرے گا، ورنہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تو روحانی قوت اتنی زیادہ تھی کہ وہ بھوکے پیاسے بھی اللہ کی راہ میں لڑتے تھے اور دشمن اسلام ان کی روحانی قوت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا یا واصل جہنم ہو جاتا یا پھر میدان سے راہ فرار اختیار کر لیتا۔ آپا جی! آپ بے فکر رہیں میں اللہ کا سپاہی ہوں، اللہ تعالیٰ خود ہی میرے تمام کاموں کا کفیل ہے (جہاد کی تعلیم نے نعمان کے ذہن میں زبردست تبدیلی پیدا کر دی ورنہ اس سے قبل وہ کھانے پینے کو بڑی اہمیت دیتا تھا)

آپا نے چپکے چپکے میرے ننھیال کے تمام بزرگوں کو یہ بات بتادی کہ نعمان جہاد پر جانا چاہتا ہے۔ میں بھی منع نہیں کرتی لیکن بس چاہتی ہوں کہ ابھی نہ جائے، ابھی وہ کم عمر ہے۔ میری دونوں بھابھیاں، زینت اور نصرت بھی اس پلاننگ میں آپا کے ساتھ شامل ہو گئیں۔ یہاں تک کہ گھر کے بچوں کو بھی آپا نے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ میری ایک بھتیجی نے مجھے تمام پلان بتادیا۔ وہ پلان یہ تھا کہ خاندان کے تمام بزرگ عشاء کی نماز کے بعد میری خالہ کے گھر جمع ہو جائیں (میری خالہ رضیہ کے دو بیٹے حافظ محمد شریف اور حافظ عبدالسلام ہیں۔ خالہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین) چائے وغیرہ پی کر تمام بزرگ میرے اوپر زور ڈالیں کہ بچے کو فی الحال جہاد پر نہ جانے دوں۔ خیر قصہ مختصر مقررہ تاریخ پر سب گھر کے بڑے ہال میں جمع ہونے لگے، آخر کار وہ وقت آ ہی گیا جس کا میں انتظار کر رہی تھی۔ لیکن وہ سب یہ سمجھ رہے تھے کہ مجھے ان کے پلان کا قطعی علم نہیں ہے۔ میں نے ایک بڑی سی چادر اوڑھ لی اور گھونگھٹ کے انداز میں اسے اپنی پیشانی سے نیچے ڈھلکا لیا۔ میں جب اندر داخل ہوئی تو سب کو سلام کیا اور ادب سے ایک طرف بیٹھ گئی۔ کچھ ہی دیر بعد ہر بزرگ ایک ایک جملہ اس سلسلے میں بولنے لگا۔ جس کا لب لباب یہ تھا کہ اس دور کے علماء ہمارے بچوں کو جہاد کی طرف بھیج رہے ہیں، اس کو وہ جہاد کا نام دیتے ہیں، یہ جہاد کہاں ہے؟ افغانستان میں مسلمان، مسلمان سے لڑ رہا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ ایک جماعت منافقین کی ہے جو دشمنوں سے ملی ہوئی ہے، ایسے لوگوں سے جہاد کرنا جائز ہے۔ پھر کہنے لگے تمہارے

باقی بچے چھوٹے چھوٹے ہیں، صرف ایک بچہ بڑا ہوا تو تم اس کو جہاد پر بھیج رہی ہو۔ میں نے کہا میرا بچہ کوئی انوکھا نرالا نہیں ہے، آپ دیکھیں اور غور کریں، کتنی مائیں اپنے بچوں کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے بھیج رہی ہیں۔ جہاد کو ترک کرنا بہت گناہ کی بات ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت پر فائز ہونے کے بعد جو خطبہ دیا اس میں خاص طور پر فرمایا کہ "جو قوم اللہ کی راہ میں جہاد ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے"

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

☆ لَرَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ غَدْوَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا (صحیح مسلم)

"اللہ کے راستے میں ایک شام یا ایک صبح کا لگا دینا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے"

حدیث سنانے کے بعد میں نے بزرگوں، بچوں اور خواتین پر نظر کی تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ بچے تو پُرجوش نظر آرہے ہیں، لیکن بڑوں کے لئے اس وقت کھل کر بولنا پڑے گا کیونکہ ایک طویل عرصے سے ان کے ذہن و قلب پر جہاد کے سلسلے میں قفل لگے ہوئے ہیں۔ میں نے دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے میرے رب! وہ الفاظ میری زبان سے ان کے سامنے نکلوا دے جس سے ان کے ذہن و دل کے قفل نہ صرف کھل جائیں، بلکہ یہ بھی اپنے بچوں کو اللہ کی رضا کے لئے جہاد پر بھیجیں اور اے میرے رب! مجھے بھی اپنی رضا والی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

اب مجھے اپنے احتساب کا ڈر نہیں تھا کیونکہ اللہ ہر طرح میرے لئے کافی ہے، وہی مجھے اپنے کرم سے ان کے سامنے سرخرو فرمائے گا اور وہی میرا پیارا رب ان کے قلوب میں گداز پیدا فرمائے گا (کیونکہ یہ سب بزرگ، خواتین اور بچے بڑی محبت کرنے والے تھے۔ ان میں سے کثیر تعداد میں وہ لوگ تھے جو صوم و صلوٰۃ کے بھی پابند تھے اور اپنی روزمرہ کی زندگی میں بھی عمل صالح کو اپنانا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے) میں دعا پڑھ کر اپنے بزرگوں کی طرف متوجہ ہوئی اور ان سے اجازت طلب کرنے کے بعد انہیں برصغیر کی طرف لے چلی۔

میں نے کہا میرے قابلِ احترام بزرگو! میرے عزیز بچو! اور میری محترم اور عزیز بہنو! اور بھائیو! ہم تو اس وقت موجود نہیں تھے۔ شاید بزرگوں میں سے کچھ موجود ہوں یا ان کے بڑوں نے ان کو بتایا ہو۔ اگر دیکھا اور سنا نہ ہو تو پڑھا تو ضرور ہو گا۔ وہ وقت یاد کیجئے جب مغل شہنشاہوں کی کمزوریوں اور عیاشیوں نے انگریز (عیسائی) کو برصغیر میں قدم جمانے کا حوصلہ بخشا، کیونکہ اس وقت اورنگ زیب عالمگیر جیسا مردِ مجاہد ان میں موجود نہیں تھا، کیونکہ اسی مجاہد نے مرہٹوں سے بار بار جہاد کیا اور ان کو ریت کے ذرّوں کی طرح بکھیر کر رکھ دیا تھا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مسلمانوں کی دفاعی لائن انتہائی کمزور ہو چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شہید تیتو میر، نواب سراج الدولہ، سید احمد شہید، مولانا اسماعیل شہید اپنی بہادری اور عزم کے باوجود انگریزوں کے طوفان کو نہ روک سکے اور بڑھ کر شہادت کو اپنے گلے سے لگا لیا، کیونکہ ان کے چاروں طرف بڑی تعداد ایمان فروش مسلمانوں کی تھی۔ ان کی طرح کے سرفروش تو بہت کم تھے۔ بیشک شہادتِ عظمیٰ تو مسلمانوں کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہوتا ہے۔ لیکن بات تو جب بنتی جب پوری مسلم قوم انگریزوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتی۔ مولانا محمود الحسن (اسیرِ مالٹا) مولانا عبید اللہ سندھی اور دیگر علماء کرام نے آزادی کی تحریک چلائی۔ اگر اس وقت پوری قوم غفلت سے جاگ اٹھتی تو انگریز بہت جلد برصغیر سے بھاگ جاتا، مگر وہاں تو یہ حال تھا کہ دولت نے دیمک کی طرح ان کے ایمان کو چاٹ لیا تھا۔ انہوں نے یہ بھلا دیا کہ ہماری زندگی کا مقصد نبی ﷺ کا اتباع ہے۔ اس کے برعکس انہوں نے انگریز کی نقالی کو اپنا فرضِ اولین سمجھا اور آج تک برصغیر کا مسلمان آزاد ہونے کے باوجود انگریز کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا بیٹھا ہے۔ دشمن ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی مطمئن ہے کہ اس دور کے نام نہاد مسلمان تو کٹھ پتلی کی طرح ہیں۔ جس طرف عیسائی، یہودی، ہندو اور کمیونسٹ انہیں گھمائیں گے، یہ بغیر پس و پیش کے ادھر گھوم جائیں گے۔ انگریزوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ ڈال دیا تھا کہ بس آرام کی زندگی گزارو، عیاشی کرو (کیونکہ انگریز کو معلوم تھا کہ عیش و نشاط میں مبتلا ہو کر یہ اپنا دین بھول جائیں گے) جہاد سے دور رہو، جہاد تو تمہارے گھروں کو ویران کر دیتا ہے (مراد شہادت) ہم تو امن کے سفیر ہیں، ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔ مسلمانوں

کے عقائد خراب کرنے کیلئے انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور دیگر اسی قبیل کے علماءِ سو کو استعمال کیا۔ میرے بزرگو! میرے بچو! اور میری بہنو! آپ سب کو تو خوش ہونا چاہئے کہ اس وقت پوری دنیا میں کچھ مسلمانوں نے تحریکِ جہاد کا دوبارہ آغاز کیا ہے۔ اس سلسلے میں میرے جو خیالات ہیں وہ میں نے ایک نظم کی صورت میں پیش کئے ہیں۔ میں نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو مخاطب کیا ہے۔ میرے عزیزو! میں اپنی نظم سناتی ہوں، آپ کے دل کی دھڑکنوں سے بھی یہی آواز آئے گی۔ بچے بڑے اور خواتین نظم سننے کے لئے سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ان کے چہروں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ نظم سننے کے بہت زیادہ مشتاق ہیں۔

"مسلمانانِ جہاں سے خطاب"

جذبۂ ایمان دل میں اس طرح زندہ کرو
موت کے نرغے میں رازِ زندگی پایا کرو
کثرتِ کفار کو خاطر میں وہ لائے نہیں
تم بھی اُن بدری صحابہ کی طرح سوچا کرو
وہ کسی بوجہل سے اک لحہ گھبرائے نہیں
تم حنین و بدر کی تاریخ کو زندہ کرو
موت بن کر پھر وہ چھا جائے دلِ اغیار پر
پھر کسی غازی صلاح الدین کو پیدا کرو
قبلۂ اوّل تمہارا منتظر ہے آج بھی!
اس کی آزادی کے بارے میں بھی کچھ سوچا کرو
یہ بتادو اک خدا کو ماننے والے ہیں ہم
قبلۂ اول کی جانب بھی کبھی دیکھا کرو
مسجدِ اقصیٰ میں گونجے پھر صدا تکبیر کی
یوں روایت کو عمر فاروق کی تازہ کرو

تم اٹھو موسیٰ و طارق اور قتیبہ کی طرح
اور بن قاسم سا دل میں حوصلہ پیدا کرو
پھر نئے فتنے جنم دیتی ہے ارضِ سومنات
غزنوی سا کوئی اپنی صف میں پھر پیدا کرو
پھر چراغِ حق بجھانے کو اٹھی ہیں آندھیاں
تم جہاد فی سبیل اللہ کو زندہ کرو
پھر یہ دیکھو کیا دکھاتا ہے تمہارا رب تمہیں
حوصلہ رکھو اسی کی ذات پہ تکیہ کرو
بل نہیں سکتا کوئی پتہ بغیر اذن خدا
مانگنا ہے جو تمہیں اس ذات سے مانگا کرو
جب بھی میدانِ وغا میں جاؤ لڑنے کے لئے
اپنے تم اسلاف کا طرزِ عمل دیکھا کرو
اپنے بندوں کا بڑا ہی چاہنے والا ہے وہ
چاہتا ہے وہ تمہیں، تم بھی اُسے چاہا کرو
مالکِ کل بھی وہی ہے، ربِ عالم بھی وہی
وہ ہے معبود حقیقی اس کی تم پوجا کرو

نظم ختم ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ میرے عزیزوں پر کافی اثر ہوا ہے۔ گو کہ نظم ایسی تھی کہ پڑھتے وقت میرے جسم پر لرزہ سا طاری ہو گیا تھا۔ لیکن ان کی حالت دیکھ کر مجھے خوشی ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ جب لوہا نرم ہو جائے تو ذرا سی چوٹ کے بعد اُسے اپنی مرضی سے موڑا جا سکتا ہے۔ اس لئے میں نے پھر اپنا بیان دوبارہ شروع کر دیا۔ میرے بزرگو! آپ سب دعا کریں کہ "اے ہمارے رب پھر کوئی محمود غزنوی جیسا مجاہد پیدا فرما دے، جو بت پرست نہیں بت شکن مسلمان تھا۔ سلطان محمود غزنوی کے بارے میں ابن اثیر نے تحریر کیا ہے کہ "سلطان محمود غزنوی اپنی پرائیوٹ زندگی میں بھی اسلامی اصولوں کی پابندی

کیا کرتا تھا" (یعنی اس کا ظاہر اور باطن یکساں تھا) اسی طرح "آداب الملوک" میں محمود غزنوی کے بارے میں تحریر ہے کہ "سلطان جتنا دانش مند تھا اتنا ہی بہادر بھی تھا۔ اس کی ذاتی شجاعت کا اثر یہ تھا کہ اس کے سپاہی انتہائی مایوس کن حالات اور دشوار گذار راستوں میں بھی ایسی بے جگری سے لڑتے تھے کہ متوقع شکست فتح بن جاتی تھی" (ہماری پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی مسلمان اپنے سر سے کفن باندھے اللہ کے راستے میں نکلے تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے اپنے سپاہیوں کی مدد فرمائی) غور کریں کہاں غزنی اور کہاں ہندوستان ...... سلطان محمود کو کون سا جذبہ یہاں کھینچ کر لا رہا تھا، وہ کتنے کتنے دن گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر گذار دیتا تھا۔ میرے بزرگو! وہ جذبہ جہاد تھا، جس نے غزنی سے ہزاروں میل دور برصغیر میں اسے پہنچا دیا تھا۔ بعض آنکھوں کے اندھوں اور کانوں کے بہروں نے اسے لٹیرا کہا۔ وہ لٹیرا نہیں محافظ تھا، محمود غزنوی کو لٹیرا کہنا فنِ تاریخ پر ظلم کرنا ہے۔ سومنات سے عیاشی کے اڈے کو ختم کرنے والا وہ جانباز سپاہی محمود غزنوی ہی تھا، وہ اللہ کی رضا کو اپنا مقصد حیات بنا کر برصغیر آیا تھا، وہ دولت کا لالچی نہیں تھا، ورنہ سومنات کے پجاریوں کی بات مان لیتا۔ وہ محمود غزنوی کے آگے ہاتھ جوڑ رہے تھے کہ تم ہمارے بت کو نہ توڑو، ہم تمہیں تمہاری منہ مانگی رقم دیں گے۔ لیکن اسلام کے سچے شیدائی نے جب اس بت کو توڑا تو ہیرے، جواہرات اور سونے کی ڈلیاں محمود غزنوی کے پیروں میں ڈھیر ہو گئیں۔ انگریزوں نے اپنے دور میں ہندو مصنفوں کی کتابوں میں ہماری تاریخ کے تابناک چہرے کو داغدار کرنے کی کوششیں کیں، لیکن سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل و تمیز ہمیں عطا کی ہے، وہ ہم استعمال کیوں نہیں کرتے۔ آج بھی ہندو کے کلچر کی محبت ہمارے دل میں اس طرح رچ بس گئی ہے جیسے بنی اسرائیل کے دل میں بچھڑے کی محبت رچ بس گئی تھی، ہماری صبح نماز اور تلاوت سے نہیں فلموں اور گانوں سے ہوتی ہے اور اسی بے ہودگی پہ ہماری دوپہر، شام اور رات کا اختتام ہوتا ہے۔

آج کتنے مسلم ممالک میں کتنی بستیاں، یہود و نصاریٰ، اہل ہنود اور کمیونسٹوں کے ظلم کا شکار ہیں، آج ہمارے کتنے بھائی صلاح الدین ایوبی کے چچازاد بھائی الصالح اور امیر سیف الدین کی طرح ہیں جنہیں اپنے آرام و آسائش کا خیال ہے اور مجاہدین کے خلاف

غیر مسلموں کو اپنا دوست سمجھ کر اپنے ہی بھائیوں کے گلے پر چھری پھیرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۵۷۱ھ میں اپنے دونوں چچازاد بھائیوں کو خط لکھا تھا جس کا لب لباب یہ ہے "تم دونوں نے کفار کی پشت پناہی کر کے ان کے ہاتھوں میرا نام ونشان مٹانے کی ناپاک کوشش کی ہے، مگر یہ نہ سوچا کہ تمہاری یہ سازش عالم اسلام کا بھی نام ونشان مٹانے کا باعث بن سکتی ہے۔ تم عیاشی چھوڑ دو، میرے ساتھ تعاون کرو، اپنی تمام برائیوں کو چھوڑ کر میرے ساتھ جہاد میں شریک ہو جاؤ۔ اگر یہ نہ کر سکو تو میری اور اسلام کی مخالفت سے باز آجاؤ، میں تمہیں کوئی سزا نہیں دوں گا، اللہ تمہیں معاف فرمائے۔" آمین

میرے بزرگو! میرے بچو! میری بہنو! سلطان صلاح الدین ایوبی اور سلطان نور الدین زنگی نے مل کر عیسائیوں سے زبردست جہاد کیا۔ نور الدین زنگی میدان جنگ کا بڑا اچھا سپاہی تھا، جسے عیسائیوں نے حسن بن صباح کے ساتھیوں کے ذریعے کھانے میں زہر شامل کروا دیا (اور اس طرح ایک جلیل القدر مجاہد شہید ہو گیا) جسے طبیبوں نے حلق کی سوزش سمجھا۔
(جنرل محمد اکبر خان رنگروٹ)

صلاح الدین ایوبی فتوحات کرتا ہوا رجب ۵۸۳ ہجری میں بیت المقدس تک پہنچ گیا۔ اس جہاد میں جو سپاہی زخمی ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم بیت المقدس کے اندر جا کر زخموں کی مرہم پٹی کروائیں گے۔ ایک امریکی تاریخ دان انتھونی ویسٹ لکھتا ہے کہ "بیت المقدس کے محاصرے کے دوران عیسائی وحشت زدہ ہو گئے اور سینہ کوبی کرنے لگے، وہ اس وقت پادریوں کی بھی نہیں سن رہے تھے"

میرے بزرگو! میری بہنو! اور میرے بچو! ہم ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں کہ اس قوم کے ایک مرد مجاہد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس میں قدم رکھا تو مسجد اقصیٰ میں کسی عیسائی اور یہودی کا خون نہیں بہایا اور جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چل کر ۲۷ رجب ۵۸۳ ہجری میں صلاح الدین ایوبی ایک فاتح کی حیثیت سے جب مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا تو بہاؤ الدین شداد لکھتے ہیں کہ "سلطان ایوبی کے آنسو اس طرح بہہ رہے تھے کہ اس عظیم مسجد کی دہلیز اس کے آنسوؤں سے دھل رہی تھی۔ یہ سلطان ایوبی ہی تھا جس نے عیسائی عورتوں کے ننگے سروں کو دیکھ کر اپنے عمامہ سے دوپٹہ بنا

کر ان کے سروں پر ڈال دیئے تھے" اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان غیر مسلموں کی عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور مذہبی رہنماؤں سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ وہ تو اللہ کے دشمنوں سے میدان جنگ میں جہاد کرتے تھے۔ صلاح الدین ایوبی کے خلاف یورپ سے چندہ جمع ہوا تھا (جس کا نام انہوں نے صلاح دین ٹیکس رکھا تھا) یورپ والوں نے بیت المقدس کو مسلمانوں سے واپس لینے کے لئے رچرڈ کی سرکردگی میں ایک زبردست لشکر بھیجا تھا۔ لیکن صلاح الدین اور اس کے سرفروش سپاہیوں نے یورپی لشکر کو شکست دی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی غیبی مدد کی تھی، کہیں راستے میں یورپی لشکر عیاشیوں کی وجہ سے آپس کے جھگڑوں میں مارا گیا، تو کہیں انہیں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا، کافی تعداد غذا کی قلت کی وجہ سے ماری گئی اور کہیں دشمنوں کے جہاز اللہ تعالیٰ نے سمندر میں غرق کر دیئے۔ صلاح الدین ایوبی ایک مدبر اور بہادر سلطان تھا۔ اس نے اپنی قلیل فوج کو اللہ کے عشق سے سرشار کر دیا تھا۔ سلطان کی بحری فوج نے آگ کی ہانڈیاں اور دستی بم بنا کر استعمال کئے تھے (دستی بم سب سے پہلے مسلمانوں نے بنائے تھے) رچرڈ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گیا کہ سلطان بہادر ہی نہیں ایک بااخلاق میزبان بھی ہے (رچرڈ جب بیمار پڑا تو صلاح الدین نے اس کے لئے برف اور پھل وغیرہ بھیجے تھے۔ ایک بار سلطان نے دیکھا کہ رچرڈ کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا تو اس نے رچرڈ کو تحفتاً اپنا ایک گھوڑا بھی بھیجا تھا۔ جب یہ گھوڑا سلطان کا ایک سوار رچرڈ کے پاس لے کر پہنچا تو راہبوں اور پادریوں نے رچرڈ کو منع کیا کہ یہ سلطان کا سدھایا ہوا گھوڑا ہے، اسے تم استعمال نہ کرو، یہ سلطان کی چال ہے گھوڑا تمہیں لے کر سیدھا سلطان کے پاس جائے گا، تو رچرڈ نے راہبوں سے کہا سلطان بہت شریف ہے اور دشمنوں کے ساتھ بھی دوستوں والا سلوک کرتا ہے۔ میں یہ گھوڑا ضرور استعمال کروں گا۔ اس جواب پر تمام راہبوں کی گردنیں لٹک گئیں۔)

میرے بزرگو! میرے عزیز بچو! تاریخ ہمارے اسلاف کے سنہرے کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ آؤ آج ہم سب مل کر جہاد کی تیاری کریں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بیشک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ پاک نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کیلئے تیار

فرماتے ہیں اور دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان جتنی مسافت ہے۔" (بخاری شریف)

☆ وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ۔ (بخاری شریف)

"اور جان لو بیشک جنت تلواروں کے سائے میں ہے"

میرے بچو! اور بزرگو! اگر پوری دنیا کے مسلمان ایک ہو جائیں تو تمام کفار خس و خاشاک کی طرح اسلام کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں بہہ جائیں گے۔ میرے محترم بزرگو! آپ شکر کریں کہ اس دور کے کچھ نوجوان جہاد سے دلچسپی لے رہے ہیں۔ دعا کریں رب کے حضور کہ وہ پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ اگر ہماری یہ کوشش جاری رہی تو پاکستان کا حشر سسلی (صقلیہ) اور اندلس کی طرح نہیں ہو گا۔ کبھی سسلی بھی ہمارا تھا، ہمارے اسلام کی تلواروں نے دشمنوں کے گلوں کو کاٹا اور یہاں اسلام کا پرچم لہرایا تھا۔ لیکن پھر وہاں کے زیادہ تر مسلمان دین سے غافل ہو کر جہاد کو بھلا بیٹھے، تو عیسائی قزاقوں نے سسلی سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا۔ ہماری مساجد کو گرجا اور کلیسا میں تبدیل کر دیا گیا۔ کچھ دین سے محبت رکھنے والے مجاہدین عیسائیوں سے مسلسل جہاد کرتے رہے اور آخر کار شہید ہوئے اور کچھ عورتیں، بچے، بوڑھے اور نوجوان اندلس کی طرف ہجرت کر گئے۔ پھر اندلس کی طوائف الملوکی نے بھی رنگ دکھانے شروع کر دیئے، کیونکہ اب کوئی یوسف بن تاشفین جیسا مرد مجاہد نہیں تھا جو عیسائیوں سے جہاد کرتا، چند طلباء اور علماء کرام تھے جو جہادی تنظیم کو چلا رہے تھے، لیکن ان کی حوصلہ افزائی کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ سب اپنے اپنے عیش و طرب میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اکثریت نے اپنے ایمانوں کو چند سکوں کے عوض بیچ دیا تھا اور عیسائی لٹیرے ان کی آڑ میں اندلس میں نقب لگا رہے تھے۔ وہی اندلس جسے کبھی طارق بن زیاد جیسے بہادر شیر دل مجاہد اور موسیٰ بن نصیر جیسے اولوالعزم جرنیل نے فتح کیا تھا، آہستہ آہستہ عیسائیوں کے ناپاک قدموں سے روندا جا رہا تھا۔ سر زمین اندلس رو، رو کر پکار رہی تھی میرے مجاہدو! اسلام کے بہادر سپوتو! تم کہاں ہو؟ دیکھو میری بربادی کی داستان مکمل ہونے والی ہے۔ اس علاقے پر مسلمانوں نے ساڑھے آٹھ سو سال حکومت کی۔ علم و ادب، صنعت و حرفت، طب و جراحی، علم ہندسہ، فن تاریخ، فن تعمیر اور دیگر شعبوں میں حیرت

انگیز کارنامے انجام دیئے۔ دیکھو میری عمارتوں پر عیسائی لٹیرے اپنے جھنڈے گاڑ رہے ہیں آؤ میرے مجاہدو! دیکھو قرطبہ، اشبیلیہ، طلیطلہ سب علاقوں سے مسلمانوں کو بے دخل کیا جا رہا ہے، دیکھو...... دیکھو اندلس کا آخری صوبہ غرناطہ بھی فرڈیننڈ (عیسائی حکمران) کے ظالم ہاتھوں میں پہنچ گیا...... میرے پیارو! سنو...... میری آواز کو...... دیکھو آج میری گلیوں اور کوچوں میں تمہاری مسلم بہنوں کی عزتوں کو داغ دار کیا جا رہا ہے۔ وہ دیکھو...... شرم و حیا کے جنازے جا رہے ہیں...... دیکھو کتنی غیور اور باحیا لڑکیاں اپنے خنجروں کو اپنے سینوں میں گھونپ رہی ہیں۔ وہ دیکھو ابو عبداللہ (اندلس کا آخری تاجدار) ہاتھ میں تلوار لئے کھڑا ہے۔ ملکہ ازابیلا (فرڈیننڈ کی ظالم و سفاک بیوی) گھوڑے پر سوار ہے۔ دیکھو...... دیکھو یہ ابو عبداللہ مسلمانوں کی غیرت و حمیت کس طرح ایک عیسائی عورت کے ہاتھوں بیچ رہا ہے۔ اسے اپنی زندگی عزیز ہے، تلوار عزیز نہیں (اسلحہ تو مسلمان مرد کو بہت عزیز ہوتا ہے) ورنہ اسی تلوار سے وہ دشمن کو تو جہنم رسید کر سکتا تھا۔ لیکن نہیں...... تلوار تو مجاہد اٹھاتا ہے، بزدل و غدار ہتھیار نہیں اٹھاتا۔ دیکھو قرآن مجید کی بے حرمتی کی جا رہی ہے...... اُف میرا سینہ پھٹ رہا ہے...... دیکھو گھر گھر سے قرآن جمع کئے جا رہے ہیں، وہ دیکھو قرآن مجید کو عیسائی لٹیرے جلا رہے ہیں، میری آنکھیں آنسوؤں کے دریا بہا رہی ہیں۔ میرے مجاہدو! اگر آج تم اندلس میں ہوتے تو میں اس طرح برباد نہ ہوتی۔ افسوس اندلس کے مسلمان ایک دوسرے سے لڑتے رہے لیکن اسلام دشمن عناصر سے جہاد نہیں کیا۔ یہ سب جہاد کو چھوڑنے کا انجام ہے، دیکھو...... دیکھو کچھ سسکتے ہوئے قافلے ہجرت کر رہے ہیں۔ قریب ہی ترکی کی مسلمان حکومت ہے لیکن وہ خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے (یہ سب نظارے اس لئے دیکھنے کو مل رہے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا) دیکھو مساجد رو رہی ہیں، دیکھو مساجد پر صلیب لگائی جا رہی ہے، دیکھو قرطبہ کی جامع مسجد فریاد کر رہی ہے۔ افسوس صد افسوس جو بچے کھچے مسلمان ہیں انہیں ظالم فرڈیننڈ کے حکم پر اس کا بڑا پادری زبردستی عیسائی بنا رہا ہے۔ ہائے افسوس میں لٹتی رہی اور کوئی مسلمان میری مدد کو نہ پہنچا۔ اب یہ رونا اور افسوس کرنا میری زندگی کے ساتھ رہے گا، لیکن میں اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتی ہوں، شاید پھر مجاہدوں کا کوئی لشکر آئے اور مجھے عیسائیوں کے جبر و تشدد سے نجات دلائے (میری باتیں سن کر

میرے بزرگ، میری بھابھیاں، میری بہنیں، میری آپا اور بچے سب رو رہے تھے، میں نے انہیں رونے دیا مجھے یقین ہو چلا تھا کہ اب ان میں سے کوئی بھی جہاد کی مخالفت نہیں کریگا)

میں پھر کہنے لگی آپ نے دیکھا ہندو ظالموں نے بابری مسجد پر ظلم کیا، بابری مسجد نے فریاد کی۔ کون رویا؟ کون سسکا؟ کس نے رو، رو کر اللہ کے حضور دعائیں مانگیں؟ صرف مجاہدین، علماء حق، دینی مدارس کے طلبا (کچھ دنیاوی اسکول و کالج کے طلباء بھی علماء اور طلباء کے ساتھ شامل ہو گئے) اور چند گنتی کے مسلمان مرد و عورتیں۔ ...... بابری مسجد پر تقریر کرنے والے مجاہد نے نوجوانوں میں جہاد کا ایسا جذبہ بیدار کیا ہے کہ ان شاء اللہ اب یہ جذبہ بڑھتا ہی رہے گا۔ ہمارے نوجوانوں کے قافلے اپنے دل میں جذبہ جہاد اور شوق شہادت لئے اسی طرح بڑھتے رہیں گے، پھر وہ دن دور نہیں رہے گا، جب بیت المقدس سے یہودی سامراجیت کا جنازہ نکل جائے گا۔ مسجد اقصیٰ ایک دن ضرور مسلمانوں کے سجدوں کے لئے آزاد ہو جائے گی (ان شاء اللہ) کشمیر میں ایک دن ضرور اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ ہند کی سرزمین پر پھر کوئی محمود غزنوی جیسا مرد مجاہد باطل پرستی کو ختم کر کے اسلام کا جھنڈا گاڑ دے گا۔ میرے بزرگو! آپ مجھے حوصلہ دینے کے بجائے کیوں ستانے کی کوشش کر رہے ہیں، مجھے کیوں بزدل بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ میرے بزرگو! آپ نے مولانا ابو الکلام آزاد کی تقریر ضرور سنی ہوگی، میں ان کی بے مثال تقریر سے ایک اقتباس آپ کے سامنے پیش کر رہی ہوں:

"شاہ جہاں کی اس یادگار مسجد میں میرے لئے یہ اجتماع نیا نہیں۔ اس پر لیل و نہار کی ہزاروں گردشیں بیت چکی ہیں۔ میں نے تمہیں اس مسجد میں کئی مرتبہ خطاب کیا تھا، اس وقت تمہارے چہروں پر اضمحلال کے بجائے اطمینان اور پژمردگی کے بجائے آسودگی تھی۔ آج تمہارے چہروں پر پژمردگی اور دلوں کی ویرانی دیکھتا ہوں تو مجھے چند سالوں کی بھولی بسری کہانیاں یاد آ جاتی ہیں۔ کہاں جا رہے ہو؟ اور کیوں جا رہے ہو؟ یہ مسجد کے مینارے تم سے جھک کر سوال کر رہے ہیں، تم نے اپنی تاریخ کے صفحات کو کیوں بھلا دیا ہے۔ ابھی کل ہی کی بات ہے تمہارے قافلوں نے (مجاہدین کے لشکر جنہوں نے برصغیر فتح کیا) اسی جمنا کے کنارے وضو کیا تھا، آج تمہیں یہاں رہتے ہوئے خوف و ہراس دامن گیر ہوتا

ہے، وہ تمہارے ہی اسلاف تھے، جب بادل گرجے تو انہوں نے قہقہوں سے جواب دیا (بادل گرجنا محاورہ استعمال ہوا، یہاں ہندوؤں کی گیدڑ بھبکیاں اور قہقہوں سے مراد تلواروں کی گھن گرج) آندھیاں آئیں تو ان کا رخ پھیر دیا۔ سر سر اٹھی تو اس سے کہہ دیا کہ تیرا راستہ یہ نہیں ہے۔ آج ایمان و انصاف کی جاں کنی ہے کہ شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنے والے خود آج اپنی قباؤں کے تار بیچ رہے ہیں، ستارے ڈوب گئے، سورج تو چمک رہا ہے، اٹھو اور اس سے کرنیں لے کر ان راہوں پر بچھا دو جہاں اجالے کی سخت ضرورت ہے۔

(شاہ جہاں کی جامع مسجد میں مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم کی ایک تقریر سے اقتباس)

میرے بزرگو! جس زمانے کی میں نے یہ تقریر آپ کو سنائی، اس وقت ہند کے علماء وہاں کے مسلمانوں سے خطاب کر رہے تھے۔ انہیں میدان جنگ میں اترنے کا مشورہ دے رہے تھے (بالکل اسی طرح جیسے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم مجاہدین سے پانی پت کا میدان سجایا تھا) مگر بہت کم مسلمانوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا۔ کاش! برصغیر کے تمام مسلمان ہندو، انگریز اور دیگر طاغوتی قوتوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے تو آج ہمارا یہ حال نہ ہوتا کہ ہم اپنا ہی دین اور اپنی تہذیب کو بھلا بیٹھے ہیں۔ آج ہمیں قرآن کی عظمت یاد نہیں، ہم گیتا اور بائبل کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ جہاد کو ہم جان کا زیاں سمجھتے ہیں، حالانکہ نبی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

☆ مَا اغْبَرَّتَا قَدَمَا عَبْدٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ

(بخاری شریف)

"جس بندے کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے، اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی"

آج ہمارا جوش و خروش جہاد کے لئے نہیں کرکٹ کے لئے ہے، جب ہندوستان اور پاکستان کا کرکٹ میچ ہوتا ہے، تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کفر و اسلام کا بہت بڑا معرکہ ہے۔ اس میں جیت کے لئے دعائیں مانگی جاتی ہیں، شکرانے کے نفل مانے جاتے ہیں۔ میرے بچو! کاش یہ بلا نہ ہوتا کلاشنکوف ہوتی، یہ گیند نہیں کارتوس ہوتے، جس سے کفر یہ توتیں

زخمی اور مردہ ہو کر جہنم کا راستہ اختیار کر تیں۔ میرے بچو! میں نے اس سلسلے میں کچھ مشاہدہ کیا، ہمارے بچوں کا پسندیدہ مشغلہ کرکٹ ہے، اس کے آگے نہ تمہیں نمازیں یاد رہتی ہیں اور نہ اپنا کوئی صحیح کام، تم تالیاں بجا بجا کر اپنے ہاتھ سرخ کر لیتے ہو، جب بھارت ہارتا ہے تو تمہیں بڑی خوشی ہوتی ہے، تم مٹھائیاں تقسیم کرتے ہو، اس وقت تم یہ بھول جاتے ہو کہ یہ بھارتی درندے تمہارے کشمیری بھائیوں پر کتنا ظلم توڑتے ہیں، تمہاری بہنوں کی چادروں کو سروں سے کھینچ کر اپنے پیروں تلے روندتے ہیں۔ پھر ان کے ہزاروں ظالم فوجی قہقہے لگاتے ہیں۔ تم سوچو، غور کرو وہ کیوں ہنستے ہیں؟ میرے بچو! وہ ہم سب مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں کہ یہ پاکستان ہے جو ہمیں کرکٹ میں شکست دے کر خوش ہو جاتا ہے، لیکن اسے کشمیر کی ان وادیوں میں اپنی شکست نظر نہیں آتی۔ میرے بچو! وہ بھی تمہارے ہی بھائی ہیں، جو ان مظلوم کشمیری مسلمانوں کی حمایت میں بھارت سے سالہا سال سے جہاد کر رہے ہیں اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ ہم خود کوئی کارنامہ انجام نہیں دے رہے تو اپنے ان بہادر سپاہیوں کی فتح کے لئے اللہ سے دعا تو کر سکتے ہیں۔ یاد رکھو شہداء کا خون ضرور رنگ لاتا ہے، ہمارے شہداء کا خون بھی رائیگاں نہیں جائے گا۔

میرے بزرگو اور میرے بچو! آؤ ہم نبی ﷺ کے نقشِ قدم پر چلیں کیونکہ نبی ﷺ کی حدیثِ مبارک ہے:

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو کیونکہ اللہ کے راستے میں جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جہاد کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ بندے کو ہر قسم کے غم اور پریشانی سے نجات دلاتا ہے۔"

میرے عزیزو! اب جلدی فیصلہ کرنا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہر چیز میں وقار اور آہستگی بہتر اور پسندیدہ ہے۔ مگر تین چیزوں میں جلدی بہتر ہے: (۱) جب لشکر اسلام میں چلنے کی آواز بلند ہو جائے تو سب سے پہلے نکلنے والوں میں رہو۔ (۲) اور جب نماز کے لئے اذان ہو جائے تو سب سے پہلے جانے والوں میں رہو۔ (۳) اور جب جنازہ تیار ہو جائے تو اسے لے جانے میں جلدی کرو۔

اس وقت ہر طرف کفریہ اور شرکیہ طاقتیں مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رہی ہیں، یہی تو جہاد میں نکلنے کا صحیح وقت ہے۔ آؤ...... آؤ...... جلدی کرو، اس وقت...... اس دور میں مجاہدین، علماء کرام اور طلباء جہاد کے سلسلے میں دن رات کام کر رہے ہیں۔ یہ ہمارے قابلِ فخر علماء و صلحاء ہیں کہ جن کی تقاریر اور مضامین ہمیں خوابِ غفلت سے بیداری کی طرف لے جا رہے ہیں اور آج اللہ کی مہربانی سے دنیا کے ہر خطے کے مسلمان جاگ رہے ہیں۔ مسلمانوں کی بیداری اور جہاد کو مقصدِ حیات بنانے کی وجہ سے یہود و نصاریٰ اور دیگر اسلام دشمن عناصر سخت پریشان ہیں۔ میں نے یہ باتیں کرنے کے بعد ایک نظر سب کے چہروں کی طرف دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ اب اُن کے چہروں سے مایوسی دور ہو چکی ہے، ان کے چہرے چمک رہے تھے، میرا دل اور میری آنکھیں محسوس کر رہی تھیں کہ صدیوں سے سوئے ہوئے بیدار ہو چکے ہیں۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ کامیابی اب بہت قریب آ چکی ہے۔ میں نے ان میں مزید جوش و خروش پیدا کرنے کے لئے سوچا کہ اب اپنی نظم بیداری ان کو سناؤں۔ میں نے کہا میرے بزرگو! میرے بچو! اور میری عزیز ساتھیو! اب میں آپ کو اپنی نظم "بیداری" سنا رہی ہوں۔ ذرا غور سے سنیں۔

"بیداری"

اک عمر سے جو خوابیدہ تھا وہ جذبۂ غیرت جاگ اُٹھا
صد شکر مسلماں کے دل میں پھر جوشِ اخوت جاگ اُٹھا
شمشیر بکف ہر مسلم ہے، ایماں کی جھلک ہے دل میں
تاریک عمل کی وادی تھی، اب نورِ عقیدت جاگ اُٹھا
ہر استعماری قوت پر لرزہ طاری ہو جائے گا
اللہ کے شیروں کے دل میں، اب شوقِ شہادت جاگ اُٹھا
باطل نے سلایا تھا جس کو، مدہوش بنایا تھا جس کو
وہ نیند کا ماتا جاگ اٹھا، زنجیرئ غفلت جاگ اُٹھا

پھر مسلم کی تکبیروں سے، مغرب کے کلیسا کانپ گئے
اک شور اٹھا ہر جانب سے، وہ ضیغم وحدت جاگ اٹھا
جھوٹے حکام بھی سن رکھیں، اب ان کی حکومت جائے گی
وہ جس کو خدا نے بخشی ہے، دنیا کی خلافت جاگ اٹھا
ٹوٹیں گی ساری زنجیریں، نگوں باطل کی ہر سو
آگاہ ہوا ضیغم خود سے، یوں جوش حمیت جاگ اٹھا
پھر فاتح مصر و ہند و عجم، لے کر اٹھے حق کا پرچم
ایمان کی مشعل والوں میں، پھر نور صداقت جاگ اٹھا
ارمان حکومت سرد ہوئے، اغیار کے چہرے زرد ہوئے
ٹوٹا ہے طلسم بت خانہ، اعجاز شریعت جاگ اٹھا
صد شکر تبسم باطل پر غالب آجانے کی جس نے
قرآن میں رب کی جانب سے پائی تھی بشارت جاگ اٹھا

جب تقریر اور نظم ختم ہوئی تو سب سے پہلے آپا نے مجھے اپنے گلے سے لگایا اور کہنے لگیں تمہاری باتوں سے جہاد کے سلسلے میں سوئے ہوئے جذبات جاگ اٹھے ہیں۔ اب اپنے خاندان میں، میں خود جہاد کی ترغیب دوں گی (ان شاء اللہ) اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے وہ بے تحاشہ مجھے پیار کر رہی تھیں، چھوٹے بچے اپنی جگہ سے اُٹھ کر دوڑتے ہوئے میری طرف آئے اور مجھ سے چمٹ گئے اور پھر مجھ سے کہنے لگے، ہم مجاہد بنیں گے، ہم اپنی مساجد کو کافروں کے ناپاک ہاتھوں سے چھین لیں گے۔ ان سے کچھ اور بڑے بچے کھڑے تھے اُن کے ہونٹ لرز رہے تھے، ان کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو گئی تھیں، آنکھیں جیسے مجھ سے یوں مخاطب تھیں ہم اُس قافلے میں ضرور شامل ہوں گے۔ جو بیت المقدس اور کشمیر کی طرف جائے ہم جہاد افغانستان میں شامل ہوں گے۔ ہم دنیا کے تمام زخمی مسلمانوں کے لئے مرہم اندمال بن جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

میری بھابیوں اور بہنوں نے لرزتے کانپتے ہاتھوں سے میرے ہاتھوں کو پکڑ لیا اور پھر

رقت بھری آواز میں کہنے لگیں، اللہ ہمیں معاف کرے کہ ہم نے اتنے طویل عرصے سے جہاد سے آنکھیں بند کر کے رکھیں، لیکن اب ہماری آنکھیں کھل گئیں ہیں، اب ہمیں مجاہدین کی قربانیاں یاد آرہی ہیں۔ ہم جہاد پر تو نہیں نکل سکتے لیکن مجاہدین کے لئے اپنے رب سے دعا کریں گے کہ وہ ان کو ہر محاذ پر فتح اور کامرانی عطا فرمائے۔ آمین، اور ہم اپنے بچوں کے دلوں میں جہاد سے اُلفت اور محبت پیدا کریں گے۔

اب بزرگوں کی جماعت میری طرف بڑھتی آرہی تھی، ان کو دیکھ کر بچے اور خواتین ایک طرف ہو گئے۔ میرے چند بزرگوں نے اپنے لرزتے ہاتھوں کو میرے سر پر رکھا اور روتی ہوئی آواز میں گویا ہوئے "ہم اپنے رب کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں ایسی نواسی عطا کی، جس نے ہمیں خواب غفلت سے جگایا، ہم اپنے رب کے حضور اپنی پچھلی باتوں پر سخت شرمندہ ہیں، ہم تو بوڑھے ہو چکے، ہم مجاہدین کی کامیابی کے لئے دعا کریں گے۔ لیکن اگر بھی ایسا وقت آیا کہ امیر المومنین نے تمام مسلمانوں کو آواز دی تو ہم بھی میدان جنگ کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے (میں نے سب سے پہلے اپنے رب کا شکر ادا کیا، یہ اُسی رحیم و کریم آقا کی مدد تھی کہ میں اپنے مطمع نظر کو ان پر واضح کرنے کے قابل ہوئی۔ پھر میں نے اپنے بڑوں اور بچوں کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے میری بات سنی اور اُسے قبول کیا) پھر اسی وقت میرا بھائی حافظ محمد شریف علامہ حسن ثاقب کو لے کر آیا (سب خواتین نے پردہ کر لیا) پھر علامہ صاحب نے جہاد افغانستان کے کچھ واقعات بتائے (جہاد افغانستان میں علامہ صاحب اور حافظ شریف بھی شریک ہوئے تھے) پھر آج کے واقعات پر جب بزرگوں نے روشنی ڈالی تو علامہ صاحب بہت خوش ہوئے اور سب کے لئے دعا کی۔

گرمیوں کی تعطیلات جب ختم ہونے لگیں تو ہم سب کراچی واپس آگئے۔ یہاں آنے کے ایک ہفتہ بعد ایک رات کو میرے غریب خانہ کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا، میری آنکھیں فوراً دروازے کی سمت اٹھیں اور پھر کافی دیر اٹھی ہی رہ گئیں۔ السلام علیکم کی آواز آئی، میں نے وعلیکم السلام کہا۔ ایک آواز آئی یہ میلے کچیلے سے کپڑوں میں کون ہے؟ جس کے چہرے پر کمزوری اور تھکان کے باوجود ایک عجیب سی چمک ہے، یہ کون ہے؟ جس کے کپڑے جگہ جگہ سے پیوند لگے ہوئے ہیں؟ یہ کون ہے؟ میرے دل نے جواب دیا، میرا بیٹا، میرا مجاہد ہے۔ دیکھو وہ میری طرف بڑھ رہا ہے اب اس نے میرے لرزتے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لیا ہے، میں اپنے بیٹے کو دیکھتے دیکھتے خلفائے راشدین کے زمانے میں جا پہنچی۔ میرے مجاہد نے مجھے پکارا امی جی! میں اس کی ایک آواز پر ماضی سے حال میں آگئی۔ میں نے نعمان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور میری آنکھوں سے لگاتار آنسو گرنے لگے۔ میرے مجاہد بیٹے نے میرے آنسوؤں کو صاف کیا اور کہنے لگا، میری امی آپ تو بڑی باحوصلہ ہیں، پھر کیوں رو رہی ہیں؟ میں نے کہا بیٹا تم بہت کمزور ہو رہے ہو اور تمہارے کپڑے..... نعمان کہنے لگا امی جی! ہم کئی روز سے مسلسل سفر میں تھے، میں کمزور نہیں ہوں، جب تربیت ہوتی ہے تو انسان بظاہر کمزور سا لگتا ہے، لیکن اس کی روحانی قوت بہت بڑھ جاتی ہے، میرا جسم ٹھوس ہو گیا ہے۔ میں نعمان کی باتیں سن کر مطمئن ہو گئی۔ میں نے کہا بیٹا آپ غسل کر لیں، میں کھانا گرم کرتی ہوں۔ غسل کرنے کے بعد نعمان نے کھانا کھایا، نماز پڑھی اور کہنے لگا امی معذرت چاہتا ہوں نیند بہت زیادہ آ رہی ہے، میں ان شاء اللہ کل آپ کو اپنی تربیت کی مختصر روداد سناؤں گا۔ دوسرے دن نعمان کو میں نے دیکھا کہ آج بھی اس کے چہرے پر تھکان کے آثار ہیں، تو میں نے کہا آج بھی تم آرام کرو، کل رات کو واقعات سنانا۔ آخرکار نعمان کی تھکان اتری تو تیسری رات ہم سب اس کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ نعمان نے اس طرح اپنے جہادی سفر (جہاد کے لئے جو تربیت لی) کی داستان سنائی۔

"مجاہد نعمان اور تربیتِ جہاد"

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ ط

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

امی جی! آپ رافع، طلحہ اور معاویہ گرمیوں کی چھٹیوں میں شریف ماموں کے گھر گئے ہوئے تھے۔ کراچی میں، میں آپا اور ابو جی تھے۔ آپ جب لاہور کے سفر پر روانہ ہو گئیں تو عمران بھائی نے مجھ سے کہا نعمان تم جہاد کی تربیت کے لئے تیار رہنا۔ مرکز سے جب بھی حکم آیا تو میں فوراً تمہیں اور دوسرے بچوں کو روانہ کردوں گا۔ ان کی باتیں سن کر میرا دل خوش ہو گیا اور میں نے عمران بھائی سے کہا، عمران بھائی آپ بالکل بے فکر رہیں، میں جانے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ کہنے لگے اصل میں گھر والوں کو تیار کرنے میں وقت لگتا ہے، تم اپنے گھر والوں کو تیار کرو، اپنے ابو اور امی سے اجازت لے لو۔ میں نے جواب میں کہا عمران بھائی میری امی لاہور گئی ہوئی ہیں، انہوں نے جانے سے پہلے مجھے اجازت دے دی تھی۔ عمران بھائی کہنے لگے تم بڑے خوش نصیب ہو کہ تمہارے والدین نے تمہیں آسانی سے اجازت دے دی، ورنہ والدین جہاد کی بھی اجازت نہیں دیتے اور نہ ہی جہاد کی تربیت حاصل کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ جہادی مرکز پر جانے سے قبل ہماری کراچی کی تربیت جاری تھی۔ جہاد کے موضوع پر روزانہ بڑے بڑے علماء وعظ فرماتے اور میں اس میں ضرور جاتا، تاکہ میرے ذہن و دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ کی باتیں جڑ پکڑ لیں اور میں کسی بھی مقام پر بے صبری کا مظاہرہ نہ کروں، کیونکہ جہاد کی تربیت میں صبر و استقامت کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ کی مہربانی سے ایک دن عمران بھائی نے خوشخبری سنائی کہ نعمان تمام بچے تیار ہیں، تم اپنا زادِ راہ لے لو، مرکز سے تم لوگوں کے لئے اجازت نامہ آگیا ہے۔ امی جی میں نے دو جوڑی کپڑے لئے، تیل کی شیشی، کنگھا، مسواک، صابن اور سویٹر وغیرہ لے لیا، کیونکہ جس

علاقے میں ہم تربیت کے لئے جا رہے تھے وہاں گرمیوں میں بھی شدت کی سردی ہوتی ہے۔ راستہ بھی کافی دشوار گذار تھا۔ لیکن راستے میں تمام ساتھی جہاد کے بیانات پڑھتے رہے۔ کبھی باری باری ہم نے قرآن سنایا۔ امی جی! آپ کافی کھانا بنا کر میرے لئے رکھ گئیں تھیں اور دودھ کے ڈبوں کی بھی لائن لگی ہوئی تھی۔ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر یہ احساس ہوا کہ آپ میری خوراک کا کتنا خیال رکھتی ہیں۔ لیکن ہم تربیت پر جا رہے تھے، ہمیں وہاں جہاد کی تربیت لینی ہے، ان تمام باتوں کو سوچ کر میں نے کچھ دودھ کے ڈبے، بسکٹ اور کچھ کھانا لیا، جو راستے میں ہمارے کام آیا۔ سفر کے دوران ہم سب ساتھی نمازیں پڑھتے رہے۔ سفر کی رات کچھ سوتے اور کچھ جاگتے گذری۔ مرکز پہنچنے کی خوشی بہت زیادہ تھی۔ آخر ہمارا سفر ختم ہوا اور ہم اپنے تربیتی مرکز پر پہنچ گئے۔ مرکز میں ہمارے کافی اساتذہ تھے، جنہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ سب سے بڑے استاد محترم (امیر) نے فرمایا ایک دن اور ایک رات آپ آرام کریں، اس عرصہ میں آپ کا کام صرف یہ ہے کہ آپ نمازیں پڑھیں، قرآن کی تلاوت کریں، جہاد کے بیانات پڑھیں، کھانا کھائیں اور آرام کریں۔ اس کے بعد آپ کی تربیت کا آغاز ہوگا۔ ابھی سے اپنے ذہن و دل کو تیار کرلیں، کیونکہ تربیت بڑی سخت ہوتی ہے۔ آپ ان سختیوں کے لئے تیار رہیں۔ سختیوں سے مراد مار پٹائی نہیں ہے۔ بلکہ جہادی تربیت بڑی سخت ہوتی ہے۔ آپ نے یہاں آنے سے قبل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے واقعات سنے اور پڑھے ہوں گے۔ ان کے صبر، محنت اور جذبہ کو سامنے رکھنا اور ہمارے لئے سب سے بڑی مثال ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ہے، جنہوں نے میدان جنگ میں ہر قسم کی سختیاں برداشت کیں، لیکن حرف شکایت زباں پر نہ لائے۔ نوجوان مجاہدو! آپ اپنے گھروں کے آرام اور آسائشات کو چھوڑ کر ان برف پوش وادیوں میں صرف اپنے پروردگار کو راضی کرنے کے لئے آئے ہو۔ یاد رکھو! اگر تم نے اپنی خواہشات کو اللہ کی رضا پر قربان کردیا تو پھر تمہارے لئے کوئی مشکل نہیں رہے گی۔

دوسری رات میں اور میرے ساتھی تہجد کے وقت اٹھے، وضو کیا، نماز تہجد اور قرآن کی تلاوت سے فارغ ہوئے، پھر کچھ دیر آرام کیا۔ پھر ہمارے پرانے ساتھیوں نے بتایا کہ اب پانی لینے نیچے جانا ہوگا، ہمارا تربیتی کیمپ کافی اونچائی پر تھا، ہم احتیاط کے ساتھ تیزی سے نیچے

اترتے رہے۔ ہم سب کی زبانیں سبحان اللہ کا ورد کررہی تھیں، یہی وجہ ہے کہ خطرناک راستوں کے باوجود ہم اللہ کی حفاظت میں نیچے اس مقام تک پہنچ گئے، جہاں پانی تھا۔ پانی لے کر اوپر چڑھنا کافی مشکل مرحلہ تھا (اس سے قبل ہم نے اس طرح کبھی پانی نہیں اٹھایا تھا) لیکن اللہ اکبر کا ورد کرتے ہوئے ہم اوپر چڑھتے رہے اور اس مبارک ورد نے ہماری مشکل آسان فرمادی۔ جب ہم اوپر پہنچے تو اذان فجر کی آواز فضا میں گونجنے لگی، سردی کافی شدید تھی، لیکن سب ذوق و شوق سے وضو کرنے کے بعد رب کائنات کی خوشنودی کے لئے صفوں میں کھڑے ہونے لگے۔ امام صاحب جب قیام میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگے تو ہماری روحوں کو ایک نئی توانائی کا احساس ہوا۔ نماز فجر کے بعد ایک استاد نے جہاد کی فضیلت پر بیان کیا، پھر تیزی سے چلنے کا حکم دیا۔ یہ تربیت کا بڑا انوکھا انداز تھا، ہم اس طرح استاد کے پیچھے پہاڑی علاقے میں دوڑ رہے تھے جیسے بچپن اور لڑکپن انہی وادیوں میں گذرا ہو۔ تیز چلنے کی وجہ سے جسم میں حرارت پیدا ہوئی، پھر ایک ہموار اور وسیع علاقے میں فائرنگ کی مشقیں کرائی گئیں۔ میرا دل کیف خوشی سے سرشار تھا، ایک طویل عرصہ سے میری خواہش تھی کہ میں اللہ کے حکم پر اسلحہ اٹھاؤں اور بہترین و مشاق نشانہ باز بنوں اور پھر مجھے اللہ کریم کی طرف سے اعزاز مل جائے اور میں اللہ کا سپاہی کہلاؤں اور اس طرح میری پیاری امی کی برسوں پرانی خواہش پوری ہو جائے۔ مشقیں ختم ہوئیں تو ناشتہ کے لئے سب ساتھی جمع ہوگئے، سویاں پکی ہوئی تھیں (میں سویاں نہیں کھاتا تھا) اس لئے میں نے رات کی روٹی بچا کر رکھی تھی۔ روٹی ٹھنڈی ہو کر سوکھ گئی تھی، لیکن میں نے دودھ میں بھگو بھگو کر روٹی کھالی (میرے ساتھیوں کو پتہ چلا کہ میں چائے نہیں پیتا تو انہوں نے صرف قہوہ پی لیا اور اپنی چائے کا دودھ مجھے دے دیا۔ یہ ایثار بھی جہاد ہی کا ایک حصہ ہے) صبح سے دوپہر، دوپہر سے سہ پہر اور پھر رات تک، تربیت، مواعظ، تلاوت، نمازیں اور تسبیحات، یہ مبارک سلسلہ چلتا رہا۔ اسی طرح مبارک ساعتیں گذرتی رہیں، ایک دن ایک استاد محترم (کمانڈر، سالار، امیر) نے کہا کہ آج آپ لوگوں کا ایک ٹیسٹ لینا ہے، یہ ایک ہینڈ گرنیڈ ہے اسے نیچے کھائیوں میں پھینکنا ہے، لیکن اس بات کا خیال رہے کہ یہ وقفہ بہت مختصر ہوگا، پن نکالتے ہی ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر اس گرنیڈ کو پھینکنا ہوگا، آپ میں سے کون یہ اہم کام انجام دے گا۔ یاد رکھئے ذرا

سی تاخیر ہوئی تو یہ گرنیڈ ہاتھ میں ہی پھٹ جائے گا اور پھر انجام تو آپ سب کی سمجھ میں آگیا ہوگا۔ تمام لڑکے خاموش کھڑے رہے، میں آگے بڑھا، استاد نے کہا نوجوان اچھی طرح سوچ لو، یہ کافی مشکل کام ہے۔ میں نے ادب سے جواب دیا میں ان شاءاللہ پوری کوشش کرتا ہوں کہ آپ کی توقعات پر پورا اتروں۔ استاد کی آنکھوں میں ایک لمحہ کے لئے ایک جگنو سا چمکا اور وہ گرنیڈ انہوں نے میرے ہاتھ میں دیدیا۔ میں نے اللہ کا نام لے کر بہت تیزی سے پن نکالی اور نیچے کھائی میں ہینڈ گرنیڈ کو اپنی پوری قوت سے اچھال دیا۔ دھماکہ بہت زوردار تھا، استاد محترم اور ہم سب لڑکوں نے دیکھا، نیچے کافی بڑا سا گڑھا بن گیا تھا۔ استاد نے میری کمر تھپتھپائی تو مجھے لگا جیسے میرے جسم میں کئی سی سی خون بڑھ گیا ہو۔ ابی جی! مجھے آج بھی ایسا لگتا ہے کہ میرے استاد شفقت سے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیر رہے ہوں، وہاں کی تربیت میں انسان اس طرح ہو جاتا ہے جس طرح سونا آگ میں تپ کر کندن بن جاتا ہے۔

ایک دن ہماری صبح کی مشقیں چل رہی تھیں کہ استاد محترم نے تھیلے میں سے ایک سوکھی سی روٹی نکالی اور سب کی طرف دیکھ کر مخاطب ہوئے، اس کو دیکھ رہے ہو یہ ایک گول سی چیز ہے دنیا اس کے پیچھے بھاگتی ہے۔ لیکن تم اس کے پیچھے کبھی نہ بھاگنا، اللہ تعالیٰ تو پتھر کے کیڑے کو بھی رزق عطا فرماتا ہے، تمہاری دوڑ فتح و نصرت اور شہادت کی طرف ہونی چاہئے۔ سب سے بڑی خوشخبری تو یہ ہے کہ مجاہد قتل ہو جانے کے باوجود زندہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ، بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (آل عمران: آیت ۱۶۹)

"جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل (شہید) کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں"

(شہداء کی یہ زندگی حقیقی ہے یا مجازی، یقیناً حقیقی ہے لیکن اس کا شعور اہل دنیا کو نہیں، جیسا کہ قرآن نے وضاحت کردی ہے ملاحظہ ہو (سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۴) پھر اس زندگی کا مطلب کیا ہے؟ بعض کہتے ہیں قبروں میں ان کی روحیں لوٹائی جاتی ہیں اور وہاں اللہ کی

نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، بعض کہتے ہیں جنت کے پھلوں کی خوشبو انہیں آتی ہے۔ جن سے ان کے مشام جان معطر رہتے ہیں۔ لیکن حدیث سے ایک تیسری شکل معلوم ہوتی ہے، اس لئے وہی صحیح ہے، وہ یہ کہ ان کی روحیں سبز پرندوں کے جوف یا سینوں میں داخل کردی جاتی ہیں اور وہ جنت میں کھاتی پھرتی ہیں اور اس کی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہیں۔
(فتح القدیر، بحوالہ صحیح مسلم، کتاب الإمارة)

استاد محترم فرمانے لگے مجاہدو! یاد رکھنا، یہاں تم جہاد کی تربیت لینے آئے ہو۔ نیت پاک و صاف رکھنا، کچھ لڑکے تربیتی کیمپ میں صرف اس لئے آتے ہیں کہ یہاں سے تربیت حاصل کریں اور پھر اپنی دہشت گرد تنظیموں کے کمانڈو بن جائیں۔ لیکن اللہ کے سپاہیوں انسان، انسان کو تو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن اللہ کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ چند ہی دنوں میں وہ یہاں کی مشقتوں سے گھبرا جاتے ہیں کیونکہ ان کا مقصد دنیا کی چاہت ہے۔ اگر ان کا مقصد اللہ کی چاہت ہوتی تو اس راستے کی ہر تکلیف کو وہ ہنسی خوشی برداشت کر لیتے۔ جہاد فی سبیل اللہ کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا "اگر تم چاہو تو میں تمہیں کسی کام کی اصل (یعنی اس کا سر) اس کا ستون اور اس کے کوہان کی بلندی نہ بتاؤں" میں نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے اے اللہ کے رسول ﷺ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "پورے کام (یعنی دین) کا سر (یعنی اصل) اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے"
(المستدرک، مسند احمد، ترمذی)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اسلام کی چوٹی کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس بلندی کو وہی پائے گا جو ان میں سب سے افضل ہوگا۔" (الطبرانی)

اللہ کے شیرو! تم اپنے گھروں کا آرام چھوڑ کر جہاد کی تربیت کے لئے آئے ہو، اپنے ماں باپ، بہن بھائی اور ان کی چاہتیں چھوڑ کر آئے ہو۔ یاد رکھو! اب تمہیں اپنی تمام تر توجہ جہاد پر رکھنی ہے، اگر تم نے اپنی تمام دلچسپی تربیت پر صرف کردی تو تم ان شاءاللہ بہترین

مجاہد بن جاؤ گے۔ اس تربیت میں تمہیں یہ بھی بتایا جائے گا کہ صبر و تحمل کسے کہتے ہیں۔ دشمن پر کس طرح ضرب لگائی جاتی ہیں، سرحدوں پر کس طرح پہرہ دیا جاتا ہے، میدان جنگ میں کن تدبیروں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بھی بتایا جائے گا کہ امیر کی اطاعت کتنی ضروری ہے کیونکہ امیر کی بات نہ مان کر مجاہد بہت سی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جہاد کی خوشبو سے اپنے ذہن و دل کو بسانے والے مجاہدو! جب دشمن کے ساتھ مقابلہ کرو تو بہادری سے کرنا، ان کے سامنے کبھی گھٹنے نہ ٹیکنا، ان کی تعداد اور سامان حرب سے نہ گھبرانا، جنگ تعداد اور ہتھیاروں سے نہیں جذبہ سے لڑی جاتی ہیں۔ اللہ کا سپاہی صرف اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ جنگ کا میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار نہیں کرتا۔ اس کی تفصیل سمجھانے کے لئے میں تمہارے سامنے قرآن کی یہ آیات پڑھتا ہوں ان کو غور سے سنو اور پھر اللہ کے فرمان پر پورا پورا عمل کرو:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ○ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ (سورۃ الانفال: آیات ۱۵،۱۶)

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دوبدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا" (زَحْفًا کے معنی ہیں ایک دوسرے کے مقابل اور دوبدو ہونا، یعنی مسلمان اور کافر جب ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہوں تو پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے "سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو!" ان سات میں ایک "مقابلے والے دن پیٹھ پھیر جانا ہے")

(صحیح بخاری، کتاب الوصایا و صحیح مسلم، کتاب الایمان)

ترجمہ: "اور جو شخص اس موقع پر پشت پھیرے گا، مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا جو (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنٰی ہے۔ باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آ جائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔"

(گذشتہ آیت میں پیٹھ پھیرنے سے جو منع کیا گیا ہے دو صورتیں اس سے مستثنٰی ہیں: ایک تحرف کی اور دوسرے تحیز کی۔ تَحَرُّف کے معنی ایک طرف پھر جانا۔ یعنی لڑائی میں جنگی چال کے طور پر یا دشمن کو دھوکے میں ڈالنے کی غرض سے لڑتا لڑتا ایک طرف پھر جائے، دشمن یہ سمجھے کہ شاید یہ شکست خوردہ ہو کر بھاگ رہا ہے۔ لیکن پھر وہ ایک دم پینترا بدل کر اچانک دشمن پر حملہ کر دے۔ یہ پیٹھ پھیرنا نہیں ہے بلکہ یہ جنگی چال ہے جو بعض دفعہ ضروری اور مفید ہوتی ہے۔ تَحَيُّز کے معنی ملنے اور پناہ لینے کے ہیں، کوئی مجاہد لڑتا لڑتا تنہا رہ جائے تو بہ لطائف الحیل میدان جنگ سے ایک طرف ہو جائے تاکہ وہ اپنی جماعت کی طرف پناہ حاصل کرے اور اس کی مدد سے دوبارہ حملہ کرے۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، یعنی مذکورہ صورتوں کے علاوہ کوئی شخص میدان جنگ سے پیٹھ پھیرے گا اس کیلئے یہ سخت وعید ہے) (اردو ترجمہ، مطبوعہ قرآن، مدینہ منورہ)

اس کے بعد استاد محترم نے ایک حدیث سنائی:

☆ "جب مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہو تو ان کے لئے کسی حال میں فرار ہونا اور پیچھے ہٹنا جائز نہیں" کیونکہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "بارہ ہزار کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو گا۔" (ابوداؤد، ترمذی، السنن الکبریٰ)

نعمان کہنے لگا امی جی جب رات ہوئی اور ہم سب نماز اور کھانے کے بعد جمع ہوئے تو مجھے اس حدیث کے حوالے سے آپ کا بتایا ہوا ایک واقعہ یاد آ گیا جو میں نے اپنے ساتھیوں کو بھی بتایا۔ امی جی جب میں نے انہیں بتایا کہ افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر نے ۹۲ ہجری میں طارق بن زیاد کو سات ہزار کا لشکر دے کر اسپین کی طرف روانہ کیا تھا۔ لیکن طارق بن زیاد کے جاسوسوں اور کاونٹ جولین (یہ مسلمان کا طرفدار بنا ہوا تھا) نے یہ خبر دی کہ راڈرک (اسپین کا بادشاہ) ایک لاکھ فوج کے ساتھ دریائے گواڈالیٹ کے کنارے پہنچنے والا ہے تو طارق بن زیاد نے موسیٰ بن نصیر سے کمک بھیجنے کی درخواست کی تو موسیٰ بن نصیر نے پانچ ہزار کا لشکر طارق کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ اس طرح مسلم افواج کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی

جبکہ دوسری طرف دشمن کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ ای جی میں نے انہیں بتایا کہ طارق بن زیاد ایک سچا اور پکا مسلمان تھا، وہ ایک بہادر اور مدبر سپہ سالار کی طرح اللہ پر بھروسہ کرکے میدان جنگ میں اترا تھا، مسلمانوں کا جذبہ تھا، فتح یا شہادت۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی، ایک لاکھ فوجیں شکست خوردہ ہو کر ہتھیار پھینکنے لگیں اور بارہ ہزار کا لشکر جذبۂ ایمانی کی وجہ سے فاتح لشکر قرار پایا۔ راڈرک اس جنگ میں مارا گیا یا دلدل میں پھنس کر مر گیا۔ ای جی حدیث کی روشنی میں اندلس کی پہلی فتح میں بارہ ہزار کا لشکر فتح کا پرچم لہرانے والا تھا۔ اس واقعہ کو سن کر میرے ساتھیوں کے حوصلے بہت بلند ہوئے۔

ای جی! ہم جب تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو نماز پڑھ کر تلاوت و تسبیحات میں لگ جاتے۔ پھر نماز فجر کے بعد ہماری تربیت شروع ہو جاتی۔ رات کے بعد جب صبح ہوتی تو ہر دن کا سورج ہمیں بہادری کی نئی نوید سناتا۔ ہمارا تربیتی کیمپ بڑی خوبصورت وادی میں تھا، سردی کی شدت کبھی کبھی بہت زیادہ محسوس ہوتی، لیکن پھر ہمارے سالار جب ہمیں جنگی تربیت دیتے تو ہمیں اپنی رگوں میں خون گردش کرتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ اب میں آپ سب کو بڑی حیرت انگیز بات بتاؤں کہ میں نے کبھی اپنے ہاتھوں سے اپنے کپڑے نہیں دھوئے تھے، لیکن وہاں ہر مجاہد اپنے کپڑے خود دھوتا، ہم خود ہی اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے۔ بعض ساتھی کھانا پکاتے تھے، وہاں ہم خندقیں بھی کھودتے تھے۔ یہ تمام تربیت بھی ہمیں اپنے اساتذہ کی طرف سے ملتی تھی، پھر نعمان نے ایک اور واقعہ سنایا۔ کہنے لگا ای جی ایک دن ہم کیمپ کے کسی کام سے وادی کے نیچے والے حصے میں گئے، یہاں باقاعدہ بستی تھی اور کافی بڑی آبادی تھی (لیکن جہاں ہماری تربیت ہوتی وہاں اور لوگوں کو رہنے کی اجازت نہیں تھی) وادی کے اس حصے میں تربیتی کیمپ کے مقابلے میں سردی کم تھی، لیکن پھر بھی وہاں سب نے گرم کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جس سے ہمیں اس بات کا احساس ہوا کہ سردی تو ہے لیکن ہمیں مشقوں کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتی۔ ہم وہاں اپنا کام کرکے لوٹنے لگے تو اسی وقت ایک تبلیغی جماعت آگئی۔ انہوں نے سوئٹر اس پر گرم کوٹ اور چادریں اوڑھی ہوئی تھیں۔ ہم صرف شلوار قمیص اور ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہمیں حیرت سے دیکھا پھر اپنے قریب بلایا اور ہماری کمر پہ ہاتھ پھیر کر دیکھنے لگے کہ شاید ہم نے قمیصوں کے نیچے سوئٹر پہن

رکھے ہیں، لیکن انہیں کمر پہ ہاتھ لگا کر اندازہ ہوا کہ ہم صرف کپڑے پہنے ہوئے ہیں تو انہیں بہت تعجب ہوا۔ نعمان کے ابو نے پوچھا بیٹا کیا آپ کو سردی نہیں لگتی تھی۔ نعمان نے جواب دیا جی ابو ہم زیادہ تربیت میں اور فائرنگ میں مصروف رہتے تھے (فائرنگ بھی تربیت کا ایک حصہ ہے) جس کی وجہ سے ہمیں موسم کی ٹھنڈک کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ رات کو ہم اپنے کیمپوں سے باہر پہرہ دیتے (پہرہ کی باری لگتی تھی) تو اس وقت بھی ہمیں سردی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ وہاں ہم نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیا۔ ان قیمتی لمحات کو ہم کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ آپ سب میرے لئے اور میرے ساتھیوں کے لئے دعا کیجئے گا کہ ہمارا رب ہمیں استقامت عطا فرمائے اور جو کچھ ہم نے سیکھا ہے اس پر جلد ہی اپنی جہادی زندگی میں عمل کریں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے جو درس ہمیں دیا ہے، ای جی وہ سبق میں ہر مسلم تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ تب میں نے کہا نعمان بیٹا کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو خیالات کسی مسلمان کے ذہن میں آتے ہیں، وہی کسی اور مسلمان کے الفاظ بن جاتے ہیں۔ اب سنو جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو وہ خیالات میرے دل کی کس طرح آواز بن گئے۔ سنو بیٹا تم بھی کہنا چاہتے ہو نا؟

ظلمت کے ہر نشاں کو مٹا کر رہیں گے ہم
پردہ حقیقتوں سے اٹھا کر رہیں گے ہم
سرکار دو جہاں نے سکھایا ہے جو ہمیں
وہ درس حق جہاں کو سکھا کر رہیں گے ہم

میرا قطعہ سن کر نعمان کہنے لگا ای جی! میں ان شاء اللہ آپ کے خیالات کے مطابق ظلمت کے ہر نشان کو مٹا کر رہوں گا۔ بس آپ میرے لئے دعا کریں کہ میں نبی ﷺ کا سچا پیروکار بن جاؤں اور اللہ تعالیٰ مجھے اسلام کا سچا خادم بنا دے (آمین) اور میں مجاہدین کے ہر اس کارواں کے ساتھ شامل ہونا چاہتا ہوں جو اسلام دشمن عناصر کی ہر سازش کو ختم کرکے انہیں ذلت آمیز شکست سے دوچار کردے۔ ای جی! میرے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ میری تمناؤں اور آرزوؤں کو پورا فرما دے۔ میں نے کہا آمین۔ اور پھر میں نے نعمان سے کہا، میرے بیٹے میں تو جاگتی آنکھوں بھی تمہیں جہاد کے لشکروں میں ایک مجاہد کی حیثیت سے

دیکھتی رہتی ہوں۔ کہیں تم گھوڑا دوڑاتے ہوئے نظر آتے ہو اور کہیں تمہاری کلاشنکوف دشمنوں کے سینوں میں سوراخ کرتی نظر آتی ہے۔ میں تو تمہارے لئے ہمیشہ اپنے معبود حقیقی سے دعا کرتی ہوں کہ تم ظاہری اور باطنی طور پر اللہ کے سپاہی بن جاؤ۔ اللہ کی قدرت دیکھو میں نے ایک نظم تمہارے اوپر لکھی تھی، جس کا عنوان ہی "اسلام کے سچے خادم" ہے اور خیالات کی مماثلت دیکھو تم نے ابھی کچھ دیر پہلے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اسلام کا سچا خادم بنادے۔ اب تم بھی دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کی پکار کو قبول فرمائے۔ آمین۔

اب نظم سنو۔

"اسلام کے سچے خادم"

عزم و یقیں کی مشعل جو آنکھوں میں تمہارے روشن ہے
وہ تو تمہاری عظمت کی ہر آن گواہی دیتی ہے
موڑ دیا ہے تم نے رُخ ہر سیلِ رواں کے دھارے کا
آج بھڑک کر شمع کی لو یہ اپنی زباں میں کہتی ہے
تم اسلام کے سچے خادم آگے بڑھتے جاؤ گے
کوہ گراں کے سینوں پر تم پل میں چڑھتے جاؤ گے
کوئی بھی طاقت اپنے حرم کو جب بھی ڈھانے آئی ہے
اس کا کیا انجام ہوا یہ سارے جہاں نے دیکھا ہے
تم اسلام کی خاطر جب گردابِ بلا سے کھیلے ہو
تم کو خدا کی نصرت نے یہ کہہ کر پار اتارا ہے
تم اسلام کے سچے خادم آگے بڑھتے جاؤ گے
کوہ گراں کے سینوں پر تم پل میں چڑھتے جاؤ گے

میری یہ نظم سن کر نعمان کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔ وہ آگے بڑھا اور میرے ہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں سے لگالئے (ہم دونوں ماں بیٹا خوشی کے باوجود اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے

اور ہماری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے) مجھے اپنے مجاہد بیٹے کا محبت سے بھرپور یہ انداز اتنا اچھا لگا کہ آج تک یہ نقش میرے دل کی گہرائیوں میں محفوظ ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ محفوظ رہے گا۔
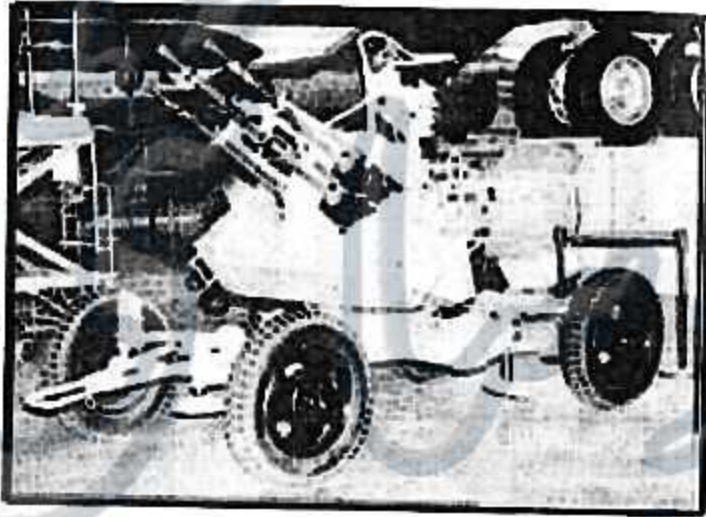
"نعمان کا شوقِ جہاد"

نعمان جب سے تربیتی کورس (جہادی تربیت) کر کے آیا تھا تو میں اس کی خوراک کا پہلے سے بھی زیادہ خیال کرنے لگی۔ کشمیر سے واپس آنے کے بعد اس نے دوبارہ باڈی بلڈنگ کا سلسلہ شروع کیا تو ہفتہ دس دن میں ہی اس کا جسم دوبارہ بھر گیا (حالانکہ نعمان بار بار مجھے یقین دلاتا تھا کہ میری امی میں دبلا نہیں ہوا ہوں بلکہ میرا جسم ٹھوس ہو گیا ہے۔ لیکن ماں اپنی مامتا سے مجبور ہوتی ہے) صبح سے دوپہر نعمان کا وقت یونیورسٹی میں گذرتا (جہاں وہ ایم کام کر رہا تھا) پھر باقی وقت میں وہ مرکز جہاد پر جاتا وہاں سے واپسی میں اپنے کلب جاتا۔ اپنی نمازوں کا خیال کرتا اور روزانہ قرآن کا دور کرتا۔ دوپہر اور رات کو وہ میرے پاس آکر بیٹھتا، میرے پیر دباتا اور اپنے ابو کے کندھے دباتا (اس نے میری اور اپنے والد کی خدمت کرنا اپنا

معمول بنالیا تھا) رات کو نعمان روزانہ جہاد کے واقعات سناتا۔ تینوں بچے اور قاضی صاحب بھی اسی کمرے میں آجاتے، اکثر جہاد کی کیسٹیں لاتا اور ہم سب کو سناتا۔ اکثر مجھ سے بہت لاڈ کرتا اور کہتا امی جس وقت میں گھر میں موجود ہوں آپ کا اس وقت جو بھی کام ہو اس کے لئے کسی سے نہ کہیں، بس آپ اپنی انگلی سے دیوار پر ضرب لگائیں میں فوراً حاضر ہو جاؤں گا (میرے اور نعمان کے کمرے کے درمیان ایک دیوار ہے، میرا پیارا بچہ اللہ اُسے ہمیشہ خوش رکھے اور دین و دنیا کی عافیت عطا فرمائے اور اپنے سپاہی کو غازی بنا کر لوٹائے۔ آمین) میرا مجاہد بہت حساس ہے۔ میں جب انگلی سے دیوار میں ہلکی سی ضرب لگاتی تو وہ فوراً میرے کمرے کے دروازے پر آتا اور بڑے پیار سے کہتا "جی امی!" اس کی اس پیاری سی آواز پر میری روح اندر تک پر سکون ہو جاتی میں کبھی اس سے پانی مانگتی یا باہر سے کوئی چیز لانے کا کہتی تو میرا مجاہد دوڑ کر سارے کام کر دیتا (اللہ تعالیٰ اس کے بھی سارے کام بنائے اور اس کے راستے میں جو رکاوٹیں ہوں ان کو دور فرمائے۔ آمین)

ایک دن بڑے جوش و خروش سے گھر میں داخل ہوا۔ میں نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا تو مجھے ایسا لگا جیسے ہزاروں کلیاں کھل کر پھول بن گئی ہوں اور اس کی آنکھیں چراغوں کی طرح لو دے رہی تھیں۔ سلام کرنے کے بعد فوراً میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔ میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا میرا بیٹا اپنی امی کو اپنی خوشی کے بارے میں نہیں بتائے گا؟ تو کہنے لگا امی ضرور بتاؤں گا۔ میں ابھی مرکز جہاد سے آرہا ہوں وہاں مولانا فضل محمد صاحب اور جمیل بھائی (مفتی محمد جمیل خان) نے جہاد کے موضوع پر تقریر کی۔ امی جی! آپ کو تو پتہ ہے مولانا فضل محمد اور جمیل بھائی دونوں ہی پر جوش تقریر کرتے ہیں کہ وہاں موجود ہر لڑکا جہاد پر جانے کے لئے فوراً تیار ہو جاتا ہے۔ امی جی! جب تقریر ختم ہوئی تو لوگوں نے ان سے مصافحہ کیا، میں بھی آگے بڑھا اور مولانا فضل محمد صاحب اور جمیل بھائی کو سلام کیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو جمیل بھائی غور سے مجھے دیکھنے لگے۔ پھر اُن سے برداشت نہ ہو سکا تو فوراً کہنے لگے مجھے تمہاری شکل کافی جانی پہچانی سی لگ رہی ہے۔ میں نے کہا جی ہاں مجھے احمد نعمان قاضی کہتے ہیں۔ ابھی میرا جملہ مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور کہنے لگے ماشاءاللہ اب تو تم پہچانے بھی نہیں جا رہے۔ لڑکپن میں دبلے

پتلے ہوتے تھے۔ میں نے کہا جی آپ نے صحیح فرمایا، اصل میں بات یہ ہے کہ اب میں مجاہد بن گیا ہوں اور مرکز کی طرف سے منتظر ہوں، جیسے ہی اللہ کا حکم ہوا فوراً جہاد پر چلا جاؤں گا۔ آپ میری کامیابی کے لئے ضرور دعا کیجئے گا۔ جمیل بھائی نے کہا ضرور کروں گا اور پھر ابو کی اور آپ کی خیریت پوچھنے لگے۔ امی جی! جیسے ہی میں نے ان سے کہا کہ میں مجاہد بن گیا ہوں تو وہ بہت خوش ہوئے اور میرے سر پر ہاتھ پھیر کر مجھے دعا دینے لگے۔ امی اس لئے میں بہت خوش ہوں۔ جب استاد بھی شاگرد سے خوش ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ میں نے کہا بیشک۔ نعمان کافی دیر تک میرے پاس بیٹھ کر باتیں کرتا رہا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب افغانستان میں دوبارہ جہاد ہو رہا تھا۔ ایک طرف اللہ کی رضا کے لئے میدان جنگ میں اترنے والے طالبان تھے اور دوسری طرف منافقوں کی لمبی قطاریں (ربانی، حکمت یار، دوستم، جنرل نجیب، جنرل عبدالمالک، حزب وحدت اور احمد شاہ مسعود) تھیں۔ نعمان بڑے ذوق و شوق سے روزانہ ریڈیو پر بی۔ بی۔ سی سنتا اور طالبان کی ہر فتح پر اس کی خوشی کا عالم ہی کچھ عجیب ہوتا تھا۔ اس کی خوشی بچوں کی طرح تھی، جیسے بچہ اپنی کسی کامیابی پر گھر کے ایک ایک فرد سے جب تک خراج تحسین وصول نہ کرلے تو وہ چین سے نہیں بیٹھتا۔ یہی عالم نعمان کا تھا جب مجاہدین کی شہادت کی خبر سنتا تو وہ خاموش ہو جاتا۔ (حالانکہ شہادت ایک بہت بڑا درجہ ہے لیکن انسان کی فطرت ہے کہ وہ ملول ہو جاتا ہے) پھر ایک دن وہ مبارک لمحات آگئے جب جنرل نجیب مجاہدین کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس وقت پوری دنیا نے طالبان کے لئے بڑی باتیں بنائیں کہ یہ کیسے مسلمان ہیں جو اپنے ہی بھائیوں کو قتل کر رہے ہیں۔ ان کے ذہن اس جہاد کو قبول ہی نہیں کر رہے تھے لیکن نعمان اور اسی جیسے ہزاروں بچے اور پکے مجاہدین اور مسلمان مرد، عورتیں اور بچے بہت خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ نے طالبان کو بہت بڑی فتح و نصرت عطا فرمائی ہے۔ نعمان کہنے لگا امی جی جس طرح افغانستان میں مجاہدین نے روس کی طاقت کا طلسم توڑا تھا اور ان پر ثابت کر دیا تھا کہ ہمارا ایمان تمہاری توپوں اور بموں سے زیادہ طاقتور ہے۔ آپ دیکھئے گا اسی طرح ان شاء اللہ طالبان اس بات کو ثابت کر دیں گے کہ ان کا مقصد افغانستان میں اسلامی حکومت قائم کرنا اور روس میں موجود مسلم ریاستوں کو آزادی دلانا ہے۔ امی جی! مجھے اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ جیسے روس سے جہاد کرنے کے لئے پوری

دنیا سے مجاہدین افغانستان پہنچ گئے تھے، اسی طرح طالبان کی مدد کے لئے ہر طرف سے مجاہدین افغانستان پہنچیں گے اور الحمد للہ پہنچ بھی رہے ہیں۔ امی جی میرے لئے دعا کیجئے کہ میں اسلام کا تیر بن جاؤں اور اسلام دشمن عناصر کے سینوں کو چھلنی کر دوں۔ میں نے آمین کہا۔ پھر کہنے لگا امی جی! آپ دعا کیجئے کہ پوری مسلم قوم جہاد کے لئے اٹھ جائے تاکہ جہاد ترک کرنے کی وجہ سے جو خرابیاں ہمارے اندر پیدا ہو گئی ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ ہم میں سے ہر مجاہد یہ جذبہ رکھے کہ اس کی جان اللہ کی راہ میں قربان ہو جائے۔ پھر فوراً دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا امی جی میں نے ایک حدیث آج پڑھی ہے، آپ بھی سنئے ہو سکتا ہے اس سے قبل آپ نے یہ حدیث پڑھی ہو، لیکن بار بار سننے سے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "ایک وقت آئے گا جب قومیں تم پر حملہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح مدعو کریں گی جیسے بعض، بعض کو کھانے کے دستر خوان کی طرف دعوت دیتے ہیں۔" صحابہ نے سوال کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) کیا وہ لوگ اس لئے ہم پر حملہ آور ہوں گے کہ ہم تعداد میں کم ہوں گے؟ فرمایا "نہیں! اس وقت تمہاری تعداد بہت زیادہ ہو گی، لیکن تمہارا حال ایسا ہو گا جیسے سیلاب کے پانی پر جھاگ۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھا لے گا کیونکہ تم میں "وَھَن" پیدا ہو جائے گا۔ عرض کیا "وَھَن" کیا چیز ہے؟ فرمایا نبی ﷺ نے "حُبُّ الدُّنیَا وَکَرَاھِیَۃُ المَوْتُ" یعنی دنیا سے محبت اور راہ حق میں جان دینے سے کراہیت۔" (مشکوۃ)

امی جی! اس وقت چاروں طرف سے غیر مسلم، مسلمانوں کی حکومتوں کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ اس کی وجہ بھی دنیا کی محبت ہے، اس دور کا مسلمان دنیا کی محبت اپنے دل میں لئے بیٹھا ہے، اس لئے انھیں اپنی جان بہت پیاری ہے۔ میری تو دعا ہے کہ تمام مسلم برادری کے نوجوان بیدار ہو جائیں اور وہ اس بات کو سمجھ لیں کہ ہم اللہ کے سپاہی ہیں۔ ہم سب مل کر اسلام کی سپاہیانہ زندگی کو اپنا مقصد حیات بنالیں، یہی مقصد جہاد ہے۔ جہاد ہر مسلمان کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور پہلا فرض ہے۔ وہ مسلمان جو اپنے آپ کو اللہ کا سپاہی کہتا ہے، وہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور تمام فرض، سنتوں کی پابندی کرتا ہو، مگر جہاد نہ کرتا ہو تو اس کی حیثیت ایک ناکارہ اور بے کار سپاہی جیسی ہے، بلکہ اسے سپاہی کہنا ہی نہیں چاہئے۔ امی جی میں

تو ایسا سپاہی بننا چاہتا ہوں جو نماز، روزہ، حج زکوۃ اور جہاد کو اپنی زندگی بنا لے۔ ایسا کرنے سے "وَھَن" ختم ہو جاتا ہے اور انسان کے دل میں یہ جذبہ موجزن ہوتا ہے کہ میں خالصتاً اللہ کی راہ میں جنگ کروں کیونکہ نبی ﷺ کی حدیث ہے:

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: "کوئی شخص مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے جنگ کرتا ہے، کوئی شہرت و ناموری کے لئے جنگ کرتا ہے، کوئی اپنی بہادری دکھانے کے لئے جنگ کرتا ہے، فرمائیے کہ ان میں سے کونسی جنگ اللہ کی راہ میں ہے؟" حضور اقدس ﷺ نے جواب دیا: "راہ حق کی جنگ تو صرف اس شخص کی ہے جو شخص اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے لڑے۔"

نعمان نے فوراً میری طرف دیکھا اور کہا امی جی! آپ میرے لئے کیا دعا کریں گی؟ تو میں نے کہا میرے بیٹے میں دعا کروں گی کہ "اے میرے رب میرا مجاہد بیٹا تیرے دین کا بول بالا کرنے کے لئے ہمیشہ جہاد کرے۔" نعمان میری بات سن کر خوش ہوا پھر اس نے نبی ﷺ کی ایک اور حدیث بیان کی

☆ "جو شخص مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ جہاد کی نیت اس کے دل میں آئی وہ نفاق کے ایک حصے پر مرے گا۔" (مسلم)

امی جی! سنئے سورۃ الصف میں اللہ تعالیٰ کیا ارشاد فرماتا ہے:

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ۔ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ الصف۔ آیت:۱۱)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔"

امی جی سورۃ محمد میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ

أَقْدَامَكُمْ ○ (سورہ محمد۔ آیت:۷)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔"

تفسیر: اللہ کی مدد کرنے سے مطلب، اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد ہے۔ کیونکہ وہ اسباب کے مطابق اپنے دین کی مدد اپنے مومن بندوں کے ذریعے سے ہی کرتا ہے۔ یہ مومن بندے اللہ کے دین کی حفاظت اور اس کی تبلیغ و دعوت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے۔ یعنی انہیں کافروں پر فتح و غلبہ عطا کرتا ہے۔ جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی روشن تاریخ ہے، وہ دین کے ہو گئے تھے تو اللہ بھی ان کا ہو گیا تھا۔ انہوں نے دین کو غالب کیا تو اللہ نے بھی انہیں دنیا پر غالب فرمایا۔ جیسے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۥ (سورہ الحج۔ آیت:۴۰)

ترجمہ: "اللہ اس کی ضرور مدد فرماتا ہے جو اس کی مدد کرتا ہے۔"

(اردو ترجمہ، مطبوعہ قرآن، مدینہ منورہ)

نعمان ہر روز مرکزِ جہاد کی رپورٹ مجھے سناتا۔ جو وعظ اس مقام پر علماء کرام دیتے وہ مجھے سناتا، مجھے اپنے مجاہد بیٹے پر بڑا پیار آتا، میں اللہ کا شکر ادا کرتی کہ "اے میرے رب! یہ تیرا احسان عظیم ہے کہ آج میرا بیٹا تقریر بھی کرتا ہے تو صرف تیری رضا کے لئے" اکثر و بیشتر وہ طالبان کی فتوحات اور کشمیری مجاہدین کے ایثار و جہاد کی داستانیں سناتا۔ پھر "ضربِ مومن" کے سلسلے نے ایمان و ایقان کو مزید استحکام بخشا۔ ابتدا میں "ضربِ مومن" پر لوگوں نے بڑے اعتراضات کئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ لوگ حق کی خواہ کتنی ہی مخالفت کریں ایک دن حق غالب آ کر رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نعمان کا ایک اور پسندیدہ مشغلہ بھی اپنی پوری آب و تاب سے جاری و ساری تھا کہ محلے کے لڑکوں کو جہاد کی تعلیم دیتا۔ اللہ کے کرم سے نعمان کے دوست شاہد کا چھوٹا بھائی راشد شبیر بھی آخرکار نعمان کی صحبت میں رہ کر اپنے دل میں جہاد کی محبت لئے تربیت کے مرکز تک پہنچ گیا۔ جن دنوں راشد کو تربیتی

مرکز کی طرف جاتا تھا، نعمان اکثر مجھ سے اجازت لے کر راشد کے ساتھ بازار جاتا، جب راشد کی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو اب راشد بھی بلاوے کے انتظار میں بے چین رہنے لگا۔ راشد کے گھر میں ابھی جہاد کے سلسلے میں کسی کا ذہن نہیں بنا تھا۔ البتہ نعمان جب راشد کے گھر جاتا تو اس کی والدہ کو جہاد کی فضیلت کے بارے میں ضرور بتاتا۔ اس فضیلت کو سن کر انہوں نے راشد کے لئے کل اختیار نعمان کو دیدیا تھا۔ یہاں تک کہ اپنے شوہر کو بھی انہوں نے اس بات کے لئے تیار کر لیا کہ راشد تربیتی کیمپ کی طرف چلا جائے۔ ایک دن نعمان میرے پاس آیا اور کہنے لگا امی جی! آپ وقت نکال کر راشد کی امی کو تسلی دینے ضرور جایئے گا۔ کیونکہ کل راشد تربیتی کیمپ کی طرف چلا گیا۔ امی جب میں راشد کو لینے اس کے گھر پہنچا تو راشد کی والدہ بہت رو رہی تھیں۔ میں نے کہا فیروزہ خالہ آپ تو خوش نصیب ہیں کہ آپ کے ایک بچے کے دل میں اللہ تعالیٰ نے جذبۂ جہاد پیدا فرمادیا۔ میں نے کہا آپ مجاہد راشد کو اللہ کے سپرد کریں اور خوشی سے اجازت دیں تو امی جی فیروزہ خالہ کہنے لگیں بیٹا تم میرے پاس آتے رہنا۔ تم میرے لئے راشد کی طرح ہو، پھر راشد گھر سے نکلنے لگا تو اپنی امی کو سلام کیا، اپنی بہن کے سر پر ہاتھ رکھا (مجاہد راشد کی چھوٹی بہن کو بھی اب تک جہاد سے گہری رغبت ہو چکی ہے اور اس وقت جب کہ میں "مجاہد تم کہاں ہو" لکھ رہی ہوں تو شازیہ (مجاہد راشد کی بہن) کا یہ حال ہے کہ ہر روز دعا کرتی ہے کہ "اے میرے رب! اس کتاب کو قبول فرما اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین) اور السلام علیکم کہہ کر گھر سے باہر نکلنے لگا۔ اس وقت فیروزہ خالہ سسک سسک کر رونے لگیں تو میں نے ان سے پھر کہا کہ آپ راشد کو اللہ کی حفاظت میں دیدیں۔ بیشک یہ آپ کا پیارا بیٹا ہے لیکن یہ اللہ کا سپاہی ہے، اللہ تعالیٰ خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔ آپ ماں ہیں، آپ جہاد میں راشد کی ثابت قدمی کی دعا کیجئے گا۔ فیروزہ خالہ میری بات سن کر اپنے آنسو صاف کرنے لگیں اور پھر راشد کے سر پر ہاتھ رکھ کر فی امان اللہ کہا۔ اور امی جی اس طرح الحمد للہ آج راشد تربیتی کیمپ کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر میں اُسے عمران بھائی کے پاس لے کر گیا کیونکہ عمران بھائی کے ساتھ راشد کو تربیتی کیمپ کی طرف جانا تھا۔

اس واقعہ کے بعد مجاہد راشد کی والدہ مجھ سے حقیقی بہنوں کی طرح محبت کرنے لگی ہیں

(اور اب تو ان کی یہ محبت کئی گنا بڑھ چکی ہے کیونکہ راشد اور نعمان دونوں جہادِ افغانستان کے لئے گئے ہوئے ہیں، ہم دونوں بہنیں اپنے بچوں اور تمام مجاہدین کی فتح و نصرت کے لئے دعا کرتی ہیں) ماں اپنے بچوں کے احساسات بہت جلد سمجھ جاتی ہے۔ میں نے ۱۹۹۶ء سے ۱۵ مارچ ۱۹۹۷ء تک ہر روز یہ محسوس کیا کہ نعمان روزانہ میرے ساتھ کچھ وقت بالکل تنہائی میں گذارنا پسند کرتا ہے۔ اس کا اندازہ مجھے اس طرح ہوا کہ ایک دن اسے بڑا تیز بخار ہوا۔ فاضلی صاحب اسے ڈاکٹر کے کلینک لے گئے، جب میں کالج سے گھر پہنچی تو فاضلی صاحب نے کہا، نعمان آج یونیورسٹی نہیں گیا اسے بخار ہو گیا ہے، وہ صبح سے بار بار تمہیں یاد کر رہا ہے۔ میں نے جلدی جلدی برقع اتارا اور اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا کہ اس کا سر دباؤں تو میرے دونوں ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑ کر رونے لگا۔ میں نے کہا میرے بچے کیوں رو رہے ہو، کیا کسی نے تم سے کچھ کہا ہے؟ تو کہنے لگا نہیں امی جی بس آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ میری امی ہیں نا؟ میں نے جواب دیا میرے لال اس میں شبہ کی تو گنجائش ہی نہیں، میں تمہاری امی ہوں۔ کہنے لگا نہیں صرف آپ میری امی ہیں اور یہ کہہ کر اس نے میری گود میں اپنا منہ چھپا لیا۔ مجھے بھی اس کی باتیں سن کر رونا آ گیا کہ نہ جانے بچہ اس طرح کی باتیں کیوں کر رہا ہے۔ میں نے پیشانی پر ہاتھ رکھا تو بخار بھی زیادہ تیز نہیں تھا، بس وہ جو کچھ کہہ رہا تھا میں سمجھ رہی تھی (ساڑھے سات سال تک وہ اکیلا رہا اور میری ساری محبتوں کا مرکز نعمان ہی تھا۔ پھر تین بھائی اللہ تعالیٰ نے نعمان کو عطا کئے، لیکن میں سب بچوں سے زیادہ امی سے محبت کرتی تھی۔ یہاں تک کہ آپا، فاضلی صاحب اور بچے سب نعمان کو بہت چاہتے تھے اور میری محبت اس وقت بھی سب سے زیادہ نعمان کے لئے ہے) نعمان شاید اپنے ذہن میں یہ سوچ رہا تھا کہ جب میں جہاد پر چلا جاؤں گا تو میری امی میرے بغیر کس طرح رہیں گی۔ میں نے شدت گریہ پر بڑی مشکل سے قابو پایا۔ اس کے سر کے بالوں پر کافی دیر تک ہاتھ پھیرتی رہی پھر میں نے اس کے بالوں پر پیار کیا۔ نعمان نے اس دن بڑی مشکل سے اپنے اوپر قابو پایا تھا۔

شعبان ۱۹۹۷ء (جنوری) میں افغانستان سے کافی زخمی مجاہدین آئے، ان میں زیادہ تر مریض A.O کلینک اور کراچی سینٹرل ہسپتال میں علاج کے لئے داخل ہوئے تھے۔ نعمان

ایک دن جب گھر میں داخل ہوا تو میں نے محسوس کیا کہ وہ آج بہت اداس ہے۔ میں نے اداسی کا سبب پوچھا تو کہنے لگا امی جی تربیتی کیمپ پر جو میرے استاد تھے، ان میں سے ایک استاد زخمی حالت میں کراچی آئے ہیں، وہ ہوش میں نہیں ہیں، محاذ پر شدید زخمی ہو گئے تھے۔ امی مجھے اپنے استاد کو اس حالت میں دیکھ کر بہت رونا آیا۔ لیکن میں نے ضبط سے کام لیا۔ امی جی عمران بھائی نے مجاہدین کی ڈیوٹی لگائی ہے، ہفتے میں دو یا تین بار میری ان کے پاس رات کی ڈیوٹی ہوا کرے گی۔ اس طرح ان کی صحیح طریقے پر تیمارداری ہو سکے گی۔ امی جی آپ میرے استاد کے لئے دعا کیجئے گا، ان کی والدہ حیات نہیں ہیں۔ والد صاحب نے دوسری شادی کر لی ہے اور اپنے مجاہد بیٹے پر بالکل توجہ نہیں دیتے اور نہ ہی اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں، البتہ ان کی نانی صاحبہ کہہ رہی تھیں میں اپنے بچے کو روزانہ دیکھنے آؤں گی۔ میں نے نعمان سے کہا کہ تم پریشان نہ ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے استاد کو جلد ہی شفا عطا فرمائے گا۔ ایک ہفتے بعد نعمان نے مجھے بتایا امی جی ان کی ٹانگیں سخت زخمی ہیں، ڈاکٹرز پر امید نہیں ہیں۔ مگر امی جی حیرت کی بات ہے کہ وہ بے ہوشی میں بھی قرآن مجید پڑھتے رہتے ہیں، جب ہوش میں آتے ہیں تو ڈاکٹرز سے کہتے ہیں مجھے جلدی سے ٹھیک کر دو۔ میں واپس محاذ جنگ کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ انہی حالات میں رمضان المبارک کا مہینہ بھی آ گیا۔ نعمان اپنے استاد کے لئے چپس ضرور لے کر جاتا تھا۔ مجھے بڑی محبت سے بتاتا امی جی میرے استاد کو چپس بہت پسند ہیں۔ آپا نعمان سے کہتیں بیٹا تم میری طرف سے روزانہ اپنے استاد کے لئے چپس لے جایا کرو۔ ایک دن نعمان میرے پاس آ کر بیٹھا تو بہت مطمئن نظر آ رہا تھا، میرا دل خوش ہو گیا، میں اسے پیار سے دیکھنے لگی اور دل ہی دل میں اپنے لال کے لئے دعا کرنے لگی۔ نعمان کہنے لگا امی جی اللہ کا شکر ہے میرے استاد کو دو تین دن میں چھٹی مل جائے گی۔ کچھ دن وہ اپنی نانی کے پاس رہیں گے پھر ان شاء اللہ افغانستان چلے جائیں گے اور امی ایک بات مجھے یاد آئی میرے استاد روزانہ آپ کی خیریت ضرور پوچھتے ہیں۔ شاید ان کو اس بات کا اندازہ ہو گیا ہے کہ میں اپنی پیاری امی سے بہت محبت کرتا ہوں۔ شوال کے مہینے میں نعمان کے استاد مکمل شفایاب ہو کر میدانِ جہاد کی طرف چلے گئے۔ نعمان ان کی صحت یابی اور دوبارہ جہاد کی طرف واپسی پر بہت خوش تھا۔

ذیقعدہ کے مہینے میں نعمان نے مجھ سے کہا امی جی! اب آپ میری جہاد کے لئے تیاری
کریں۔ میں نے کہا بیٹے کتنے جوڑے بناؤں تو کہنے لگا کہ صرف چار جوڑے بنایئے۔ میں نے
افغانستان کے موسم کے اعتبار سے چار جوڑے بنائے۔ آپا نے نعمان کے لئے صندل کا
شیمپو بنایا، تیل بھی بنا کر دیا۔ راشد دو ماہ پہلے جہادی تربیت سے واپس آچکا تھا اور وہ بھی نعمان
کے ساتھ جا رہا تھا۔ راشد کی تیاری میں نعمان پیش پیش تھا۔ رافع، طلحہ اور معاویہ نعمان کے
جانے کا سن کر بہت اداس تھے۔ میری بچپن کی تمنا تھی کہ میں جہاد میں نکلوں اور آج میرے
کریم آقا نے میرے پیارے بیٹے کو اس لائق بنایا کہ وہ اللہ کی راہ میں اُس کی رضا سے نکل رہا
تھا۔ لیکن یہ بھی قدرتی بات ہے کہ ماں کی ممتا بڑی ہی عجیب ہوتی ہے کہ خواہش کی تکمیل
ہو رہی تھی۔ لیکن پھر بھی اداسی نے جیسے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ لیکن یہ تو میرا
رب شان و عظمت والا ہے کہ اپنے بندوں کو ایک خاص تسلی اور سکون عطا فرماتا ہے۔ مارچ کا
مہینہ شروع ہو چکا تھا اب نعمان میرے پاس اور زیادہ وقت لگاتا تھا، رات کو میرے پاس کافی
دیر تک آکر بیٹھتا۔ اُس وقت رافع، طلحہ، معاویہ، آپا اور فاضل صاحب بھی آکر بیٹھ جاتے۔
کافی دیر تک جہاد کا بیان ہمیں سناتا، پھر جب دیکھتا کہ ماحول کافی سنجیدہ ہو گیا ہے تو اپنی ظریفانہ
باتوں سے مجھے اور گھر والوں کو ہنسانے کی کوشش کرتا، کافی دیر تک میرے پیر دباتا رہتا۔
۱۱ مارچ کو میں نے اس کا سامان بیگ میں رکھا تو مجھے یاد آیا کہ عذرا (میری عزیز دوست)
نے کہا تھا کہ نعمان کو جہاد پر جانے سے پہلے میرے پاس ضرور لانا۔ میں اور نعمان رکشہ میں
بیٹھ کر عذرا کے گھر کی طرف چل دیئے۔ نعمان نے سفید کلف کا شلوار قمیص پہن رکھا تھا۔
ماشاء اللہ بہت پیارا لگ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہم دونوں ماں بیٹا عذرا کے گھر پہنچے۔ عذرا نے
نعمان کو جمیل بھائی کے پاس لے جا کر بٹھایا۔ میں صبا کے کمرے میں چلی گئی۔ سب نے نعمان
کو خوب دعائیں دیں۔ صبا نے مجھے سو روپے دیئے اور کہنے لگی ریحانہ خالہ یہ میری طرف سے
کسی غریب کو دیدیجئے گا۔ یہ صدقہ ہے نعمان کا میری طرف سے۔ اس کی محبت بھری باتیں
سن کر میرا دل بھر آیا۔ ذہن میں اللہ کا نام لیتی رہی۔ الحمد للہ کچھ دیر بعد ہی سکون ہو گیا۔ صبا
نے مجھے خوب تسلی دی۔ عذرا نعمان کی خاطر تواضع کر رہی تھیں۔ ہم کچھ دیر وہاں بیٹھے اور
پھر گھر واپس آگئے۔ خالہ جی اور خالہ جان (فرحت کلیم میری عزیز دوست کی والدہ صاحبہ)

نے بھی کہا تھا کہ نعمان کو ہمارے پاس ضرور لانا، لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے میں نے ان
دونوں شفیق ہستیوں سے معذرت کر لی (ان تین سالوں کے دوران سب سے زیادہ فون خالہ
جان اور خالہ جی نے کئے ہیں۔ میری خیریت پوچھنا ان ہستیوں نے اپنے معمولات میں شامل
کر لیا ہے۔ نعمان کے لئے میری یہ چاہنے والی ہستیاں اس طرح دعا کرتی ہیں، تم دیکھنا ریحانہ
بیٹی ایک دن نعمان ہمارا غازی بن کر آئے گا۔ (ان شاء اللہ) ارشد بھی میری عزیز سہیلی ہے
اس کا بھی یہ حال ہے کہ مجھے ہر تیسرے چوتھے دن فون کرتی ہے اور آخر میں یہ ضرور کہتی
ہے ہاں ریحانہ کوئی آج کی تازہ خبر۔ میں اس کے لہجے سے جان جاتی ہوں کہ یہ نعمان کے
لئے پوچھ رہی ہے۔ میں جواب میں کہتی ہوں بس دعا کرو اللہ تعالیٰ دلوں کی پکار سننے والا ہے۔
ان شاء اللہ ایک دن میرا مجاہد بیٹا ضرور آئے گا تو پھر وہ آمین کہتی ہے۔ یونس (میرا شاگرد ہے
اس نے بچپن میں مجھ سے قرآن مجید پڑھا تھا۔ ارشد کا بیٹا زبیر اور عبید اور یونس کا بھائی معین
یہ سب چھوٹے چھوٹے تھے جب میرے غریب خانے پر قرآن پڑھنے آتے تھے۔ نعمان ان
سب سے چھوٹا تھا اس لئے یہ سب نعمان سے بہت پیار کرتے تھے اور آج بھی کرتے ہیں)
کی والدہ بھی میرا بہت خیال رکھتی ہیں اور نعمان کی خیریت پوچھ کر اس کے آنے کے لئے
دعائیں کرتی ہیں۔ کلاس میں پڑھنے والی خواتین جو میری عزیز بہنوں کی طرح ہیں، ریحانہ
املاک، مسز تقی، فریدہ باجی، یاسمین ابرار، جنید کی امی سب نعمان کے لئے کثرت سے دعائیں
کرتی ہیں۔ میری بچیاں اور بہنیں جو کلاس میں پڑھنے آتی ہیں رخسانہ، شگفتہ، فوزیہ اسرار،
شاہدہ، ثروت کنول، طوبیٰ، مدیحہ، فائقہ، مریم، سیما قمر، سیما پروین، ناصرہ، خدیجہ، امبر،
شائستہ، شہلا، حمیرہ، سرہ، آصفہ، شازیہ، انجم، حرا، تحسین، صوفیہ اور نصرت شوکت نہ صرف
یہ کہ نعمان کی خیریت کی واپسی کے لئے دعا کرتی ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ میرے دکھ
درد کی ساتھی ہیں۔ میری معمولی سی تکلیف پر یہ سب بہنیں اور بچیاں تڑپ جاتی ہیں اور جب
تک میری تکلیف دور نہ ہو جائے اس وقت تک یہ بے سکون ہو کر نہیں بیٹھتیں۔ شکیلہ افضل
جو میری بڑی پیاری سہیلی ہے وہ بلقیس باجی اور فریدہ شفیع نعمان کے لئے بڑی دعائیں کرتی
ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آمین

"نعمان کی میدانِ جہاد کی طرف روانگی"

نعمان اللہ کے راستے پر جا رہا تھا، میری اور گھر والوں کی مرضی سے جا رہا تھا، پھر بھی سب اداس تھے۔ ایک گھمبیر خاموشی پورے گھر پر طاری تھی۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ "اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ہمت عطا فرما اور نعمان کو جہاد کے راستے میں استقامت عطا فرما۔" آمین۔ ۱۵ مارچ کو نعمان نے مجھے بتایا کہ امی میں اور راشد ظہر کی نماز پڑھ کر منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ جانے کا وقت جب قریب آیا تو نعمان میرے پاس آیا، اس نے نہانے کے بعد سفید بڑا تولیہ اپنے کاندھوں پر ڈال رکھا تھا (ابھی قمیص نہیں پہنی تھی) کہنے لگا امی جی! آپ مجھے اللہ کے حوالے کر دیں۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں اس کے پختہ عزم کی جھلک صاف نظر آ رہی تھی۔ میں نے اسے تولیہ اوڑھے دیکھا تو حرم کا سفر یاد آ گیا۔ اس وقت بھی صبح کے وقت اس کا سینہ اسی طرح کھلا ہوا تھا۔ میں نے بے تابی سے اس کے سینے پر ہاتھ رکھے اور رونے لگی۔ نعمان میرا پیارا بیٹا مجھے اس طرح تسلیاں دے رہا تھا جیسے ایک باپ اپنی بیٹی کو تسلی دیتا ہے۔ میں نے حفاظت کی دعائیں اس پر

پڑھ کر دم کیں، پھر میں نے اسے اپنے سامنے بٹھایا، سب گھر والے بھی اسی کمرے میں جمع ہو گئے۔ میں نے نعمان سے کہا میرے پیارے بیٹے میں نے تمہارے لئے ایک نظم لکھی ہے، تمہیں سناتی ہوں۔ میرے ان الفاظ کی ہمیشہ لاج رکھنا۔

"صراطِ استقامت کا رہگیر"

تو جہاد فی سبیل اللہ کی تصویر بن
یوں صراطِ استقامت کا نیا رہگیر بن
کارنامے حضرتِ خالد کے ازبر ہیں تجھے
تو بھی اُن کی ہی طرح ناقابلِ تسخیر بن
بادشاہی میں فقیری جس کا اک انداز ہے
تو خدا کی اس زمیں پر ایسا عالمگیر بن
دشمنانِ دیں بھی تیرے حوصلے کی داد دیں
تو محاذِ جنگ پر نعمان وہ تدبیر بن
جو محاذِ جنگ پر کفار پہ برسے سدا
میرے بیٹے تو جہاں میں حق کی وہ شمشیر بن
نام سے جس کے لرزتے ہیں کلیسائی تمام
تو صلاح الدین ایوبی کی وہ تصویر بن
نصرتِ حق کے لئے دیکھے جو میں نے رات دن
میرے بیٹے اُن حسیں خوابوں کی تو تعبیر بن
جس صدا سے کانپتی ہے اب بھی ارضِ سومنات
تو اسی محمود کی آواز کی تنویر بن
ذہن و دل پر ثبت ہیں جس کی شجاعت کے نقوش
ابنِ قاسم کے انہی جذبات کی تفسیر بن

سر اُٹھانے کی کبھی ہمت نہ اُن کو ہو سکے
دشمنوں کے واسطے ایسی کوئی زنجیر بن
ضرب تو کاری لگا ایوانِ کفر و شرک پر
تو غلام مصطفیٰ ہے نعرۂ تکبیر بن
نیند کے ماتے جگادے نغمۂ توحید سے
مجھ یتیم کے پیام زیست کی تشہیر بن
ہر قدم آگے بڑھا انجام فردا سوچ کر
حرف آجائے نہ بیٹے تیری ماں کے دودھ پر

نظم پڑھتے پڑھتے میری آواز بھرا گئی۔ نعمان نظم سن کر بہت متاثر ہوا۔ اس کا چہرہ شدت جذبات سے سرخ ہو رہا تھا۔ نظم ختم ہوئی تو مجھ سے کہنے لگا، میری امی آپ کی یہ نظم میرے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی اور میرے ذہن و دل کے نہاں خانوں میں ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ اس نظم کے ذریعے جو پیغام آپ نے مجھے دیا ہے اس میں ابدیت بھی ہے اور آفاقیت بھی۔ میں اسی پیغام کی روشنی میں ان شاء اللہ میدان جہاد میں آگے اور آگے بڑھتا جاؤں گا۔ میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جس کی وجہ سے آپ کے دودھ پر حرف آئے۔ امی جی! مجھے آپ سے بہت محبت ہے لیکن اس پیغام کے بعد آپ کی محبت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ امی جی! اللہ مجھ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ آمین۔

میری امی آپ کی دعا میرے لئے ایک سایہ دار درخت سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ ماں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ آپ میرے لئے دعا کیجئے گا کہ میرے پیروں میں کبھی لغزش نہ پیدا ہو۔ میں نے آمین کہا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، اس کے کندھے تھپتھپائے، آپا نے راستے کے لئے نعمان کو کھانا دیا اور پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بہت دعائیں دیں۔ تینوں بچے نعمان سے گلے ملے، سب بچے آبدیدہ ہو رہے تھے۔ نعمان کو اللہ تعالیٰ نے برداشت کی بڑی قوت دی ہے۔ لیکن اس برداشت کے باوجود اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ میں اس کو لے کر اس کے ابو کے پاس پہنچی تو انہوں نے خاموشی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اللہ کے حوالے کیا۔ اس وقت میرے اُستاد حافظ پروفیسر شاہد حسن علوی بھی بیٹھے ہوئے

تھے، انہوں نے کہا نعمان بیٹے کہاں کی تیاری ہے تو نعمان کہنے لگا شاہد چاچا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جا رہا ہوں۔ انہوں نے بھی نعمان کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں اور نعمان کو گلے لگایا۔ رافع نے نعمان کا بیگ اٹھایا، ایک بار وہ پھر میری طرف مڑا اور مجھے تسلی دینے لگا۔ امی جی! آپ مجھے اللہ کی راہ میں بھیج رہی ہیں، اس لئے آپ اداس نہ ہوں۔ ہنستے ہوئے مجھے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے رخصت کریں۔ ہم سب نے اسے اللہ کے حوالے کیا، اس نے ہم سب کو سلام کیا اور میرا مجاہد بیٹا اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے انتہائی مطمئن اور پر سکون انداز میں دعا پڑھ کر گھر سے نکلا۔ بچے نیچے تک چھوڑنے گئے۔ رافع نے آکر بتایا کہ راشد بھائی بھی اپنی امی اور گھر والوں سے مل کر آگئے تھے۔ شعیب بھائی اور عمران بھائی بھی نیچے موجود تھے۔ رافع کہنے لگا امی جی عمران بھائی اور شعیب بھائی انہیں بس میں سوار کرانے کے لئے گئے ہیں۔ گھر میں سب موجود تھے لیکن مجاہد نعمان کے گھر میں نہ ہونے سے سناٹا ہو رہا تھا۔ میں نے بچوں سے کہا تم سب زیادہ تر نعمان کے کمرے میں رہا کرو، یہ مجاہد کا کمرہ ہے یہاں بیٹھ کر پڑھا کرو تاکہ مجھے سکون ملے۔ اپریل کے مہینے میں نعمان نے اپنی خیریت کا خط لکھا اور نعمان نے جو کیسٹ جبل السراج پر بقر عید والے دن بھری تھی، وہ ہمیں صفر المظفر میں (جون) ملی پڑھنے والوں کے لئے یہاں اس کیسٹ کو پیش کر رہی ہوں، اس سے آپ لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ یہ کیسٹ نعمان نے بقر عید کے تیسرے دن روانہ کی ہے۔ اس کیسٹ کے بعد پھر ہمیں کوئی خط اور کوئی ٹیلیفون نہیں ملا۔ آپ سب پڑھنے والے کیسٹ سنیں۔

"نعمان کا میدانِ جہاد سے پیغام"

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ o اَللّٰہُ الصَّمَدُ o لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ o
وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ o

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آج ۲۰ اپریل ہے۔ میں یہاں بالکل خیریت سے ہوں۔ اس سے قبل میں نے ایک خط لکھا تھا (ایک لڑکے کے ہاتھ بھجوایا تھا) شاید آپ کو مل گیا ہو۔ کیسٹ ہاتھ میں لے کر ایک گھنٹے سے کھڑا ہوں، سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا بتاؤں۔ راستے کی تفصیل میں نے نہیں لکھی تھی۔ وہی آپ کو پہلے سناتا ہوں۔ جب ہم لوگ کراچی سے چلے تو راستے میں عجیب و غریب واقعات کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمارا یہ سفر کراچی سے کوئٹہ کے لئے تھا۔ راستہ تو بارہ گھنٹے کا تھا لیکن راستہ میں ایک جگہ پل ٹوٹا ہوا تھا، اس لئے وہ سفر ۲۴ گھنٹے میں پورا ہوا۔ اس کے بعد کوئٹہ سے قندھار جانا تھا، ایک لڑکا بطور گائیڈ کے ہمارے ساتھ جا رہا تھا کہنے لگا کہ اب چھ گھنٹے کا سفر ہے، سفر کافی دشوار تھا، نہ جانے پل ٹوٹ گیا تھا یا دریا میں سیلاب آگیا تھا۔ ہمارا یہ سفر ۱۲ سے ۱۳ گھنٹے میں ختم ہوا۔ قندھار پہنچے اور رات کو

قندھار ہی میں قیام کیا، آگے جانے کے لئے یہاں سے جہاز پر سفر کرنا تھا۔ لیکن موسم کی خرابی کی بنا پر جہاز کا سفر ناممکن تھا کیونکہ برف باری ہو رہی تھی، یہاں بھی ایک لڑکا ساتھ تھا، اس کو مکمل طور پر یہ نہیں معلوم تھا کہ قندھار سے کابل کے سفر میں کتنا وقت لگے گا۔ کابل قندھار سے ۴۹۷ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ سوچا کہ یہ سفر ۱۰، ۱۲ گھنٹوں میں پورا ہو جائے گا لیکن یہ شاہراہ پچھلی جنگ میں بمباری کی وجہ سے تباہ ہو گئی تھی، ہماری فلائنگ کوچ صرف ۱۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہی تھی اور وہ سفر ۳۶ گھنٹے میں مکمل ہوا، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گلشن کی کشتی میں بیٹھے ہیں۔ پیٹ میں عجیب قسم کی اینٹھن ہو رہی تھی اور متلی سی محسوس ہو رہی تھی۔ بہر حال اللہ، اللہ کر کے ہم کابل پہنچ گئے، ایک افغانی ساتھ تھا اس نے بڑے خلوص سے ہمیں اپنے گھر ٹھہرایا۔ حقیقتاً افغانی بڑے پر خلوص اور مہمان نواز ہوتے ہیں۔ خاص طور پر پاکستانیوں سے بہت محبت کرتے ہیں، رات کو وہاں ٹھہرے۔ پھر صبح آفس چلے گئے، اس آفس کا نام وزیر اکبر خان ہے، وہاں تشکیل ہوئی۔ یہاں پہلے روسی ہوتے تھے ان کی فوجی بیرک بنی ہوئی تھی۔ وہاں ہم آٹھ دس دن رہے، یہ جگہ بڑی خوبصورت ہے، سامنے ایئرپورٹ ہے، ہم یہاں سے کھڑے ہو کر دیکھتے تو ایئرپورٹ پر جہاز کھڑے ہوئے صاف نظر آتے تھے۔ پورا کابل پہاڑوں کے بیچ میں واقع ہے، پہاڑ برف سے ڈھکے ہوئے ہیں، کچھ پہاڑوں پر سبزہ اور پودے بھی نظر آتے ہیں۔ ہماری اس چھاؤنی میں بڑے بڑے بکتر بند ٹینک اور زار تباہ شدہ حالت میں پڑے ہیں۔ بکتر بند گاڑیوں کو ہم نے واش روم بنایا ہوا ہے، مجاہدین درا صل بڑے لوگ ہوتے ہیں اس لئے پچیس تیس کروڑ کی گاڑیوں کو واش روم بنایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ درس عبرت کے لئے رکھا ہے کہ دیکھو یہ وہی بکتر بند گاڑیاں تھیں جو روس کے فوجی یہاں کے مجاہدین کو ختم کرنے کے لئے لائے تھے، ہم نے ان کے غرور کو نیست و نابود کر دیا۔ جن گاڑیوں پر انہیں ناز تھا آج وہ مجاہدین کا واش روم ہیں۔ ہم نے سوچا ۱۲۰۰ روپے کا فلیش کون لگائے بکتر بند سیٹ ہے۔ پھر ہم کابل سے چاریکار چلے گئے، یہاں بغاوت کا کافی خطرہ تھا (ہمارے جانے سے پہلے یہاں بغاوت ہو چکی تھی) یہاں آٹھ دن قیام کیا، پھر ہم جبل السراج چلے گئے۔ آپ نے جبل السراج کے بارے میں ضرب مومن میں پڑھا ہو گا۔ جبل السراج بالکل فرنٹ لائن ہے، یہاں کافی

سردی تھی، لڑکوں نے کہا یار یہاں کافی گپ شپ ہوتی رہتی ہے۔ رات کو دیکھا تو کچھ روشنی کے دائرے سے نظر آرہے تھے، رات کو ہم چھت پر چڑھ کر باری باری پہرہ دیتے تھے روشنی کے گولے ہمارے سروں پر سے گزر کر جاتے تھے، اسے لڑکے گپ شپ کا نام دے رہے تھے۔

جبل السراج کے علاقے میں برف باری کافی ہوتی ہے، ابھی تک ہمارے سامنے برف باری نہیں ہوئی۔ لڑکے بتاتے ہیں کہ ابھی پچھلے دنوں جب ہم وضو کرتے تھے تو داڑھی میں برف جم جاتی تھی۔ سردی شدت کی پڑ رہی ہے، ہلکی ہلکی برف باری ہو رہی ہے، یہاں آکر ہم لکھ پتی ہو گئے ہیں کیونکہ طالبان نے عید الاضحیٰ پر تمام مجاہدین کو ایک، ایک لاکھ روپے عیدی دی تھی۔ لیکن عالم یہ ہے کہ پاکستانی ایک اور افغانی ۵۵۸ روپے، چیزیں خریدنے جاؤ تو پتہ چلتا ہے کہ کیا فرق ہے، شیمپو خریدنا ہے تو ۳۵،۰۰۰، ۴۰،۰۰۰ کا انڈا خریدنا ہے تو ۱۵۰۰ روپے کا۔ امیر لوگ ہیں اسی طرح خرچ بھی کر دیتے ہیں۔ ہمارا روزانہ کا خرچ ۲۰،۰۰۰، ۲۵،۰۰۰ ہے۔ یہ دوسری بقر عید ہے جو گھر والوں کے بغیر گزاری۔ ایک مرتبہ جب ۱۹۹۱ء میں امی آپ اور ابو حج پر گئے تھے تو گھر میں آپا اور بچے تھے۔ اس وقت بھی آپ کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی، اب یہ دوسری بقر عید ہے کہ ہم یہاں محاذ پر ہیں۔ ہم سب لڑکے مل کر بکرے لے آئے تھے، پہلے دن دو بکرے ذبح کئے۔ آج بھی تین بکرے لائے ہیں۔ صحت پہلے سے بہت اچھی ہو گئی ہے، کیونکہ طالبان مجاہدین کے کھانے پینے کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ امی آپ کا بلڈ پریشر تو ٹھیک ہو گیا ہو گا کیونکہ میں نے کافی دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ محاذ کی دعائیں قبول بھی بہت کرتا ہے۔ محاذ پر اس طرح دعائیں قبول ہوتی ہیں جیسے انبیاء کے زمانے میں قبول ہوتی تھیں۔ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ابو کی آنکھ کا آپریشن خیریت سے ہو گیا ہو گا اور آپ کی طبیعت بھی بہتر ہو گی۔ آپا کدھر چلی گئی ہیں، لاہور میں یا کراچی میں موجود ہیں۔ ان کی طبیعت وغیرہ ٹھیک ہے۔

معاویہ...... پانی لے کر آؤ جلدی سے...... سن نہیں رہے ہو میں ایک گھنٹے سے تمہیں آواز دے رہا ہوں کیا پانی نہیں پلا سکتے (محاذ پر جانے سے قبل اکثر نعمان معاویہ کو پانی کے لئے آواز دیتا تھا۔ اصل میں معاویہ سب سے چھوٹا ہے، نعمان سے بہت محبت کرتا ہے اس لئے

دوڑ دوڑ کر اس کے کام کرتا تھا) بس ایسی باتیں یاد آتی ہیں۔ (یہاں نعمان بڑی شگفتگی سے ہنسا اور کہنے لگا) معاویہ تو بے شک جو اس سے پانی منگاؤں خود ہی اٹھ کر پی لیتا ہوں...... رافع اپنا قرآن خوب پکا کر لو، یاد رکھنا قرآن ہی کام آتا ہے۔ قرآن دنیا کے لئے بہترین رہنما اور آخرت کے لئے بہترین ذریعہ نجات ہے۔ اسکول بھی دل لگا کر پڑھو کیونکہ دنیا کی تعلیم بھی ضروری ہے۔ قرآن مجید کو فوقیت دو اور تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ جہاد کی نیت رکھو۔ وہ کہاں گیا جنرل سید...... طلحہ...... اوہ معاف کیجئے گا جنرل بھائی (یہاں نعمان پھر ہنسا وہ پیار سے طلحہ کو جنرل سید کہتا تھا) جنرل بھائی آپ اپنا قرآن مجید پکا رکھیں دنیا اور آخرت دونوں کی تعلیم لازمی ہے۔ کھیل کود میں زیادہ دھیان نہیں لگانا، مجھے معلوم ہے کہ طلحہ تم، معاویہ اور رافع کرکٹ کے لئے نیچے کھڑے ہوتے ہو۔ مجھے سب خبریں ملتی رہتی ہیں۔ مجھے یہاں تمہارے کرکٹ کھیلنے کی کبھی کبھی آوازیں آتی ہیں، آپس میں گھر میں جھگڑا ابھی بہت کرتے ہو، پتنگ بازی تو نہیں کر رہے؟ یاد رکھنا یہ تمام کھیل بیکار کا مشغلہ ہیں۔ وہاں تو گرمیاں آگئی ہوں گی۔ لیکن یہاں تو کافی شدید سردی کا موسم ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں، مجھے اس وقت کافی سردی محسوس ہو رہی ہے۔ امی کا خیال رکھا کرو، امی کو نہ ستایا کرو، آپس میں ایک دوسرے سے محبت کا برتاؤ کیا کرو۔ یہاں کابل میں جب بازار جاتا ہوتا ہے تو لوگ مڑ مڑ کر دیکھتے ہیں جیسے پاکستان میں فور نرز کو دیکھتے ہیں (نعمان ماشاء اللہ باڈی بلڈر ہے اور قد بھی چھ فٹ سے کچھ نکلا ہوا ہے) میرا ایک ساتھی ہے، اس کا قد بھی میرا جیسا ہے، جسم بھی بالکل میرے جسم کی طرح ہے۔ اس کی شکل بھی کافی حد تک مجھ سے ملتی ہے، اکثر لوگ اسے میرا بھائی کہتے ہیں۔ ہم دونوں کو لوگ تعجب کی نظر سے دیکھتے ہیں، جیسے ہم بھی کوئی دنیا کا عجوبہ ہوں۔ یہاں شریعت کا نظام مکمل طور پر نافذ ہے، کوئی عورت بے پردہ نظر نہیں آتی نہ ہی کوئی فحش لٹریچر اور موسیقی کا سلسلہ ہے۔ عورتیں اول تو کم نظر آتی ہیں، اگر نظر بھی آئیں تو برقع میں مستور ہوتی ہیں۔ ہر طرف امن و امان ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اپنے گھر میں بیٹھے ہیں۔ یہاں کسی قسم کی ذہنی کوفت بھی نہیں ہوتی، پانچ چھ دن کے بعد طالبان کا کسی بڑی جنگ کا پروگرام ہے، میرا اور ارشد کا بادغیس جانے کا پروگرام ہے۔ یہاں کافی بڑا محاذ ہے۔ بس آپ میرے لئے دعا کیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے زخمی

ہونے اور قیدی ہونے سے بچائے۔ ماں کی دعائیں تو ویسے ہی بہت قبول ہوتی ہیں، باقی شہادت کی تو خیر ہے۔

سنا ہے کہ لاہور میں یوسف نامی کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کاذبوں سے محفوظ رکھے۔ سہیل کو فون کرکے بتا دیجئے گا (سہیل نعمان کی یونیورسٹی کا دوست ہے) اور ۲۰۰۰ روپے اسے دیدیں، تاکہ وہ مظہر کو پہنچا دے۔ سہیل کو میرا سلام پہنچا دیں۔ امید ہے نعمان منظور سے ۱۲۰۰۰ روپے مل گئے ہوں گے (نعمان منظور اسکول کا ساتھی) اگر نہیں ملے تو راشخ کو بھیج دیں کہ پیسے دیدے۔ نعمان منظور مجھے محاذ پر آنے سے پہلے نور اسلام مسجد کے پاس ملا تھا۔ جب میں نے پیسوں کا تقاضہ کیا تو کہنے لگا کہ جس آدمی سے پیسے لینے تھے اس نے تو دیدیئے، لیکن وہ میرے پاس خرچ ہو گئے، میں جلد ہی واپس کردوں گا۔ عمران بھائی سے کہیں وہ جلدی لا دیں گے۔ یہاں پر جو طالب ہیں وہ قہوہ بہت پیتے ہیں۔ ہمیں ایک طالب راستے میں ملا، بڑی ہنس مکھ طبیعت کا مالک تھا، کہنے لگا آؤ یار ہم تمہیں ایک بات بتائیں، یہاں دال نہیں ملتا، دودھ والا چائے نہیں ملتا، ٹھنڈا پانی ملتا ہے..... وہ طالب اس طرح ہمیں بتا رہا تھا کہ جیسے ہم دال کھانے کے بڑے شوقین ہیں۔ اصل میں کچھ مجاہدین جو پنجاب کی طرف سے آتے ہیں ان کو دال بہت پسند ہے۔ اس لئے اس طالب نے یہ بات بڑے افسوس کے ساتھ بتائی۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ ہر پاکستانی دال کھانے کا بڑا شوقین ہے۔ لیکن یہاں حرکۃ والوں نے دال بھی کھلا دی۔ طالبان تو گوشت ہی کھلاتے ہیں، بغیر دودھ کی چائے پیتے ہیں۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ جنت میں نسوار نہیں ملے گی تو ہم سے چڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنت میں تمہیں چینی بھی نہیں ملے گی۔ جب ہم چائے میں چینی ملاتے ہیں تو بڑی حیرت سے دیکھتے ہیں، لیکن اب ہم نے اپنے ساتھی طالبان کو چینی کی عادت ڈال دی ہے۔ جب یہ قہوہ پیتے ہیں تو ساتھ ساتھ نانی کھاتے رہتے ہیں اور قہوہ پیتے رہتے ہیں۔ کالی نانیاں ساتھ رکھتے ہیں، مرغیاں وغیرہ بھی نہیں کھاتے (یہاں نعمان خوب ہنسا) کہنے لگا ابی یہاں اتنی سادگی ہے کہ گورنر وغیرہ سائیکل پر گھومتے ہیں۔ ہم ایک دفاع کی بلڈنگ میں گئے، وہاں ہمیں ایک گورنر ملا، ہم تو اسے ایک عام آدمی سمجھ رہے تھے۔ طالبان میں واقعی بڑی سادگی ہے اور دوسروں کی بڑی عزت کرتے ہیں۔

یہاں ہم نجیب کے محل میں گئے، پہلے وہ شاہ داؤد کا محل تھا۔ طالبان نے اس محل کی بالکل ریڑھ لگا دی۔ ہم شاہ داؤد کے ایک کمرے میں گئے، وہ شاید اس کے سونے کا کمرہ تھا، طالبان نے کیا کیا بخاری لگا دی (یہ کمرے کو گرم کرنے کے لئے ہوتی ہے) چھت کے ٹائل بخاری کی وجہ سے خراب ہو گئے (پھر ہنسا) کہنے لگا قالینوں پر بیٹھ کر نسوار تھوک رہے تھے، نسوار کو قالین کے نیچے رکھ دیتے۔ غسل خانہ وغیرہ بھی اسی طرح پڑے ہیں، فریج رکھے ہیں، لیکن طالبان انہیں استعمال نہیں کرتے۔ بس سادگی سے زندگی گذارنا چاہتے ہیں۔ ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی تو وہ بتا رہے تھے کہ تحریک طالبان، حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کے طرز پر چلائی جا رہی ہے۔ ان کو دنیا کے جاہ چشم کی پرواہ نہیں ہے۔

فرزان کو خط لکھنے کا سوچا تھا لیکن اس نے زبانی ایڈریس بتایا تھا وہ میں بھول گیا۔ آپ اس کو بھی سلام کہہ دیجئے گا۔ وہ ایکسرسائز کر رہا ہو گا، آرام سے گھر میں روٹیاں توڑ رہا ہو گا، جاب بھی نہیں کر رہا ہو گا، ہمارا کام بھی یہی ہے۔ ابو کہا کرتے تھے کہ بس تم لوگوں کو دو کام ہیں کھا لیا اور سو گئے۔ ابی یہاں بڑا آرام ہے کھا لیا، سو گئے، قرآن پڑھا سو گئے، نماز پڑھی سو گئے، تیسرا اہم کام جنگ کا ہے جس میں بڑا مزہ آتا ہے، بڑے ہی مزے کی زندگی گزر رہی ہے، جب سروں پر سے گولیاں گزرتی ہوئی جاتی ہیں تو بڑا مزہ آتا ہے (یہاں بھی نعمان ہنس رہا تھا) ابی آپ کو خط لکھا ہو تو حرکۃ کے پتہ پر مت لکھئے گا، میں یہاں سے جا رہا ہوں، طالبان کے پاس جا رہا ہوں، وہاں جنگ کے مواقع زیادہ ہیں۔ میں وہاں جا کر خط لکھوں گا اور پتہ بھی لکھ دوں گا۔ لیکن ایک دشواری یہ ہے کہ یہاں سے خط بھیج تو سکتے ہیں خط آنا بہت مشکل ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں میں پندرہ بیس دن بعد خط لکھ دیا کروں گا۔ میں نے یہ ٹیپ ریکارڈ ایک مجاہد سے مانگا ہے مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کروں عجیب کیفیت ہے۔ کیسٹ تھوڑی سی ٹیپ کرتا ہوں پھر بند کرتا ہوں، پھر ٹیپ کرتا ہوں اسی طرح سلسلہ چل رہا ہے۔ ایک مہینے میں بہت سے واقعات ہوئے لیکن اب بیان کر رہا ہوں تو بہت سے واقعات ذہن سے محو ہو گئے ہیں۔ یہاں روسی بھگوڑوں کا ویٹ لفٹنگ کا سامان پڑا ہوا تھا، ایکسرسائز کا پھر موڈ نہیں ہوا۔ ہمارے ساتھ ایک عجیب واقعہ ہوا، میں اور میرا ایک مجاہد ساتھی ایک دن ایک بلڈنگ میں گئے، شاید وہ دفاع کی بلڈنگ تھی، تو میرے ساتھی کو گیٹ پر جا کر یاد آیا کہ اس کی جیب

میں ہینڈ گرنیڈ پڑا ہوا ہے۔ اس مجاہد نے وہ ہینڈ گرنیڈ پہرہ دار طالب کے پاس جمع کروایا۔ انہوں نے کہا کہ آپ واپسی میں اپنی امانت لے لیں۔ مجاہد نے کہا کہ آپ پرچی دیدیں۔ انہوں نے فوراً پرچی دی۔ یہ سب جہادی سلسلے کی کڑیاں ہیں کیونکہ وہاں وہ سامان جہاد کے لئے استعمال ہوتا ہے تخریب کاری کے لئے نہیں۔ یہ فرق ہے جہاد اور تخریب کاری یاد رکھنا کر دی میں (یہاں نعمان ہنسا)

نعمان نے اس کے بعد کہا، "وقفہ برائے نماز مغرب اور طعام"

اصل میں ای اتنی دیر ہو گئی تو مجھے تھکان بھی ہو گئی اور بھوک بھی لگنے لگی۔ نماز اور کھانے سے فارغ ہو جاؤں تو دوبارہ کیسٹ ٹیپ کروں گا۔ کمزوری سی محسوس ہو رہی ہے، کچھ بوٹیاں کھالوں گا تو کمزوری دور ہو جائے گی۔ اس لئے تب تک کے لئے اللہ حافظ

دنیا کے اے مسافر، منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے تو جو، دو دن کا یہ سفر ہے

دنیا کے اے مسافر، منزل تیری قبر ہے
جب سے بنی ہے دنیا، لاکھوں کروڑوں آئے
باقی رہا نہ کوئی، سب مٹی میں سمائے

دنیا کے اے مسافر، منزل تیری قبر ہے
آنکھوں سے تو نے اپنے، دیکھے جنازے کتنے
ہاتھوں سے اپنے تو نے، دفنائے مردے کتنے

دنیا کے اے مسافر، منزل تیری قبر ہے
یہ اونچے اونچے محل، کچھ کام کے نہیں ہیں
یہ عالیشان بنگلے کچھ کام کے نہیں ہیں

دنیا کے اے مسافر، منزل تیری قبر ہے
دو گز زمیں کا ٹکڑا، چھوٹا سا تیرا گھر ہے
مخمل پہ سونے والے، مٹی میں سو رہے ہیں

دنیا کے اے مسافر، منزل تیری قبر ہے

شاہ و گدا یہاں پر، سب ایک ہو رہے ہیں
مٹی کے پتلے تم کو، مٹی میں ہے سمانا

دنیا کے اے مسافر، منزل تیری قبر ہے
کرلے خدا کو راضی، کچھ نیکیاں کمالے
ساماں تیرا یہی ہے، ساماں تیرا یہی ہے

دنیا کے اے مسافر، منزل تیری قبر ہے
اک دن یہاں پہ آنا، اک دن یہاں سے جانا
رہنا نہیں یہاں پر، جاری تیرا سفر ہے

دنیا کے اے مسافر، منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے تو جو، دو دن کا یہ سفر ہے

(شاعر کا نام معلوم نہیں)

السلام علیکم: کھانا کا وقفہ ختم ہوا آج کھانے میں کلیجی پکی ہوئی تھی۔ گھر کی بقر عید یاد آگئی، گھر کی طرح کی تو نہیں بنی ہوئی تھی۔ یہاں کھانا لڑکے بناتے ہیں لیکن کلیجی کھا کر گھر کی یاد تازہ ہو گئی۔ ابھی میں بستر میں لیٹا ہوا ہوں، یہ فوجی انداز کے بستر ہیں لوہے سے بنے ہوئے ہیں، جس طرح ڈبل ڈیکر بس ہوتی ہے اس طرح کے یہ مسہری نا ٹاپ کے بستر ہیں۔ کئی فوجیوں کے لئے اوپر نیچے بنے ہوتے ہیں، جس مسہری پر میں لیٹا ہوں یہ سنگل ہے ابھی میں پہرہ دے کر آیا ہوں، چاروں طرف بڑی خوبصورت چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ آج تیرہویں کی شب ہے، عجیب دلکش سماں تھا۔ رات کو ہمارا جمع ہوتا ہے اس میں نظمیں وغیرہ پڑھی جاتی ہیں۔ میں نے سوچا یہ ٹیپ کرلوں کیونکہ معاویہ کو بہت شوق ہے (یہ تمام نظمیں بہت اچھی ہیں، آپ بھی سن کر خوش ہوں گی) یہ نظمیں معاویہ کے لئے میری طرف سے قیمتی تحفہ ہیں۔ رافع کے لئے میرے کپڑے ہیں اور دوسری چیزیں وہ استعمال کر رہا ہو گا۔

نعمان نے اس کیسٹ میں کئی نظمیں معاویہ کے لئے ٹیپ کر کے بھیجی تھیں۔ میں ان نظموں میں سے ایک نظم یہاں لکھ رہی ہوں۔ یہ نظم نعمان کے ایک مجاہد ساتھی نے جمع کے وقت پڑھی تھی۔

اس کے لئے وہ بہت ہیں (یہاں میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں اور میں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ اے میرے رب میرے بچے کی حفاظت فرمانا اور میرے بچے کو پھر مجھ سے ملانا۔ اللہ تعالیٰ اسے بہت سے کپڑے پہننے کے لئے عطا فرما۔ آمین۔ میں نے جب پہلی مرتبہ یہ کیسٹ سنی تو مجھے بخار آگیا تھا۔ اس لئے معاویہ نے کیسٹ چھپا کر رکھ دی تھی۔ رافع، معاویہ، طلحہ اور فاضلی صاحب چھپ کر کیسٹ سنتے ہیں۔ آپا بھی کیسٹ سن کر رونے لگتی ہیں۔ اس وقت "مجاہد تم کہاں ہو" کے لئے نعمان کی بھیجی ہوئی کیسٹ ٹیپ کر رہی ہوں، تو بڑی آہستہ آہستہ کیسٹ سن رہی ہوں۔ فاضلی صاحب کہنے لگے مت سے سنتا، کہیں ایسا نہ ہو کہ طبیعت خراب ہو جائے۔ میں نے ان کو جواب دیا جو عظیم رب کتاب لکھوا رہا ہے وہ مجھے ہمت بھی عطا فرمائے گا اور الحمد للہ، اللہ نے لکھوا بھی دی۔ اب وہ اس لکھے ہوئے کو قبول بھی فرمائے اور میرے مجاہد اور میرے پیارے بیٹے کو خیر و عافیت سے بھیج دے۔ آمین)

محترم جنرل سید صاحب تو ملک کے بہت بڑے مل اونر اور سرمایہ دار ہیں، وہ اگھر والوں کا بھی خیال کیا کریں۔ ایک دن، رات کو اسی بہت یاد آرہی تھیں تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ "اے میرے اللہ! مجھے اس کی شکل خواب میں نظر آجائے اور میں اس کو نظر آجاؤں" اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اسی رات مجھے اس کی شکل نظر آگئی۔ مجھے اللہ کی ذات سے بڑی امید ہے کہ میری شکل اس کو نظر آگئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتا ہے۔ محاذ پر تو بہت جلد دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ادھر منہ سے دعا نکلی اور ادھر قبول ہو گئی۔ آپ کے ہائی بلڈ پریشر کے لئے تہجد کے وقت اور پہرہ کے وقت دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے ضرور میری دعا بھی قبول فرمائے گا۔ افغانستان کی طرف پوری دنیا کی نظریں لگی ہوئی ہیں، بس اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرمائے۔ آمین۔ اللہ ہی کی طاقت ہے کہ وہ دشمنوں کی سازشوں کو ناکام فرما رہا ہے۔ تحریک طالبان خالصتاً اللہ کی محبت میں شروع ہوئی ہے اور اب بھی ان کا مطمعٔ نظر اللہ کی رضا ہے۔ اس لئے اللہ کی نصرت ان پر سایہ فگن ہے۔ ان طالبان کو دیکھ کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ جبل السراج پر ایک افغان مجاہد ہمارا ساتھی تھا (یہاں ہانڈی والا ساتھی کو کہتے

ہیں) اس نے ہماری ملاقات اپنے امیر سے کرائی، ایک افغانی ساتھی کو اردو آتی تھی، اس نے مترجم کے فرائض انجام دیئے۔ وہ کہنے لگا "تم پاکستانی بھائیوں نے جس طرح ہماری مدد کی ہے اور تم اتنی دور سے آئے ہو، اگر تم ہمارے سروں پہ پاؤں رکھ کر بھی چلو گے تو ہم تم سے ناراض نہیں ہوں گے" یہ طالبان انتہائی سادہ لوح اور اعلیٰ کردار کے حامل ہیں۔ (نعمان نے طالبان کی تعریف کی تو مجھے بہت اچھا لگا۔ اور پھر میں نے ایک نظم "اچھے لوگ" تحریر کی۔ جسے نعمان کی کیسٹ کے مضمون کے ساتھ لکھ رہی ہوں)

"اچھے لوگ"

افغان سرزمیں کے یہ البیلے لوگ ہیں
اے وقت ان کو جان لے یہ اچھے لوگ ہیں

اس دور کو بناؤ نہ تنقید کا ہدف
اس دور میں بھی ملا عمر جیسے لوگ ہیں

زندہ ہے ان کے دم سے شریعت رسول کی
اس دور میں بھی کم ہی سہی اچھے لوگ ہیں

ان کے ہر ایک خطے میں امن و امان ہے
اس دورِ پُرفتن میں بھی کچھ ایسے لوگ ہیں

قول و عمل میں ان کے کوئی فاصلہ نہیں
کہتے ہیں طالبان جنہیں سچے لوگ ہیں

دنیا کے تبصروں پہ یقیں مت کیا کرو
خود جاؤ دیکھو ان سے ملو پیارے لوگ ہیں

طاغوتی قوتوں سے نبرد آزما ہیں یہ
تقویٰ میں بے مثال ہیں یہ ایسے لوگ ہیں

اللہ کے رسول کی سیرت ہے رہنما
اللہ کے رسول کے یہ پیارے لوگ ہیں

دو گام اُن کے ساتھ چلو راہِ زیست میں
تم خود ہی جان جاؤ گے یہ کیسے لوگ ہیں

یہ چاہتے ہیں ملک میں اسلام کا نظام
رشتہ ہے اُن سے دین کا یہ اپنے لوگ ہیں

اس دورِ نو میں جن کی قیامت پہ ہے نظر
اس دور میں فقط وہی فرزانے لوگ ہیں

سرشار ہیں یہ نشۂ حُبِّ رسول سے
دنیا سمجھ رہی ہے یہ دیوانے لوگ ہیں

مکر و فریب اُن کی شریعت میں کفر ہے
یہ پیکرِ خلوص بڑے سادے لوگ ہیں

اُن کے قلوب بغض و عداوت سے پاک ہیں
اس خاک دانِ دہر میں یہ سیدھے لوگ ہیں

یہ امن و آشتی و وفا کے سفیر ہیں
یہ طالبان علم محبت کے لوگ ہیں

کچھ اس طرح بڑھے ہیں یہ راہِ جہاد میں
اک زلزلہ سا آگیا قصرِ عناد میں

پڑوسی ممالک اور دشمنانِ اسلام افغانستان کے خلاف جو گھناؤنی سازشیں کر رہے ہیں وہ ساری دنیا کو نظر آ رہی ہیں۔ اس لئے طالبان کے پاس بھی اس بات کا جواز موجود ہے کہ وہ بھی ان کے خلاف اپنی جہادی کاروائیاں کر سکتے ہیں۔ ایک حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ "خراسان سے ایک جماعت اٹھے گی جو پوری دنیا پر چھا جائے گی" آج کل ہمارے پاس انگلینڈ، کینیڈا کے ساتھی آ رہے ہیں، تمام دنیا میں اس وقت جہادی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ پوری دنیا کے باشعور مسلمان جہاد میں حصہ لے کر اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اس وقت دنیا کی حالت دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ شاید وہ وقت قریب آ گیا ہے جب کانے دجال کی آمد ہوگی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم پر دنیا میں (دمشق کی جامع مسجد کی چھت پر) اتریں گے۔ حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ "مسیح موعود اور علامات قیامت") آئیں گے اور دجال کے فتنے اور پھر یاجوج ماجوج کے فتنہ کو مٹائیں گے۔ پھر چاروں طرف اسلام کا بول بالا ہوگا۔ اس وقت زیادہ تر مسلمان غفلت کی نیند سو رہے ہیں، میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ سب خوابِ غفلت سے جاگ جائیں اور دنیا میں اسلامی انقلاب آ جائے۔ ہمارا ایک ساتھی تھائی لینڈ کا رہنے والا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تھائی لینڈ میں اسلام کس طرح پھیلا؟ اس نے کہا کہ ملائیشیا کے ذریعے ہمارے ملک میں اسلام داخل ہوا اور ملائیشیا میں انڈونیشیا کے ذریعے اسلام پھیلا اور انڈونیشیا میں صحابہ کرام پہنچے تھے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پوری دنیا میں اللہ کی مدد سے پہنچے تھے۔ کابل میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی قبریں موجود ہیں۔ انہوں نے اپنا گھر بار اور اپنا چین و آرام تک چھوڑ دیا تھا۔ تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضور ﷺ نے اپنا آخری خطبہ دیا تھا اس وقت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ حضرات صحابیات اور دیگر مسلمان تو اس تعداد کے علاوہ تھے۔ عرب سے نکل کر آپ ﷺ کے صحابہ نے شام، مصر، فلسطین، ایران، عراق، افریقہ، اسپین، ترکستان، ہندوستان غرضیکہ دنیا کا بہت بڑا حصہ فتح کر لیا تھا۔ یہ سب جہاد کی برکتیں تھیں۔ آج ہمیں اللہ کی راہ میں نکلنا بہت دشوار محسوس ہوتا ہے، حالانکہ جب کوئی بندۂ مسلم سچے دل سے جہاد فی سبیل اللہ میں نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے۔ اسی نبی اللہ نے اپنے

کرم سے مجھے اپنے راستے میں نکالا۔ امی آپ کہا کرتی تھیں کہ بیٹا اپنی خوراک کا خیال رکھنا تو امی جی اللہ کا شکر ہے صحت بہت اچھی ہو رہی ہے۔ گھر والے اور گھر سے متعلق ہر چیز یاد آتی ہے۔ لیکن اللہ کی راہ میں ہر چیز چھوڑنا پڑتی ہے۔ ان شاء اللہ اصل تو آخرت میں ملیں گے اور وہی مستقل رفاقت ہو گی۔ دو دن کی زندگی ہے ختم ہو جانے والی زندگی ہے، جو حالات اس وقت پوری دنیا میں ہیں اس کے مطابق تو ہر گھر سے ایک سپاہی کو اللہ کی راہ میں نکلنا چاہئے اور پھر اس وقت تو جہاد فرض عین ہو چکا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ گھر والوں کی خدمت کرو اور ان کو مال کما کر دو۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑی کمائی یہی ہے۔ ابو نے کبھی جہاد کے بارے میں سوچا بھی نہیں ہو گا اور نہ ان کے باپ دادا نے اور نہ اسی طرح آپ کے باپ دادا نے جہاد کے سلسلے میں سوچا ہو گا۔ یہاں جو میں آیا ہوں تو اللہ کا شکر ہے کہ ابو اور آپ نے کھلے دل سے جہاد فی سبیل اللہ میں نکلنے کی اجازت دی اور آپا نے بھی دل سے اجازت دی، تو ان شاء اللہ، اللہ آپ سب کو اس کا بہترین اجر دے گا اور اس کے اجر کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔

دو جوتے رکھے ہوئے تھے وہ تانک کے ہیں وہ شعیب بھائی کو دیدیں اور اس کے علاوہ دو کتابیں "خاموش مجاہد" اور "میدان پکارتے ہیں" وسیم کو رافع کے ذریعے بھجوادیں۔ وہ لڑکا تعلیم میں بیٹھتا ہے۔ شاہد کو بھی سلام کہہ دینا۔ راشد (ارشد) خیریت سے ہے، میرے ساتھ ہی ہوتا ہے، وہ بھی بالکل ٹھیک ہے۔ امی آپ کا لاہور جانے کا پروگرام تھا معاویہ کے ساتھ، تاریخ تو میں بھول گیا، غالباً بقر عید کے تیسرے دن جانا تھا (مئی میں) یہ آپ کے لئے اچھا سفر رہے گا۔ آپ کی طبیعت بہتر ہو جائے گی کیونکہ آب و ہوا کی تبدیلی سے بہت اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ویسے بھی لاہور کی آب و ہوا آپ کو بہت موافق آتی ہے۔ رافع، معاویہ، طلحہ تم امی کو بالکل مت ستایا کرو۔ امی، ابو اور آپا کی خدمت کرو، وقت پر پڑھو، وقت پر کھیلو، فضول لڑکوں میں قطعی مت بیٹھنا۔

امی جی کل تک میں حرکت کے ساتھ تھا۔ اب ان شاء اللہ طالبان کے ساتھ محاذ پر رہوں گا۔ شاید رابطہ ٹوٹ جائے، میں ان شاء اللہ خط وغیرہ لکھ کر بھیجا کروں گا۔ ابھی یہ کیسٹ بھر کر بھیج رہا ہوں کیونکہ جب میں آ رہا تھا تو امی آپ نے کہا تھا کہ کیسٹ ٹیپ کر دو لیکن میں کیسٹ ٹیپ نہیں کر سکا تھا۔ یہاں ایک لڑکے سے کیسٹ منگائی تو وہ ساٹھ منٹ کے

بجائے نوے منٹ کی کیسٹ لے آیا۔ پھر ایک لڑکے سے ٹیپ ریکارڈ منگایا اور کیسٹ بھرنے کا سوچا۔ شام کو جب میں ٹیپ کر رہا تھا تو جملے بول کر بھول جاتا تھا، پھر بند کر کے سنتا تھا، پھر بولتا تھا، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح ٹیپ کروں۔ بہر حال یہ بہت مشکل کام ہے۔ خط تو پھر بھی آسانی سے لکھا جا سکتا ہے۔ گھر کے کھانے بہت یاد آتے ہیں، یہاں کے کھانوں میں مرچیں نہیں ہوتیں، گھر کی نہاری، بریانی اور دیگر چیزیں کبھی کبھی کھانے کو دل چاہتا ہے۔ لیکن اب تو ان شاء اللہ اوپر جا کر جنت میں ہی کھائیں گے۔

خبریں سنی تھیں کہ حج کے موقعہ پر منیٰ میں کافی پاکستانی حاجی شہید ہو گئے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ امی جی آپ کا کالج جا رہی ہوں گی، اسی طرح گھر کی قرآن کی کلاسیں اور دیگر ذمہ داریاں بھی جاری ہوں گی اور ابو دوپہر کو آرام سے سوتے ہوں گے اور صبح K.E.S.C اور نیشنل بینک وغیرہ چلے جاتے ہوں گے۔ آپا کے اسی طرح چکر، بندر روڈ، صدر اور چلی ہے میری گھوڑا گاڑی۔ ۔۔۔۔۔۔ اسی طرح گاڑی چل رہی ہو گی اور وہ ہمارے چھوٹے صاحب ان کے سر پر کرکٹ ٹیم کی پوری ذمہ داری ہے، لہٰذا زیادہ وقت ان کا اس ذمہ داری نبھانے اور گھر سے باہر رہنے میں گزرتا ہو گا اور رافع ہمارے بدھو میاں شاید آئینہ کے سامنے زیادہ وقت گزارتے ہوں گے اور جنرل بھائی کے تو کیا کہنے باقی یہ ہے کہ سب گھر والے یاد آتے ہیں۔ آپ لوگ بھی مجھے دعاؤں میں یاد رکھا کریں، اب رات کے بارہ بج رہے ہیں، میں بستر پر لیٹا ہوا سوچ رہا ہوں کہ کیا کروں۔ آپ کو معلوم ہے ویسے ہی میں بہت کم سوچتا ہوں۔ میں خالد کے پتہ پر کیسٹ بھیج رہا ہوں، خالد ان شاء اللہ آپ کو پہنچا دے گا۔ ایک لڑکا ہے اس کے پاس ایپریکاٹ (آڑو) کا عطر ہے، وہ جب لگا کر آتا ہے تو مجھے امی شدت سے یاد آنے لگتی ہیں، کیونکہ امی کو آڑو کا جوس بہت پسند ہے، پرفیوم کی خوشبو سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آڑو کا جوس سونگھ رہے ہیں یا پی رہے ہیں۔ اسی طرح تیل لگاتا ہوں تو آپا یاد آجاتی ہیں اور گھر والے تو یاد آتے ہی رہتے ہیں۔ آج ایک لڑکا کراچی جا رہا ہے اس کو یہ کیسٹ دوں گا، اس وقت شدت کی نیند آ رہی ہے۔ صبح چار بجے تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے ہیں اگر صبح ٹائم ملا اور کوئی بات ذہن میں آئی تو ٹیپ کر دوں گا ورنہ اللہ حافظ (یہ تمام باتیں نعمان نے بستر پر لیٹے لیٹے بھری ہیں، اس وقت نعمان کا لہجہ بہت سنجیدہ تھا)

(یہاں کیسٹ کا وہ حصہ ہے جو صبح کے ناشتے کے بعد نعمان نے ٹیپ کیا ہوگا)

ابھی ناشتے میں کافی پی۔ ایک لڑکا نارتھ ناظم آباد کا ہے اس کا نام منیب ہے۔ اس کے پاس ٹیسلے کی کافی کی بڑی بوتل ہے۔ تین چار دن سے کافی پی رہے ہیں۔ یہاں پر فاختائیں بھی کافی کھائی ہیں، یہاں فاختائیں کافی ہیں (اس وقت نعمان کی آواز سے محسوس ہو رہا تھا کہ سردی بہت بڑھ رہی ہے) وہ فاختائیں شکار کی تھیں آج اور تین دن پہلے۔ ایک دوست نے فائر مارا تو ایک فاختہ نیچے گر گئی۔ ہم نے بروسٹ کر کے کھائی، فاختہ کا گوشت بہت لذیذ ہوتا ہے، جو چیز کراچی میں نہیں کھائی تھیں وہ بھی اللہ تعالیٰ نے یہاں کھلا دیں۔ فاختہ کا گوشت بہت گرم ہوتا ہے لیکن یہاں سردی کافی ہے، اس لئے ان کے کھانے سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں کابل میں ترکی کا کافی مال دستیاب ہے۔ ایک صابن فلیکس کے نام سے ہم استعمال کرتے ہیں، یہ صابن میں ایک لڑکے کے ہاتھ خالد کے گھر بھجوا رہا ہوں۔ خالد ان شاء اللہ آپ کو دیدے گا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب کیا بولوں۔ بے ربط سی گفتگو ہے، ٹیپ بند کرتا ہوں پھر دوبارہ ٹیپ کرتا ہوں، کافی مشکل کام ہے۔ تقریر کرنا، آواز ٹیپ کرنا، کوئی آسان کام نہیں۔ یہ ٹیپ ریکارڈ آواز کو ٹھیک سے کیچ نہیں کرتا ورنہ آپ کو جنگ کی آوازیں سنواتا جب یہاں راکٹ چلتے ہیں اور ہم میزائل مارتے ہیں تو خاصی آواز پیدا ہوتی ہے۔ کیسٹ کے ابتدائی حصے میں، میں نے کوشش کی تھی کہ فائرنگ کی آواز بھروں لیکن آوازیں ٹھیک سے ٹیپ نہیں ہوئیں۔ ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے گولیاں نہیں پٹاخے چل رہے ہیں۔ ایک تو ٹیپ خراب ہے اور دوسرے یہ علاقہ کافی کھلا ہوا ہے۔ پورے پورے برسٹ فائر کئے لیکن آواز ٹھیک سے نہیں آئی۔

امیر المؤمنین ملا محمد عمر صاحب سے ایک ساتھی کی بات ہوئی تھی اس نے سوال کیا کہ آپ افغانستان کی فتح کے بعد آگے بڑھیں گے یا افغانستان کی طرف توجہ دیں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں ایک گھنٹہ بھی نہیں رکوں گا، آگے پیش قدمی کروں گا۔ میرے سامنے افغانستان کی پوری تاریخ موجود ہے کہ افغانی جب دشمن سے نہیں لڑتے تو آپس میں لڑتے ہیں، لہٰذا آگے کی طرف پیش قدمی کروں گا۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "میری امت کی سیاحت جہاد میں ہے" اور الحمد للہ

جہاد کے راستے میں نکل کر نئے نئے علاقے دیکھنے کو ملے۔ اللہ سے امید ہے کہ ان شاء اللہ آگے بھی جائیں گے۔ واپسی کا ارادہ نومبر سے پہلے ہے (نومبر ۱۹۹۷ء) اگر شہید نہیں ہوا تو...... جب آؤں گا، تو پھر ان شاء اللہ سب مل کر عمرہ کے لئے بیت اللہ کا رخ کریں گے۔ یہاں ایک استاد نے چار خرگوش پالے ہوئے ہیں، ابھی بھی ایک خرگوش سامنے گھوم رہا ہے۔ خرگوش بڑی دلچسپ حرکتیں کرتے ہیں، گاجر کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر کھاتے ہیں، جیسے عموماً تصاویر میں ہوتے ہیں۔ ایک خرگوش تو بالکل ویسا ہی لگتا ہے، اس کے دانت بھی اسی طرح باہر نکلے ہوئے ہیں۔ ٹوپی کے تیس روپے رافع کے ہاتھ بھجوا دیں، سہیل خان سے کہنا کہ میری ایم کام کی مارک شیٹ، ڈگری اور یونیورسٹی کارڈ نکلوالیں اور گھر آپ کے پاس پہنچا دیں۔ بس آپ سے دعا کی درخواست کر کے رخصت کی اجازت چاہتا ہوں۔

اللہ سب کا حافظ و ناصر

آپ کا بیٹا

احمد نعمان فاضلی

کیسٹ سن کر لکھنے سے پہلے میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ "اے پروردگار! مجھے طاقت و قوت دینا کہ میں مضبوط دل کر کے نعمان کے الفاظ ان صفحات پر منتقل کر سکوں۔ کئی بار ذہن کو زبردست جھٹکے لگے، آنسو آنکھوں سے نکلنے کو بے تاب ہو گئے، لیکن میرے رب کی رحمانہ اور کریمانہ ذات نے مجھے حوصلہ بخشا۔ ایک دو بار قلم ڈگمگایا لیکن میرے رب نے اسے پھر رواں کر دیا۔ انسان اچھے کام کی کوشش کرے تو وہ کام اللہ کی مہربانی سے ہو جاتا ہے۔ واقعی ساری قوت و طاقت اللہ ہی کی ہے۔ میرے مالک مجھے ہمیشہ اپنا ذکر اور اپنا شکر کرنے کی توفیق عطا فرمانا۔ آمین

"جہاد، شہادت
اور استقامت"

ماہ ربیع الاول شروع ہو چکا تھا۔ میرے کان دروازے کی دستک پر لگے رہتے کہ شاید ڈاکیہ میرے مجاہد بیٹے کا خط لے کر آئے، شاید کوئی ٹیلیفون میرے بچے کا آجائے۔ عمران بھائی، فاضلی صاحب سے ملتے رہتے تھے، لیکن ان سے بھی ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملی۔ ربیع الاول کا مہینہ آہستہ آہستہ گذر رہا تھا۔ میں صبح وشام اور دن، رات کے اکثر اوقات میں اپنے رب سے دعا کرتی کہ "اے میرے معبود تو تمام مجاہدین کی حفاظت فرمانا اور ان کی مدد فرمانا اور اے رب میرے بچے کی خیریت سے مجھے آگاہ فرمادے۔" (آمین) ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی حضور اقدس ﷺ کا یوم وفات۔ اس دن جمعۃ المبارک تھا، آپا صبح ہی صبح ضرب مومن لے کر آئیں اور خاموشی سے اخبار رکھ کر لیٹ گئیں۔ میں نے ان کی طرف نظر کی تو ان کے چہرے پر بڑی گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی، میں نے اخبار پڑھنا شروع کیا۔ ہم سب کی عادت یہ ہے کہ ضرب مومن کی ایک ایک خبر اور اس کی تفصیل ضرور پڑھتے ہیں۔ اس میں ایک خبر صفحہ نمبر ۴ پر تھی کہ قندوز کے محاذ پر مجاہد نعمان اور مجاہد اخلاق شہید ہوگئے۔ مجاہد نعمان کی وصیت تھی کہ مجھے اسی سرزمین پر دفن کیا جائے (کیونکہ میں اسی سرزمین سے اٹھ کر اللہ کی بارگاہ میں جانا چاہتا ہوں) یہ خبر پڑھ کر میں سمجھ گئی کہ آپا اسی خبر کو پڑھ کر خاموش ہیں۔ فاضلی صاحب نے بھی اخبار پڑھ لیا، میں خاموشی سے لیٹ گئی اور اللہ کو یاد کرنے لگی کیونکہ واویلا تو اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کے مرنے پر بھی منع فرمایا ہے، پھر شہادت تو مجاہد کے لئے ایک بہت بڑا تحفہ ہوتی ہے، اس پر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری موجود ہے، لیکن انسان کی فطرت ہے کہ وہ اس کے باوجود ملول ہو جاتا ہے۔ اداسی اردگرد سے اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اتفاق کی بات اس دن خالہ جی کے گھر سیرت النبی کا جلسہ تھا، جب جانے کا وقت ہوا تو خالہ جی کا فون آیا۔ میں نے خالہ جی کی آواز سن کر السلام علیکم کہا، سلام کا جواب دینے کے بعد کہنے لگیں بیٹی کیسی طبیعت ہے، میں نے کہا

الحمد للہ ٹھیک ہوں۔ کہنے لگیں بیٹی میں آپ کو لینے آرہی ہوں، میں نے جواب دیا بہت ٹھیک ہے آجائیں۔ دس منٹ بعد ہی ان کی گاڑی آگئی۔ ان کے گھر بیان ہوا، اس میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا تذکرہ تھا، بیان میں یہ بتانا مقصود تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کے بعد ہی ہمیں ایک کامیاب زندگی کی نوید مل سکتی ہے۔ کچھ طالبات کہنے لگیں کہ باجی اسی اطاعت کو جہاد فی سبیل اللہ کے سلسلے کے ساتھ بیان کریں۔ طالبات کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ آج میرے دل کی کیا کیفیت ہے۔ میں نے نظریں جھکا رکھی تھی، اسی انداز میں، میں نے جہاد فی سبیل اللہ کا بیان شروع کیا، کچھ دیر بعد ایک طالبہ کی آواز آئی۔ باجی مجاہد کے بارے میں بتائیں، میں نے اپنا ایک بند مجاہدین کی تعریف میں پڑھا۔

"مجاہدین"

وہ کفر و شرک کا حلیہ بگاڑ دیتے ہیں
وہ ملحدین کو پل میں پچھاڑ دیتے ہیں
شجاع ہیں در خیبر اکھاڑ دیتے ہیں
عدو کو ان کو مسلسل پہاڑ دیتے ہیں
مجاہدین بلا کا کمال رکھتے ہیں
دلوں میں خوف خدا کا جمال رکھتے ہیں

بند سنانے کے بعد میں نے سورۃ النساء کی دو آیات ان کے سامنے پڑھیں اور پھر ان کا ترجمہ بیان کیا۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ
وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۚ
فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى
الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۚ وَفَضَّلَ
اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ

مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(سورہ النساء آیات: ۹۵، ۹۶)

ترجمہ: "اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومن اور بغیر عذر کے بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں۔ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجوں میں بہت فضیلت دے رکھی ہے اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوبی اور اچھائی کا وعدہ دیا لیکن مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت دے رکھی ہے۔ اپنی طرف سے مرتبے کی بھی اور بخشش کی بھی اور رحمت کی بھی اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

تفسیر: جب یہ آیات نازل ہوئیں کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور گھروں میں بیٹھ رہنے والے برابر نہیں تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا صحابی) وغیرہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ ہم تو معذور ہیں، جس کی وجہ سے ہم جہاد میں حصہ لینے سے مجبور ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ گھر میں بیٹھ رہنے کی وجہ سے جہاد میں حصہ لینے والوں کے برابر ہم اجر و ثواب حاصل نہیں کر سکیں گے۔ در آں حالیکہ ہمارا گھر میں بیٹھ رہنا بطور شوق یا جان کی حفاظت کے نہیں ہے بلکہ عذر شرعی کی وجہ سے ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے (غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ یعنی بغیر عذر کے) کا استثناء نازل فرمادیا یعنی عذر کے ساتھ بیٹھ رہنے والے، مجاہدین کے ساتھ اجر میں برابر کے شریک ہیں کیونکہ "حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ" ان کو عذر نے روکا ہوا ہے" (صحیح بخاری، کتاب الجہاد) یعنی جان مال سے جہاد کرنے والوں کو جو فضیلت حاصل ہوگی، جہاد میں حصہ نہ لینے والے اگرچہ اس سے محروم رہیں گے تاہم اللہ تعالیٰ نے دونوں کے ساتھ ہی بھلائی کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ عام حالات میں جہاد فرض عین نہیں، فرض کفایہ ہے یعنی اگر بقدر ضرورت آدمی جہاد میں حصہ لے لیں تو اس علاقے کے دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی یہ فرض ادا شدہ سمجھا جائے گا۔

(اردو ترجمہ، مطبوعہ قرآن، مدینہ منورہ)

مندرجہ بالا بیان کے بعد میں نے حضور اقدس ﷺ کی احادیث مبارکہ بیان کیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس نے نماز کو قائم رکھا، زکوٰۃ ادا کی اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اوپر لازم کرلیا ہے) کہ وہ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا، خواہ اس شخص نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی ہو یا وہ اپنے پیدائشی وطن میں ٹھہرا رہا ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے سو درجے تیار فرمائے ہیں۔ ان میں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں۔ اور جب تم نے اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگا کرو کیونکہ وہ جنت کا درمیانی اور اعلیٰ حصہ ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ (بخاری)

☆ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ایمان لایا، اسلام لایا اور اس نے ہجرت کی تو میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ میں اسے ایک گھر جنت کے اطراف میں اور ایک گھر جنت کے وسط میں عطا فرماؤں گا اور جو شخص ایمان لایا اور اسلام لایا اور اس نے جہاد کیا تو میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ میں اسے ایک گھر جنت کے اطراف میں ایک گھر جنت کے وسط میں اور ایک گھر جنت کے اعلیٰ ترین درجے میں عطا فرماؤں گا اور جس شخص نے یہ اعمال کر لئے اس نے ہر چیز کو پالیا اور ہر شر سے بچ گیا، اب وہ جہاں چاہے مرے (اس کی کامیابی یقینی ہے)۔ (نسائی، مستدرک)

☆ حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ میری امت میں سے کچھ لوگ رضاکارانہ طور پر بغیر اجرت اور بغیر روزی کے جہاد کریں گے۔ ان لوگوں کو میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسا اجر ملے گا۔ (شفاالصدور)

میں نے کہا میری ماؤں، بہنو اور بیٹیو! آپ نے سنا مجاہد کا درجہ اللہ تعالیٰ نے کتنا بلند فرمایا۔ اللہ کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ اپنے پیارے نبی کو حکم دیا کہ ہمیں ایک ایک بات کو اس طرح سے بتادیں کہ وہ ہمارے ذہن نشین ہو جائے۔ اللہ ہمارا محسن ہے اور نبی ﷺ بھی ہمارے محسن ہیں۔ اب اللہ ہم سب کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے گھروں میں جہاد کی تبلیغ

کریں اور پھر ہر گھر سے اللہ کا کم از کم ایک سپاہی تو نکلے اور اس طرح مجاہدین کے قافلے میدانِ جنگ کی طرف جاتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے سے ضرور ہمارے اوپر بھی اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔

پھر ایک طالبہ نے کہا باجی شہادت کے بارے میں بھی اختصار سے بتا دیجئے۔ میں نے کہا جی شہادت تو مجاہد کے لئے اللہ کی طرف سے بہت اعلیٰ درجہ ہوتا ہے۔ آپ اس سلسلے میں پیارے نبی ﷺ کے اعلیٰ درجے کے خیالات سنیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے قسم اس ذات کی کہ میرا نفس اس کے ہاتھ میں ہے، اگر کچھ مومن ایسے نہ ہوتے جنہیں میرے پس پشت رہنا کسی طرح پسند نہیں اور میرے پاس اتنی سواری نہیں کہ اُن کو سفر میں ہمراہ لے چلوں تو میں کسی ایسی جماعت سے جو اللہ کے راستے میں جہاد کر رہی ہے کبھی پیچھے نہ رہتا (اور ہر جماعت کے ساتھ نکلتا) اور قسم اُس ذات کی کہ میرا نفس اس کے ہاتھ میں ہے مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ میں اللہ کے راستے میں شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں۔ (بخاری، حیاۃ الصحابہ)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک اُس شخص کے لئے ضامن ہے جو اللہ کے راستے میں سوائے جہاد کرنے کے اور کسی غرض سے نہیں نکلا۔ اللہ فرماتا ہے جو میرے راستے میں جہاد کرنے کے لئے نکلا اور مجھ پر ایمان لانے اور میرے رسول ﷺ کی تصدیق کے لئے جہاد کیا میں اُس کا ضامن ہوں کہ اسے جنت میں داخل کروں گا یا اس کو اسی گھر میں لوٹاؤں گا جہاں سے وہ آیا ہے کہ اس نے اجر و ثواب حاصل کیا ہو گا یا مالِ غنیمت۔ اور قسم ہے اس ذات کی کہ محمد ﷺ کا نفس اس کے ہاتھ میں ہے، کوئی زخم ایسا نہیں جو اللہ کے راستے میں لگا ہو، مگر بروز قیامت زخم اپنی اسی ہیئت کے ساتھ جس طرح کہ زخم لگنے کے دن تھا، موجود ہو گا، رنگ اس کا خون جیسا ہو گا اور اس کی بو مشک جیسی ہو گی اور قسم ہے اُس ذات کی کہ محمد ﷺ کا نفس اس کے ہاتھ میں ہے، اگر مسلمانوں پر شاق نہ گذرتا تو میں کبھی کسی (جماعت) سے جو اللہ کے راستے میں غزوہ کے

لئے نکلی گھر نہ بیٹھتا۔ لیکن میرے پاس سواری کی وسعت نہیں کہ لوگوں کو لے چلوں اور خود لوگوں کے پاس سواری نہیں اور میرے بغیر اُن کو مدینہ میں ٹھہرنا بھی شاق گذرتا ہے، اور قسم ہے اُس ذات کی کہ محمد ﷺ کا نفس اس کے ہاتھ میں ہے، مجھے یہ بات زیادہ محبوب ہے کہ میں اللہ کے راستے میں غزوہ کروں اور شہید کیا جاؤں، پھر غزوہ کروں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر غزوہ کروں، پھر شہید کیا جاؤں۔ (مسلم، حیاۃ الصحابہ)

اب آپ ﷺ کے خیالات کے مطابق میرا قطعہ سنیں۔

"شہادت کا درجہ"

بہت سے راستے جاتے ہیں یوں تو خلد کی جانب
"جہادِ دیں مگر اک مختصر رستہ ہے جنت کا"
اسی باعث شہادت کی تمنا میں نے خود کی ہے
کہ سب سے افضل و اعلیٰ بھی ہے درجہ شہادت کا

غزوۂ احد سے پہلے جب کفار کی آمد کی خبر سن کر حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع کر کے مشورہ کیا، بعض کی رائے تھی کہ مدینہ منورہ میں رہ کر قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا جائے جبکہ بعض جنت کے شیدائی قلتِ تعداد کے باوجود باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلے کو ترجیح دے رہے تھے۔ نعمان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بھی شہادت کے انہی طلب گاروں میں سے تھے، انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (ﷺ) "ہم کو جنت سے محروم نہ کیجئے، قسم ہے اُس پاک ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں ضرور جنت میں داخل ہو کر رہوں گا؟" آپ ﷺ نے فرمایا: کس بنا پر؟ نعمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "اس بنا پر کہ میں اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور لڑائی میں کبھی نہیں بھاگتا" آپ ﷺ نے فرمایا "صَدَقْتَ" (تو نے سچ کہا، یعنی شہادت کی ادائیگی اور لڑائی میں ثابت قدمی پر جنت کی امید رکھنا برحق ہے بے جا نہیں)

☆ جنگِ احد میں جب دشمنوں کا آپ (ﷺ) پر ہجوم ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کون جواں مرد ہے جو ہمارے لئے اپنی جان کا سودا کرے؟ یہ سنتے ہی زیاد بن سکن رضی اللہ

عنہ اور پانچ انصاری صحابی کھڑے ہوگئے یکے بعد دیگرے ہر ایک نے جاں نثاری اور جانبازی کے جوہر دکھلائے۔ یہاں تک کہ سب شہید ہوگئے اور اپنی جان فروخت کر کے جنت مول لے لی۔ زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ جب زخم کھا کر گرے تو نبی ﷺ نے فرمایا ان کو میرے قریب لاؤ، لوگوں نے اُن کو آپ ﷺ کے قریب کردیا، انہوں نے اپنا رخسار آپ کے قدمِ مبارک پر رکھ دیا اور اسی حالت میں جان اللہ کے حوالے کی۔

(سیرت ابن ہشام: ج ۲/ص ۸۳)

شہادت کا بیان اور قطعہ پڑھنے کے بعد وہ آنسو جن پر میں نے بڑی مشکل سے بند باندھا ہوا تھا آنکھوں سے اُبل اُبل کر میرے چہرے پر بہنے لگے۔ میں آنکھیں بند کر کے بولتی جا رہی تھی، ایک میدانِ جنگ تھا جو میری نظروں کے سامنے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت وہ کیفیت عطا فرمائی کہ جہاد کے بیان پر تمام خواتین رونے لگیں، بیان ختم ہوا اور دعا شروع ہوئی تو محفل کی حالت یہ تھی کہ ہر بہن، ماں اور بیٹی مسلم مجاہدین کی فتح و نصرت کی دعاؤں پر آمین، آمین کہہ رہی تھیں۔ آج ان کی آمین بھی دل کی گہرائیوں سے نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ دعا کے بعد سب نے اپنی اپنی نماز پڑھی اور میں خالہ جی سے اجازت لے کر گھر آئی۔ خالہ جی بہت حیران تھیں کہ میں فوراً گھر آگئی وہاں کچھ دیر بیٹھی بھی نہیں۔ انہوں نے تمام طالبات سے پوچھا سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ صرف نصرت شوکت جو اخبار پڑھ چکی تھی اور اس کی مجھ سے بات بھی ہوئی تھی، اس نے بتایا کہ نعمان کی شہادت کے متعلق ضربِ مومن میں ایک خبر آئی ہے، یہ سن کر میری طالبات اور خاص خواتین میرے غریب خانہ پر آگئیں۔ گھر میں ایک عجیب سی خاموشی طاری تھی۔ خالہ جی نے کہا کسی لڑکے کو ضربِ مومن کے دفتر بھیج کر تحقیق کرالو۔ میں نے مجاہد راشد کے بھائی شاہد کو فون کیا، کچھ ہی دیر بعد عمران بھائی، شعیب بھائی اور شاہد تحقیق کر کے آئے کہ وہ بچہ جو شہید ہوا وہ نعمان بٹ ہے۔ سب مجاہدین، خواتین اور بچے مجھ سے کہنے لگے چلیں آپ مطمئن ہو جائیں وہ ہمارا نعمان نہیں۔ میں نے کہا مطمئن تو میں پہلے بھی تھی اور آپ نے یہ کیا کہا کہ وہ ہمارا نعمان نہیں تھا۔ نعمان بٹ بھی میرا ہی بیٹا ہے۔ آپ سب کیوں نہیں سمجھتے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ آپ سب اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نعمان بٹ کی شہادت قبول فرمائے

اور اس کی شہادت پر اس کے گھر والوں کو اطمینانِ قلب نصیب فرمائے۔ خاص طور پر اللہ تعالیٰ اس کی ماں کو صبر عطا فرمائے۔ (آمین)

فاضلی صاحب نے عمران بھائی سے کہا آپ معلوم تو کریں کہ نعمان اور راشد کہاں ہیں۔ کچھ دن بعد عمران بھائی خبر لائے کہ مجاہد نعمان اور مجاہد راشد حمزہ کی طرف جانے والے لشکر میں شامل تھے، لیکن اب ان کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ میں نے حضرت والا (مفتی رشید صاحب) کو فون کیا اور نعمان کے بارے میں کہا کہ حضرت نعمان کا کوئی پتہ نہیں چل رہا، ضربِ مومن کے دفتر فون کر کے لسٹوں میں بھی دکھوایا، ان کا نام نہ قیدیوں میں ہے اور نہ شہداء میں۔ آپ دعا کریں کہ وہ اور راشد دونوں اللہ کے سپاہی ہیں، اللہ مجھے ان کی خیر کی خبر سنائے اور مجھے برداشت کی قوت دے۔ مفتی رشید صاحب بڑے شفیق ہیں، کہنے لگے میں دل سے دعا کروں گا۔ میں نے ان سے کہا کہ کچھ پڑھنے کے لئے بتائیں تو انہوں نے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ تمام دن میں اللہ کے دیئے ہوئے حوصلے سے کالج میں پڑھاتی، دیگر اپنے کام کرتی، گھر کے کام کرتی، بچیوں کو قرآن مجید پڑھاتی دن کا وقت تو گزر جاتا، لیکن جب رات ہوتی اور سب سو جاتے تو مجھے اپنا مجاہد بیٹا شدت سے یاد آتا اور میں چھپ چھپ کے روتی اور دعا کرتی۔ اسی طرح ایک مہینہ گزر گیا۔ میری آنکھوں میں شدت کا درد ہونے لگا، سینے میں درد کی شدید لہریں سی اٹھنے لگیں۔ پھر میں نے مفتی عبدالرؤف سکھروی کو فون کر کے نعمان کے بارے میں بتایا اور پڑھنے کے لئے پوچھا تاکہ مجھے سکون مل جائے۔ انہوں نے میری تمام باتیں بڑے آرام سے سنیں اور کہنے لگے میں ضرور دعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے مجاہد بیٹے کو خیر و عافیت کے ساتھ بھیجے۔ اب ایسا کرو کہ روزمرہ کے معمولات کے ساتھ درود ابراہیمی (جتنا پڑھا جا سکے) پڑھو اور اس کو پڑھنے کے بعد اپنے بچے کی خیریت سے واپسی کی دعا کرو اور اپنے سکون کے لئے اللہ سے دعا کرو۔ درود شریف تو الحمد للہ پہلے بھی پڑھتی تھی، اب کثرت سے پڑھا اور جس طرح مفتی صاحب نے بتایا تھا اس طرح دعا کی۔ تو چند روز بعد اللہ تعالیٰ نے خاص قسم کا سکون میرے قلب کو عطا کیا اور آنکھوں کی تکلیف بھی دور ہو گئی، سینے کی تکلیف میں بھی کچھ افاقہ ہوا۔ البتہ سینے میں کبھی کبھی ناقابلِ برداشت درد اٹھتا، پھر میں نے مولانا زرولی صاحب کو خط لکھا

اور یہ بھی لکھا کہ حضرت بچے کا کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ سورۃ یوسف پڑھیں۔ پھر تو ہمارے گھر روزانہ کا یہ معمول بن گیا کہ آپا، میں اور تمام طالبات روزانہ سورۃ یوسف کا ورد کرتے اور پھر خوب دل سے دعائیں مانگتے۔ یہاں تک کہ میری کالج کی تمام ساتھیوں نے بھی سورۃ یوسف پڑھ کر اللہ سے دعا کی (کالج میں سورۃ یوسف کا اہتمام فریدہ شفیع اور پرنس صدیقی نے کیا)

کچھ عرصے بعد میں نے جمیل بھائی کو فون کیا تو وہ اپنے گھر اس وقت موجود نہیں تھے۔ میں نے مزمل بھائی کو فون کیا، انہوں نے کہا کہ باجی جمیل بھائی سے میری بات ہوئی تھی وہ کہہ رہے تھے کہ نعمان اور راشد مزار کی طرف گئے تھے لیکن یہاں سے دونوں بچوں کا پتہ نہیں چل رہا۔ میں نے کہا مزمل بھائی آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ہمت و حوصلہ عطا فرمائے۔ کہنے لگے باجی مجھے یہ بتائیں کہ آپ کو اللہ پر بھروسہ ہے، میں نے جواب دیا بے شک میں اللہ پر توکل کرتی ہوں۔ پھر کہنے لگے باجی آپ نے نعمان کو کس لئے جہاد پر بھیجا ہے؟ میں نے جواب دیا اللہ کے لئے تو کہنے لگے کہ باجی آپ کو تو معلوم ہے کہ جنگ میں مجاہد زخمی بھی ہو سکتا ہے، شہید بھی ہو سکتا ہے اور غازی بن کر واپس بھی آ سکتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ آپ نے صحیح کہا لیکن یہاں صورت حال یہ ہے کہ بچے کے متعلق یہ پتہ نہیں چل رہا کہ مزار کے بعد کیا صورت حال رہی۔ مزمل بھائی آپ خود سوچیں ایسی صورت میں ماں کتنی پریشان ہو جاتی ہے وہ تو اللہ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے ہمت دی ہوئی ہے۔ بہر حال آپ دعا ضرور کریں تو جواب میں کہنے لگے میں ضرور دعا کروں گا کہ اللہ آپ پر اپنا کرم فرمائے۔ آمین

کچھ ماہ بعد میں نے مفتی عاصم صاحب (نیو ٹاؤن مدرسے کے استاد) کو فون کر کے نعمان کے سلسلے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ ہر نماز کے بعد سورۃ لقمان کی آیت نمبر ۱۵ اکیس مرتبہ پڑھیں اور ۱۴۱ مرتبہ روزانہ سورۃ والضحیٰ پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائے گا پھر کہنے لگے جنرل عبدالمالک نے طالبان مجاہدین کے ساتھ دھوکہ بازی کی، وہ پکا منافق تھا۔ طالبان سیدھے اور سچے تھے اس لئے اس کو بھی سچا سمجھ بیٹھے، لیکن اس ظالم نے کتنے طالبان کو شہید کر دیا، جن کی زندگیاں باقی تھیں وہ شہداء کے جسموں کے نیچے دبے

رہے، کچھ سپاہیوں نے (جن کے دل میں اللہ کا خوف تھا) ان مجاہدین کو چند دن اپنے گھروں میں چھپا کر رکھا اور پھر خاموشی سے مزار سے نکال دیا۔ مفتی عاصم صاحب کہنے لگے میرا ایک طالبعلم بھی طالبان کے ساتھ مزار میں داخل ہوا تھا۔ میرا طالبعلم بتا رہا تھا کہ جنرل عبدالمالک کے ساتھیوں اور حزب وحدت والوں نے چودہ دن کنٹینروں میں بند رکھا، ظلم کی انتہا یہ تھی کہ کچھ دیر کے لئے بھی ان کنٹینروں سے نہیں نکالتے تھے، سوکھی روٹیاں اور کم پانی پینے کو دیتے تھے، یہ تو اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کو ہمت دی تھی کہ اکڑوں بیٹھے بیٹھے اپنا وقت گذارا (طالب علم بتا رہا تھا کہ یہ لمحات بڑے صبر آزما تھے) چودہ دن بعد ان مجاہدین کو جب باہر نکالا تو زہریلی بریانی ان کو کھانے کے لئے دی، کچھ مجاہدین شہید ہو گئے، کچھ بچ گئے۔ میرے طالبعلم کے جسم پر زہریلی بریانی کھانے سے بڑے بڑے دانے نکل آئے تھے، جن میں شدت کی تکلیف ہوتی تھی۔ جب مزار فتح ہوا اس وقت اس طالبعلم کو رہائی نصیب ہوئی۔ یہ پاکستان سے باہر کا طالبعلم تھا، آج کل اپنے ملک گیا ہوا ہے ورنہ میں نعمان کے لئے اس سے معلومات حاصل کرتا۔ میں نے مفتی عاصم کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ کی باتیں سن کر مجھے اپنا غم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین کو مکمل نصرت عطا فرمائے۔ آمین

مولوی محمد قاسم نے اس طرح اپنی مختصر سرگذشت بیان کی ہے "دشت حیرتان میں ستر طالبان قیدیوں کو حزب وحدت والے اس بہانے سے لے گئے کہ قندھار کے طلباء کا تبادلہ ہونے والا ہے۔ پھر گاڑیوں میں بٹھا کر دشت حیرتان کی طرف لے گئے۔ طالبان مجاہدین کے ہاتھ ان کی پگڑیوں سے باندھ دیئے، دشت حیرتان میں مجاہدین کو کھڑا کر کے حزب وحدت کے ظالم غنڈوں نے اللہ کے سپاہیوں پر گولیاں برسائیں۔ مولوی محمد قاسم فرماتے ہیں کہ حزب وحدت کے درندوں نے اس طرح کیا کہ ان کا ایک آدمی طالب علم کے سر میں دوسرا ظالم سینہ میں اور تیسرا ظالم پیٹ میں گولیاں مار رہے تھے۔ فرماتے ہیں ایک گولی میرے کان پر اور دوسری اور تیسری گولی پیٹ کے بجائے پہلو اور ران پر لگی۔ جن گاڑیوں میں ان طلباء کو جیل سے صحراء کی طرف لے جایا گیا تھا اس کا ایک ڈرائیور رحم دل تھا، اس نے مولانا قاسم سے پشتو میں پوچھا تم بچ گئے؟ تو انہوں نے کہا ہاں بچ گیا۔ ڈرائیور نے انہیں خاموش رہنے کو کہا اور چپکے سے کہنے لگا کہ رات کو آؤں گا۔ مولوی قاسم نے اس منظر

کی عکاسی کرتے ہوئے فرمایا وہ بڑا دردناک اور ہولناک منظر تھا۔ یہ ۳۰۹ر مجاہدین بے یارومددگار تڑپ رہے تھے۔ ان کی زبانوں پر کلمۂ طیبہ کا ورد اور اللہ، اللہ کا ورد جاری تھا۔ تین بجے یہ آوازیں خاموش ہو چکی تھیں۔ ۳۰۹ر طلباء جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے۔ تین بجے ڈرائیور مجھے عبدالحمید خان باچا کے پاس لے گیا (یہ حکمت یار کے کمانڈر تھے، جبکہ حکمت یار ایران میں بیٹھ کر حزبِ وحدت کے درندوں کی سرپرستی کر رہا تھا) انہوں نے دو ماہ تک میری خدمت کی اور پھر مجھے قندوز تک پہنچا دیا۔ یہ ۳۰۹ر شہداء ڈیڑھ سال تک یونہی بے گور و کفن کھلے آسمان تلے پڑے رہے (لیکن اللہ کی قدرت ان شہداء کے جسم بالکل ٹھیک تھے) (بہ شکریہ ضربِ مومن)

رات فجر سے کچھ دیر پہلے میں نے خواب دیکھا کہ میرے گھر میں کافی لوگ جمع ہیں اور مجاہد راشد اور میرا مجاہد نعمان دونوں موجود ہیں۔ میں نے کہا میرے بیٹے تم نے اتنے طویل عرصے تک مجھے اپنی اطلاع نہیں بھیجی۔ تم کہاں تھے؟ تو کہنے لگا کہ امی حالات ہی ایسے تھے کہ ہم اطلاع نہیں دے سکے۔ امی ہم پندرہ دن تک ظالم عبدالمالک کی قید میں رہے۔ میں نے کہا میرے بچے تم اس لئے مجھے کمزور لگ رہے ہو، تو کہنے لگا امی جی ہم تو صرف پندرہ دن تک عبدالمالک کی قید میں رہے، ہمیں اس نے اتنی تکلیفیں نہیں دیں۔ میں کیا بتاؤں امی مجاہدین کو اس نے بڑی اذیتیں دیں اور بہت سے مجاہدین کو اذیتیں دے کر شہید کر دیا۔ میں اپنے بیٹے کی باتیں سن کر خواب میں رونے لگی اور اپنی جھولی اللہ کی بارگاہ میں پھیلائی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگی کہ "اے اللہ! ظالم اور منافق عبدالمالک کا بیڑہ غرق کر دے۔ آمین" رو رو کر اس ظالم کے لئے اللہ کے حضور بددعائیں کر رہی تھی۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو مجھے احساس ہوا کہ واقعی میں رو رہی تھی۔ مساجد سے اذانوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، میں نے وضو کر کے نماز پڑھی۔ اپنے رب سے بہت دیر تک دعا کرتی رہی کہ اے میرے رب میرے مجاہد کی حفاظت فرمانا اور جتنی ماؤں کے لال جہاد کے لئے گئے ہوئے ہیں ان سب کی حفاظت فرمانا اور ظالموں کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کر دے۔ دعا کے بعد دل کی عجیب سی حالت تھی اور ایک نظم کے اشعار میرے قلب پر اللہ کا انعام بن کر اترے۔ آپ بھی میری اس نظم کو پڑھیں، دیکھیں ایک ماں اپنے مجاہد بیٹے کے لئے کیا جذبات اور احساسات رکھتی ہے۔

"میرے مجاہد"

تم گئے ہو کفر کی ظلمت مٹانے کے لئے
سخت آندھی میں چراغِ حق جلانے کے لئے
شوکتِ اسلام دنیا کو دکھانے کے لئے
ہے یقیں تم غازیٔ اسلام بن کر آؤ گے
داستانِ حضرتِ خالد کو تم دہراؤ گے

حافظِ قرآں ہو تم، ایماں کا دل میں نور ہے
عظمتِ توحید کی خوشبو سے دل معمور ہے
خوفِ باطل بے گماں، دل سے تمہارے دور ہے
جھوٹے معبودوں کے آگے جھکنے والے تم نہیں
تم سے ٹکرا کر نہ پائے گا اماں' باطل کہیں

تم کسی فرعون کو خاطر میں لا سکتے نہیں
تم کسی نمرود کے دھوکے میں آ سکتے نہیں
ایک بھی غدار کا احساں اٹھا سکتے نہیں
موت بن کر دشمنانِ دین پہ چھا جاؤ گے
ایسے ہوتے ہیں مجاہد یہ بتا کر آؤ گے

اس خواب کے کچھ دن بعد ہی جنرل عبدالمالک کا تختہ الٹ گیا (ان شاء اللہ ایک دن اس کا انجام پوری دنیا دیکھے گی)

مولانا فضل محمد صاحب کی کیسٹیں میرا مجاہد بیٹا لا کر مجھے سناتا تھا، جنہیں سن کر میرا دل یہ چاہتا کہ کسی طرح پرندہ کی شکل میں اڑ جاؤں اور میدان جنگ میں پہنچ کر کوئی کام اللہ کی راہ میں کروں۔ جب مولانا فضل محمد صاحب جنہوں نے مسجد نبوی کے امام شیخ حذیفی کے خطبہ کا ترجمہ کیا تو میرے دل میں یہود و نصاریٰ کی نفرت کا ایک ایسا طوفان اٹھا کہ قابو کرنا مشکل ہو گیا۔ دل تو یہ چاہتا ہے کہ کاش! میں کوئی مجاہد ہوتی اور یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکالنے کا سبب بن جاتی۔

۷ ر رجب کے ضرب مومن (۱۴۱۹ھ۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء) میں مولانا فضل محمد کے عظیم بھائی مفتی جان محمد طاہر کی شہادت کی خبر پڑھی کہ کس طرح ایک عظیم صحافی، مفتی اور عالم کو جنرل عبدالمالک نے اپنی درندگی کا نشانہ بنایا۔ جان محمد طاہر شہید اسلامی صحافت کے پہلے شہید ہیں۔ آپ بغیر کسی ہتھیار کے تمام قانونی دستاویزات کے ساتھ شمالی افغانستان گئے تھے۔ شمالی اتحاد کے جابروں نے ان کی دستاویزات کو پھاڑ دیا اور آپ کو بغیر کسی جواز کے گرفتار کر لیا۔ عظیم شہید مفتی جان محمد طاہر نے "ضرب مومن" کے اجراء میں نہایت اہم کردار ادا کیا تھا۔ آپ نے عالم دین اور افتاء کی ایک سالہ تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ مفتی جان محمد اور دیگر شہداء ہماری مسلم قوم کا ایک عظیم سرمایہ ہیں۔ آج ہمیں ایسے ہی مجاہدین کی ضرورت ہے جو کفار، مشرکین، منافقین اور ملحدین کے خلاف جہاد میں حصہ لیں۔ اس طرح کے علماء اور طلباء ہماری قوم کا سب سے قیمتی خزانہ ہیں جو بڑی شدید محنت کے بعد منظرِ عام پر آتا ہے اور قوم کا سپاہی جب منظر عام پر آتا ہے تو مشرکین کی آنکھیں ان کے رعب و ہیبت سے پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں اور ان کے کلیجے شق ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں میرا ایک قطعہ یقیناً آپ کے دلوں کی بھی آواز بن جائے گا۔

"حق و باطل کا معرکہ"

باطل نے جب بھی حق سے کیا ہے مقابلہ
اس کا غرور خاک میں حق نے ملا دیا

جب راہِ حق میں کوئی اٹھا ہے پئے جہاد
اُس کے ہی حق میں وقت نے لکھا ہے فیصلہ

مفتی جان محمد کی شہادت نے میرے دل میں آگ لگا دی۔ نہ ہاتھ میں بندوق ہے نہ تلوار اور نہ ہی پستول و کلاشنکوف۔ میں ایک مسلمان عورت ہوں، ظاہری طور پر میدان جنگ میں نہیں جا سکتی لیکن میرے دل میں ہزاروں توپوں کی گھن گرج چھپی ہوئی ہے اور میری آنکھیں دور پہاڑیوں اور خطرناک راستوں میں مجاہدین کو بڑھتے ہوئے دیکھ رہی ہیں۔ جب ان کی توپوں کے گولے دشمن کی صفوں میں گرتے ہیں تو میری روح اُس وقت انتہائی سکون محسوس کرتی ہے۔ جب میرے بیٹے اور بھائی اپنے گھوڑوں پر سوار باطل قوتوں کو اپنے گھوڑوں کے سموں سے کچلتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں تو میرے ہاتھ دعا کے لئے رب کائنات کے سامنے اٹھتے ہیں، آنکھیں آنسوؤں سے لبریز اور زبان انتہائی عاجزی اور انکساری سے اُن کے لئے دعا کرنے میں منہمک ہو جاتی ہے۔ مجھے ہر سو مجاہدین کے پرچم لہراتے ہوئے نظر آتے ہیں اور پھر میں اپنے رب سے التجا کرتی ہوں کہ اے میرے معبود میرے خیالات کو عملی شکل عطا فرما دے۔ آمین

مفتی جان محمد کی شہادت کے بعد مولانا فضل محمد صاحب نومبر ۱۹۹۸ء میں افغانستان گئے وہاں قندھار کے شہداء کے قبرستان پہنچ کر ان کی جو کیفیت ہوئی، انہوں نے وہ دردانگیز تحریر ۲۰ ر نومبر ۱۹۹۸ء میں "ضرب مومن" کے لئے تحریر کی تھی۔ اُن کی یہ تحریر لاکھوں دلوں کو ہلانے والی اور کروڑوں آنکھوں کو رلانے والی ہے، آپ بھی ان کی دلوں کو چھونے والی تحریر پڑھیں۔

☆ ولایت قندھار کے مشرقی جانب کوئی دس کلو میٹر کے فاصلے پر ایک پُر فضا کھلا میدان ہے جس کے ایک حصے میں فوجی اسلحہ کی چھاؤنی ہے اور دوسرے حصے میں فیض آباد اور وشیب لیلیٰ کے ان مسافر مہمان، بے بس و مظلوم طالبان شہداء کی قبریں ہیں جو ہر گزرنے والے کو پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ اے تاریخ عالم کے مظالم کی داستانیں پڑھنے والو! اب اوراق کے پیٹ کی تاریخ کو کچھ دیر کے لئے لپیٹ کر ظلم کی اس تاریخ کا معائنہ کر لو جس کا

تعلق پڑھنے سے نہیں بلکہ دیکھنے اور مشاہدہ کرنے سے ہے۔ جگر تھام کر دل کو ذرا سنبھال کر ہمارے قریب آکر کچھ دیر کے لئے نظارہ تو کر لو کہ ۱۶ ماہ پہلے اس وحشت ناک ظلم کا منظر کتنا کربناک ہوگا۔ جس کو ۱۶ ماہ بعد بھی تم دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے ہو۔ ذرا دل کی گہرائیوں سے محسوس کرو کہ جس منظر کو قبروں کے اوپر نشانات کی صورت میں تم آنکھوں سے دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتے ہو، ان معصوم جسموں پر کیسی قیامت گذری ہوگی، اگر ہمت ہے تو کچھ دیر کے لئے یہاں بیٹھ کر دیکھ لو کہ معصوم طلباء کی ان کھوپڑیوں میں یہ لمبی لمبی کیلیں کس نے ٹھونک دی ہیں؟ قرآن کریم کے ان حفاظ کرام اور علم دین کے ان علماء کرام کے مبارک اور نازک جسموں میں سر سے لے کر پاؤں تک بیسیوں گولیوں کے نشانات کیوں ہیں؟ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھ لو اسلام کے ان محافظین کی پگڑیوں سے ان کے ہاتھ سخت گرہوں سے پشت کی جانب باندھ کر ان بے گناہوں اور دور افتادہ مسافروں پر بے دردی سے کلاشنکوف کے برسٹ کیوں مارے گئے ہیں؟ ذرا غور سے دیکھو یہ نئی نئی رسیاں کیسی ہیں؟ اور ان میں جگہ جگہ پر مضبوط گرہیں کیوں ہیں؟ اور اس میں ان معصوم طلبہ کے ہاتھوں کی ہڈیاں کیوں پھنسی ہوئی ہیں؟ ذرا قریب سے آکر دیکھو یہ معصوم چہرے کچلے ہوئے کیوں ہیں؟ ان کو قتل کرنے کے بعد گاڑیوں، ٹینکوں اور بلڈوزروں سے کیوں روندا گیا ہے؟ ادھر دیکھو ہاتھ پڑا ہوا، ادھر دیکھو پاؤں پڑا ہوا ہے۔ اس طرف دیکھو پسلیوں کی ہڈیاں نظر آ رہی ہیں، دوسری طرف دیکھو بازو اور کھوپڑیاں نظر آ رہی ہیں۔ ارے ان ظالموں سے اتنا پوچھ لو کہ شہید کرنے کے بعد شہیدوں کی لاشوں کی اتنی بے حرمتی کیوں کی؟ ان کو کنوئیں میں کیوں ڈالا گیا؟ پھر ان کے جسموں پر تیزاب کیوں پھینکا گیا؟ پھر اس پر پانی ڈال کر ان کے جسموں کو کیوں جلایا گیا؟ ارے ظالمو! ان بے گناہ معصوم انسانوں کا کیا قصور تھا کہ رسیوں کے ایک موٹے پائپ سے باندھ کر ذبح کیا گیا؟ تم لاکھ دفعہ چھپاؤ ان بے گناہ مظلوموں کے کپڑے ان کے ٹکڑے ٹکڑے جسم ان کی پگڑیاں ان کے کوٹ، ان کی قمیص، ان کی ٹوپیاں اور ان کی چادریں یہ بتا رہی ہیں کہ ہاں یہ دردناک مظالم شمالی اتحاد کے درندوں اور خاص کر حزب وحدت کے وحشیوں نے ایران کے حکم پر کئے تھے اور انہیں سے قیامت کے روز پوچھا جائے گا کہ :

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ٥

ترجمہ: "اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی"

اور اسی طرح زندہ درگور ان بے گناہ انسانوں کے متعلق پوچھا جائے گا کہ ان کو کس جرم میں قتل کیا گیا تھا؟

قندھار (افغانستان کا ایک شہر) کا یہ قبرستان ہر گذرنے والے کو یہی منظر پیش کر کے فریاد کر رہا ہے کہ اتنے بڑے مظالم پر دنیا خاموش کیوں ہے؟ کیا دنیا کی انسانی حقوق کی تنظیمیں اس کو ظلم نہیں سمجھتیں؟ یا ان کے ہاں یہ مظلوم انسان، انسانی حقوق کے مستحق نہیں تھے؟ یا کیا انسانی حقوق کی تنظیموں نے صرف یہ طے کر لیا ہے کہ دنیا کے امن پسند اور شریف انسانوں پر جو وحشی اور درندہ صفت انسان ظلم و بربریت کریں گے۔ وہ انسانی حقوق کے منافی نہیں ہوگا؟ قندھار کے اس قبرستان میں اس وقت ساڑھے تین ہزار ان بے گناہ طالبان کی قبریں بنی ہوئی ہیں اور ان میں روزانہ اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ صرف وہ شہداء ہیں جو جنرل عبدالمالک اور حزب وحدت نے ایران کے حکم پر شہید کئے ہیں۔ اس پر سلامتی کونسل بھی خاموش ہے اور خود امریکہ بلکہ دنیائے عالم خاموش ہے۔ میں نے اس قبرستان میں یہ کربناک منظر بھی دیکھا کہ مرد اور خواتین آکر خون آلود کپڑوں، جوتوں اور ٹوپیوں سے اپنے مرحومین کی قبریں معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان میں خوش قسمت وارث وہ ہوتا ہے جن کے شہید کی قبر کی شناخت ہو جائے اور وہ ان کے پاس کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ لے اور یہ کہدے "سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ٥" میں ان بدقسمتوں میں سے تھا کہ گھنٹہ بھر گھومتے گھومتے تھک گیا، مگر اپنے محبوب بھائی جان محمد شہید کی قبر کو شناخت نہ کر سکا۔ پھر میں نے دل میں کہا چلو یہ سب میرے جان محمد شہید کی قبریں ہیں۔ میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ بعض قبروں کے پاس کپڑوں اور خون سے مشک وغیرہ کی خوشبو میں نے خود سونگھی ہے، وہاں ان خون آلود کپڑوں پر ایک مکھی نظر نہیں آتی تھی۔ یہ ان شہداء کی حقانیت اور طالبان تحریک کی صداقت کی دلیل ہے۔ اللہ ان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

(بہ شکریہ ضرب مومن)

مولانا فضل محمد صاحب کی یہ تحریر جہاد فی سبیل اللہ سے محبت رکھنے والوں کے لئے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔اب شہیدوں کے سلسلے میں میری نظم پڑھیں ۔

"شہیدوں کا گھر"

نبیؐ محترم نے ایک دن لوگوں سے فرمایا
شبِ معراج تھی دو آدمی تشریف لے آئے
وہ مجھ کو ساتھ لے کر اک شجر پر چڑھ گئے دونوں
نہایت خوبصورت اک مکاں میں پھر مجھے لائے
مکاں ایسا کبھی میری نگاہوں نے نہیں دیکھا
مجھے جب ورطۂ حیرت میں گم دیکھا تو یوں بولے
شہیدوں کے لئے مخصوص ہے جو گھر یہی تو ہے

اللہ تعالیٰ سورۃ الانفال میں ارشاد فرماتا ہے :

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

(سورۃ الانفال۔ آیت:۳۹)

ترجمہ: "اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد (فتنہ) باقی نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے۔ پھر اگر یہ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔"

تفسیر: فتنہ سے مراد شرک ہے یعنی اس وقت تک جہاد جاری رکھو جب تک شرک کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ اللہ کی توحید کا پھریرا (پرچم) چار دانگِ عالم میں لہرا جائے۔ تمہارے لئے ان کا ظاہری اسلام ہی کافی ہے، باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دو کیونکہ اس کو ظاہر و باطن ہر چیز کا علم ہے۔ (اردو ترجمہ، مطبوعہ قرآن، مدینۂ منورہ)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے

حکم دیا گیا ہے کہ میں کفار سے لڑتا رہوں، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کی۔ ہاں اگر اسلام میں کوئی نقصان کریں گے تو اس کا حق لیا جائے گا اور دلوں کا حساب اللہ کے حوالے ہے۔" (بخاری و مسلم)

"نصرتِ خداوندی"

اللہ تعالیٰ مجاہدین کو فتح و نصرت عطا فرماتا ہے۔ جولائی ۱۹۹۸ء میں طالبان کی فوجیں فتح و کامرانی کا پرچم لہراتے ہوئے فاریاب اور اس سے ملحقہ علاقوں میں داخل ہو گئیں۔

اگست ۱۹۹۸ میں اللہ کے فضل و کرم سے مجاہدین نے مزار اور شبر غان کو فتح کیا۔ جب مزار فتح ہوا تو مجھے ہزاروں شہداء کی قربانیاں یاد آ گئیں اور میرے آنسوؤں نے لاکھوں شکرانے اپنے رب کے حضور پیش کئے اور اس طرح گویا ہوئے، اے رب العزت! تیرا شکر ہے کہ دشتِ لیلیٰ اور حیرتان کے شہداء کی قربانیاں رائیگاں نہیں گئیں اور ہزاروں وہ شہداء جو مزار کے گلی کوچوں میں شہید کئے گئے اور تین سو وہ حفاظ و قراء جنہیں زندہ حالت میں عبدالعلی مزاری کے مزار پر لے جا کر حزبِ وحدت کے درندوں نے ذبح کیا، صد شکر

میرے مولا تو نے اُن بے گناہ شہداء کی قربانیوں کو قبول فرمالیا اور آج اسلام کے ہونہار فرزندوں کو قدم قدم پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔

جب مزار فتح ہوا تو اس سے قبل حزب وحدت والوں کو کچھ اندازہ ہو گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے ۳۱ مجاہدین کو ایک طیارہ کے ذریعہ بامیان بھیج دیا۔ وہ دوسرا طیارہ بھی پہنچانا چاہتے تھے لیکن طالبان کے فضائی گشت کی وجہ سے وہ اپنے شیطانی منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حزب وحدت والوں نے بہت کوشش کی کہ باقی ماندہ مجاہدین کو جیل میں پہنچ کر نقصان پہنچائیں، لیکن مجاہدین اللہ کے فضل و کرم سے مزار میں فاتحانہ داخل ہوئے تو حزب وحدت والوں کو مزار سے راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔ طالبان مجاہدین نے جس علاقے کو بھی فتح کیا، الحمد للہ خلفائے راشدین کے دور کی فتوحات کو تازہ کر دیا۔ جہاں جہاں فاتحین کی حیثیت سے مجاہدین کے قدم پہنچے وہاں سے برسوں پرانی خرابیاں اور شیطانی کاموں کو یک قلم موقوف کر دیا گیا۔ کسی بھی صوبہ پر مسلمانوں نے فتح کا پرچم لہرا لیا تو وہ اس بات کا ثبوت تھا کہ شیطان اب تو ان علاقوں سے ہر روز ذلیل و خوار ہو کر اپنے بالوں میں دھول ڈالتا رہے گا۔ (ان شاء اللہ) اللہ کے سپاہی شیطان کی چال کو کبھی بھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ ایسی سرزمین جہاں برسوں سے منافق حکمرانوں کی اکثریت عیش و نشاط میں ڈوبی ہوئی تھی، ایسے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لانے میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور درکار ہو گا۔

مزار کی فتح سے میرا اور میری طالبات کا کچھ عجیب حال تھا۔ ایک طرف بے حد خوشی کا عالم تھا اور دوسری طرف دل چاہتا تھا کہ فوراً مزار پہنچ جاؤں اور اپنے مجاہد بیٹے کو مزار کے گلی کوچوں میں تلاش کروں۔ جانا ناممکن تھا اس لئے اپنے رب سے دعا کرنے لگی کہ "اے میرے مولا! میرے اندر پرواز کی طاقت بھی نہیں اور وسائل بھی نہیں، لیکن تیری مدد سب سے بڑی مدد ہے تو مجھ دُکھیا کی پکار کو سُن لے"

مدرسہ کی بچیوں نے مزار کی فتح پر ایک دوسرے کو مبارکباد دی اور میں نے حضرت والا مفتی رشید صاحب کو مبارکباد کا فون کیا۔ آپ نے بڑی شفقت سے بات کی، آپ کی آواز سے خوشی کا احساس ہو رہا تھا (مزار کی فتح کوئی معمولی فتح نہیں تھی اور پھر ہزاروں شہداء کی قربانیوں کے بعد یہ ثمر ملا تھا) فرمانے لگے میں بہت خوش ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں

بہت بڑی کامیابی عطا فرمائی۔ میں نے کہا حضرت والا میرے مجاہد بیٹے کی واپسی کے لئے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی خیر کی خبر سنائے، فرمانے لگے کیا ابھی تک بچے کا کچھ پتہ نہیں چلا؟ میں نے کہا نہیں حضرت والا، میں تو بس اپنے رب کے حضور دعا کرتی ہوں، آپ بھی ضرور دعا کیجئے گا۔ فرمایا میں دل سے دعا کروں گا (حضرت والا نے ایک تعویذ بھی بھیجا تھا۔ وہ بھی ان کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق رکھا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب رب کریم کا حکم ہو گا تو لمحہ بھی نہیں لگے گا۔ لیکن ایک مسلمان جائز حدود میں رہ کر کوشش تو کرتا ہے)

طالبات نے مزار اور شبرغان کی فتوحات پر مجھے بہت مبارکباد دی۔ میری سہیلیوں نے فون پر باری باری مبارکباد دی (ان سب کو جہاد سے میری دلچسپی کا علم تھا اس لئے سب مجھے مبارکباد دے رہے تھے، سب طالبات نے شکرانے کے نوافل پڑھے)

شبرغان کی فتح کے بعد عمران بھائی آئے تھے، اُن کے ساتھ کافی مجاہدین تھے۔ فاضلی صاحب نے انہیں بٹھایا اور میرے پاس آکر کہنے لگے کہ عمران تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ میں پردے کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی اور اُن سے پوچھا کہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟ کہنے لگے باجی مجھے بڑا دکھ ہے کہ میں شبرغان کی فتح کے ساتھ آپ کے پاس نعمان کی خوشخبری نہیں لے کر آیا۔ حالانکہ ہمیں اچھی طرح یقین تھا کہ جب شبرغان فتح ہو گا تو مجاہد نعمان اور مجاہد راشد قندھار پہنچ جائیں گے (عمران بھائی کی یہ باتیں سن کر مجھے اُن کا اُس وقت کا آنا یاد آیا۔ جب شبرغان فتح نہیں ہوا تھا تو ایک دن عمران بھائی مٹھائی کا ڈبہ لے کر آئے تھے۔ کہنے لگے میں نے بڑے باوثوق ذرائع سے ایک خبر سنی ہے کہ نعمان شبرغان میں دوستم کی قید میں ہے۔ مجھے ان کی بات اچھی نہیں لگی اور ایسا محسوس ہوا جیسے میرے سینے پر کسی نے بہت زور سے گھونسا مار دیا ہو۔ میں پردے کے پاس بیٹھ گئی اور میری آنکھوں سے متواتر آنسو چھلکتے رہے۔ کافی دیر تک جب میری آواز نہیں نکلی تو عمران بھائی کو شاید کچھ احساس ہوا کہ انہوں نے کچھ صحیح انداز میں بات نہیں کی۔ کہنے لگے باجی ہمارے لئے یہ خبر بھی اللہ کی رحمت ہے کہ ہمیں ان دونوں کی زندگی کی خبر ملی ہے۔ میں نے کہا بے شک اللہ اپنے بندوں پر ہمیشہ اور ہر وقت رحم کرتا ہے لیکن اب مزید وہاں بیٹھنے کی میرے اندر ہمت نہیں تھی۔ میں خاموشی سے قرآن کے کمرے میں آگئی اور خالقِ حقیقی کے سامنے آنسو بہاتی رہی۔ پھر میں شبرغان

کے جیل خانوں میں بند طالبان مجاہدین کے بارے میں سوچنے لگی۔ نام نہاد شمالی اتحاد والوں نے شبرغان جیل میں طالبان قیدیوں کو نماز پڑھنے کی اجازت بھی نہیں دی تھی۔ مجاہدین دشمنوں سے چھپ کر نماز پڑھتے تھے، جب مجاہدین قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو ان کو اذیتیں دے کر شہید کر دیا جاتا۔ ظلم و تشدد جب اُن پر زیادہ ہوتا تو مجاہدین بے ساختہ اللہ اکبر کہتے۔ جس کے پاداش میں انہیں بے دردی سے ذبح کر دیا جاتا تھا۔ کبھی ظالم منافقین ان کو ٹینکوں کے نیچے ڈال کر روند دیتے اور اسی طرح مجاہدین شہادت عظمیٰ کے درجے پر پہنچ جاتے۔ ۵۰،۵۰ مجاہدین کو ریگستانوں میں لے جا کر شہید کرتے ان کے عماموں سے ان کے ہاتھ باندھ کر ان کو کنویں میں ڈال دیتے۔ ان واقعات کو یاد کر کے میں کافی دیر تک روتی رہی)

عمران بھائی کے جانے کے بعد میں نے ضرب مومن کے دفتر فون کیا اور اُستاد ولید (حضرت والا کے شاگرد ہیں) سے شبرغان کے قیدیوں کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کسی کو دفتر بھیج دیں وہ تصاویر شناخت کر لیں۔ میں نے کہا اس وقت تو گھر میں صرف میرا چھوٹا بیٹا ہے۔ انہوں نے کہا آپ اُس کو لے کر آجائیں۔ جب ہم حضرت والا کی مسجد کے باہر پہنچے تو میں نے اپنے بیٹے معاویہ سے کہا بیٹا آپ دروازے پر جا کر کہیں کہ ہمیں مولانا ولید صاحب نے بلایا ہے۔ معاویہ نے ایسا ہی کیا، فوراً استاد ولید آئے اور تصاویر دے کر کہنے لگے، آپ گھر جا کر دیکھ لیں اور کل واپس کر دیں۔ میں معاویہ کے ساتھ جلدی سے رکشہ میں بیٹھ گئی، دل پریشان ہو گیا، آنکھوں میں خود بخود آنسو آ گئے۔ ہم دو منٹ بعد ہی گھر پہنچ گئے۔ جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھ کر میں گھر میں داخل ہوئی، جلدی جلدی تصاویر دیکھیں، زیادہ تر نوجوانوں کی تصاویر تھیں، کچھ تصاویر زیادہ عمر والوں کی تھیں۔ اللہ سے معافی مانگ کر ایک نظر ڈال رہی تھی، ان کی تصاویر دیکھ کر مجھے بڑا رونا آیا۔ میں نے اللہ سے دعا کی میرے مولا یہ مجاہدین جن کے بیٹے اور جن کے شوہر اور جن کے باپ ہیں ان کو دشمنوں کی قید سے رہائی دلا دے، تو مالک الملک ہے، ہر چیز پر قادر ہے، تیرے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔ کافی دیر تک روتی رہی، میرے لال کی ان تصاویر میں کوئی تصویر نہیں تھی۔ یہاں تک کہ مجاہد راشد کی بھی تصویر اس میں نہیں تھی۔ میری طبیعت خراب ہو گئی دوسرے دن میں نے فاضلی صاحب کے ہاتھ سے تصاویر واپس کر دیں۔

شبرغان اللہ کے کرم سے فتح ہوا۔ لیکن دوستم نے فتح سے قبل کچھ مجاہدین کو شہید کر دیا اور کچھ مجاہدین کو ایران بھیج دیا۔ قید خانہ میں صرف ایک مجاہد تھا، اس کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ باقی تمام علاقے بھی فتح ہو جائیں اور جن ماؤں کے بچے لاپتہ ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ خوشخبری سنا دے مزار کی فتح کے کچھ عرصے بعد میں نے استاد ولید کو فون کیا۔ تاکہ مزار کی صورت حال کا علم ہو سکے (کیونکہ مجھے یہ پتہ چلا تھا کہ آج کل استاد ولید مزار گئے ہوئے ہیں) انہوں نے کہا کہ مزار جانے کے بعد مجھے یہ اطلاع ملی کہ مجاہد نعمان کو چند دنوں کے لئے جنرل عبدالمالک نے اپنے جیل خانے میں رکھا تھا۔ لیکن اس کے ایک کمانڈر نے کچھ مجاہدین کو جیل خانے سے نکال لیا تھا، اس وقت بھی کچھ مجاہدین کے بارے میں پتہ ہی نہیں چل رہا اس میں آپ کے بیٹے مجاہد نعمان اور مجاہد راشد کا نام بھی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مزار سے ان مجاہدین نے کون سے صوبے کا رخ اختیار کیا۔ جواب میں میری آواز رونے والی ہو گئی تو استاد ولید کہنے لگے کہ آپ کو شاید معلوم ہو کہ میرے دو بھائی اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ میرے دل کی آواز نے استاد ولید کے جذبہ کو خراج تحسین پیش کیا اور ان کے دونوں بھائیوں کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائے۔ (آمین) میں نے استاد ولید سے کہا کہ جہاد تو عبادات میں افضل ترین عبادت ہے کسی کو اللہ تعالیٰ غازی بناتا ہے۔ کسی کو شہادت عظمیٰ سے نوازتا ہے لیکن یہ جو درمیان کی بات ہے کہ ہمارے بچے ہمارے مجاہدین کہاں ہیں۔ بس یہ سوچ کر دل قابو میں نہیں رہتا۔

استاد ولید کہنے لگے، دعا کریں اللہ تعالیٰ بہتری کی سبیل پیدا فرمائے اور خیر کی خبر سنائے۔

طالبان کی مسلسل کامیابیاں ہماری خوشیوں میں اضافہ کر رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرم فرمایا کہ ایک کے بعد دوسری اور تیسری فتح کی خوش خبری ہمیں ملتی رہی۔ اگست ۱۹۹۸ء میں طالقان مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوا۔ مسلمان مجاہدین آگے اور آگے بڑھتے رہے، اگست کے مہینے میں ہی سمنگان بھی فتح ہو گیا اور پھر ستمبر ۱۹۹۸ء میں حزب وحدت کے ایک اور مرکز پل خمری پر بھی طالبان نے فتح کا پرچم لہرا دیا۔ درۂ کیان آغا خان کے خلیفہ منصور نادری، کمیونسٹوں، عیسائیوں اور باغیوں کی امیدوں کا بہت بڑا مرکز تھا۔ درۂ کیان کی سب سے بلند چوٹی پر عقاب کا مجسمہ بنا ہوا تھا اور اس کے پیٹ میں اسمبلی ہال بنا ہوا تھا۔ جو کفار کی

سازشوں کا اڈا تھا۔ طالبان مجاہدین نے بارود کے ذریعے عقاب کے مجسمہ کو اڑا کر اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ اللہ کے پسندیدہ اور نبی ﷺ کے سچے پیروکار ہیں۔ درۂ کیان تک پہنچنے کے لئے مجاہدین کو کئی خطرناک موڑوں سے گذرنا پڑا۔ جہاں سے گذرنا مشکل ہی نہیں، لوہے کے چنے چبانے کے مترادف تھا۔ لیکن طالبان نڈر سپاہیوں کی طرح جذبۂ جہاد سے سرشار اپنے سروں پر کفن باندھ کر درۂ کیان میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ درۂ کیان ستمبر ۱۹۹۸ء میں فتح ہوا بزدل منصور نادری اپنی عیاشی کی نشانیاں چھوڑ کر یہاں سے فرار ہوا۔ طالبان فاتحین نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ محمود غزنوی کے جانشین اور اسلام کے سچے خادم ہیں۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء میں مجاہدین نے بامیان کی طرف پیش قدمی کی۔ کوتل جو بامیان سے ۲۵ر کلومیٹر دور واقع ہے، اصل بامیان کی جنگ اسی جگہ ہوئی۔ جس میں تقریباً ۲۵ر طلبہ شہید ہوئے، اس درہ سے پہلے میدان ہے، جس میں دشمنانِ اسلام نے بارودی سرنگیں بچھادی تھیں۔ درہ کے اوپر بڑے ہتھیار نصب تھے اور درہ کے منہ کو ایک چٹان کے ذریعے بند کر دیا تھا۔ سامانِ حرب اور غذا کی دشمنوں کے پاس کوئی کمی نہیں تھی، مگر ان دشمنانِ دیں کی جنگ اسلام کے جیالے سرفروشوں سے تھی، جن کے نفس جذبۂ شہادت کی چاہت میں پیدل اور گھوڑوں پر چلتے ہوئے یہاں پہنچے اور اللہ کی مدد سے اوپر کے مورچوں پر قبضہ کیا اور پھر درہ کی صفائی کی اور دشمن پر ایسا فیصلہ کن وار کیا کہ اس کی تمام شیطانی قوتیں دم توڑ گئیں۔ حزبِ وحدت والوں نے بامیان شہر میں صحیح العقیدہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی (حالانکہ یہ بھی فارسی بولنے والے تھے) ان کے گھروں کو مسمار کیا، دکانوں کو لوٹا اور اسی پر بس نہیں کیا۔ ان کی دکانوں میں آگ لگادی اور پھر ان بے گناہ مسلمانوں کو انہوں نے صوبہ بدر کر دیا۔ اقوام متحدہ کے دفاتر یہاں موجود تھے۔ وہ یہ ظلم و ستم اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے لیکن انہوں نے کوئی آواز نہیں اٹھائی (اس کے برعکس ان کا کام یہ ہے کہ ہمیشہ طالبان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں)

دسمبر ۱۹۹۸ء میں فرہ کا علاقہ بھی امارتِ اسلامیہ میں داخل ہو گیا۔ اپریل اور مئی ۱۹۹۹ء کے ابتدائی ہفتوں میں درزاب، بلچراغ، لولاش، گرزیوان، کوہستانات اور طالقان پر مکمل فتح حاصل ہوئی۔ یہ مجاہدین اللہ کی محبت میں آگے اور آگے فتح کے پرچم لہراتے ہوئے

بڑھتے جا رہے تھے۔ انہوں نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ وہ حقیقتاً نبی ﷺ کے راستے پر چلنے والے سچے، پکے مجاہدین اور سرفروش ہیں۔ مسلسل فتوحات کی وجہ سے طالبان کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ایک نظم میرے دل پر اتار دی۔ آپ بھی پڑھیں تاکہ طالبان کی تاریخ آپ پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

"طالبان"

اپنے نبی کے دین کو لا کر رہیں گے ہم
اب ہر عمل میں اس کو سجا کر رہیں گے ہم
پیغامِ حق جہاں کو سنا کر رہیں گے ہم
پہچان لو ساتھیو! ہم طالبان ہیں
ہم اس زمیں پہ نصرتِ حق کا نشان ہیں
طوفان میں بھی کشتیٔ دیں کو چلائیں گے
ہم آندھیوں میں شمعِ حرم ہی جلائیں گے
ہم بجلیوں کی زد پہ نشیمن بنائیں گے
پہچان لو ساتھیو! ہم طالبان ہیں
ہم اس زمیں پہ نصرتِ حق کا نشان ہیں
جب بھی کیا جہاد رہِ کردگار میں
کھلنے لگے ہیں پھول ہر اک شعلہ زار میں
موجِ خزاں بدل گئی رنگِ بہار میں
پہچان لو ساتھیو! ہم طالبان ہیں
ہم اس زمیں پہ نصرتِ حق کا نشان ہیں

یہ طالبان مجاہدین ہیں جو اپنے اسلاف کے کارناموں پر نظر رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ طالبان مجاہدین کے کارنامے پڑھ کر اسلام کے مایۂ ناز مجاہدِ اعظم صحابیٔ رسول امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور کی عظیم فتوحات نظر آنے لگتی ہیں۔ جب

آپ نے بیت المقدس فتح کیا تو وہاں رہنے والے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا وہ امن و آشتی کی بہترین مثال تھا۔ اسی طرح جب صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس فتح کیا تو مسجدِ اقصیٰ نے سکون کا سانس لیا۔ صلاح الدین ایوبی کی فتوحات نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات کو تازہ کر دیا تھا۔
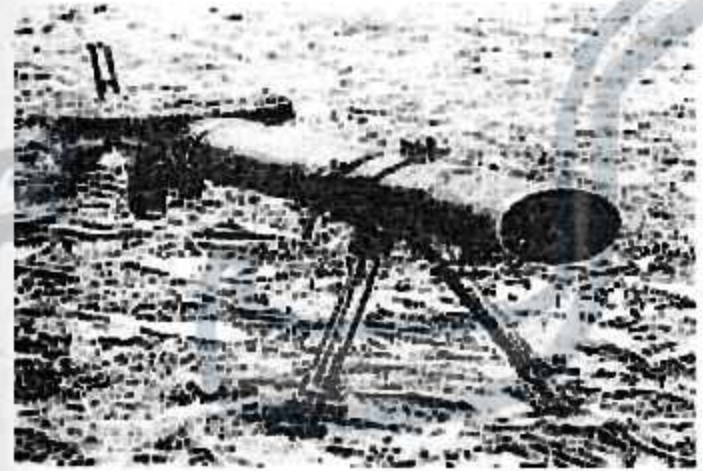
غیر مسلموں اور منافقین کا مسلمانوں کے ساتھ ظالمانہ سلوک

۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے برطانیہ کی مدد سے بیت المقدس پر غاصبانہ قبضہ کیا تو یہودیوں نے مسلمانوں پر بے تحاشہ بمباری کی۔ مسلمانوں کے جسم فضا میں کاغذوں کے پرزوں کی طرح اڑ رہے تھے۔ جب مسلمانوں نے مسجدِ اقصیٰ میں پناہ لی تو وہاں بھی یہودی ان کو شہید کرنے سے باز نہ آئے۔ مسجدِ اقصیٰ مسلمانوں کے خون سے بھر گئی۔ ساری غیر مسلم قومیں خاموشی سے ظلم و تشدد کے یہ مناظر دیکھتی رہیں اور مسلمانوں کی حمایت میں ایک لفظ بھی نہیں بولے۔ یہاں تک کہ فلسطین کے پڑوس میں موجود تمام نہاد اسلامی حکومت بھی خاموش تماشائی بنی رہی۔ اسی طرح انسانی تاریخ کا انتہائی ظالمانہ بدترین فعل

دشتِ لیلیٰ اور دشتِ حیرتان کے ۸۵۲۰ طالبان مجاہدین کے ساتھ کیا گیا۔ جو دشمنوں کی قید میں تھے، اسلام دشمن عناصر نے انہیں انتہائی سفاکی سے شہید کیا۔ یہ خونی کھیل ۲۹ مئی ۱۹۹۷ء سے دسمبر تک جنرل عبدالمالک اور حزبِ وحدت کے درندے انجام دیتے رہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں ان طلباء کو یہ درندے دشتِ لیلیٰ اور دشتِ حیرتان لے جاتے۔ ان کی پگڑیوں سے ان کے ہاتھ باندھتے اور ان کو شہید کر دیتے۔ ان اسلام دشمن شقی القلب درندوں نے طلباء کی لسٹیں بنائی تھیں، جس کے مطابق ان کی تعداد ۸۵۲۰ تھی۔ ان شہید طلباء کو بے گور و کفن نمائندہ ضربِ مومن نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اکثر و بیشتر شہید طلباء کے جوتے، کپڑے، ٹوپیاں اور پگڑیاں ضربِ مومن کے رنگین صفحات پر نظر آتی ہیں اور ہمیں خون سے سوالات کرتی ہیں۔ دنیا شاہد ہے کہ دشتِ لیلیٰ اور دشتِ حیرتان کے ان شہداء کا خون رائیگاں نہیں گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان شہداء کے خون کی برکتوں سے مجاہدین اسلام کو فتح و نصرت کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ عطا فرمایا۔ دشتِ لیلیٰ اور دشتِ حیرتان کا ذرہ ذرہ حزبِ وحدت اور جنرل عبدالمالک کے ظلم و ستم کی داستانیں سنا رہا ہے۔ یہ داستانیں سن کر اور شہداء کے بارے میں پڑھ کر بھی ہم خاموش رہیں..... نہیں..... ہرگز نہیں..... ہم دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو ہمیں دشمن کے لئے کڑک دار بجلی بنا دے جو انہیں جلا کر خاکستر کر دے اور ظالموں کے دلوں کی دھڑکن مجاہدین کے قدموں کی آواز سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے۔ آمین۔ مجاہدین کے نعرۂ تکبیر کی صدائیں ان منافقین اور کفار کو گونگا اور بہرہ کر دیں۔ یہ دیکھنے والی آنکھوں کے لئے درسِ عبرت بن جائیں، لوگ پکار پکار کر کہیں، دیکھو..... دیکھو..... یہ سامنے جو عجیب و غریب مخلوق نظر آ رہی ہے، یہ مسلمان شہداء کے قاتل ہیں۔ جنرل عبدالمالک انتہائی بے غیرت اور ایمان فروش ہے، جسے اس وقت بھی ذرہ برابر شرم نہیں آئی جب اس نے ایران فرار ہوتے وقت ۷۰۳ علماء و طلباء کو انتہائی بے دردی سے شہید کیا تھا اور پھر انہیں فیض آباد کے کنویں میں پھینک دیا۔ ان ۷۰۳ علماء و طلباء میں مفتی جان محمد شہید اور مولانا شیر محمد شہید بھی شامل تھے۔ اس وفد کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔ افغان فضائیہ کے سربراہ ملا اختر منصور ان مجاہدین کے ساتھ چھ ماہ قید میں رہے تھے۔ ملا منصور نے ہی ان شہداء کو نام بنام پہچانا تھا۔ اسلام کے ان عظیم فرزندوں

(شہداء) کو قندھار میں دفن کیا گیا۔ ان شہداء کی عظیم قربانیوں کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے طالبان کے ہاتھوں مزار کی فتح کی تکمیل فرمائی۔ کاش! دنیا کے مسلمان یہ راز جان لیں کہ مسلمان کسی کے سامنے بھیک نہیں مانگتا، وہ اپنے ہاتھوں کو صرف اللہ تعالیٰ کے حضور پھیلاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان کے دل میں جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا چراغ روشن ہو جاتا ہے تو وہ انتہائی بہادر اور دنیا والوں سے نڈر ہو جاتا ہے۔

"جہاد اور نبی ﷺ کی احادیث مبارکہ"

☆ ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک صاحب نے پوچھا تھا کہ اے ابو عمارہ کیا آپ لوگوں نے حنین کی لڑائی میں فرار اختیار کیا تھا؟ براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے پشت ہرگز نہیں پھیری۔ (صحیح بخاری)

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضور ﷺ تیروں کی بوچھاڑ میں بھی یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور ثابت قدم کھڑے تھے "میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کی اولاد سے ہوں" (صحیح بخاری)

نبی ﷺ کی بہادری اللہ کے سپاہیوں کو بہادر اور دنیا والوں سے بے خوف کر دیتی ہے۔

آپ ﷺ ایک بہترین سپہ سالار تھے آپ ﷺ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام نبی الملاحم بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں "جنگوں والا نبی"

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے رباط کا اجر پوچھا گیا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے ایک رات مسلمانوں کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا تو اُسے اپنے پیچھے ہر نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا اجر ملے گا۔ (الطبرانی)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جس نے ایک دن اللہ کے راستے میں پہرے داری کی تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں بنا دیتے ہیں اور ہر خندق سات آسمانوں اور سات زمینوں کے برابر ہے۔ (الطبرانی)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار باندھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز دوسرے لوگوں سے ستر گنا افضل ہے اور اگر تم کہو کہ سات سو گنا افضل ہے تو وہ بھی درست ہے کیونکہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں تلوار باندھنے والے پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور جب تک وہ تلوار باندھے رکھتا ہے، فرشتے اس کیلئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور پہرے دار کیلئے تلوار باندھے رکھنا ایسے ہی سنت ہے جس طرح معتکف کیلئے روزہ۔ (شفاء الصدور)

"میرا مجاہد میرا خواب"

یہ حدیث لکھی تو مجھے اپنا مجاہد بیٹا شدت سے یاد آیا۔ ایک دن میرے پاس بیٹھ کر کہنے لگا امی جی! میں آپ کو ایک چھوٹی سی پستول لا کر دوں گا۔ آپ وہ پستول اپنی کمر پہ باندھ کر نماز پڑھا کریں تا کہ اللہ میری پیاری امی کو اس سنت کی وجہ سے بلند درجہ عطا فرمائے۔ (آمین) میں اس کی بات سن کر مسکرانے لگی، میں نے کہا بیٹے یہ تو مجاہد کے لئے ہے۔ میرا اپنا مجاہد ہے جب وہ ہتھیار لگا کر نماز پڑھے گا تو میں بھی اپنے رب کی رحمت سے ضرور فیض یاب ہو جاؤں گی۔ (ان شاء اللہ)

1999ء کے ابتدائی ایام میں ایک رات فجر کی اذان سے قبل میں نے ایک خواب دیکھا کہ اپنے کمرے کے دروازے پہ کھڑی ہوں اچانک دروازہ کھلا اور میرا مجاہد بیٹا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ مجھے اسے دیکھ کر حرمین وشریفین کا سفر یاد آ گیا کیونکہ وہ اس وقت احرام کی حالت میں تھا اور اس نے اپنے سر کے بال بھی منڈوا رکھے تھے۔ دروازے کے قریب پانی کی دو بڑی کین رکھی تھیں، ان پہ میں نے نعمان لکھا ہوا ہے۔ وہ جھک کر غور سے ان بوتلوں کو دیکھنے لگا اور اپنا نام دیکھ کر بڑے ہی دلکش انداز میں مسکرایا، پھر مسکراتا ہوا میری طرف آنے لگا۔ اس کے سینے کی چادر تھوڑی سی ہٹ گئی تھی، جب وہ میرے سامنے آ کر کھڑا ہوا تو میں نے اس کے سینے پر اپنے دونوں ہاتھوں کو رکھا اور زار و قطار رونے لگی۔ کافی دیر تک روتی رہی اور خود کلامی کے انداز میں بار بار یہ جملہ میری زبان سے نکلنے لگا، میں نہ کہتی تھی میرا مجاہد بیٹا ایک دن ضرور آئے گا...... (ان شاء اللہ) یہی جملہ بار بار کہہ رہی تھی اور روتی جا رہی تھی۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی، زبان پہ یہی جملہ تھا اور میرا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر میں ذکر و اذکار میں مشغول ہو گئی تو میرے مہربان رب نے اس نظم کو میرے دل کے ایوانوں میں اتار دیا۔ یہ نظم بھی میں نے اپنے پیارے رب کے کرم سے لکھی۔ یہ میرے دل کی آواز ہے، جو میری جیسی ہزاروں ماؤں کے دل کی آواز بن جائے گی۔ آپ میری نظم پڑھیں اور میرے مجاہد کی خیر و خوبی سے واپسی کے لئے اللہ سے دعا ضرور مانگیں۔ میں ماں

ہوں ایک مجاہد کی، میرے تاثرات آپ کو ضرور متاثر کریں گے اور میرے رب کی رحمت کا دریا ضرور جوش میں آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

"ایک مجاہد کی ماں کے تاثرات"

مجھے یہ بھی یقیں ہے تم کسی دن گھر بھی آؤ گے
خود اپنی داستاں اپنی زباں سے بھی سناؤ گے
جو تم نے راہِ حق میں پرچم نصرت اڑائے ہیں
جھلک ان کی دکھا کر ماں کی تم ہمت بڑھاؤ گے
میں ماں ہوں اک مجاہد کی شرف یہ کم نہیں لیکن
ہو کے ایک دن غازی، مری عظمت بڑھاؤ گے
دعائیں ماں کی تو عرش معلی تک پہنچتی ہیں
دعاؤں کا اثر تم خود بھی دیکھو گے دکھاؤ گے
محاذِ جنگ کے ہر معرکے پہ دسترس ہو گی
ھنموں کو جب اپنی شانِ جاں بازی دکھاؤ گے
خدا کے دشمنوں کی جب بھی سرکوبی کو نکلو گے
تو نصرت کو خدا کی اپنے تم نزدیک پاؤ گے
تمہارے سامنے اسلاف کی زندہ مثالیں ہیں
تم اپنے ہر عمل میں ان مثالوں کو سجاؤ گے
تمہارے رخ پہ جو میں نے الوہی نور دیکھا تھا
اسی نورِ یقیں کو اپنا تم رہبر بناؤ گے
مجاہد کے لئے تو سیکڑوں آیات اتری ہیں
تم اپنی دین و دنیا ان کو پڑھ کر جگمگاؤ گے
مجاہد کا عمل ہے تابع فرمانِ حق یکسر
عمل سے اپنے تم بھی شانِ ربانی دکھاؤ گے

اگر ہر معرکے میں تم نے خالق سے مدد مانگی
تو ہر مشکل کو اپنی راہ میں آسان پاؤ گے
رسول اللہ کا کردار گر پیشِ نظر رکھا
تو دنیا کو بھی اپنے واسطے جنت بناؤ گے
وہ منظر مشرکوں کے واسطے مسحور کن ہوگا
جو سورج، چاند، تارے اپنے دامن پر سجاؤ گے
رہِ حق سے نہ تم کو میں نے روکا ہے نہ روکوں گی
مجھے صرف اتنا بتلا دو کہ اپنے گھر کب آؤ گے؟
کہاں ہو کس جگہ ہو کون سی وادی میں رہتے ہو؟
وہ کارِ خیر کیا ہے کب تلک مجھ سے چھپاؤ گے
محاذِ جنگ سے ساتھی تمہارے لوٹ آئے ہیں
مجھے امید سی ہوتی ہے تم بھی لوٹ آؤ گے

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

جیسے ہی یہ آیت زبان پر آتی ہے تو میرا دل سکون و اطمینان سے اس طرح لبریز ہو جاتا ہے جو اپنی مثال آپ ہے، ورنہ اب تک نہ جانے میرا کیا حشر ہوتا۔ رب العزت کا کرم نہ ہوتا تو شاید پاگلوں کی طرح جنگلوں کا رخ کر لیتی۔ لیکن قربان ہو جاؤں اپنے رب کی عزت و جلال کے کہ وہ خوب اپنے بندوں اور بندیوں کے دلوں کو تسکین دیتا ہے۔ رب کائنات کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال میں اخلاص پیدا فرمائے اور میرے مجاہد کو خیر و عافیت کے ساتھ مجھ سے ملائے۔ پھر بار بار اُسے میدان جنگ میں جانا نصیب فرمائے۔ (آمین) کیونکہ مجاہد اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے بہترین اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک بار صحابہ کرام رضوان

اللہ علیہم اجمعین بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے بہتر مقام والا شخص کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ارشاد فرمایئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں میں سب سے بہتر مقام والا شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے رکھے، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائے اور کیا میں تم کو وہ شخص نہ بتاؤں جو اس کے بعد (کے نمبر پر) ہے؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ارشاد فرمایئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ وہ شخص ہے جو لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے کسی گھاٹی میں مقیم ہو اور نماز قائم رکھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور لوگوں کے شر سے بچتا ہو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے برا شخص کون ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ارشاد فرمایئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو دوسروں سے تو اللہ کا واسطہ دے کر مانگتا ہے لیکن جب خود اس سے اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگا جاتا ہے تو وہ نہیں دیتا (یا اس کا مطلب یہ ہے کہ سب سے برا شخص وہ ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگتا ہے لیکن اسے دیا نہیں جاتا یعنی اس نے اللہ کا نام بھی استعمال کیا اور کچھ پایا بھی نہیں)۔ (کتاب الجہاد ابن مبارک، ترمذی، نسائی، ابن حبان)

میں نے اپنا خواب بیان کیا اس کے دو ماہ بعد میں نے ایک خواب دیکھا کہ بالکل نئی سی جگہ ہے، میں کسی کے گھر ہوں کہ ایک بچی مجھے یہ پیغام دیتی ہے کہ طالبان آپ کو بلا رہے ہیں، آپ کے بیٹے کا نکاح ہو رہا ہے۔ طالبان کہہ رہے ہیں کہ اس موقعہ پر مجاہد نعمان کی والدہ دعا مانگیں۔ میں فوراً اپنا برقع تلاش کر کے اوڑھتی ہوں، پھر اس جگہ جاتی ہوں، کافی فاصلے سے کھڑی ہوتی ہوں۔ ایک طالب نعمان کے سر پر عمامہ باندھ رہے ہیں، بہت سے طالبان کھڑے ہیں۔ گو کہ میں کافی فاصلے سے کھڑی تھی لیکن خود کو نعمان کے بہت قریب محسوس کرتی ہوں۔ آنکھ کھلی تو میں نے اپنے رب کے حضور اپنے مجاہد بیٹے کے لئے خوب دعائیں کی۔ اللہ میری دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آمین

"ممتا کا زخم جو پھول بن گیا"

کتنی ماؤں کے بہادر سپوت مسعود کی قید میں ایک طویل عرصے سے اذیتیں برداشت کر رہے ہیں۔ حزب وحدت، دوستم، ازبک، عبدالمالک اور دیگر ظالموں نے جن مجاہدین کو دھوکے اور فریب سے گرفتار کیا تھا، انہیں یا تو ان ظالموں نے شہید کر دیا یا ان سب کو قیدی بنا کر مسعود کی جیل میں بھیج دیا۔ ان کی تکالیف اور اذیتوں کی داستانیں پڑھ کر میرا دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔ ان میں سے خاصی تعداد ان طلباء کی ہے جنہوں نے جیل خانوں کی اذیتیں برداشت کیں لیکن قرآن وحدیث کا ساتھ نہ چھوڑا۔ انہوں نے جیل خانوں میں اگر علماء یا اپنے سے بڑے طالب علم کو پایا تو حفظ قرآن کی دولت سے اپنے سینوں کو منور کر لیا۔ ان حفاظ قرآن کے بارے میں پڑھا تو مجھے اپنے بزرگوں کی باتیں یاد آئیں کہ حفاظ کو دودھ، کشمش اور بادام کھانے چاہئیں۔ ان کے کھانے سے طالب علم کا ذہن کھل جاتا ہے، لیکن میرے رب کی شان ہی نرالی ہے، وہ ہمیں دکھا رہا ہے کہ مجھ سے محبت کرنے والے ان عظیم مجاہدوں کو دیکھو جو سوکھی روٹیاں کھاتے ہیں، لیکن میں نے اپنے کرم سے ان کے سینوں کو اسلام کے لئے کھول دیا ہے۔

پچھلے دنوں میں نے ایک ماں کی ممتا کا زخم دیکھا جو ایک طویل عرصے سے رس رہا تھا، لیکن جب اس ماں نے اللہ سے لو لگائی تو وہ زخم پھول بن کر مسکرانے لگا۔ زخم سے پھول بننے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے .... ایک مجاہد کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا، مجھے اطلاع ملی تو میں فوراً ان کے گھر پہنچی۔ اس مجاہد کی والدہ میرے گلے لگ کر رونے لگیں، میں نے انہیں تسلی دی تو اچانک روتے روتے اپنے مجاہد بیٹے کو یاد کرنے لگیں (ان کا یہ مجاہد بیٹا ظالم مسعود کی قید میں ہے) کہ اب کیا ہو گا، اب تو میرے شوہر بھی دنیا سے چلے گئے، وہ کہتے تھے میں افغانستان جاؤں گا اور اپنے مجاہد بیٹے کو تلاش کر کے لاؤں گا، لیکن اب میرے بیٹے کو کون لائے گا۔ ان کی کیفیت عجیب ہو رہی تھی، ہونٹ لرز رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو آبشاروں کے مانند بہہ رہے تھے۔ پھر اس طرح کہنے لگیں پتہ نہیں میرے بچے کو کچھ کھانے

کو بھی ملتا ہے یا نہیں۔ جب میں کھانا کھانے بیٹھتی ہوں تو نوالہ میرے حلق میں اٹکنے لگتا ہے۔ وہاں اتنی شدید سردی ہوتی ہے، پتہ نہیں میرے بچے کے پاس گرم کپڑے بھی ہیں یا نہیں، یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگیں۔ میں نے دل مضبوط کر کے ان کو تسلی دی کہ آپ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں، رازق تو اللہ تعالیٰ ہے وہ تو پتھر کے کیڑے کو بھی رزق عطا فرماتا ہے۔ اللہ ہی موسموں سے حفاظت فرماتا ہے، وہ اپنے بندوں کو کپڑے بھی پہناتا ہے، وہ اپنے بندوں کی ضرورتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ میری بہن مجاہد طلباء بڑے صابر وشاکر ہیں، ان کا علم، ان کی بہادری تو ہمارے لئے عظیم سرمایہ ہے۔ ہمارے بیٹے تو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گھروں سے نکلے تھے، جہاد ہی تو اسلامی زندگی کی معراج ہے۔ یہ ہمارے نبی ﷺ کا پسندیدہ کام تھا اور میرے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے دنیا کے ایک بڑے خطے سے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا تھا۔ میں نے ان سے کہا میری پیاری بہن میرے دل کے نہاں خانوں میں جہاد کا جذبہ جو جوئے کم آب کی صورت میں موجود تھا، جب میں نے علماء حق کے جہاد پر وعظ سنے تو پھر وہ جوئے کم آب بحر بے کراں میں تبدیل ہو گئی۔ میرا چھوٹا سا گھر مجاہدین کا مرکز بن گیا اور پھر میرے مولا کے کرم سے وہ وقت آیا، جب ۱۵ مارچ ۱۹۹۶ء کی دوپہر میرے آتش فشاں کا پہلا ریلا میرے مجاہد بیٹے کی شکل میں جہاد افغانستان کے لئے روانہ ہو گیا۔ اللہ میرے مجاہد کو ہر محاذ پر سرخرو فرمائے اور پھر باقی کے تین بیٹے بھی تین مجاہدین کی شکل میں دشمنوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیں (آمین) میری وہ بہن کہنے لگیں آپ تو خوش نصیب ہیں آپ کا بیٹا محاذ پر ہے اور آپ کو اس کی اطلاع بھی خط کے ذریعے ملتی ہو گی۔ لیکن میرا بچہ تو دشمن کی جیل میں اسیری کے دن کاٹ رہا ہے، بتائیں میں کیسے صبر کروں۔ میں نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا اور کہا بے شک آپ صحیح کہتی ہیں، میں بہت خوش نصیب ہوں، میرا بیٹا مجاہد ہے۔ لیکن میری بہن مجھے پونے تین سال سے اپنے مجاہد کا کوئی خیر بت نامہ نہیں ملا، آپ میری بتائی ہوئی تاریخ سے حساب لگائیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ میرے مجاہد کو محاذ پر گئے ہوئے تین سال اور ایک ماہ ہو چکا ہے، دن اور رات کے بیشتر حصوں میں مجھے اپنا بیٹا یاد آتا ہے۔ اس کے کپڑے دیکھتی ہوں تو دل چاہتا ہے کہ ان کپڑوں کو اپنے سینے میں چھپا لوں (کیونکہ ان کپڑوں میں میرے

مجاہد کی خوشبو بسی ہوئی ہے) اس کے جوتے دیکھتی ہوں تو دل چاہتا ہے کہ اپنے دوپٹے کے پلو سے انہیں صاف کروں اور یہ جوتے یہ کپڑے لے کر افغانستان پہنچ جاؤں۔ اس سے اکثر مجھے اپنی آنکھوں کے آنسو اپنے دل پر گرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ پھر میں خود سے کہتی ہوں کہ میں ایسا کیوں کروں۔ وہ مالک الملک خود ہی میرے مجاہد کی حفاظت فرمائے گا۔ پھر میں سورہ توبہ کی آخری آیت بار بار پڑھتی ہوں اور پھر اپنے عظیم رب سے رو، رو کر استدعا کرتی ہوں تو ہی مجھ جیسی سینکڑوں ماؤں سے اُن کے بچھڑے بیٹے ملائے گا۔ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ پھر میرا لرزتا کانپتا دل پُر سکون ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے رب نے ہی میرے دل کو تھاما ہوا ہے۔ بہن آپ بھی اسی مہربان آقا پر بھروسہ کریں۔ اسی کی بارگاہ میں رو، رو کر التجا کریں، کیونکہ وہی ہماری فریاد سننے والا ہے۔ وہ بہن میری طرف متوجہ ہوئیں اور شاید میری بات کی صداقت ان کو میرے چہرے پر نظر آ گئی۔ فوراً کہنے لگیں اب میں صرف اپنے رب سے دعا کروں گی، کبھی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کروں گی اور ہر حال میں راضی برضا رہوں گی۔ مجھے ان کے جواب سے بڑی خوشی ہوئی، پھر میں نے ان کی زخمی ممتا پر تسلی کا مرہم اس طرح لگایا۔ میں نے کہا میری بہن تم یہ نہ سمجھو کہ صرف تمہاری ممتا زخمی ہے تم جیسی بہت سی ماؤں کی ممتا زخموں سے چور اپنے ہی لہو میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن میری عزیز بہن کوئی کسی کے زخموں پر نظر نہیں کرتا۔ جس کا دل خود لہو بن چکا ہو وہی دوسرے کے زخموں کا اندازہ کر سکتا ہے۔ میں تمہیں اپنا ایک قطعہ سناتی ہوں۔

اللہ کے کرم نے نوازا ہے یوں مجھے
ہر زخم ممتا کا نیا پھول بن گیا
محسوس کر رہی ہوں وہ خوشبو میں اس طرح
صبر و رضا ہی زیست کا معمول بن گیا

میرا قطعہ سن کر ان کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں لیکن اب ان کے چہرے سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کی زندگی میں زبردست انقلاب آ چکا ہے۔ اُن کے چہرے پر صبر و رضا کا بڑا خوبصورت رنگ مجھے دکھائی دے رہا تھا۔ پھر کہنے لگیں میری بہن سب کے لئے اللہ سے دعا کرو، میرا دل ان کی بات سن کر اندر ہی اندر رونے لگا۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو اپنے رب

کے حضور پھیلایا اور روتے ہوئے دعا کی کہ "اے میرے رب جتنے مجاہدین اسلام دشمن عناصر کی قید میں ایک طویل عرصے سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں، انہیں اپنے کرم سے رہائی نصیب فرما دے، کوئی ایسا سبب پیدا فرما دے کہ ان کی مشکلات دور ہو جائیں یا مجاہدین کے ہاتھوں ان علاقوں پر اسلام کا پرچم نصب کرا دے یا دشمنوں کے دلوں میں اسلام کا رعب اور ہیبت ڈال دے۔ اے اللہ تو مسبب الاسباب ہے کوئی سبب مجاہدین کی رہائی کا پیدا فرما دے۔ آمین۔ دعا ختم ہوئی تو میں نے کہا میری بہن کشمیر ہو یا فلسطین، چیچنیا ہو یا بوسنیا، کوسوو ہو یا افغانستان ہر علاقے کے مجاہدین (بھائیوں اور بیٹوں) کے لئے میرا دل تڑپ کر دعا کرتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ ہماری دعاؤں کو ضرور قبول فرمائے گا اور ہمارے مجاہدین جو پوری مسلم قوم کا ایک عظیم سرمایہ ہیں، وہ پوری دنیا میں انقلاب لا کر رہیں گے اور وہ انقلاب اسلامی انقلاب ہوگا۔ اسلامی انقلاب ایک دن آ کر رہے گا۔ (ان شاء اللہ) اسلام ہماری آرزو ہے، اسلام ہمارا دین ہے۔ ایسے عالمگیر دین کیلئے میرے خیالات میری اس نظم میں ڈھل گئے ہیں، آپ بھی پڑھیں اور سنیں اور میرے قول کی صداقت کو ضرور پرکھیں۔

"اسلام زندہ باد"

اسلام نے حیات کو بخشی ہیں عظمتیں
اسلام نے سنواری ہیں لوگوں کی سیرتیں
نازاں ہیں کائنات کی اس پہ صداقتیں

اسلام زندہ باد، مسلمان زندہ باد
بدعت تباہ باشد و ایمان زندہ باد

اسلام زندگی ہے مسلماں کے واسطے
پھیلے ہیں اس کے دم سے ہی نیکی کے سلسلے
قائم ہیں اس کے فیض سے خالق سے رابطے

اسلام زندہ باد، مسلمان زندہ باد
بدعت تباہ باشد و ایمان زندہ باد

آداب خیر سب کو سکھاتا ہے دینِ حق
ایمان سے دلوں کو سجاتا ہے دینِ حق
بدعت سے گمرہی سے بچاتا ہے دینِ حق

اسلام زندہ باد، مسلمان زندہ باد
بدعت تباہ باشد و ایمان زندہ باد

"غازی خالد محمود عباسی"

غازی خالد محمود عباسی انہی مجاہدین میں سے ایک مجاہد ہے جو سانحہ مزار کے چشم دید گواہ ہیں۔ یہ مجاہد کشمیری خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ان کے خاندان کے ایک بزرگ سے فاضلی صاحب کی جان پہچان تھی۔ جب بامیان فتح ہوا تو ان بزرگوار نے غازی خالد محمود کا فون نمبر فاضلی صاحب کو دیا اور کہا کہ آپ خالد سے بات کریں شاید آپ کے مجاہد بیٹے کا بھی کچھ سراغ مل جائے۔ میں نے غازی خالد کو فون کیا اس نے دشمنوں کے کچھ مظالم کی داستان مجھے سنائی تو میں رونے لگی۔ پھر اس نے کہا کہ میں چاچا کے ساتھ آپ کے گھر آؤں گا۔ پھر غازی خالد محمود سے میری بات نہیں ہوئی۔ جنوری ۲۰۰۰ء میں خالد محمود سے میں نے دوبارہ رابطہ کیا اور اس سے کہا بیٹے میں چاہتی ہوں کہ تم میرے غریب خانے پر آجاؤ۔ کچھ مزار اور بامیان کے سلسلۂ جہاد کے متعلق بات کرنی ہے۔ مجاہد خالد نے کہا کہ میں اتوار کی صبح ۱۰ بجے ضرور آؤں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ لیکن مجھے اچانک اتوار کی صبح حکیم صاحب کے مطب جانا پڑ گیا۔ میں نے خالد محمود کے بتائے ہوئے فون نمبر پر اطلاع دی کہ آپ مجاہد خالد کو میری طرف سے معذرت کے ساتھ ضرور بتادیں کہ وہ دس کے بجائے بارہ بجے آجائیں۔ لیکن اتفاق کی بات ان صاحب کی خالد تک رسائی نہ ہو سکی۔ اس لئے دوسرا انام وہ

خالد کو نہ بتا سکے۔ میں حکیم صاحب کے مطب سے تقریباً پونے بارہ بجے گھر پہنچی تو فاضلی صاحب نے کہا مجاہد خالد صبح دس بجے آگئے تھے۔ میں جہاد کے سلسلے میں گفتگو کرتا رہا اور میں نے اسے بور نہیں ہونے دیا۔ میں نے بر وقت نہیں اطہر اور نعمان کے کمرے میں پہنچی کیونکہ فاضلی صاحب نے خالد محمود کو اسی کمرے میں بٹھایا تھا۔ سب سے پہلے میں نے خالد سے معذرت کی۔ پھر میں نے خالد سے کہا بیٹا تم ایک مجاہد ہو اور میں ایک مجاہد کی ماں ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ میں تمہارے حالات مختصر طور پر لکھوں۔ شاید اس طرح میں بھی جہاد کے سلسلے کا کوئی اہم کام انجام دے سکوں۔ غازی خالد کہنے لگا ریحانہ خالہ میری کوئی اتنی بڑی حیثیت نہیں جو میں اپنے حالات بتاؤں۔ میں نے کہا بیٹے مجاہد کی حیثیت بڑی ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میں یہ حالات اپنی کتاب "مجاہد تم کہاں ہو" میں تحریر کر سکوں۔ اصل میں میرا مجاہد بیٹا اور بہت سے مجاہد مزار سے غائب ہیں نہ جانے اب وہ کس محاذ پر ہیں۔ میں مزار اور بامیان کے حالات تمہاری زبان سے سننا چاہتی ہوں۔ غازی خالد نے جواب دیا میں ضرور سناؤں گا۔

غازی خالد نے بتایا مزار کا دردانگیز اور دلگداز سانحہ مئی ۱۹۹۷ء میں پیش آیا۔ ہماری فوجیں (طالبان مجاہدین) مزار کے اطراف میں بڑی کامیابی حاصل کر چکی تھیں۔ جو نام نہاد مسلمان جنرل عبدالمالک نے مجاہدین سے مذاکرات کا ڈھونگ رچایا (جنرل عبدالمالک کمیونسٹوں اور حزب وحدت سے ملا ہوا تھا) مذاکرات کا یقین دلاتے ہوئے اس طرح ظاہر کیا جیسے میں تسلیم ہو چکا ہوں۔ اس نے طالبان کو دعوت دی کہ آپ مزار آجائیں اور یہاں کا انتظام سنبھالیں۔ عبدالمالک کی ان باتوں پر طالبان کو یقین آگیا کیونکہ اس نے (جنرل عبدالمالک) مزار ریڈیو سے بھی طالبان کی حمایت کا اعلان کیا تھا (اس اعلان کی وجہ سے ہی جب مجاہدین کے جہاز مزار کی طرف پرواز کرنے لگے تو مجاہدین کے پاس ہتھیار نہ ہونے کے برابر تھے)

پہلی فلائٹ کے امیر مولانا احسان اللہ تھے، ان کے ساتھ طالبان مجاہدین کی تشکیل ہوئی تھی (ان مجاہدین میں کچھ پاکستانی طلباء بھی تھے) دوسرے دن کی پہلی پرواز میں مولانا شیر محمد صاحب قیادت فرما رہے تھے۔ ہمارا جہاز دن کے بارہ بجے سے کچھ قبل مزار ایئرپورٹ

پر اترا، ہمیں ایک بس کے ذریعہ ہوائی اڈے سے چھاؤنی تک لے جایا گیا (ہوائی اڈے پر زیادہ تر ازبکی سپاہی نظر آرہے تھے، یہ سب عبدالمالک کے ماتحت تھے) میرا دل دھڑک رہا تھا اندر سے آواز آرہی تھی کہ ہمارے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے۔ مگر میں اس آواز کو سمجھ نہیں پا رہا تھا اور نہ ہی یہ بات میں کسی سے کہہ سکتا تھا۔ میں نے غور کیا ایئرپورٹ پر طالبان کی تعداد کم تھی، لیکن شہر میں داخل ہوئے تو طالبان نظر آئے جو تعداد میں کافی زیادہ تھے (کیونکہ کافی طالبان، شبرغان سے گاڑیوں، ٹرکوں اور جیپوں میں مزار آئے تھے) میرے علاوہ میرے ساتھیوں کو بھی یہ احساس ہو رہا تھا کہ اب ہم سے مذاکرات نہیں ہوں گے کیونکہ ان کے دل کا کھوٹ ان کے چہرے پر نظر آرہا تھا۔ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝ (سورۃ بقرہ۔ آیت:١٠)

ترجمہ: "ان کے دلوں میں بیماری تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری میں مزید بڑھایا اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

تفسیر: بیماری سے مراد وہی کفر و نفاق کی بیماری ہے جسکی اصلاح کی فکر نہ کی جائے تو بڑھتی ہے۔ اسی طرح جھوٹ بولنا منافقین کی علامات میں سے ہے، جس سے اجتناب ضروری ہے۔

(اردو ترجمہ، مطبوعہ قرآن، مدینہ منورہ)

ریحانہ خالہ اب تو ہم نے سوچ لیا تھا کہ قدم قدم پر ان منافقین کے ہاتھوں ہمیں تکالیف اٹھانا پڑیں گی، اس لئے ہم ذہنی طور پر تکالیف اٹھانے کے لئے خود کو تیار کر چکے تھے۔ بہرحال چھاؤنی پہنچے تو ہم نے کچھ دیر آرام کیا، پھر دوپہر کا کھانا کھایا، کچھ ہی دیر بعد ہم نے ظہر کی نماز پڑھی۔ اس دوران آریانہ ایئر لائنز سے طالبان مسلسل مزار شہر میں آرہے تھے۔ سب چھاؤنی میں جمع ہوئے، ہم سب بیٹھے ہوئے تھے، ایک پاکستانی ساتھی کے پاس تھوڑا سا بارود تھا۔ اس نے اسے کاغذ پر رکھا اور اسے جلا دیا۔ کافی بارود زمین پر گر پڑا تھا جس نے فوری طور پر آگ پکڑی، قریب ہی اسلحہ ڈپو تھا (اس میں بڑا اسلحہ تھا اور ٹینک کے گولے وغیرہ بھی

تھے) بارود بہت حساس تھا، تیزی سے اس کی آگ اسلحہ ڈپو تک پہنچ گئی۔ ٹینک کے گولوں کو جب تپش ملی تو وہ پھٹنا شروع ہو گئے۔ گولوں کے پھٹنے کی زوردار آوازیں پیدا ہو رہی تھیں، تمام طالبان (پاکستانی اور افغانی) افراتفری میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ جب یہ دھماکے ختم ہوئے تو چھاؤنی کے کمانڈان (یہ طالب تھے) نے جہاد کے موضوع پر بیان کیا اور کہا یہ جو انجانے میں واقعہ ظہور پذیر ہوا یہ بہتر نہیں ہوا ہمیں اندر ہی اندر جس خطرہ کا احساس ہو رہا تھا وہ بہت جلد ہمارے سامنے آگیا۔ ہم سب نے افسوس کے ساتھ یہ خبر سنی کہ عبدالمالک نے حزب وحدت کے ساتھ مل کر معاہدہ توڑ دیا۔ طالب سمجھ رہے تھے کہ ازبک ہمارے ساتھی ہوں گے لیکن وہ بھی عبدالمالک کے ہمنوا تھے۔ عبدالمالک کے سپاہی اور حزب وحدت والے شکاری کتوں کی طرح مجاہدین کی خوشبو سونگھتے پھر رہے تھے اور مزار کے گلی کوچوں میں طالبان کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہے تھے۔ حزب وحدت والوں نے یہ افواہ اڑائی کہ طالبان نے مزار میں موجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار کی بے حرمتی کی ہے۔ اس لئے ہم انہیں انتقاماً قتل کر رہے ہیں (حزب وحدت اور ان کے حامیوں نے مزار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جعلی زیارت گاہ بنائی تھی، کیونکہ کتب احادیث اور تاریخ میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بے سند بلا دلیل جعلی مزار ہے۔ طالبان کے مفتی اعظم مولانا عبدالعلی دیوبندی نے اگست ١٩٩٨ء کے تیسرے ہفتہ کابل ریڈیو سے اعلان کیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کوفہ میں ہے۔ دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے حزب وحدت والوں نے یہ جعلی مزار بنایا تھا) ہم سب ہوائی اڈے کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ طالبان کا یہ ارادہ تھا کہ ہوائی جہاز کے ذریعے مجاہدین کو کسی محفوظ مقام تک پہنچا دیں۔ ہم نے عصر کی نماز پڑھی، نماز کے بعد ہم نے ایک کھلی ہوئی ڈاٹسن جیپ دیکھی۔ اس جیپ میں کچھ زخمی اور کچھ شہید طالبان تھا، زخمیوں نے ہمیں بتایا کہ "جیسے ہی ہماری گاڑی ہوائی اڈے کے نزدیک پہنچی تو ہمارے اوپر راکٹ لانچر سے فائر کیا گیا۔ جو گاڑی کے درمیان میں آکر گرا اور اس طرح مجاہدین زخمی اور شہید ہوئے۔ پھر ہم نے ایک اور دردناک خبر سنی کہ جو طالبان ہوائی اڈے پر تھے ان کو بھی شہید کر دیا گیا (ان طالبان کے پاس ہلکا پھلکا اسلحہ تھا، وہ آخری دم تک دشمن سے مقابلہ کرتے رہے اور اپنی جہادی کوشش کے درمیان شہادت عظمیٰ کو گلے سے لگا لیا)

جب یہ کاروائیاں ہو رہی تھیں تو ایک پاکستانی (یہ چترال کے رہنے والے تھے) جن کا نام یونس تھا، ہم سب سے کہنے لگے کہ اب چھاؤنی میں رہنا خطرے سے خالی نہیں، ہم ان کے کہنے پر چھاؤنی سے نکل کھڑے ہوئے۔ کچھ دیر بعد چھاؤنی اور ایئر پورٹ کے درمیانی حصے تک پہنچ گئے (یہاں ایک عمارت فلیٹ نما تھی لیکن ابھی اس کی تعمیر مکمل نہیں ہوئی تھی) ہمارے اوپر چھوٹے بڑے اسلحہ سے مسلسل فائرنگ ہوتی رہی، گولیاں ہمارے سروں پر سے دائیں بائیں سے سرسراتی ہوئی گذر رہی تھیں۔ وقت بہت دھیمی رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا، کچھ دیر بعد مغرب کا وقت ہو گیا (ہم زیر تعمیر عمارت میں تھے، وہ ہمارے لئے ایک حفاظتی مورچہ بنی ہوئی تھی) عمارت کے قریب ہم نے مغرب کی نماز پڑھی، کچھ ساتھی نماز پڑھ رہے تھے، کچھ پہرہ دے رہے تھے۔ مولانا شیر محمد نے جماعت کرائی۔ نماز کے دوران بھی گولیاں برابر ہماری طرف آتی رہیں۔ یہاں تک کہ قیام، رکوع و سجود میں بھی گولیاں ہمارے قریب سے گذرتی رہیں۔ لیکن ایک بھی گولی کسی ساتھی کو نہیں لگی۔ ہم نماز سے فارغ ہوئے تو اس وقت قندھار سے طالبان کا ایک طیارہ مزار کے ایئر پورٹ پر اترا۔ ازبکی سپاہیوں نے ہمارے مجاہدین کی تلاشی لی۔ ان کے بیگ، گھڑیاں، رقم غرضیکہ ہر چیز پر قبضہ کر لیا (ان کی یہ حرکت بالکل ڈاکوؤں جیسی تھی) پھر ایک گاڑی میں بٹھا کر شہر کی طرف روانہ کر دیا۔ گاڑی ہمارے قریب آ کر رکی، ہم نے اس ازبکی ڈرائیور کو گاڑی سے نیچے اتارا اور کہا ہم سب کو گاڑی میں بٹھاؤ اور کسی محفوظ مقام پر لے چلو۔ لیکن اس نے ہمیں جواب دیا کہ اس وقت مزار میں کوئی مقام بھی محفوظ نہیں ہے، ہر طرف جنگ ہو رہی ہے (یہ تمام گفتگو فارسی میں ہو رہی تھی۔ جو ساتھی فارسی جانتے تھے وہ گفتگو کر رہے تھے) ہمارے ساتھی نے ڈرائیور سے کہا کہ اگر تم ہمیں گاڑی میں لے کر نہیں جا سکتے تو پیدل کا کوئی محفوظ راستہ بتا دو۔ فوراً کہنے لگا کہ راستے میں بارودی سرنگیں بچھی ہوئی ہیں، ہمارے ساتھی نے کہا کہ زیادہ باتیں نہ بناؤ کوئی نہ کوئی محفوظ راستہ ضرور ہو گا۔ لیکن ڈرائیور ہمیں کسی صورت راستہ بتانے پر تیار نہیں تھا۔ ہمارے پاس کوئی رسی نہیں تھی جس سے اس کو باندھتے نہ کوئی ہتھیار تھا کہ اسے ہتھیار سے ڈراتے، اسے ہاتھوں سے ہلکی سی چوٹ ماری، جس پر وہ رونے لگا۔ اب بھی وہ راستہ بتانے پر آمادہ نہیں تھا، حالانکہ اسے ضرور محفوظ راستہ معلوم ہو گا۔ لیکن کسی صورت ہمیں بتانے پر

تیار نہیں تھا۔ ہمیں لگا وہ بھاگنا چاہتا ہے، ہم نے اسے جانے دیا۔ امیر شیر محمد نے ہمارے دو گروپ بنا دیئے تاکہ اس طرح ہم الگ الگ نکل سکیں۔ ہمارے گروپ کے ساتھ مولانا شیر محمد تھے، دوسرے گروپ کو ہمارے پیچھے آنا تھا۔ برسات کا موسم تھا اس وقت بھی دور کہیں بجلی چمکتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ کچھ ساتھی تھک کر بیٹھ گئے، ہم اندازے سے ایئر پورٹ کی مخالف سمت کی طرف روانہ ہوئے، ہم راستوں سے قطعی طور پر ناواقف تھے کیونکہ ہم بذریعہ طیارے کے مزار آئے تھے۔ اللہ سے مدد مانگتے رہے اور چلتے رہے، چلتے چلتے بارہ بج گئے۔ ہمارے جسم تھکان سے چور ہو چکے تھے۔ اس وقت ہمیں شدید پیاس محسوس ہونے لگی، سب ساتھی ایک جگہ بیٹھ گئے اور اجتماعی دعا کی کہ "اے اللہ ہمارے لئے کوئی سبیل پیدا فرما دے تاکہ ہماری پیاس بجھ جائے" دعا مانگ کر کچھ ہی دور چلے تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ ہمارے تمام کپڑے بھیگ گئے، ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور چادروں کو نچوڑ کر پانی پیا۔ حالانکہ گرمی کا موسم تھا، لیکن گیلے کپڑوں کی وجہ سے تمام ساتھیوں کو سردی لگنے لگی۔ ہماری چادروں میں سے اتنا پانی نکلا تھا جس سے ہمارے حلق تر ہو گئے تھے۔ آگے پہنچے تو ایک جگہ گڑھے میں پانی بھرا ہوا تھا۔ جب ہم نے پیا تو اس کا ذائقہ نمکین محسوس ہوا۔ تین ساڑھے تین بجے کے قریب ہم ایک نہر پر پہنچے، کچھ ساتھیوں نے پگڑیوں سے پانی نکالا، کچھ نے ٹوپیوں میں پیالے کی طرح پانی بھر کر پیا پانی پی کر ہم چلے تو ساتھیوں کی ہمتیں جواب دینے لگیں۔ پھر زیادہ تر ساتھی تھک تھک کر گرنے لگے اور گرتے ہی گہری نیند سو گئے۔ مولانا شیر محمد نے کہا کہ کچھ ساتھی کوشش کریں کہ ان پر نیند کا غلبہ نہ ہو جاگتے رہیں۔ غازی خالد محمود نے مجھے بتایا کہ میں اور میرے تین ساتھی جاگتے رہے۔ پانچ بجے پھر وہاں سے چل پڑے۔ مولانا شیر محمد نے ایک ساتھی سے کہا کہ کسی بستی میں پہنچ جائیں تو شہر کی صورت حال کا پتہ چلے۔ چلتے چلتے ایک بستی کے قریب پہنچے۔ گندم کی فصل تیار کھڑی تھی، یہ ہمارے لئے ایک حفاظتی آڑ ثابت ہو رہی تھی۔ ہم سب ساتھیوں نے یہاں تیمم کیا، پھر نماز پڑھی (کچھ ساتھی نماز پڑھ رہے تھے کچھ پہرہ دے رہے تھے، پھر اسی طرح ترتیب بدلتی رہی) نماز پڑھ کر فارغ ہوئے۔ ہمارا ایک ساتھی آگے چلا گیا اور کچھ دیر بعد یہ خبر لایا کہ آگے جو بستی ہے وہ پشتو بولنے والے ساتھیوں کی ہے۔ میں نے ان کو یہ بتایا ہے کہ میرے ساتھ ایک تبلیغی جماعت ہے، پورے

شہر میں ہنگامہ ہو رہا ہے، آپ مجھے اور میرے ساتھیوں کو پناہ دے دیں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے ساتھیوں کو لے آئیں۔ ہم سب اپنے ساتھی کی رہنمائی میں بستی میں داخل ہوئے۔ ہم نے یہ محسوس کر لیا کہ وہ ہمیں طالب سمجھ رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے ہمیں مسجد کے صحن میں بٹھایا، اطراف کے گھروں سے ہمارے لئے روٹی اور قہوہ آیا (روٹی خشک تھی) ہم نے اس سے قبل کبھی پھیکا قہوہ نہیں پیا تھا۔ حالانکہ ہم بہت بھوکے تھے لیکن کھانا کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ ہمارے میزبان کہنے لگے ہمیں معلوم ہے کہ آپ سب طالبان ہیں، ہمیں اپنا دوست سمجھیں کیونکہ ہم طالبان کے حامی ہیں۔ کہنے لگے ہم نے بی۔بی۔سی سے خبریں سنی تھیں، پورے شہر میں طالبان کو عبدالمالک کے ساتھی اور حزب وحدت والے نقصان پہنچا رہے ہیں۔ غازی خالد کہنے لگا رحمانہ خالہ میں آپ کو کیا بتاؤں کہ وہ لوگ کتنے پُرخلوص تھے، ہم سے کہنے لگے آپ سب بے فکر رہیں، اگر دشمن آئے تو ہم آپ کو عورتوں والے کمروں میں چھپا دیں گے، یاد رکھئے ہم خود مر جائیں گے لیکن آپ پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ ہم سب ان کے خلوص کے آگے مجبور ہو گئے۔ تھوڑا تھوڑا کھانا سب ساتھیوں نے کھایا۔ ان کے بچے بڑے شوق سے کھانا لے کر آ رہے تھے، انہیں ہماری حالت دیکھ کر اندازہ ہو گیا کہ ہم بہت تھکے ہوئے ہیں، وہ ہم سب کو مسجد کے اندر لے گئے اور کہا کہ آپ آرام سے سو جائیں۔ ہم سب ساتھی ان کی طرف سے مطمئن تھے۔ اس لئے فوراً لیٹ گئے اور چند منٹ بعد ہی ہم سب کو گہری نیند آ گئی۔ ظہر کی نماز سے پہلے اٹھے پھر سب نے جماعت سے نماز پڑھی پھر دوپہر کے لئے بھی ہر گھر سے کھانا آیا، اس وقت بھی ہمارا یہ حال تھا کہ حلق سے نوالہ نہیں اتر رہا تھا۔ لیکن اپنے میزبانوں کا پُرخلوص رویہ ہمیں کھانے پر مجبور کر رہا تھا۔ ہمارے ہمدرد میزبان ہمیں اپنے پاس روکنا چاہتے تھے لیکن مولانا شیر محمد اس لئے وہاں رکنا نہیں چاہتے تھے، کیونکہ ہمارے اکثر ساتھی اردو بولنے والے تھے (اردو کی وجہ سے ہمارے میزبانوں کے لئے خطرہ پیدا ہو سکتا تھا) اسی وقت ایک طالب ساتھی آیا اور اس نے کہا میں ایک ڈالسن اسلحہ سے بھری ہوئی لے کر آیا ہوں۔ اس کے بعد اس طالب ساتھی نے بتایا کہ ایک گاؤں کی مسجد میں بھی کچھ ساتھی ہیں، ساتھیوں نے ان کے ساتھ چلنے کا ارادہ ظاہر کیا تو اس ساتھی طالب نے کہا کہ میں عصر کے وقت آؤں گا اور نماز عصر کے بعد آپ کو یہاں سے لے کر چلوں گا۔

ہم عصر کی نماز پڑھ کر ابھی بیٹھے ہی تھے کہ وہ طالب آ گیا اور اس نے کہا کہ جس گاؤں میں، میں نے گاڑی کھڑی کی تھی وہاں حزب وحدت والے اور ازبکی موجود تھے۔ انہوں نے سارا اسلحہ لوٹ لیا، اب صرف یہ ہو سکتا ہے کہ میں ان ساتھیوں کے پاس آپ کو لے چلوں جو مسجد میں بیٹھے ہیں۔ ان ساتھیوں کے پاس تھوڑا بہت اسلحہ ہے۔ مولانا شیر محمد کی قیادت میں چلنے کے لئے ہم سب کھڑے ہو گئے (بستی والے ہمیں روک رہے تھے لیکن ہم اپنے ساتھیوں سے ملنا چاہتے تھے تاکہ کوئی لائحہ عمل ترتیب دیا جائے) ہمیں رخصت کرتے وقت گاؤں والے رونے لگے۔ ہم سب نے ان کے خلوص کو سراہا اور دوسری مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ جس مسجد میں ہم داخل ہوئے وہ کافی بڑی مسجد تھی، یہاں ہماری ملاقات اپنے کئی بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ہوئی (یہ ساتھی ڈیوہ والی چھاؤنی میں ہمارے ساتھ تھے) ہم نے نماز مغرب اسی مسجد میں پڑھی، پھر ہم ایک طالب کی سربراہی میں آگے بڑھے۔ بستی میں ایک راستہ بتانے والے بھی ہمارے ساتھ چلے۔ ہمیں رخصت کرتے وقت بستی والوں نے کچھ پانی اور کچھ روٹیاں زادِ راہ کے طور پر ہمیں دیں۔ ایک بار پھر ہمارا سفر شروع ہوا، لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ ہمارا یہ سفر رات گئے تک جاری رہا، اس وقت ہمیں کچھ چرواہے نظر آئے۔ ہمارے رہبروں نے ان سے صورت حال معلوم کی۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں قریب میں ہی حزب وحدت اور عبدالمالک کے فوجیوں کے مورچے بنے ہوئے ہیں۔ گذشتہ رات طالبان کا ایک لشکر یہاں سے گذر رہا تھا، ان پر دشمنوں نے حملہ کیا۔ ان بہادر مجاہدوں کے پاس اسلحہ تھا، لیکن دشمن کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت کم تھی اور وہ تھکے ہوئے بھی تھے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا اور اللہ کے دشمنوں سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ہم سب سوچنے لگے کہ ہمارے ساتھی تو زیادہ ہیں، لیکن ہمارے پاس اسلحہ بہت کم ہے۔ امیر نے کہا اللہ کا نام لے کر چلو اور ہم اس خطرناک راستے سے دوسری طرف نکل گئے۔ رات دو بجے کے قریب ہم نے ایک صحرا میں عشاء کی نماز پڑھی۔ ہمارے رہبروں نے گندم کے کھیت تک ہماری رہنمائی کی اور کہا بقیہ رات اس کھیت میں چھپ کر گذارتے ہیں۔ اسی کھیت میں ہم نے نماز فجر ادا کی۔ ایک رہبر نے کہا کہ کوئی ساتھی اس مقام کو نہ چھوڑے، شام کو یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔

شدید گرمی تھی، دھوپ کی تپش سے جسم جلا جا رہا تھا۔ لیکن تمام ساتھی خاموشی سے بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ ہمیں پھر پیاس لگی ایک ساتھی بڑی مشکل سے پانی کی ایک بوتل لے کر آیا۔ تمام ساتھیوں نے تھوڑا تھوڑا سا پانی پیا۔ عجیب صورت حال تھی، چونکہ گندم کے خوشے پکنے کا موسم تھا اس لئے موسم میں گرمی کی شدت زیادہ تھی۔ ہمیں پورا دن صدیوں کے برابر لگ رہا تھا۔ پھر اس طرح مجاہد خالد کہنے لگا، ریحانہ خالہ میں آپ کو کیا بتاؤں کہ کیا حالات تھے۔ سورج سروں پر چمک رہا تھا کیونکہ سر چھپانے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ سارا دن ہماری یہ کیفیت رہی کہ نہ سو رہے تھے اور نہ جاگ رہے تھے۔ عجیب غنودگی کی کیفیت طاری تھی، ہم اپنے رہبروں کے ساتھ رات کو چلے، سامنے پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں اور ایک دشت بھی نظر آ رہا تھا (یہی دشت لیلیٰ تھا) ہمارے رہبر کہنے لگے اگر ہم نے پہاڑی راستہ طے کر لیا تو آگے جو علاقہ آئے گا وہ کمانڈر عبدالمجید کا ہے (یہ کمانڈر حضرت یار کا آدمی تھا) وہ ہم سے کچھ رقم لے کر ہم سب کو اس علاقے میں پہنچا دے گا جہاں طالب موجود ہوں۔ ہمارا یہ سفر چودہ گھنٹے کا ہوگا۔ ہم سورج نکلنے تک وہاں پہنچ جائیں گے۔ ہمارے ساتھیوں نے جب یہ باتیں سنیں تو ان کے حوصلے بلند ہو گئے۔ ہم بہت تھکے ہوئے تھے لیکن منزل کی تلاش میں چل رہے تھے۔ رات کے بارہ بجے تھے اور ہم دشت میں چل رہے تھے۔ اسی دشت میں ہم نے عشاء کی نماز پڑھی تھی۔ تھکان کی وجہ سے ساتھی راستے میں گرتے رہے، رات چار بجے کا عمل تھا کہ ہمارا ایک ساتھی گرا اور گرتے ہی بیہوش ہو گیا۔ اس کی حالت ایسی تھی کہ اسے اکیلا چھوڑ کر ہم آگے نہیں جا سکتے تھے۔ مولانا شیر محمد نے کہا میں اس مجاہد کے پاس ٹھہر جاتا ہوں، میں اور میرے ساتھیوں نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ ہم مولانا شیر محمد کے ساتھ رکیں گے۔ آدھے ساتھیوں کو آگے جانے کا حکم دیا۔ جاتے وقت ساتھی کہنے لگے اگر ہمیں گاڑی ملی اور وہ محفوظ ہوئی تو ہم آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ جب ساتھی چلے گئے تو ہمارے باقی ماندہ ساتھیوں میں سے کچھ سو گئے اور کچھ پہرہ دینے لگے۔ فجر کی نماز سے پہلے سب ساتھی اٹھ گئے۔ سب ساتھیوں نے نماز فجر ادا کی۔ اس وقت ہمیں محسوس ہوا کہ ہمارے بیمار ساتھی کی طبیعت کافی خراب ہے (ہمارے اس ساتھی کا نام عبدالرب تھا۔ یہ ساتھی کراچی کے ایک علاقے لالو کھیت کا رہنے والا تھا) مولانا شیر محمد صاحب کہنے لگے کہ میں عبدالرب کے پاس

ٹھہر جاتا ہوں، ہمارے چھ سات ساتھی امیر صاحب کے پاس ٹھہر گئے۔ مولانا شیر محمد صاحب نے ایک افغان طالب کو ہمارا امیر بنایا اور ہم سے کہا کہ اب آپ لوگ اللہ کا نام لے کر آگے روانہ ہو جائیں۔ امیر کی قیادت میں ہم آگے بڑھے، ہمارا ابھی وہی راستہ تھا جس سے ہمارے ساتھی رات کو گئے تھے۔ چلتے چلتے دوپہر کا وقت ہو گیا، سورج کی تمازت کافی بڑھ چکی تھی۔ لیکن منزل کا دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا۔ جس پہاڑ کو رات کو کافی فاصلے پر دیکھا تھا، وہ اس وقت بھی ہمیں اتنا ہی دور نظر آ رہا تھا۔ اب ساتھیوں کی قوت پھر جواب دینے لگی اور آہستہ آہستہ راستے میں ساتھی گرنے لگے، کسی ساتھی میں اتنی قوت نہیں تھی کہ اپنے ساتھیوں کو اٹھا سکے۔ پیر من من بھر کے ہو رہے تھے، دل ساتھیوں کی وجہ سے اداس تھا، اس لئے چلنا اور مشکل لگ رہا تھا۔ پھر ہمیں ایک سڑک نظر آئی جو شبر غان اور مزار شریف کو ملاتی تھی۔ ابھی سڑک سے دور ہی تھے کہ دو ازبکی ڈاکوؤں نے ہمیں اسلحہ کی زد پر رکھ کر گھیر لیا۔ ہمارے اوپر وہ مثال پوری اتر رہی تھی کہ "آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا" ازبکی ڈاکوؤں نے ہماری حالت اچھی طرح دیکھ لی تھی۔ انہوں نے ہمیں ایک جگہ جمع کر لیا اور کہنے لگے کہ اگر تم نے ہمارا کہنا مان لیا تو ہم تمہیں پانی پلائیں گے۔ ہر ساتھی کا دل یہ چاہ رہا تھا کہ یہ ہمارے پیسے اور گھڑیاں لے لیں لیکن ہمیں دو گھونٹ پانی پلا دیں (اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جب ہمارے پاس پانی ہوتا ہے تو ہم اللہ کی اس عظیم نعمت کی نہ تو قدر کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے رب کا شکر کرتے ہیں) یہ دونوں ڈاکو موٹر سائیکل پر آئے تھے۔ ایک ڈاکو نے ہماری طرف کلاشنکوف تانی ہوئی تھی اور دوسرا ڈاکو ہماری جیبوں سے چیزیں اور پیسے نکال رہا تھا۔ اس نے تمام ساتھیوں کی گھڑیاں بھی اتار لیں، ہم کچھ بھی نہیں کر سکے کیونکہ اس وقت ہماری کمزوری کا یہ حال تھا کہ تیز ہوا کے جھونکوں سے بھی ساتھی نیچے گر رہے تھے۔ ہماری طاقت بالکل جواب دے چکی تھی۔ ہمارے ایک ساتھی نے ان کے ارادے کو بھانپ لیا کہ یہ ہماری چیزیں چھین چکے، اب ہمیں کھانے کو بھی کچھ نہیں دیں گے (ہم سب ساتھی بھی ڈاکوؤں کے خیالات کو پڑھ رہے تھے لیکن وقت کا تقاضہ یہ تھا کہ ہم خاموش رہیں) ہمارے اس ساتھی نے اردو میں کہا کہ میں حملہ کر رہا ہوں، جواب میں ہم سب نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا۔ لیکن شاید اس کی شہادت کا وقت قریب آچکا تھا، جیسے ہی اس نے تلاشی لینے

والے ڈاکو پر حملہ کیا، دوسرے ڈاکو نے پورا برسٹ ہمارے مجاہد ساتھی پر فائر کر دیا۔ پھر وہ
ازبکی ہماری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا خبردار اگر تم لوگوں نے کوئی حرکت کی تو تمہیں بھی
اسی طرح زخمی کر دوں گا۔ ہم سب ساتھی خاموش تھے وہ دونوں لٹیرے اپنا کام کر کے چلے
گئے۔ ہمارا شہید ساتھی ہمارے سامنے تھا، ہم سب کی آنکھیں نم تھیں اور ہونٹ کانپ رہے
تھے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ہمارے ساتھی کی شہادت کو قبول فرما (ہمارا ساتھی جو
شہید ہوا اس کا نام حنیف بلوچ تھا اور وہ کراچی کے علاقے لیاری کا رہنے والا تھا) ایک حیرت
انگیز بات یہ تھی کہ ہمارے اس شہید ساتھی کے جسم سے ایک قطرہ بھی خون کا نہیں نکلا۔ ہم
نے ایک چادر اپنے شہید ساتھی کے جسم پر ڈالی، ہمیں اپنی حالت پر افسوس ہو رہا تھا کہ ہم اس
وقت کتنے مجبور ہیں کہ اپنے شہید ساتھی کو نہ دفنا سکتے ہیں اور نہ اٹھا کر لے جا سکتے ہیں کیونکہ
ہم سب کی حالت انتہائی خراب تھی۔ اپنے پیروں کو گھسیٹتے ہوئے بڑی مشکل سے ہم سڑک
کے قریب پہنچ گئے (جب ہم نے اپنا سفر شروع کیا تھا تو ہماری تعداد کئی سو تھی لیکن اس وقت
صرف بیں پچیس ساتھی رہ گئے) سڑک پر سے ٹریفک گذر رہا تھا۔ ایک گاڑی کو ہم نے ہاتھ
کے اشارے سے روکا اور پانی مانگا۔ گاڑی والوں نے ہمیں پانی پلایا اور کولر ہمارے پاس چھوڑ کر
چلے گئے۔ اس کے بعد ایک گاڑی کو ہم نے رکنے کا اشارہ کیا، لیکن گاڑی رکی نہیں آگے بڑھ
گئی۔ کولر میں سے پانی نکال کر تمام ساتھیوں نے پیا، ابھی ہم پانی پی کر فارغ ہوئے تھے کہ ایک
فوجی جیپ ہمارے قریب آکر رکی۔ یقیناً پچھلی گاڑیوں نے وائرلیس پر ان کو صورت حال بتائی
ہوگی۔ چار فوجی جو اسلحے سے لیس تھے نیچے اترے۔ انہوں نے ہماری تلاشی لینا شروع کی۔
ہمارے پاس کیا تھا جو انہیں ملتا، سب کچھ تو ازبکی ڈاکو لے اڑے تھے۔ آنے والوں نے ہمیں
ایک لائن میں کھڑا کر دیا۔ ہم میں سے جو بڑی ڈاڑھی والے تھے ان کو الگ کر لیا (مجھ سمیت
چار مجاہدین بڑی ڈاڑھی والے تھے) ہم چاروں کو گاڑی میں بٹھا دیا۔ اسلحے والے چار فوجیوں کو
ہمارے ساتھیوں کی نگرانی کے لئے چھوڑ دیا اور ہمیں گاڑی میں بٹھا کر مزار شریف کی طرف
لے چلے۔ ہمیں بہت شدید پیاس محسوس ہوئی، ہم نے ان سے پانی مانگا۔ گاڑی والوں نے ایک
جگہ گاڑی روک کر پانی کی بوتل لی اور ہم سب کو پانی پلایا۔ ہم تین ساتھیوں کی پیاس بجھ گئی،
لیکن ہمارے چوتھے ساتھی کی پیاس بجھ ہی نہیں رہی تھی۔ ایک فوجی نے گاڑی روک کر ایک

اور جگہ سے پانی لیا اور ہمارے ساتھی سے کہا منہ اوپر کرو اور پھر بوتل ہمارے مجاہد ساتھی کے
منہ سے لگا دی۔ بوتل کا پانی جب مکمل طور پر ختم ہو گیا تو اس نے بوتل منہ سے ہٹا دی۔ وہ
مجاہد ساتھی میرے بہت قریب تھا، اسے ایک ہچکی آئی اور اس نے ہلکی سی آواز میں کہا "امی"
اور شہید ہو گیا (غازی خالد محمود جب یہ واقعہ بتا رہا تھا، اس وقت اس کی آواز کی لرزش بتا رہی
تھی کہ اس وقت بھی اس کو اپنے مجاہد ساتھی کی شہادت کے لمحات یاد آ رہے ہیں) ہمارا شہید
ساتھی کراچی ناظم آباد کا رہنے والا تھا اور اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔

ہماری گاڑی اب شہر میں داخل ہونے والی تھی۔ میں اپنی جگہ بہت حیران ہوا کہ جو سفر
ہم گھنٹوں تک کرتے رہے، اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ جہاں سے نکلے تھے کچھ دیر بعد ہی وہاں موجود
تھے (یعنی ہمارا سفر نہ ہونے کے برابر تھا۔ صحرا میں عموماً ایسا ہوتا ہے) یہاں سے ہمیں ایک
دوسری گاڑی میں منتقل کیا گیا۔ ہمارے بازوؤں کو ہماری پگڑیوں سے باندھ دیا۔ ہمارے شہید
ساتھی کو انتہائی بے دردی کے ساتھ دوسری گاڑی میں پھینکا (اس وقت ہمارے دلوں کو جو
تکلیف پہنچی وہ بیان سے باہر ہے) جہاں جہاں سے گاڑی گذر رہی تھی، ہر طرف طالبان
شہیدوں کا خون نظر آ رہا تھا۔ سڑکوں پر ایسی ویرانی تھی، جس سے ہمارے دلوں کی اداسی
بڑھتی جا رہی تھی۔ راستے بھر حزب وحدت کے یہ درندہ صفت فوجی ہمیں گالیاں دیتے
رہے، مارتے رہے اور ہماری تحریک (طالبان تحریک) کو بھی برے القاب سے نوازتے
رہے۔ شہر میں چاروں طرف حزب وحدت کے غنڈے دندناتے ہوئے پھر رہے تھے۔
ہمیں ایک فوجی چھاؤنی میں لے جا کر بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے آکر ہمارے
شہید ساتھی پر الزام لگایا کہ اس نے خودکشی کی تھی، مجھے اس شخص کی ذہنیت پر افسوس ہوا۔
ہمارا وہ ساتھی بلڈ پریشر کا مریض تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی تکلیف دور کرنے کے لئے
گولی کھائی ہو، اب یہ گندی ذہنیت کے لوگ شہادت کو خودکشی بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔
ہمارے وہ ساتھی جو ہم سے ایک رات پہلے نکلے تھے ان کو کسی بستی سے گرفتار کر لیا گیا تھا اور
جو ساتھی سڑک پر رہ گئے تھے ان کو بھی گرفتار کر لیا تھا۔ ان تمام ساتھیوں کو زیر زمین ایک
پانی کی خالی ٹنکی میں اتار دیا۔ جب وہ تمام ساتھی ٹینک میں اتر گئے تو ان ظالموں نے اوپر سے
ڈھکنا ڈھک دیا۔ ہمیں جس میں حصے میں قید کیا گیا تھا وہاں پر پانچ دس منٹ بعد ہماری تلاشی

لی جا رہی تھی۔ پھر دنیا کے ہر حصے کے صحافی ہم سے مختلف سوالات کر رہے تھے کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ تم افغانستان کے باشندے نہیں ہو تو یہاں کے معاملات میں کیوں مداخلت کرتے ہو۔ ان لوگوں نے زبردستی ہماری تصاویر بھی لیں اور بی۔بی۔سی واشنگٹن اور ایران والوں نے ہماری مووی بنائی۔ ہمیں سب سے زیادہ پریشان ایران والوں نے کیا۔

مولانا احسان اللہ صاحب کے جو ساتھی تھے ان میں سے کچھ کو گرفتار کیا اور کچھ پر ظالم مستقل وار کرتے رہے۔ مولانا احسان اللہ اور ان کے ساتھی مستقل دشمنوں سے قتال کرتے رہے۔ انہوں نے آخری وقت تک اپنا اسلحہ نہیں پھینکا۔ آخر کار لڑتے لڑتے مولانا احسان اللہ اور ان کے ساتھیوں نے شہادت عظمیٰ کو گلے سے لگالیا۔ ہمیں تین دن تک بند کمرے میں رکھا۔ ان کو ہماری طرف سے یہ شبہ تھا کہ ہم پاکستانی فوجی ہیں اور شاید کرنل وغیرہ ہیں۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے کھانا بھی ٹھیک ہی دے رہے تھے۔ ہم ایک کمرے میں دس افراد تھے، جبکہ ہمارے برابر والے کمرے میں ستر اسی مجاہدین کو ایک ساتھ رکھا ہوا تھا۔ ہمیں تین دن بعد کمرے سے نکالا اور کہنے لگے۔ ہم تمہیں بامیان لے جا رہے ہیں، وہاں رکھیں گے وہاں سے تمہارا تبادلہ ہوگا۔ ہمیں ایک ٹرک میں بٹھایا گیا۔ میں نے سب کی گنتی کی تو اس وقت ہماری تعداد تقریباً ایک سو پچاس ہو چکی تھی (پاکستانی اور افغانی طلباء سب ملے جلے تھے) ہمارا سفر تین گھنٹے تک جاری رہا۔ جب ٹرک رکا تو ہمیں بتایا گیا کہ یہ مزار کے ضلع "شولگرہ" کی "قرارگاہ" ہے۔ جب ہمیں ٹرک سے اتار کر اندر پہنچایا گیا تو میں نے دیکھا کہ ہمارے بچھڑے ہوئے تمام ساتھی یہاں موجود تھے ہمارے بازوؤں کو مزید سختی سے باندھ دیا گیا۔ پھر افغانی اور پاکستانی طلباء کو علیحدہ علیحدہ کر دیا (کچھ پاکستانیوں کو بھی انہوں نے افغانی ہی سمجھا) شولگرہ میں ہمیں دو کمروں میں رکھا گیا۔ ایک کمرہ تو قبر نما سا بنا ہوا تھا (شاید گندم رکھنے کا کمرہ تھا) تقریباً چوبیس گھنٹے تک ہمیں یہاں رکھا۔ یہ کمرہ ایسا تھا کہ اس میں صرف دس آدمی آسکتے تھے، لیکن ہمارے ساتھی کافی زیادہ تھے۔ ہم نے بڑی مشکل سے اپنے پاؤں زمین پر رکھے ہوئے تھے۔ ہمیں صرف ضروری حاجات کے لئے ایک دو دفعہ باہر نکالا تو ہمیں محسوس ہوا کہ جیسے ہمارے جسموں میں جان پڑ گئی ہو۔ مجھ سمیت دس طلباء کو شولگرہ میں رکھا۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ ہمارے بدلے طالبان سے اپنے ساتھی طلب کریں گے۔ ہم دس ساتھیوں

میں سے ایک ساتھی عرب بھی تھا، ہمیں دوسرے دن شولگرہ میں بنی ہوئی اپنی عبادت گاہ میں لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک پہاڑی پر بہت سے لوگ نظر آرہے تھے (ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سب ہمیں دیکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں) ہماری مووی بننے لگی۔ میں اور میرے ساتھی یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ اپنی عبادت گاہ میں ہمیں لے جا کر شہید کر دیں گے۔ ہم نے اللہ کے حضور توبہ کی اور کلمۂ طیبہ پڑھنے لگے۔ ہم جب ان کی عبادت گاہ میں داخل ہوئے تو سامنے ہی ان کا بڑا مذہبی پیشوا موجود تھا، ہمیں خاص طور پر اس کے پاس لے جایا گیا (وہ عبادت خانہ نیچے والے حصے میں تھا) حزب وحدت والے ہم سے کہنے لگے کہ آج ہم نے اپنی نیاز پوری کی ہے، تم لوگ تو وہابی ہو نذر نیاز کو نہیں مانتے۔ لیکن آج ہم تمہیں یہ نیاز کھلائیں گے۔ وہ ہمیں ڈنڈے مارتے رہے اور پلاؤ کھلاتے رہے (وہ ہمیں اس طرح مار رہے تھے، جیسے بلی چوہے کو پکڑ کر لاتی ہے، پھر ایک دو پنجے مار کر چھوڑ دیتی ہے اور پھر پنجے مارتی ہے، بالکل اسی طرح یہ ہمارے اوپر ظلم کر رہے تھے) ان کی زبانیں دشنام طرازی پر اتر آئی تھیں۔ پھر ہمیں شولگرہ کی قرارگاہ میں لے آئے (اس پورے علاقے میں حزب وحدت کی حکومت تھی) جن ساتھیوں کو پانی کے کمرے میں رکھا تھا ان کو بھی مزار سے ادھر لے آئے۔ راستے میں جو بے ہوش طالب ملا اس کو بھی اٹھا لائے۔ پھر مجاہدین کو ازبکی اور حزب وحدت والوں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ (ازبکی ہمارے مجاہدین کو شبرغان کی طرف لے گئے) حزب وحدت والوں نے مجھ سمیت دس ساتھیوں کو شولگرہ میں رکھا، باقی مجاہدین ساتھیوں کو ٹرک میں بٹھا کر لے گئے۔ ہمیں اس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کو کس طرف لے جایا جا رہا ہے، بعد میں جب ہمیں بھی بامیان لے جایا گیا تو ان ساتھیوں نے بتایا کہ ہمیں انتہائی دشوار گذار خفیہ علاقوں سے لے کر سات دن بعد یہ لوگ بامیان پہنچے تھے۔ بامیان کی جیل میں انہیں قید کر دیا گیا۔ ہم دس ساتھیوں پر اب سختی شروع ہوئی ہمارے پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ پورے دن میں صرف ایک بار قضائے حاجت کے لئے چھوڑتے تھے۔ ہم اس وقت وضو بھی کر لیا کرتے تھے، باقی نمازوں کے لئے ہم تیمم کرتے تھے۔ ڈیڑھ ماہ تک انہوں نے ہمارے اوپر بڑی سختی کی (جب غازی خالد محمود یہ دردناک واقعات بتا رہا تھا تو میں اپنے رب سے فریاد کر رہی تھی کہ "مولائے کریم پوری دنیا کے مجاہدین کی مدد فرما اور جو مجاہدین قید و بند کی

سو بتیں برداشت کر رہے ہیں، ان کی رہائی کے لئے اسباب پیدا فرمادے۔ کیونکہ تو، تو رحیم و کریم ہے اور تیرے لئے کوئی بھی کام دشوار نہیں) ایک دن ایک ایرانی وفد تفتیش کرنے کے لئے آیا، اس وفد نے بھی ہمیں خوب مارا اور کہنے لگا کہ تم اس بات کو قبول کیوں نہیں کرتے کہ تم پاکستانی فوجی ہو۔ بار بار یہ جملہ دہراتے رہے اور ہمیں مارتے رہے۔ اس وقت سب ساتھیوں نے یہ سوچا کہ یہ تو اسی طرح مارتے رہیں گے اس لئے کچھ سیاسی تنظیموں کا نام لے کر ہم نے اپنی جان چھڑائی۔ ان کا یہ کہنا کہ ہم پاکستانی فوجی ہیں (کسی طور پر صحیح نہیں تھا) یہ تو اللہ بہتر جانتا تھا کہ ہم پاکستانی فوجی نہیں تھے۔ ہم تو طالب علم اور اللہ کے سپاہی تھے۔ ہمیں شو لگرہ میں حزب وحدت والوں نے ساڑھے تین ماہ تک رکھا۔ پھر اسی دشوار گذار راستے ہمیں بھی بامیان پہنچادیا۔ ہمارے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں، ہم سے پہلے جو مجاہدین بامیان میں موجود تھے۔ ان کی بھی دن رات پٹائی ہوتی تھی، ہمیں بھی ان ساتھیوں کے ساتھ قید کردیا گیا۔ دن میں صرف دو بار ہمیں رفائے حاجت کے لئے چھوڑتے تھے اور پھر فوراً بند کردیا کرتے تھے۔ ہمارے اوپر ایک سخت قسم کا ظالم اور سفاک آدمی ہر وقت مسلط رہتا تھا۔ ہمارے ساتھیوں میں کچھ علماء بھی شامل تھے، ان حالات کو دیکھتے ہوئے انہوں سورہ توبہ کا وظیفہ شروع کیا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک حافظ مجاہد سورۂ توبہ پڑھتے اور سورۂ توبہ جب مکمل ہو جاتی تو تمام ساتھی دشمنوں کے لئے بددعا کرتے کہ "اے اللہ ان ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچا اور ہمیں کامیابی و نصرت عطا فرما۔" آمین

قطار
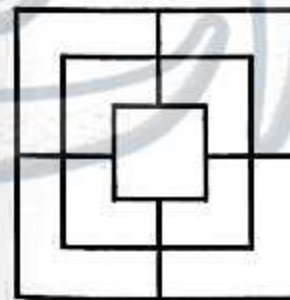
غازی خالد محمود نے آگے اس طرح بتایا، ریحانہ خالہ جو واقعہ میں آپ کو بتا رہا ہوں، یہ اس زمانے کا ہے جب ہم نئے نئے بامیان میں قید ہوئے تھے۔ یہ جگہ کسی زمانے میں حویلی نما تھی اور اس میں تاجیک رہتے تھے۔ ان کا ایک پسندیدہ کھیل تھا، جسے قطار کہا جاتا تھا۔ اس جگہ اس طرح بنا ہوا تھا۔ حزب وحدت والوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ یہ کوئی کھیل ہو سکتا ہے۔ فوراً ہم سے تفتیش شروع کردی۔ کہنے لگے کہ تم نے باہر نکلنے کی پلاننگ تیار کی ہے۔ اصل میں تم

سب مل کر کوئی سرنگ کھودنا چاہتے ہو، تم سب یہاں سے بھاگنے کے چکر میں ہو۔ یہ کہنے کے بعد ہمیں انہوں نے اتنا مارا کہ ریحانہ خالہ! میں آپ کو اس کی تفصیل بتاؤں تو آپ کے دل کو اتنی تکلیف پہنچے گی کہ آپ رونا شروع کردیں گی۔ میں نے خالد سے کہا بیٹے تم میرا قلم چلتا ہوا دیکھ رہے ہو، لیکن وہ آنسو جو نقاب کے اندر اور میرے دل کے اندر گر رہے ہیں وہ تمہیں نظر نہیں آسکتے۔ بیٹے جو کتاب میں لکھ رہی ہوں، جب یہ مکمل ہو کر تمہارے ہاتھ میں آئے گی تو اس وقت تمہیں شاید میرے دل کی کچھ کیفیات کا علم ہو سکے۔ یہ تو اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ اپنے بندوں اور بندیوں کو اپنے نام کی برکت سے سکون کی لازوال دولت عطا فرمادیتا ہے، ورنہ بہت سے لوگ تو ایسے ہوں جو ایک قدم بھی نہ چل سکیں۔ میں اپنی بات کہہ کر خاموش ہو گئی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اب غازی خالد محمود تم دوبارہ اپنی داستان بیان کرو۔

مجاہد خالد محمود نے کہا ان ظالموں نے ظلم کا ایک نیا انداز اختیار کیا، رات کو ان تمام ساتھیوں نے نشہ کیا، پھر ہم سب ساتھیوں کو صحن میں لے گئے اور کہنے لگے کہ جو پلاننگ تم لوگوں نے کی ہے وہ بتادو۔ یہ کہنے کے بعد وہ ہمیں بری طرح مارنے لگے۔ مجھے اور میرے مجاہد ساتھی یعقوب کو جوتوں اور ڈنڈوں سے مارا۔ ہم اللہ، اللہ پڑھتے رہے تاکہ اس پاک نام کی برکت سے ہمیں تکلیف کی شدت کا احساس نہ ہو۔ پھر انہوں نے ہمارے گرم جسم پر ٹھنڈا پانی ڈال دیا اور پھر مارنے لگے (یہ ظالم ہمیں اس طرح مارتے تھے، جس طرح دھوبی کپڑے دھوتا ہے) ان کا ایک بڑا تھا جسے یہ لوگ حاجی کہتے تھے۔ وہ کہنے لگا اب بس کرو اور انہیں چھوڑ دو (غازی خالد محمود نے جب یہ باتیں بتائیں تو میں اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکی۔ لکھتے لکھتے قلم ایک طرف رکھا اور نقاب میں اپنے آنسو پونچھنے لگی) ہمارے کچھ ساتھیوں کو اس کمانڈان نے پہلے ہی مزید مار کھانے سے بچالیا تھا۔ ہماری ناک سے خون فوارے کی صورت نکل رہا تھا، ان ظالموں نے ہمارے اوپر پانی ڈالا اور ہمیں کمرے میں بھیج دیا اور ساتھیوں سے یہ کہا کہ ان دونوں کو اوڑھنے کے لئے کوئی کپڑا نہ دینا۔ اگر تم میں سے کسی نے انہیں کپڑا دیا تو اس کی خیر نہیں۔ ریحانہ خالہ! میں ان کے ظلم کی داستان آپ کو اختصار کے ساتھ بتا رہا ہوں۔ بعض وقت یہ ہمارے کسی ساتھی کو درخت پر الٹا لٹکادیتے اور ہمارے ہی کسی دوسرے ساتھی کے ہاتھ میں ڈنڈا پکڑادیتے کہ اپنے ساتھی کو مارو۔ آپ سوچیں ایک مجاہد کسی دوسرے مجاہد پر

کس طرح ظلم کر سکتا ہے۔ وہ مجاہد جب ڈنڈا ہاتھ میں لے کر کھڑا رہتا تو اس کی پاداش میں اس مجاہد کو انتہائی بے دردی سے مارتے۔ میں اس ظلم کو کھول کر بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میرے دل و دماغ میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ فتح بامیان سے دس دن پہلے میری طبیعت بہت خراب ہو گئی۔ ہمارے لئے ایک انتہائی معمولی سی ڈسپنسری بامیان میں تھی، میں وہاں دوا لینے گیا، ڈسپنسری کے قریب ہی ایک بت بنا ہوا تھا (بت کو دیکھ کر مجھے کفار مکہ یاد آ گئے جو حقیقی معبود کو چھوڑ کر بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے)، میں وہیں کھڑے کھڑے خاموشی سے اللہ کے حضور دعا گو ہوا کہ "اے میرے رب ہماری غلطیوں کو معاف فرما دے اور طالبان کو یہاں بھیج دے۔"

اللہ تعالیٰ نے ہماری رہائی کا زبردست سبب پیدا فرمایا اور یہ سب اللہ کے کلام کی برکت تھی، سورہ توبہ کا ختم مکمل ہوا، اس کی برکت سے ہمارے دشمنوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ یہ اپنے کمانڈر کو ہٹانے کے چکر میں تھے، کمانڈر کا ایک ڈرائیور مارا گیا تھا، اس کے قتل کی تفتیش ہو رہی تھی، اس نے نیچے والوں پر الزام لگایا (یہ حقیقت تھی کہ قتل نیچے والوں نے ہی کیا تھا) یہ لوگ اپنے مذہبی پیشواؤں کو "حیاتان" کہتے ہیں۔ یہ مسئلہ حیاتان تک پہنچ گیا۔ پھر انہوں نے ہم سے بھی پوچھ گچھ کی۔ کمانڈر نے ہم سے کہہ دیا تھا کہ تم سب پر یہ لوگ جو ظلم کرتے ہیں وہ حیاتان کو ضرور بتانا۔ ہم نے حیاتان کے پوچھنے پر بتایا کہ ان لوگوں نے کس طرح ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ سوکھی روٹیاں کھانے کو دیں، بیمار پڑ جاتے تھے تو ہمارا علاج بھی نہیں ہوتا تھا۔ باقی ساتھیوں نے بھی ظلم و ستم کی داستان ان کو بتائی، کچھ دن بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں دکھایا کہ جو کل تک ہم پر ظلم کرتے تھے، آج ان کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کو صرف اپنے رب پر بھروسہ ہے اسی لئے وہ اپنے رب سے فریاد کرتا ہے۔
ہم اس وقت اس آیت کو پڑھ کر غور کر رہے تھے:

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ○

ترجمہ: "اور اللہ بہترین چال چلنے والا ہے۔"

ہمارے رب کا یہ احسان ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمارے ایمان کو مضبوط فرمایا۔ ہمارے چند ساتھیوں نے یہ منظر دیکھا کہ حزب وحدت کے وحشی اور اجڈ

فوجیوں نے اپنے ان تینوں آدمیوں کو پہاڑ پر لے جا کر نیچے گرا دیا (اس طرح یہ تین ظالم اپنے انجام کو پہنچے)

میں نے غازی خالد سے پوچھا بیٹا جب تم زخمی ہو جاتے تھے تو کیا وہ ظالم تمہاری مرہم پٹی کرتے تھے۔ تو جواب میں خالد محمود نے بتایا نہیں ریحانہ خالہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ہمارے ساتھی جب زخمی ہو جاتے تو ہمارا ایک ساتھی جو باورچی خانہ میں کام کرتا تھا۔ وہاں سے تیل چھپا کر لاتا اور مجاہدین کے زخموں اور چوٹوں پر تیل لگا دیتا۔ ایک مرتبہ دشمنوں نے مجھے اتنا مارا کہ میرا سر سوج گیا، آپ اللہ کی قدرت دیکھیں، اسی تیل سے اللہ تعالیٰ نے ایک ہفتہ میں مجھے شفاء عطا فرما دی۔ (سبحان اللہ)

غازی خالد محمود کہنے لگا ریحانہ خالہ! ہم روزانہ فتح بامیان کی دعائیں کر رہے تھے۔ ہمارے کریم آقا نے ہماری دعاؤں کو قبول فرمایا اور اکتوبر ۱۹۹۸ء میں بامیان طالبان مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوا۔ حزب وحدت کے ظالموں کو جب پتہ چلا کہ بامیان میں اللہ کے سپاہی داخل ہونے والے ہیں تو انہوں نے اچانک ہم پر حملہ کر دیا (ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا) دشمنوں نے اندھا دھند ہم پر حملہ کر دیا (یہ حملہ انہوں نے تہجد کے وقت کیا تھا) ہمارے تین مجاہدین شہید ہوئے اور بارہ مجاہد زخمی ہوئے۔ کچھ دیر بعد یہ ظالم یہاں سے بھاگ گئے۔ اس سے ہمیں پتہ چل گیا کہ اب ہماری فوجیں یقیناً اس جیل خانے سے قریب پہنچ رہی ہوں گی، ہم نے ایک زخمی مجاہد کی قمیص ایک بانس سے باندھ دی اور اس خون آلود پرچم کو لہرا دیا۔ ہمیں پختہ یقین تھا کہ ہمارے فوجی سفید قمیص اور اس پر خون لگا دیکھیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ ہم (یعنی مجاہدین) یہاں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ اللہ کا کرم ہے کہ طالبان مجاہدین نے ہماری بات کو سمجھ لیا۔ مجاہدین جب جیل خانہ میں داخل ہوئے تو یہاں کا منظر دیکھ کر سب آبدیدہ ہو گئے۔ ہم سب زخمی ہونے کے باوجود (اللہ کے کرم سے) انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ شہداء کے جسموں میں سے ایسی خوشبو آ رہی تھی جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ہمارے فاتح مجاہدین نے ہمیں بڑی تسلی دی۔ وہ خود ہمارے زخموں کو دیکھ کر پریشان تھے۔ میں نے خالد محمود سے کہا بیٹا تمہیں کچھ شہداء کے نام یاد ہیں تو اس نے کچھ دیر سوچا اور کہنے لگا...... ریحانہ خالہ! بس آپ کو کیا بتاؤں، ہمارے مجاہدین ساتھی جو فتح

"جہادِ فی سبیل اللہ
اور میری فکر کی پرواز"

خالد محمود مجاہد نے یہ حالات وواقعات بتانے کے بعد اس طرح کہا۔ ریحانہ خالہ ابھی میں دو ہفتہ قبل قندوز کے محاذ سے لوٹا ہوں۔ لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ میں پھر محاذ پر جاؤں۔ میرے جیسے کتنے مجاہد جہاد پر جانے کے لئے ہر وقت بے قرار رہتے ہیں۔ ہماری یہ تمنا ہے کہ مرتے دم تک اسلام کی سربلندی کے لئے کفار سے جنگ کرتے رہیں۔ جب ہم چیچنیا اور کشمیر کے مسلمانوں کی بے کسی کی داستان پڑھتے ہیں تو ہمارا دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔ پھر دل کی ہر دھڑکن سے آواز آتی ہے کہ یہاں بیٹھنے سے کیا فائدہ چلو چیچنیا چلو.... یا کشمیر و فلسطین چلو..... چلو کوسوو اور بوسنیا چلو..... ہر محاذ ہمارا محاذ ہے..... یہ جملہ کہتے کہتے خالد محمود عباسی کی آواز بھرا گئی۔

میں اس کی یہ پُراثر باتیں سن کر اندر ہی اندر روتی رہی اور پھر میں نے خالد محمود سے کہا دیکھو بیٹا اللہ تعالیٰ ایسے ہی مظلوم مسلمانوں کیلئے سورۃ النساء میں اس طرح ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا

مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ (سورۃ النساء، آیت:۷۵)

ترجمہ: "بھلا کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان ناتواں مردوں، عورتوں اور ننھے ننھے بچوں کے چھٹکارے کے لئے جہاد نہ کرو؟ جو یوں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لئے خود اپنے پاس سے حمایتی مقرر کر دے اور ہمارے لئے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا۔"

تفسیر: ظالموں کی بستی سے مراد (نزول کے اعتبار سے) مکہ ہے۔ ہجرت کے بعد وہاں باقی رہ جانے والے مسلمان خاص طور پر بوڑھے مرد، عورتیں اور بچے کافروں کے ظلم وستم سے تنگ آکر اللہ کی بارگاہ میں مدد کے لئے دعا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا: کہ تم ان مستضعفین کو کفار سے نجات دلانے کے لئے جہاد کیوں نہیں کرتے؟ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے کہا کہ جس علاقے میں مسلمان اس طرح ظلم وستم کا شکار اور نرغۂ کفار میں گھرے ہوئے ہوں تو دوسرے مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ان کافروں کے ظلم وستم سے (ان مسلمانوں کو) بچانے کے لئے جہاد کریں۔

(اردو ترجمہ، مطبوعہ قرآن، مدینۂ منورہ)

خالد بیٹے اس وقت چیچنیا کے مسلمان بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کی یہی حالت ہے۔ اس لئے ملت اسلامیہ سے متعلق مسلمانوں کو روس کے خلاف جہاد کرنا چاہئے۔ جس طرح پہلے بھی افغانستان کی سرزمین پر روس سے جہاد ہو چکا ہے۔ چیچنیا کے مجاہدین کی بہادری اور ان کے جذبۂ جہاد کے بارے میں جب میں نے ضربِ مومن میں پڑھا تو میرے دل نے رب سے دعا کی کہ ان مجاہدین کو فتح و نصرت سے ہمکنار فرما۔ جب اپنی بہنوں اور بچوں پر ہونے والے مظالم کو پڑھا تو میرا دل چاہا کہ ابھی جاؤں اور ظالموں کو ان کے ظلم کا اچھی طرح مزہ چکھاؤں۔ میں نے چیچنیا کے مجاہدین پر اس طرح ایک قطعہ لکھا ہے تم بھی اس پر غور کرو۔

"چیچنیا کے مجاہد"

بے نواؤں کو بچانا ہے ثواب
اُن کو دہشت گرد کہنا جرم ہے
راہِ حق میں کر رہے ہیں یہ جہاد
اُن کو ایسے نام دینا جرم ہے

قطعہ پڑھ کر مجاہد کہنے لگا، آپ نے صحیح کہا ریحانہ خالہ! آج جو مسلمان جہاد کر کے اپنا حق مانگ رہے ہیں، دنیا کے تمام غیر مسلم ان مسلمانوں کو دہشت گرد اور آتنگ وادی کہتے ہیں۔ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اس دور میں اپنا حق مانگنا بھی ایک جرم بن گیا ہے۔ میں نے کہا خالد محمود تم نے بالکل صحیح کہا۔ چیچنیا کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا ہو چکی ہے اور تمام دنیا خاموش ہے۔ خالد بیٹے مجھے تو حیرت مسلم ممالک پر ہوتی ہے جو کبوتر کی طرح آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں اور یہ سمجھ کر خاموش ہیں کہ ہم تو ان کی طرح بے گھر نہیں پھر ہم اپنا خون کیوں جلائیں۔ امیر المومنین کا جذبہ ایمانی دیکھو کہ انہوں نے چیچنیا کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان عطا فرمائے۔ (آمین) اقوامِ جہاں کی خاموشی اور بے حسی پر میرا قطعہ ہے، تم بھی قوموں کی اس بے حسی کو دیکھو۔

"اقوامِ جہاں کی خاموشی"

مجھ کو حیرت ہے تبسم آج اقوامِ جہاں
روس کی یہ بربریت دیکھ کر خاموش ہیں
مذمت یہ ختم ہو اس کی انہیں پروا نہیں
صرف تقریروں کی حد تک یہ بڑی پُرجوش ہیں

غازی خالد میرا قطعہ پڑھ کر کہنے لگا، آپ نے حقیقت کی صحیح عکاسی کی ہے۔ اس وقت اقوامِ جہاں کی بے حسی پر مسلمانوں کو ضرور سوچنا اور پھر عمل کرنا چاہئے۔ مسلمان کسی بھی خطے کا ہو وہ مسلمان ہے۔ اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرنا سب کے لئے ضروری ہے۔ میں

نے کہا خالد بیٹا جو اللہ سے محبت کرتا ہے، وہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلنا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا ہے۔ جہاد کے سلسلے کا میرا ایک اور قطعہ پڑھو۔

"مجاہد"

وہ مجاہد جو خدا کی راہ میں
دشمنوں سے برسرِ پیکار ہیں
ہوں وہ بن لادن[1] کہ وہ ملا عمر[2]
فتح و نصرت کے وہی حقدار ہیں

غازی خالد نے جہادی سلسلے کا یہ قطعہ بھی بہت پسند کیا۔ پھر کہنے لگا، ریحانہ خالہ! آپ کشمیر کے لئے بھی تو کہیں۔ میں نے کہا بیٹا تم نے صحیح کہا ایک طویل عرصہ ہو گیا کشمیر بھارتی سامراج کے ظلم و ستم کا شکار ہے۔ کشمیر کی سرزمین پکار پکار کر ہندو ظالموں کے تشدد کے بارے میں بتا رہی ہے۔ کشمیر کا احتجاج کس طرح میرے دل کی آواز بن گیا۔ اس پر غور کرو۔

"صدائے کشمیر"

میرے جلووں کو کبھی عام نہیں کر سکتے
تم مرے حُسن کو نیلام نہیں کر سکتے
حوصلے میرے سپوتوں[3] کے ابھی زندہ ہیں
تم کبھی مجھ کو تہہِ دام نہیں کر سکتے

☆☆☆

آج میں موت کے عَلم پہ نظر آتی ہوں
اپنے ہی خون کی موجوں میں بہی جاتی ہوں
آج دھرتی پہ مری رقصِ کناں ہیں شعلے
خود کو تپتے ہوئے شعلوں میں گھرا پاتی ہوں

---

[1] مجاہدِ اعظم اسامہ بن لادن۔ [2] امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد۔ [3] یہاں سپوتوں سے مراد مجاہدین (اللہ کے سپاہی)

صدائے کشمیر پر اپنے قطعات پڑھنے کے بعد میں نے کہا خالد بیٹے! تم نے کشمیر کی صدا سنی اب اُس کے سپوتوں (مجاہدین) کے خیالات سنو۔ وہ کشمیر سے کس طرح مخاطب ہیں۔ اشعار میرے ہیں لیکن مجاہدین کے دل کی آواز ہیں۔

"مجاہدین کا عزم"

اندراجی نے بنائی ہے جو تیری تصویر
ہم کسی طرح وہ تصویر نہ بننے دیں گے
لاکھ گٹھ جوڑ کرے شیخ¹ مگر اس کو کبھی
ہم ترے پاؤں کی زنجیر نہ بننے دیں گے

میرا یہ قطعہ پڑھ کر مجاہد خالد کہنے لگا۔ ریحانہ خالہ! آپ نے اس قطعہ میں اندرا گاندھی کے سلسلے میں جو بتایا ہے کہ جو تصویر اندرا نے بنائی ہے ہم وہ تصویر بننے نہیں دیں گے، ذرا اس بات کی وضاحت فرمائیں۔ میں نے جواب دیا، خالد بیٹے اندرا گاندھی کے باپ پنڈت جواہر لال نہرو نے کشمیر کو بھارت کا ایک اٹوٹ انگ قرار دیا تھا اور کشمیری مسلمانوں کو حق خود ارادیت سے اپنے ظلم و ستم کے ذریعے محروم کر دیا تھا۔ پھر جواہر لال کی بیٹی اندرا نے بھی اپنے باپ کے ظالمانہ طریقے کو اپنایا بلکہ اس نے کشمیری مسلمانوں پر اپنے باپ سے بھی زیادہ ظلم و بربریت کا مظاہرہ کیا اور حق کی آواز دبانے کی کوشش کی۔ لیکن حق کی آواز کو کوئی ظالم اگر دبانے کی کوشش بھی کرتا ہے تو کچھ عرصے تک تو بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ظالم اپنے ظلم میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن ایک وقت آتا ہے کہ حق غالب آ کر رہتا ہے۔ اس کی مثال بالکل اس طرح ہے کہ اگر سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کے آگے دیوار کھڑی کر دی جائے تو موجیں برابر اس دیوار سے اپنا سر ٹکراتی رہتی ہیں اور آخر کار وہ دیوار لہروں کے جوش و خروش کے سامنے ریت کے ذروں کی طرح بکھر کر رہ جاتی ہے۔ اس وقت پوری دنیا کی کوشش یہ ہے کہ کسی طرح جہادی سلسلے اور جہادی فکر کو روکا جائے کیونکہ مسلمانوں کی یہ بیداری (جذبۂ جہاد) یہود و نصاریٰ، اہلِ ہنود اور بے دین لوگوں کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔

---

¹ شیخ عبداللہ (ایمان فروش)

مگر یاد رکھنا خالد بیٹے اب دشمنانِ اسلام جہادی فکر اور جہادی سلسلے کو روک نہیں سکتے۔ اس سلسلے میں میرا ایک شعر ہے اسے پڑھو۔

تم جہادی فکر کو زنجیر کر سکتے نہیں
ہم کسی چنگیز و تیمور سے بھی ڈر سکتے نہیں

حقیقت یہ ہے کہ جب ہمارے نوجوان جہاد کا جذبہ لے کر مختلف محاذوں کی طرف رواں دواں ہوں تو دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ مجاہد، مجاہد ہے۔ اس سلسلے میں میرا ایک اور شعر ہے تم بھی دیکھو تو تمہیں اپنے جہاد کا زمانہ یاد آ جائے گا۔

مجاہد دیکھنے میں یوں تو اک انسان ہوتا ہے
جہادِ حق میں لیکن یہ خدا کی شان ہوتا ہے

مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اب مسلم قوم کے جوان جاگ رہے ہیں اور وہ میرے اس شعر کی مکمل تفسیر بن چکے ہیں۔

جہادی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے موجِ نور ان کے آشیانوں میں

اب وہ وقت بالکل نزدیک آ گیا ہے کہ دشمنانِ اسلام جہاد کو نہیں روک سکیں گے، کیونکہ پوری ملتِ اسلامیہ کے اکثر نوجوان قرآن مجید کے نور سے اپنے دلوں کو منور کر کے ایک عجیب جہادی شان کے ساتھ اُٹھ رہے ہیں۔ خالد بیٹے میں ہمیشہ اپنے رب سے دعا کرتی ہوں کہ اے میرے رب مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت پیدا فرما دے اور مجاہدین کے ان لشکروں کو ایسی طاقت عطا فرما دے کہ تمام اسلام دشمن قوتیں ان کی جہادی شان کے سامنے مغلوب و بے بس ہو جائیں۔ اس سلسلے کی میری ایک نظم سنو تمہیں محسوس ہوگا کہ تم خود بھی ابھی مجاہدین کے لشکر میں شامل ہو اور میرا بیٹا مجاہد نعمان بھی اس لشکر میں اسلام کا پرچم اٹھائے تمہارے ساتھ ساتھ چل رہا ہے اور دنیا کی تمام قوتیں مسلمان مجاہدین کے اس سیلِ رواں کو دیکھ کر حیران ہیں پریشان ہیں۔ لیکن ان مجاہدین سے مقابلے کی ان میں طاقت نہیں۔ اس کی جھلک میرے آئینۂ گفتار میں دیکھو۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے یہ نظم میرے دل پر اتار دی۔

"ایمان کی روشنی"

جذبۂ ایماں دلوں میں وہ جگانے آئے ہیں
نقشِ باطل کے وہ ذہنوں سے مٹانے آئے ہیں
جل رہے ہیں آتشِ سوزاں کی صورت آج تک
ان پھولوں کے نشاں ہم کو دکھانے آئے ہیں
عیش کوشی کے نشے میں ہم بھلا بیٹھے جسے
یاد اس دورِ حسیں کی وہ دلانے آئے ہیں
وہ جیالے دینِ حق کے چاہنے والے ہیں سب
وہ جہادی شان کیا ہے یہ بتانے آئے ہیں
دل کی دھڑکن سے دما دم آرہی ہے یہ صدا
وہ چراغِ حریت کی لو بڑھانے آئے ہیں
روشنی ہے ان کے ایماں سے اندھیری رات میں
کوندتی ہیں بجلیاں جیسے بھری برسات میں

یہ نظم پڑھنے کے بعد خالد محمود کی عجیب سی کیفیت ہو گئی اور میں بھی خود پر قابو نہیں رکھ سکی اور مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ کشمیر ماؤں کی گونج سنائی دینے لگی۔ فاضلی صاحب، بچے اور خالد محمود خاموش بیٹھے تھے۔ میں نے ہمت کی اور اس طرح کہنے لگی۔ تم سب نے نومبر ۱۹۹۹ء کی ایک اہم خبر ضرور پڑھی ہو گی کہ یہودیوں نے مقبوضہ فلسطین میں غرقد نامی درخت اگانا شروع کر دیئے ہیں۔

☆☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "تم یہودیوں سے قتال کرو گے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی یہودی کسی پتھر کے پیچھے چھپے گا تو وہ پتھر بولے گا اے اللہ کے بندے! میرے پیچھے ایک یہودی ہے اسے قتل کر دو۔"
(صحیح بخاری)

حضور اقدس ﷺ کی ایک حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ قربِ قیامت کے

دوران یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان سخت جنگ ہو گی اس وقت یہودیوں کا ایک عظیم قتل عام ہو گا۔ یہاں تک کہ دنیا کی کوئی چیز کسی یہودی کو پناہ نہیں دے گی۔ ہر پتھر اپنے پیچھے پناہ لینے والے یہودی کے خلاف گواہی دے گا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے، یہ پتھر ان سے کہے گا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام ہمارے پیچھے اتنے یہودی ہیں۔ ایسے میں صرف یہودیوں کے نزدیک مقدس غرقد کا درخت ہو گا جو یہودیوں کو پناہ دے گا۔

اس وقت یہودی غرقد کی کثیر مقدار میں افزائش کر رہے ہیں۔ اس بات سے نبی ﷺ کی حدیث کی تصدیق ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں یہودیوں کے عظیم قتل عام کا وقت قریب آ گیا ہے۔

اس وقت جہاد، جہادِ مسلسل بن چکا ہے۔ افغانستان، چیچنیا، کشمیر، کوسوو، بوسنیا، فلسطین اور دنیا کے ہر خطے کے مجاہدین شمشیر بدست لے کر نکلیں ہیں۔ اب یہ ہمن کا غرور اور یہود و نصاریٰ کا پندار (ان شاء اللہ) اس طرح بکھرے گا کہ وہ خود اپنی مسخ شدہ شکل پہچان نہیں سکے گا۔ ان سب دشمنانِ اسلام کو ہمارے مجاہدین ایسے کاری زخم لگائیں گے کہ دنیا کے بڑے سے بڑے ڈاکٹر بھی ان زخموں کو مندمل نہیں کر سکیں گے۔ اس جہادی فکر کو اب کوئی نہیں روک سکے گا۔ (ان شاء اللہ)

میں دم لینے کو رکی تو اس دفعہ سب سے چھوٹا بیٹا معاویہ کہنے لگا، امی اس جہادی فکر پر اپنا کوئی قطعہ سنائیں۔ میں نے معاویہ کی طرف بڑی محبت سے دیکھا اور پھر اپنا یہ قطعہ پڑھا۔

"جہادی فکر"

جہادی فکر کی پرواز روکنے والو!
جہادی فکر کی پرواز رک نہیں سکتی
نوائے حق کو دبانے کی لاکھ کوشش ہو
کسی طرح سے یہ آواز رک نہیں سکتی

بچوں پر ایک عجیب جوش کا عالم طاری تھا۔ محمد طلحہ (تیسرے نمبر والا بیٹا) کہنے لگا امی جی اسامہ بن لادن جو کروڑوں مسلمانوں کی محبت کا مرکز ہیں اور یہ وہ عظیم مسلمان ہیں جنہوں

نے بیت اللہ، حرم نبوی اور بیت المقدس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ یہ وہ قابلِ تعریف مسلم مجاہد ہے جس نے ان تینوں مقدس اور بابرکت مقامات کے تحفظ کے لئے آواز اٹھائی اور کتنے افسوس کی بات ہے کہ حق کی یہ آواز اپنوں کو سب سے زیادہ ناگوار لگی، اور اس طرح آج یہ مجاہد گھر سے بے گھر ہے۔ میں امیر المؤمنین کی عظمت کو سلام کرتا ہوں، جنہوں نے مجاہد اسامہ بن لادن پر افغان سرزمین کے تمام دروازے وا کر دیئے ہیں اور اُن کی حفاظت کو اپنا فرض اولین بنالیا ہے۔ محمد طلحہ ذرا سانس لینے کو رکا تو رافع مجاہد (دوسرے نمبر والا بیٹا) کہنے لگا امی جی آپ کو یاد ہے کہ عظیم مجاہد اسامہ بن لادن کی طرف سے کچھ عرب مجاہد آئے تھے اور انہوں نے جہاد کی سب سے زیادہ مشکل تربیت کے لئے طلباء سے پوچھا تھا تو امی جی مجھے یہ بات کہتے ہوئے بڑی خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ میرے پیارے مجاہد بھائی جان نعمان بے تابی سے کھڑے ہو گئے تھے اور بھائی جان وہ واحد مجاہد تھے جنہوں نے ناظم آباد کے پورے علاقے سے اپنا نام پیش کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے عظیم مجاہد اسامہ بن لادن، میرے مجاہد بھائی جان نعمان اور تمام مجاہدین کی حفاظت فرمائے اور اُن سے اللہ تعالیٰ وہ کام لے لے جو اُسے پسند ہو۔ مجھے اپنے بچوں کی باتیں سن کر بہت خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن میں نے اپنی خوشی کو اپنے پردے (برقع) میں چھپا رکھا تھا۔ بچوں نے اسامہ بن لادن کی میری نظم سنانے کے لئے کہا، جو ابھی حال ہی میں، میں نے لکھی تھی۔ وہ نظم کچھ اس طرح ہے۔

اُسامہ بن محمد بن لادن کے نام

ایک اسلام کا سپاہی جو
کفر سے جنگ پر ہے آمادہ
مل رہا ہے خدا کی جانب سے
اس کو ہر گام پر نیا جادہ

☆☆☆

بحر گو کے عزم کے آگے
ساری دنیا کمال حیراں ہے
اک اُسامہ کی صرف ہیبت سے
کفر سارے جہاں میں لرزاں ہے

☆☆☆

اُس کو جو نام بھی زمانہ دے
میں یہ کہتی ہوں وہ مجاہد ہے
خوف کیوں کر نہ کفر میں پھیلے
وہ شجاعت میں مثلِ خالد ہے

☆☆☆

دل میں خوفِ خدا جو رکھتا ہے
وہ غلط کام کر نہیں سکتا
لاکھ دھمکائے اُس کو یہ دنیا
دھمکیوں سے وہ ڈر نہیں سکتا

☆☆☆

یہ یہود و ہنود بھی سن لیں
موت سے بھی وہ مر نہیں سکتا
ذکر ہو جس کا ہر فسانے میں
زندہ رہتا ہے وہ زمانے میں

☆☆☆

نظم ختم ہوئی تو تینوں بچے کہنے لگے، امی جی! آپ نے ایک نظم خالد بھائی جیسے مجاہدین کے لئے لکھی ہے، وہ خالد بھائی کو دیدیں۔ میں نے ایک نظم نکالی اور غازی خالد کے آگے رکھتے ہوئے کہا، مجاہد خالد محمود میں! یہ نظم تمہارے اور تم جیسے اللہ کے ہزاروں شیر دل،

کے نام کرتی ہوں۔ اس نظم کا عنوان میں نے "اہل حق" رکھا ہے۔ یہ نظم تمہارے لئے میری طرف سے ایک پُر خلوص دعا بھی ہے اور "اہل حق" کا تعارف بھی۔

"اہل حق"

تم جہاد دین کی خاطر جہاں بھی جاؤ گے
ہمسفر ہوگی تمہاری' رحمت پروردگار
منزلیں خود بڑھ کے چومیں گی تمہارا ہر قدم
گلستاں بن جائے گا دہکا ہوا ہر شعلہ زار
دوستوں کے حق میں رنگیں' گلستاں ہے تیری ذات
دشمنوں کے واسطے آتش فشاں ہے تیری ذات
دشمنوں کے واسطے بپھرا ہوا طوفان ہے
دوستوں کے واسطے جنت نشاں ہے تیری ذات
راہ حق میں جس کسی نے بھی اُٹھائیں مشکلات
اُن کے حق میں بن گئی ہیں مشکلیں آب حیات
مشکلوں سے اہل حق ہمت کبھی ہارے نہیں
خار زار غم سے گذرے ہیں بڑے آرام سے
آج بھی ثابت ہے یہ قرآن کی آیات سے
رُخ پلٹ کر رکھ دیتے ہیں گردش ایام کے

کافی گھنٹے ہو چکے تھے۔ درمیان میں غازی خالد محمود قاضی صاحب کے ساتھ نماز پڑھنے گیا۔ جب وہ رخصت ہونے لگا تو قاضی صاحب نے اُسے گلے سے لگایا اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔ بچوں نے بھی سلام کرنے کے بعد اُس سے ہاتھ ملایا اور پھر ہم سب نے نم آلود آنکھوں اور پُر خلوص دعاؤں کے ساتھ اُسے اللہ حافظ کہا۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ مجاہد خالد محمود جیسا جذبہ جہاد اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے دل میں پیدا فرما دے۔ آمین

"امارت اسلامیہ اور
امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد"

اللہ تعالیٰ نے طالبان کو روحانی قوت عطا فرمائی اور دنیا کے مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ جہاد کو بیدار فرمایا۔ پہلے بھی مجاہدین اسلام نے افغانستان کی سرزمین سے ظالم و سفاک روسیوں کو بڑی قربانیوں اور شہادتوں کے بعد نکالا۔ وہی روس جسے اپنی طاقت و قوت پر بڑا ناز تھا اور جو یہ سوچ کر افغانستان میں داخل ہوا تھا کہ یہاں کے لوگوں کو اپنا غلام بنا کر مزے سے یہاں حکومت کروں گا، اُس کا یہ سوچنا اس لئے تھا کہ یہود و نصاریٰ اور اہل ہنود نے ہمیشہ مسلمانوں میں عصبیت کی چنگاری کو بھڑکا کر شعلہ بنایا اور پھر ایمان فروش مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر ان کے علاقوں کو زبردستی ہتھیا لیا (سسلی اندلس وغیرہ اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ جہاں کی مساجد کو گرجا گھر میں تبدیل کر کے کمزور مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنایا گیا) روس کو افغانستان میں پیر جمانے کا موقع ایمان فروشوں نے دیا۔ لیکن جب مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن ہوئی تو وہ چین سے نہیں بیٹھے اور انہوں نے ظالم روس کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کا آغاز کیا۔ لیکن ان سرفروشوں کی تعداد ابتدا میں بہت کم تھی (لیکن یہ

ذہن میں رکھنا چاہئے کہ رات اندھیری ہو تو ایک چراغ کی روشنی بھی دور تک پہنچ جاتی ہے) اللہ کے یہ سپاہی پہاڑیوں کو اپنا مستقر بنا کر جہاد کرتے رہے۔ ان مجاہدین میں امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد اور اسامہ بن لادن بھی پیش پیش تھے۔ دنیا کے ہر کونے سے مجاہدین افغانستان پہنچتے رہے اور افغانستان کے مجاہدین کی طاقت میں اضافہ کا سبب بنتے رہے۔ خصوصی طور پر پاکستان کے علماء اور طلباء نے جہاد افغانستان میں بڑا زبردست کردار ادا کیا۔ ان مجاہدین کے حالات وواقعات سن کر قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ سالہا سال یہ جہاد چلتا رہا۔ مجاہدین بھوک اور پیاس کی شدتوں کو برداشت کرتے رہے، صبر و تحمل کا انتہائی مظاہرہ ان مجاہدین نے کیا کہ اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آگیا اور آخر کار روس کی استعماری قوت مجاہدین کے ہاتھوں بکھر کر رہ گئی۔ جب روس افغانستان سے ذلیل وخوار ہو کر نکلا تو اس کا سب سے بڑا جانشین امریکہ بن گیا۔ مگر جب اللہ کے سپاہی جذبۂ جہاد سے سرشار اللہ کی راہ میں اپنی گردنیں کٹاتے ہیں اور اللہ کے آگے رحم کی بھیک مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دشمنوں کے ارادے خاک میں ملا دیتا ہے۔

افغانستان کی آزادی کے بعد ربانی، دوستم، حکمت یار، عبدالمالک، نجیب احمد شاہ، مسعود اور حزب وحدت اپنی انفرادی حکومتوں کے قیام کے سلسلے میں خانہ جنگی کا شکار ہوگئے۔ اس زمانے میں بھی ملا عمر مجاہد اور دیگر طالبان نے انہیں انتہائی اچھے اور تعمیری مشورے ان سب کو دیئے۔ لیکن جب مسلمان عیاشی میں مبتلا ہو جائے تو وہ انتہائی خود غرض ہو جاتا ہے، اُسے دین کا مفاد یاد نہیں رہتا بلکہ وہ صرف اپنے مفاد پر نظر کرتا ہے۔ اللہ سے سچی محبت کرنے والوں نے آپس کی رنجشوں، کدورتوں اور خلق کو دور کرنے کی حتی المقدور کوششیں کیں۔ مگر دنیا کی محبت نے اُن کے دل ودماغ کو اپنی سنہری زنجیروں میں جکڑ لیا اور اُن سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو چھین لیا۔ حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ اُس وقت اللہ سے سچی محبت کرنے والے طالبان ایک عظیم انسان، ایک عظیم مجاہد ملا محمد عمر کی قیادت میں کھڑے ہوئے۔ اللہ کے ان سپاہیوں کی جنگ نام نہاد مسلمانوں سے تھی، ان منافقین نے طالبان کے خلاف ہر اوچھا ہتھکنڈہ استعمال کیا اور دنیا کی تمام کفریہ طاقتوں سے مدد حاصل کی۔ طالبان کو صرف اللہ کی مدد حاصل تھی اور اللہ کی دی ہوئی اسی مدد کے ساتھ رفتہ رفتہ

افغانستان کے تمام صوبوں پر (سوائے چند ایک کے) امارتِ اسلامیہ کا پرچم لہرانے لگا۔ یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ جو قوتیں اقتدار کے لئے آپس میں دست وگریباں تھی وہ طالبان (اسلام کے سچے خادم، مجاہدینِ اسلام) کے خلاف متحد ہوگئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے افغانستان اور عالم اسلام پر احسان عظیم فرمایا کہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کو افغانستان کی امارتِ اسلامیہ کا حکمران بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل پر اس عظیم مجاہد کے لئے ایک نظم اُتاری اُسے آپ بھی پڑھیں۔

”مجاہدِ عصرِ رواں“

صد شکر اک مجاہدِ عصرِ رواں بھی ہے
جس نے یہ نظام ہی سارے بدل دیئے
طوفان بن کے جس نے شیاطین کے واسطے
دریائے ظلم و جور کے دھارے بدل دیئے
ملا عمر کے عزم و عمل نے ہر اک طرف
اُن کی ہزیموں کے نظارے بدل دیئے
ملا عمر پہ فتح کے سب در کھلے رہیں
جس نے کہ جوئے غم کے کنارے بدل دیئے

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج افغانستان کے نوے فیصد سے زیادہ علاقے پر طالبان کی حکومت ہے اور ملا محمد عمر کو امیر المؤمنین کا اعزاز حاصل ہو چکا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ دو چار ملکوں کو چھوڑ کر کسی ملک نے طالبان کی حکومت کو صحیح معنوں میں تسلیم نہیں کیا۔ لیکن سچائی ایک دن خود کو منوا کر ہی دم لیتی ہے۔ انسان فانی اور سچائی امر ہے۔ اس دورِ پُر فتن میں بعض مسلمان بھی تحریک طالبان پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں، حالانکہ تحریکِ طالبان حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ (مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا) کی تحریک آزادی کا نتیجہ ہے۔ طالبان کا جہاد قرآن وحدیث کی رو سے افضل ترین جہاد ہے، جس پر عمل کرنا

ناگزیر ہو گیا تھا۔ طالبان نے جہاد کے میدان میں نکل کر ڈرے سہمے اسلامی ممالک میں جرأت وہمت کا جذبہ بیدار کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ علماء اور طلباء نے میدان جہاد کا رخ کر کے نبی ﷺ کی وراثت کا حق ادا کر دیا۔ مجاہدین کی کامیابی کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ طالبان تحریک حضرت مہدی کے جہاد کا نقطۂ آغاز ہے۔ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی تو دیکھا کہ حضور ﷺ کی نظریں افغانستان پر لگی ہوئی ہیں۔ طالبان مولانا نانوتوی کے خواب کی تعبیر ہیں۔ طالبان کی جہادی کوششوں نے خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ پوری دنیا کے مسلمانوں میں جذبہ جہاد بیدار فرمائے۔ آمین۔ طالبان مجاہدین اور دنیا کے دیگر مجاہدین صرف اللہ پر توکل کرتے ہیں، طالبان نے مسلسل جہاد اور شریعت اسلامیہ کو پورے افغانستان میں نافذ کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ طالبان کے جہاد کا مقصد شریعت اسلامیہ کا نفاذ اور ظلم وتشدد کا خاتمہ ہے۔ اسی عید الاضحیٰ کے موقع پر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے نام ایک پیغام دیا ہے، جو ۲۳ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ کو ضرب مومن میں شائع ہوا۔ اس پیغام کی چند سطور یہاں لکھ رہی ہوں، ان کو پڑھ کر آپ کو امیر المومنین کے عزائم سے بخوبی واقفیت ہو جائے گی۔

"امارت اسلامیہ افغانستان اسلامی غیرت وحمیت کا بھرپور طریقے سے مظاہرہ کر چکی ہے اور ہمارا عزم ہے کہ جب تک جسم میں خون ہے، اللہ کے ایک حکم کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔"

اللہ تعالیٰ امیر المومنین اور اسلامی حکومت (افغانستان) کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ مجھے اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے، آج نہیں تو کل ساری دنیا امارت اسلامیہ کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

یہ میری تحریر میرے حال کی تصویر ہے
یہ میرے مجروح احساسات کی تفسیر ہے
روشنی کی جگمگاہٹ ہے میری فریاد میں
اس کے اک اک حرف میں نعمان کی تنویر ہے

میرے مجاہد! میرے بیٹے! میرے چاند! میرے شہزادے! میری آنکھیں تمہیں ڈھونڈتی ہیں، میری ممتا چپکے چپکے تمہیں پکارتی ہے۔ میرے چاند! میں کسی سے کیا کہوں، دل کا درد جب بھی آنکھوں میں ٹھہر جائے تو میری کیفیت اس وقت اتنی عجیب ہوتی ہے کہ اس کی وضاحت کر کے تمہارے دل کو تکلیف پہنچانا نہیں چاہتی۔ تم حافظ قرآن ہو اور تم نے قرآن کا ترجمہ بھی پڑھا ہوا ہے۔ وہ سماں یاد کرو جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کو اپنی قمیص دے کر کہتے ہیں "میری یہ قمیص تم لے جاؤ اور اسے میرے والد کے منہ پر ڈال دو کہ وہ دیکھنے لگیں اور آجائیں اور اپنے خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔"

(ترجمہ سورہ یوسف، آیت ۹۳)

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ۝ (سورہ یوسف، آیت ۹۴)

ترجمہ: "جب یہ قافلہ جدا ہوا تو ان کے والد نے کہا مجھے تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے اگر تم مجھے سٹھیایا ہوا قرار نہ دو۔"

تفسیر: ادھر یہ قمیص لے کر قافلہ مصر سے چلا اور ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعجاز کے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو آنے لگی۔ یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ اللہ کے پیغمبر کو بھی جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع نہ پہنچے، پیغمبر بے خبر ہوتا ہے۔ چاہے بیٹا اپنے شہر کے کسی کنوئیں ہی میں کیوں نہ ہو؟ اور جب اللہ تعالیٰ انتظام فرمادے تو پھر مصر جیسے دور دراز کے علاقے سے بھی بیٹے کی خوشبو آجاتی ہے۔

(اردو ترجمہ، مطبوعہ قرآن، مدینہ منورہ)

میرے بیٹے اس آیت کا میں نے کسی عالم کے کہنے پر ورد کیا تھا۔ تو مجھے جاگتی آنکھوں یہ مناظر کئی مرتبہ نظر آئے۔ کسی کے سامنے تو نہیں البتہ جب تنہا ہوتی ہوں تو اکیلی شہلتی رہتی ہوں اور ہواؤں سے مخاطب ہوتی ہوں کہ "اے میرے رب کی ہواؤں میرے رب کے کرم سے میرے بیٹے کی خوشبو مجھ تک پہنچادو اور میری خوشبو میرے بیٹے تک پہنچادو۔"

میرا بچہ، میرا راجہ میری طرف سے کتنا بے چین اور پریشان ہوگا۔ پھر میں اپنے خالق حقیقی سے فریاد کرتی ہوں کہ اے تمام کائنات کے رب اپنی رحمتیں مجھ پر نازل فرمادے۔ اے میرے مولا! میرے پاس وہ طاقت اور وہ صبر نہیں ہے جو یعقوب علیہ السلام میں موجود تھا۔ اے میرے آقا! تیرا مسافر، تیرا سپاہی، تیرا بندہ، تیری رضا کیلئے میدان جہاد میں نکلا تھا، اپنے بندوں اور بندیوں پر رحم کرنے والے آقا! اپنے سپاہی کو کچھ عرصے کیلئے ہی مجھ سے ملادے۔ پھر اسے بار بار میدان جنگ میں جانا اور آنا نصیب فرما۔ اے میرے مولا! میرے بیٹے کا خیریت نامہ مجھ تک پہنچادے۔ اب نہ تو میں کسی کو فون کرتی ہوں اور نہ امیر جہاد سے اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھتی ہوں، کوئی کچھ نہیں بتاتا۔ لیکن سمیع وبصیر آقا تو، تو ہر چیز سے باخبر ہے۔ اے میرے رب! جس طرح تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (جب موسیٰ علیہ السلام چھوٹے سے بچے تھے) اُن کی والدہ کی گود میں پہنچا کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا تھا اسی طرح میرے بچے کو مجھ سے ملا کر میری آنکھوں کو ٹھنڈا فرمادے۔ (آمین)

میرے مولا! تیری قدرت کاملہ پر نظر کرتی ہوں تو یہ آیت میری زبان سے نکلتی ہے:

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۃ الانبیاء، آیات ۸۷،۸۸)

ترجمہ: "مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کو یاد کرو جبکہ وہ غصہ سے چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے۔ بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھا کہ الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے۔ بے شک میں ظالموں میں ہو گیا۔ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی، اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچالیا کرتے ہیں۔"

تفسیر: مچھلی والے سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم سے ناراض ہو کر انہیں عذاب الٰہی کی دھمکی دے کر اللہ کے حکم کے بغیر ہی وہاں سے چل دیئے۔ جس پر اللہ نے ان کی گرفت فرمائی اور انہیں مچھلی کا لقمہ بنا دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام متعدد اندھیروں میں گھر گئے۔ رات کا اندھیرا، سمندر کا اندھیرا اور مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا۔ ہم نے یونس علیہ السلام کی دعا قبول کی اور اسے اندھیروں سے اور مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور جو بھی مومن اس طرح شدائد اور مصیبتوں میں پکارے گا، ہم اسے نجات دیں گے۔ حدیث میں بھی آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "جس مسلمان نے بھی اس دعا کے ساتھ کسی معاملے کے لئے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اُسے قبول فرمایا ہے۔" (جامع ترمذی)

(اردو ترجمہ، مطبوعہ قرآن، مدینہ منورہ)

اے میرے رب! میں اس آیت اور حدیث کی روشنی میں تیرے حضور توبہ کرتی ہوں، تو میری توبہ قبول فرمالے۔ (آمین) الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہو گئی، تو نے مچھلی کے پیٹ سے حضرت یونس علیہ السلام کی پکار کو سنا تھا اور انہیں غم سے نجات دی تھی۔ اے میرے پروردگار! مجھے بھی غم سے نجات دیدے۔ اے اللہ! مجھے ایمان والوں میں شامل فرمالے تاکہ مجھے بھی غم سے چھٹکارہ مل جائے۔ اس آیت کی برکت سے میرا بچھڑا بیٹا مجھ سے ملادے، بیشک تیرے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔ اکثر میں اپنے مجاہد بیٹے کی پسند کے کھانے پکاتی ہوں اور پھر تصور میں یہ کھانے لے کر پہاڑی والے علاقے میں پہنچ کر اپنے بیٹے کو تلاش کرتی ہوں (میں نے خواب میں نعمان کو پہاڑی علاقے میں دیکھا کہ کافی مجاہدین کے ساتھ ہے) میرا مجاہد بیٹا مجھے دیکھ کر اپنی کلاشنکوف کاندھے پر ڈال لیتا ہے، میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھاتا ہے، میرا حال احوال پوچھتا ہے، میں کھانا نکالتی ہوں، نوالے بنا کر اپنے مجاہد بیٹے کے منہ میں ڈالتی ہوں، پھر اچانک ایک خوبصورت سا گھوڑا

پہاڑیوں کی طرف سے نکل کر آتا ہے، میرا پیارا بیٹا میرے قریب آ کر اپنا سر جھکاتا ہے، میں اس کے سر پہ پیار کرتی ہوں، پھر ممتا آنسو بن کر قطرہ قطرہ اس کے گھنے بالوں میں ٹپکتی رہتی ہے۔ میرا مجاہد بیٹا میری طرف دیکھتا ہے، زبان سے کچھ نہیں کہتا لیکن اس کی آنکھیں مجھ سے اس طرح کہتی ہوئی نظر آتی ہیں، میری امی جی! جہاد کو معمولی نہ سمجھیں۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ پوری دنیا میں اسلامی انقلاب آ جائے تو یاد رکھیں کہ جہاد کے بغیر تمام کوشش بے کار ہو جائیں گی۔ امی جی! حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت معاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دور یاد کریں، جب ایک کے بعد دوسرا ملک مجاہدین صحابہ کے ہاتھوں پہ فتح ہو تا رہا۔ مجاہدین کی ہمتوں کے آگے پہاڑ اور دریا بھی راستہ دیتے نظر آتے تھے۔ پھر ولید بن عبد الملک کے دور میں اسلامی حدود مزید بڑھتی چلی گئیں، امی جی جہاد کے ذریعے ہی اسلام دنیا کے ہر خطہ میں پہنچا تھا۔ جب جہاد رکتا ہے تو مسلمانوں کو غیر مسلم دباتے چلے جاتے ہیں۔ میری پیاری امی آزادی کا راستہ صرف اور صرف جہاد ہے اور جہاد میں مجاہد زخمی بھی ہوتا ہے اور اس کی شہادت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ امی جی آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے اسیری سے محفوظ رکھے۔ میں آمین کہتی ہوں۔ میرا مجاہد بیٹا مجھے سلام کرتا ہے، میرے ہاتھوں کو پکڑ کر مجھے مسکرا کر دیکھتا ہے، جیسے کہہ رہا ہو، میری امی مسکرائیں میں آپ کی آنکھوں میں آنسو نہیں، ہونٹوں پہ مسکراہٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے مجاہد کی بات کس طرح ٹال سکتی ہوں، میں مسکرانے لگتی ہوں۔ میرا مجاہد بیٹا اللہ حافظ کہتا ہے اور اپنے گھوڑے پہ سوار اپنے مستقر کی طرف روانہ ہو جاتا ہے (یہ تصور کئی بار آیا) میں اپنے رب کے حضور دعا کرتی ہوں، اے رب کائنات! تیرے لئے کوئی کام مشکل نہیں، میرے مجاہد بیٹے کو مجھ سے ملا دے۔ اکثر و بیشتر جب نماز کے بعد تسبیح پڑھتی ہوں تو میری زبان سے نکلتا ہے کہ "مجاہد تم کہاں ہو" تو مجھے لگتا ہے کہ آواز آتی ہے کہ امی جی جب اللہ کا حکم ہو گا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ امی جی! جس طرح آپ مجھے یاد کرتی ہیں، میں بھی آپ کو یاد کرتا ہوں۔ اس وقت میری پلکیں بھیگنے لگتی ہیں اور اکثر میں اپنی اس نظم کو پڑھتی ہوں۔

"مجاہد تم کہاں ہو؟"

مجاہد تم کہاں ہو کچھ پتا اپنا تو بتا دو
یہ راز زندگی کیا ہے خدارا مجھ کو سمجھا دو
مری آنکھیں تمہاری منتظر ہیں ایک مدت سے
مجھے کچھ دیر ہی کو اپنی صورت آ کے دکھلا دو
رکاوٹ کیا ہے آخر اپنے گھر تم کیوں نہیں آتے
دعا کر کے خدا سے ہر رکاوٹ کو ہی ہٹوا دو
مجاہد کی دعا تو خود خدا بھی بڑھ کے سنتا ہے
دعا کا نور کچھ تو گھر کے آنگن میں بھی برسا دو
تصور میں تو تم میرے ہمیشہ پاس رہتے ہو
کبھی تم سامنے آ کر جہادی شان دکھلا دو
مجھے معلوم ہے تم کس مشن پہ ہو عمل پیرا
مجھے بھی اک جھلک دو لفظ لکھ کر اس کی دکھلا دو
اگر تم اس قدر مصروف ہو کچھ لکھ نہیں سکتے
تو اپنی خیریت اپنے کسی ساتھی سے لکھوا دو
خدا زندہ رکھے تم کو جہاد دین کی خاطر
وہ معبود حقیقی ہو تمہارا حافظ و ناصر

پڑھنے والوں سے بھی میری درخواست ہے کہ اگر کبھی نظم یاد آ جائے تو میرے بیٹے مجاہد نعمان اور اس کے دوست مجاہد راشد کی خیریت سے لوٹنے کی ضرور دعا کریں۔ کیونکہ دونوں مجاہدوں کی مائیں اپنی پلکوں پہ آنسوؤں کے چراغ جلائے تین سال سے منتظر ہیں۔ اللہ کی قدرت دیکھیں کہ جب میں یہ جملے لکھ رہی ہوں تو مارچ کا مہینہ اور ۲۳ تاریخ ہے اور دونوں مجاہد ۱۵ مارچ ۱۹۹۷ء کو گھر سے میدان جنگ کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ میں اپنے

رب کی محبت و رحمت پر یقین رکھتی ہوں کہ وہ مجاہدین کی ماؤں کی تڑپتی ممتا کو ضرور سکون عطا فرمائے گا اور پھر برسوں سے جلتی آنکھیں اپنے مجاہد بیٹوں کو دیکھ کر اللہ کے حضور شکر کے لاکھوں نذرانے پیش کریں گی .... یہ وقت ان شاء اللہ ضرور آئے گا .... یہ وقت ان شاء اللہ ضرور آئے گا۔ آخر میں میں اپنی حمد کا ایک شعر لکھ کر اپنی کتاب ختم کرتی ہوں۔

آنکھوں میں اشک ہونٹوں پہ ہیں سسکیاں مگر
روشن چراغ راہِ وفا کر رہی ہوں میں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥
وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین ٥
برحمتک یا ارحم الراحمین ٥

"اظہارِ تشکر"

الحمد للہ رب العالمین ٥
سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی
جدک ولا الہ غیرک وصلی اللھم علی سیدنا محمد و
آلہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا ٥

☆ وہ رب ہے تمام کائنات کا، اس کی رحمت، فضل و کرم ایسا سرمایۂ حیات و آخرت ہے جس میں کسی لمحہ اور کسی موسم میں کمی نہیں ہوتی۔ میں اپنے رب کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ اس مہربان رب نے جس طرح زندگی کے ہر گام پر مجھے اپنے فضل سے نوازا، اس پر تمام زندگی کے لمحات اس کی حمد و ثنا، اور شکر کے لئے وقف کر دوں تو وہ بھی اس کی بے کراں رحمتوں کے شکر پر ذرے سے بھی کم ہے۔ لیکن میرا رب ایسا نوازنے والا ہے کہ وہ ذرے کو بھی آفتاب بنا دیتا ہے۔ "مجاہد تم کہاں ہو؟" میں لکھتی رہی اور میرا رب ہر لمحے پر میری رہنمائی فرماتا رہا۔ پھر میرے یہی خیالات اس قطعہ کی صورت میں ڈھل گئے۔ یہ بھی اُس کے لطف و کرم کا ایک انداز ہے۔

وہ تو خدائے پاک کی رحمت تھی مہرباں
ایسی کتاب لکھنا مرے بس میں تھا کہاں
جو مشکلیں بھی آئیں وہ آسان ہو گئیں
مہکا ہوا ہے میرے مجاہد کا گلستاں

☆ میں ان علمائے کرام کی شکر گزار ہوں جن کی نگارشات پڑھ کر میں نے کسی نہ کسی عنوان اُن سے استفادہ کیا اور اپنی کتاب کو وقیع سے وقیع تر بنانے کی کوشش کی ہے۔

☆ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے یا بندی پر رحم فرماتا ہے تو اس کے کام کی تکمیل کے لئے

انتہائی مخلص اور نیک بندوں اور بندیوں کو اس کے لئے مخصوص فرما دیتا ہے اور وہ بے لوث اور مخلص انسان اس مشن کی تکمیل کے لئے بغیر کسی بدلے کے انتہائی ذوق و شوق سے اپنے حصے کا کام انجام دیتے ہیں۔ میرے مشن کی تکمیل کے لئے میرے رب نے جن افراد کو متعین کیا اب میں ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔

☆ میں ممنون ہوں محترم مولانا عبدالرشید انصاری، محترم حافظ پروفیسر شاہد حسن علوی، محترم عزیز احسن اور محترمہ فرح اصغر صاحبہ کی کہ ان کرم فرماؤں نے اپنے بصیرت افروز خیالات کا اس کتاب پر اظہار فرمایا اور گاہ بگاہ اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ جو اس کتاب کو نکھارنے اور سنوارنے اور وقیع بنانے میں میرے معاون ثابت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ دین و دنیا اور آخرت میں ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

☆ ثروت کنول میرے شکریہ کی مستحق ہے۔ وہ میری ایسی طالبہ ہے جو کام کرنے کے بعد بڑے ہی بھولے پن سے کہتی ہے "مس مجھے معاف کردیں۔ میں اس سلسلے میں کچھ بھی تو نہ کر سکی" حالانکہ ثروت کنول نے "مجاہد تم کہاں ہو؟" کے سلسلے کے لئے بہت ہی خوبصورت فائلیں بنا کر مجھے دیں، جس کی وجہ سے مجھے ہر حصے کے کاغذات اور دیگر کاغذات رکھنے میں بڑی سہولت ملی۔ اللہ تعالیٰ اس بچی کی تمام نیک تمنائیں پوری فرمائے۔ آمین

☆ میری عزیز طالبہ نصرت بانو شوکت بھی میرے شکریے کی مستحق ہے۔ جنہوں نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ میں بڑی محنت اور کاوش سے کام کیا۔ نصرت کے اخلاص اور محنت کا یہ حال تھا کہ جب یہ پروف پڑھتی تو اپنے ارد گرد کے ماحول سے بالکل بے خبر ہو جاتی تھی۔ اگر اس وقت کوئی ان سے بات کرنا چاہتا تو یہ صرف ہوں ہاں پر اکتفا کرتی اور اس کی آنکھیں صرف صفحات کا دیدہ ریزی سے مطالعہ کرتی رہتیں۔ نصرت شوکت کو میں اس جملے کے ذریعہ خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ یہ اس راہ میں آخری منزل تک میری شریک سفر رہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بچی پر اپنا خصوصی کرم فرمائے۔ آمین

☆ میں اپنی عزیز سہیلی یثرب ممتاز کی شکر گزار ہوں کہ وہ مجاہد کی ماں سے کچھ نہیں ہو سکتی لیکن ان کے بچے کا مطالعہ کرکے اکثر کالج میں اسے پانی اور ناشتہ ضرور فراہم کرتی ہیں۔ جبکہ بعض لوگ ان کے اخلاص پر اس طرح تنقید کرتے ہیں، واہ ہو ... یثرب تمہیں

مسز فاضلی کا بڑا خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ یثرب کی تمام نیک تمنائیں پوری فرمائے۔ آمین

☆ میری عزیز دوست مسز ممتاز شفاعت بھی میرے شکریے کی مستحق ہیں۔ جنہوں نے میری کتاب "مہکتے حرف" کا نیا ایڈیشن مکہ معظمہ میں واقع مدرسہ صولتیہ کے مہتمم مولانا حشیم کی خدمت میں میری خواہش کے مطابق پیش کیا۔ مولانا حشیم میرے مربی و محسن مولانا مسعود شمیم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین

☆ میری عزیز سہیلی میری بہن فرحت جمیل جو سٹی اسکول کی انتہائی قابل استاد ہیں۔ یہ میرے شکریہ کی مستحق ہیں۔ انہوں نے اس سے قبل "خطیب الامم"، "روشنی کے سلسلے" اور "پھول مسکرائے" کے انتہائی دلکش اور دیدہ زیب ٹائٹل بنائے ہیں۔ لیکن "مجاہد تم کہاں ہو؟" میں انہوں نے صرف ایک ٹائٹل ہی نہیں بنایا بلکہ کتاب کے انتساب اور تینوں حصوں کے انتہائی خوبصورت اور جاذب نظر ٹائٹل بنائے ہیں۔ میں اپنے رب سے دعا کرتی ہوں کہ ان کی ہر نیک تمنا پوری فرمائے۔ آمین

☆ مجاہد محمد خرم ایوب بھی اپنی کاوشوں کے سبب میرے شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے آلات حرب لیزر پرنٹر سے نکال کر "مجاہد تم کہاں ہو؟" کے لئے پیش کئے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر محاذ پر فتح و نصرت عطا فرمائے۔ آمین

☆ میری عزیز طالبہ زرقا کنول ابھی پچھلے دنوں بیت اللہ سے حج کی سعادت حاصل کرکے آئیں، بڑے ذوق و شوق سے مجھ سے ملنے آئیں۔ آتے ہی میرے گلے لگ گئیں۔ ہم دونوں رونے لگے۔ مجھے خوشی میں رونا آرہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری ایک اور طالبہ کو شرفی پردے کی سعادت سے سرفراز کیا۔ زرقا نے مجھ سے کہا "باجی میں جس مقام پر بھی گئی خود بخود دعاؤں میں آپ کا اور نعمان کا نام زبان پر آگیا، اور باجی ایک دن حرم میں ذکر کرتے کرتے مجھے نیند آگئی تو میں نے دیکھا آپ حرم محترم میں ہیں اور مٹھائی تقسیم کررہی ہیں۔" میں نے کہا "ماشاءاللہ" بہت مبارک خواب ہے۔ اللہ میرے مجاہد کو واپس لائے۔ پھر میں اپنے مجاہد کو ساتھ لے کر ضرور حرم محترم میں جاؤں گی، پھر میں اسی طرح اللہ کے رزق میں سے وہاں ضرور تقسیم کروں گی۔ (ان شاءاللہ) اللہ تعالیٰ زرقا اور اس کے گھر والوں پر بھی

رحمت نازل فرمائے۔ آمین

☆ دنیا میں مختلف کام کرنے والے موجود ہیں، جو ہر کام اپنے مفاد کے لئے کرنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن بعض ایسے نیک کام کرنے والے بھی ہوتے ہیں جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک نیک بیٹے فیصل احمد کو بحیثیت کمپوزر کے میرے پاس بھیجا۔ نہ مجھے کمپوزنگ کی دکان پر جانا پڑا اور نہ اس سلسلے میں، میں نے کوئی مشقت اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ مولانا عبدالرشید انصاری پر (جو فیصل کو میرے پاس بھیجنے کا ذریعہ بنے) اپنا فضل و کرم نازل فرمائے اور فیصل کو دین و دنیا میں بلند درجہ عطا فرمائے۔ آمین

☆ میں اپنی ان تمام دوستوں کے جذبات کی پذیرائی کرتی ہوں جنہوں نے اس راستے میں میری حوصلہ افزائی فرمائی اور میں اس خارزار غم سے خندہ پیشانی کے ساتھ گذرتی ہوئی اپنی منزل مقصود تک پہنچ گئی۔ اللہ تعالیٰ میری تمام دوستوں اور محسنوں کو دین و دنیا کی عافیت عطا فرمائے۔ آمین

الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات۔

(حاکم ابن السنی عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

ریحانہ تبسم فاضلی

"مناجات"

خدشات دل میں جو بھی ہیں اُن کو مٹادے تو
آداب زندہ رہنے کے مجھ کو سکھادے تو

ہر خواب میں حضور کا، چہرہ دکھائی دے
کچھ خواب میری آنکھوں میں ایسے سجادے تو

جس کی ضیاء سے قریۂ جاں جگمگا اٹھے
وہ نور اولیں کا اُجالا دکھادے تو

اپنے عمل سے زندہ کروں سنتِ رسول
اس زندگی کو عشق مجسم بنادے تو

بھٹکے نہ تیرگی میں کوئی تیرا راہ رو
ہر دل کو اپنے عشق کی ضو سے جگادے تو

نافذ ہو کل جہان میں اسلام کا نظام
سارے جہاں کو طاقت ایماں بنادے تو

کل قرآں میں تو نے دیا ہے جو خلق کو
پیغام وہ ہمارے دلوں میں سجادے تو

جو کر رہے ہیں دہر میں انسانیت پہ ظلم
انسانیت کو اُن کے ستم سے بچادے تو

پھر بھول کر بھی ظلم و ستم وہ نہ کر سکیں
ایسا نتیجہ ظلم کا اُن کو دکھا دے تو

جو غم زدہ ہیں غم سے انہیں تو نجات دے
ہر درد کو دوائے دل و جاں بنادے تو

جو کر رہے ہیں دہر میں تیرے لئے جہاد
اُن کو پیامِ نصرتِ حق کا سنادے تو

گھر سے گیا تھا تیرے لئے جو جہاد پہ
اپنے اُسی سپاہی سے مجھ کو ملادے تو

اپنے کرم سے میرے مجاہد کو بھیج دے
جو مشکلیں ہیں اُس کی وہ آساں بنادے تو

کب تک میں انتظار کروں اپنے لال کا
اب مژدۂ بہار مجھے بھی سنادے تو

مولائے کل تو میری دعائیں قبول کر
جو آتشِ فراق ہے دل میں بجھادے تو

ہر شے پہ دوجہاں کی تجھے اختیار ہے
اک ماں سے اُس کے بیٹے کو اب تو ملادے تو

تیری رضا میں جان تبسم کی ہو تمام
اپنے عمل کا راستہ اُس کو بتادے تو

تقریظ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم ونبیہ الامین وعلی الہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

اس سال رمضان شریف میں دورۂ تفسیر کے ایام میں ایک عالمہ اور فاضلہ خاتون پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی کی گراں قدر تصنیف نظر سے گذری، حق تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔ لیس الذکر کالانثیٰ: جس کا حاصل یہی ہے کہ حق تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کی بعض خواتین کو وہ خداداد صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں جو اسلام کا معجزہ ہیں۔ ابتداءِ وحی میں امت کی پہلی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ کو پہلی وحی پر تسلی وتشفی کے جملے ارشاد فرمائے ہیں طبقاتِ محدثین ان کی فصاحت وبلاغت شائستگی اور برجستگی کے علاوہ اس کے بھی معترف رہے ہیں کہ یہ اخلاقِ جمیلہ اور خلقِ کریم سابقہ انبیاء کا بتایا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تربیت اول سے آخر تک آغوشِ نبوت میں کرائی گئی جس کی وجہ سے نووی شارح مسلم وغیرہ کو کہنا پڑا افقہ الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعد الخلفاء الراشدین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ دنیائے حدیث کے مشہور امام اور احناف کے دلائل اور براہین کے جرنیل امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی جن کے قلم سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے املات کے ساتھ شرح معانی الآثار جیسی معرکۃ الآراء کتاب وجود میں آئی ہے (ملاحظہ ہو الفقہ فی الاسلام) بلکہ مشہور زمانہ فقیہہ جنہیں اللہ نے اصول وفروع کا یکساں ملکہ موہوب فرمایا تھا ابوبکر کاسانی رحمۃ اللہ علیہ جس نے علاؤالدین سمرقندی کی بیٹی "تحفہ" کی لکھی ہوئی مشہور کتاب تحفۃ الفقہاء (تین جلدوں میں) کی شرح بدائع الصنائع لکھی جس کے بارے میں ہندوستان کے دورِ آخر کے سب سے بڑے عالم امام العصر حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صرف احناف نہیں دیگر مذاہب حقہ ثلاثہ بھی "بدائع الصنائع" کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ بہرحال یہ شرف اور سعادت حق تعالیٰ

ممتا اور امید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی!

محترمہ پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی صاحبہ تصنیف و تالیف کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دے رہی ہیں، مختلف موضوعات پر اپنے رشحاتِ قلم سے حلقۂ علم و ادب میں خوب پذیرائی اور داد و تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ وہ ایک معلمہ، مصنفہ، عالمہ، قاریہ، ادیبہ، شاعرہ اور سب سے بڑھ کر ایک مجاہد بیٹے کی ماں ہیں۔ ان کی دیگر تصنیفات کے ساتھ ساتھ شاعرانہ کلام، حمد و نعت اور رزمیہ نظموں کے مجموعے بھی منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔

ممتا کے جذبات لئے آج بھی اپنے لختِ جگر، نورِ نظر، مطیع و فرمانبردار، نیک و صالح مجاہد بیٹے احمد نعمان فاضلی کے انتظار میں چشم براہ ہیں، جو جذبۂ جہاد سے سرشار، اسلام کی عظمت و سربلندی کا علم اٹھائے عازمِ راہِ جہاد ہوئے اور افغانستان کے مختلف محاذوں پر دادِ شجاعت دیتے رہے۔ اس دوران مجاہدین اسلام انتہائی سخت حالات سے بھی گزرے، شہادتوں کی داستانیں رقم ہوئیں، قید و بند کی صعوبتیں اٹھانی پڑیں، زخم کھائے، جسموں کے ٹکڑے ہوئے، معذوری کو گلے لگانا پڑا، مگر مجاہدین کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی اور معرکۂ حق و باطل کا یہ سلسلہ ہائے دور دراز آگے سے آگے بڑھتا رہا۔ اس دوران مجاہد احمد نعمان فاضلی کی کوئی اطلاع نہ مل سکی کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہیں۔ اولاد کی جدائی کا غم ممتا کی ماری ایک ماں ہی سمجھ سکتی ہے یا درد دل رکھنے والا کوئی صاحبِ بصیرت انسان ان کیفیات کا احساس کر سکتا ہے جن سے محترمہ فاضلی صاحبہ گزر رہی ہیں، تاہم وہ جرأت و استقامت کا ایک پہاڑ اور صبر و برداشت کی علامت بن چکی ہیں۔ ان کی تحریر میں مایوسی و ناامیدی کا کوئی شائبہ تک نظر نہیں آتا بلکہ جرأت، ہمت، صبر، استقامت اور قوت و برداشت کا انداز یقیناً انہی کا حصہ ہے، یہ عزم و ہمت اور بلند حوصلگی خوش قسمت ماؤں کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ محترمہ فاضلی صاحبہ صبر و استقامت میں صحابیات رضی اللہ عنہن و صالحات نے نساءِ امت کو بھی نصیب فرمایا ہے ہندوستان کے مشہور علمی خاندان شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسب و حسب کی مشہور محدثہ امۃ اللہ جن سے حرمین شریفین کے محدثین سندِ حدیث لے چکے ہیں۔ یہ ایک شیریں داستان ہے اور لذیذ مقالہ ہے مگر اس کی چاشنی اس وقت دوبالا ہوئی جب محترمہ پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی کی مفصل علمی کتابیں بالخصوص اپنے گمشدہ بیٹے کی یاد میں "مجاہد تم کہاں ہو؟" دیکھ کر ساتھ تاریخ اور علمی دقائق اور خواتین کے دینی جذبات اور ان کی کامل دلسوزی کا ایک حد تک مکمل اور تجربہ ہوا۔ ایک نوجوان اور لائق بیٹے کا جہاد کے لئے جانا اور اس راستے میں اُسے مطلوبہ درجات تک پہنچنا جہاں دنیا کی تلخ جدائی، طویل غم اور دلی رنج اور سوزِ جگر کا باعث ہے، وہاں تاریخ صبر استقامت اور مقاصدِ جہاد کے آئینے میں سلفِ صالحین کا مکمل اتباع اور کامل مشابہت ہے۔ عربی شاعر نے سچ کہا ہے۔

ان لم تکونوا من ھم فتشبھوا
لان تشبھا بالکرام فلاح

(اتنا پیغامِ درد کہنا گر صبا کوئے یار میں گزرے۔ کون سی رات آملے گا دن بہت انتظار میں گذرے)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے۔ بہت غم و اندوہ کا مقام تھا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاعرِ رسول آئے اور ان الفاظ سے تعزیت کی کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیرا بھائی تھا جو خدا کے دین کے لئے خدا کے راستے میں شہید ہوا (اس کی جگہ پر اگر) میرا بھائی ہوتا اور وہ اس مقام کو لیتا تو میں بجائے تعزیت کے اپنے آپ کو مبارکباد لینے کا مستحق سمجھتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسی تعزیت مجھ سے کسی نے نہیں کی جیسی ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی کیونکہ اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کامل صبر آ گیا۔ (ملاحظہ ہو اسد الغابہ فی معرفۃ صحابہ لابن اثیر)

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
اس جاں کی تو کوئی بات نہیں ہے یہ جاں تو آنی جانی ہے

والسلام!
الاحقر محمد زرولی خان عفا اللہ عنہ

رحمہم اللہ کی یادگار اور مسلمان ماؤں کے لئے مثالی نمونہ ہیں۔

حالات وواقعات بدلنے کے ساتھ ساتھ دنیا کا جغرافیائی ونظریاتی نقشہ بھی بدل گیا اور افغانستان پر امریکی فوجیں قابض ہوگئیں، محترمہ فاضلی صاحبہ آج بھی پُر امید ہیں کہ ان کا مجاہد بیٹا احمد نعمان فاضلی کسی دن اچانک واپس آکر مدت سے ترستی نگاہوں کی پیاس بجھائے گا اور ماں کے مضطرب وبیقرار قلب وجگر کو ٹھنڈک نصیب ہوگی۔

جذبۂ جہاد سے سرشار ایک ماں نے اپنے مجاہد بیٹے سے بے پناہ محبت کے جذبات کا اظہار "مجاهد تم کہاں ہو؟" میں کیا ہے، کتاب ایک مجاہد کے بچپن، لڑکپن اور جوانی کی داستان ہے، ایک درس ہے، ایک نصیحت ہے، ایک سبق ہے، رہنمائی وبیداری کے جذبات، تربیت کا طریقہ، ارکانِ اسلام میں حج وعمرہ کی وضاحت اور انہیں ذہن نشین کرانے کا منفرد اور اچھوتا انداز ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جہاد کی فضیلت اور جنت کے مختصر راستہ کا بیان ہے، واقعات محترمہ فاضلی صاحبہ کے اپنے اشعار سے مزین کئے گئے ہیں۔ اللہ کریم محترمہ کی دلی دعائیں قبول فرمائے، ہماری دُعا ہے کہ مجاہد احمد نعمان فاضلی عافیت وسلامتی سے اپنی ماں کے دامن شفقت میں پہنچ کران کے قلب ونظر کو ٹھنڈک اور اپنے بہن بھائیوں، خاندان اور اُمت کا گراں قدر سرمایہ بنے۔ اللہ کریم اس عظیم علمی کاوش کو محترمہ فاضلی صاحبہ کے لئے ذخیرۂ آخرت اور وسیلۂ نجات بنائے اور مسلمان ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور پوری امت کے لئے ذریعہ راہِ ہدایت بنائے۔

والمر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

﴿عبدالقیوم حقانی﴾
رئیس الجامعہ ابوہریرہؓ
خالق آباد۔ نوشہرہ۔ سرحد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ا اَمَّابَعْدُ

غُبارِ درد

ریحانہ تبسم فاضلی

☆دین اسلام کا گہرا مطالعہ ہی حق وباطل کے فرق کو واضح کرتا ہے۔ اپنی خوشیوں میں مست گناہ کی زندگی گذارنے والوں کے لئے دنیا کے لمحات بڑے پُرکشش ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کی آسائشات میں ڈوب کر کبھی فکرِ آخرت نہیں کرتے۔ اور نہ ہی موت جیسی سنگین حقیقت انہیں یاد رہتی ہے۔ حالانکہ موجودہ دور میں زندگی کی ڈوری کچھ اور بھی مختصر اور ناپائیدار ہوگئی ہے۔ بنی اسرائیل کے ابتدائی زمانے میں تو لوگوں کی عمریں ایک ایک ہزار سال کی ہوتی تھیں۔ لیکن ایک دن انہیں بھی موت کی سختی سے واسطہ پڑتا تھا۔ جس نے موت اور زندگی کی حقیقت کو سمجھ لیا ہے۔ وہی دین اور دنیا میں فلاح پانے والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور جس نے صرف زندگی کو اپنے سامنے رکھا اور موت کی حقیقت پر کبھی غور ہی نہیں کیا۔ وہ خسارہ اٹھانے والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ دنیا کی رعنائی اور دلکشی میں مست ہونے کے بجائے اُس پر غور وفکر کرنا اور پھر اللہ کی حمد وثنا بیان کرنا۔ اللہ کے مقربین میں شامل ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ فجر کی نماز اور قرآن کی تلاوت سے فارغ ہو کر اگر کسی گلستان میں نکل جاؤ۔ تو ہر کیاری اور اُس کا ہر پیڑ، پودا اور پھول اللہ کی صناعی کا اعلیٰ نمونہ نظر آتے ہیں۔ اگر دیکھنے والی آنکھ سے دیکھ کر یہ سوچے کہ یہ میرے رب کی قدرت کے نمونے ہیں۔ تو اُس کی زبان سے فوراً سُبْحَانَ اللّٰہِ نکل جاتا ہے۔ اللہ کی پاکی اور اُس کی حمد وثنا بیان کرنے والا (ولی) اللہ کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ دنیا کی زندگی پر غور کرنے کے بعد جب اُس کی ناپائیداری سمجھ میں آجاتی ہے تو اُس کی توجہ بنیادی اور معیاری کاموں کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ اس ناپائیدار دنیا میں پائیدار کام کرنے والوں کی تعداد بہت مختصر ہے۔ ایسے لوگ زندگی سے پیار نہیں کرتے بلکہ زندگی اُن سے پیار کرتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی محبت اور رضا پر نظر رکھتے ہیں۔ ایک طرف انسانوں کی اکثریت دنیا سے محبت کرکے دو اور دو چار کے چکر میں پڑی ہوئی ہے۔ وہ ہیں اور اُن کی خوشیاں ہیں اُن کے شاہانہ ملبوسات، خوبصورت اور آرام دہ گاڑیاں، پُرتعیش مکانات اور اُس میں سجے ہوئے اُن کے لمحات۔ انہیں یاد ہے تو صرف اپنی ذات یا صرف اپنی اولاد اور بیویاں، یہ خوشیوں کے ہنڈولے انہیں دن

رات مصروف رکھتے ہیں۔ اور انہیں یہ یاد ہی نہیں رہتا کہ اس وقت دنیا کے بعض ملکوں کے مسلمان کیسی اذیت اور دکھ والی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ تو یہ کہہ کر بات ختم کر دیتے ہیں۔ کہ ہم نے کوئی ساری دنیا کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے؟ اور ہمارا اُن سے کیا تعلق؟ اُن کا ملک، اُن کی نسل اور اُن کی قومیت ہم سے جدا ہے۔ اس وقت یہ الفاظ کہنے والے اس بات کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ کہ شریعتِ اسلامیہ کی رو سے تمام مسلمان بھائی، بھائی ہیں۔ اُن کی خوشی ہماری خوشی اور اُن کا غم ہمارا غم ہے۔ لیکن یہ سوچ دردمند مسلمانوں کی ہے۔ ہر دور میں دردمند مسلمانوں کی تعداد کم ہوتی تھی لیکن اب تو آٹے میں نمک کے برابر رہ گئی ہے۔ میرا دل اُن نوجوانوں کے لئے دعا کرتا ہے اور اُن کی عظمت کو سلام کرتا ہے جو اپنی آستینوں میں نسلی، قومی اور قبائلی عصبیتوں کے بت نہیں رکھتے جن کے دل اپنوں کے لئے پھولوں کی طرح نرم و نازک اور دشمنوں کے لئے چٹانوں کی طرح سخت ہوتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی کو اللہ کی امانت سمجھتے ہیں۔ اسی لئے دنیا کے کسی خطہ کے مسلمان پریشان ہوں تو یہ اللہ کے سپاہی ہر طرح اُن کی پریشانیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شیاطین کے کڑے پہروں اور اُن کی فوج اور اسلحہ کے باوجود وہ وہاں پہنچ جاتے ہیں جہاں تک پہنچنا عام انسانوں کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

☆ کشمیر، افغانستان اور عراق اُن مجاہدین کے کارناموں کی زندہ مثالیں ہیں۔ ان علاقوں میں جو غازی ہیں۔ ان میں سے کچھ کے بارے میں اُن کے والدین کو خیریت ملتی رہتی ہے اور بعض غازی مجاہدین ایسے ہیں۔ جن کے بارے میں اُن کے گھر والوں کو کچھ بھی معلوم نہیں۔ بس وہ اللہ کی بارگاہ میں ان غازیوں کے لئے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔ شہداء کے گھر والوں کو شہداء کی وصیت پہنچائی جاتی ہے۔ جس میں وہ اپنے گھر والوں کو شہادتِ عظمیٰ کا بتا کر صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ اور اُن سے استدعا کرتے ہیں کہ آپ اسلام کی سربلندی اور مجاہدین کے لئے نصرت کی دعا کریں۔ کئی علاقے ایسے ہیں۔ جہاں دوسرے ممالک کے مجاہدین نہیں جا سکتے۔ اس سلسلے میں اُن پر خاصی پابندیاں لگائی گئی ہیں۔ سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ اللہ سے محبت رکھنے والے یہ مجاہدین خاندان، قبیلہ اور وطن کی محبت کو سامنے نہیں رکھتے۔ نہ ہی انہیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ہم تو جوان ہیں اپنے اوقات دنیا کی رنگینیوں میں لگا دیں۔ اس احساس کے بجائے انہیں اس بات کا شدت سے احساس ہوتا ہے کہ بے مقصد زندگی گزار کر جب اللہ کے حضور جائیں گے تو اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ اس لئے وہ جہاد فی سبیل اللہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ ان میں اکثریت اُن نوجوانوں کی ہوتی ہے جو صرف اپنے شوق اور مطالعہ کی وجہ سے میدانِ جنگ کا رخ کرتے ہیں۔ بہت کم ایسے ہیں۔ جو گھر والوں کے شوق سے جاتے ہیں۔ موجودہ دور اور اس کے لاتعداد مسائل راستے کی صعوبتیں اچھے اچھوں کا پتہ پانی کر دیتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن کے سر پر کفن بندھا رہتا ہے۔ (محاورتاً) اور ان کی جان ہتھیلی پر ہوتی ہے۔ اس دور میں تو جہاد کی تربیت کو بھی ختم کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کیمپ جہاد کی نہیں دہشت گردی کی تربیت دیتے ہیں۔ موجودہ دور کے بڑے بڑے بھی

جہاد اور دہشت گردی کے فرق کو ہی نہیں جانتے۔ ہم مسلمان ہیں۔ اللہ کے احکامات کو ماننے والے اور اللہ کے قرآن کو پڑھنے والے۔ پھر ہم دہشت گردی کر کے بھلا اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کیسے کر سکتے ہیں؟ دہشت گردی اور فساد ایک ہی چیز ہے اور ہمارے رب نے ہمارے لئے یہ بھی پسند نہیں کیا کہ ہم فساد کے نزدیک بھی جائیں۔ جہاد اللہ کی راہ میں کیا جاتا ہے اور کافروں اور مشرکوں سے جہاد کیا جاتا ہے۔ پہلے انہیں اس بات کی دعوت دی جاتی ہے کہ آپ کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جائیں اگر آپ نے ایسا کر لیا تو آپ ہمارے بھائی ہیں۔ اگر یہ منظور نہیں تو جزیہ دینا منظور کریں۔ ورنہ تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کا حکم دیا ہے۔ کفر و شرک کو مٹانے کی تعلیم دی ہے۔ مظلوم کو اس کا حق دلانے کی تعلیم دی ہے ظالم کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کی تعلیم دی ہے۔ دنیا سے فساد اور خون خرابا مٹانے کی تعلیم دی ہے۔ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کی حفاظت اور عزت کی تعلیم دی ہے۔ ہماری تلوار صرف اُن کا فیصلہ کرتی ہے جو دنیا میں فساد اور دہشت گردی کے موجد ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد نے صرف اللہ کے حکم پر اپنی تلواروں کو بے نیام کیا تھا۔ کیونکہ انہیں یہ معلوم تھا۔ کہ جو تلواریں اللہ کے حکم پر بے نیام ہوتی ہیں۔ اُن تلواروں کے سائے ہی میں جنت ہوتی ہے ہم قوموں کے معمار ہیں۔ ہم قوموں کو تباہ نہیں کرتے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جنت کی طرف پرواز کر جائیں۔ اللہ نے اپنے اُن فرمانبرداروں کے لئے جنت سجائی ہے جو اس کی ایک آواز پر اپنی جانوں کو قربان کر دیتے ہیں۔ یہ جان ہماری تو نہیں صرف اللہ کی امانت ہے پھر امانت میں خیانت کیوں کریں؟ ہم تو اللہ کے غلام ہیں اُس کے بندے ہیں۔ اس جان کو دنیا کے لئے جاندار بنا کر کیا کریں گے؟ ہماری طاقت تو دین کے لئے ہے عقبیٰ کے لئے ہے۔ حقیقتاً ہماری جان تو صرف اللہ کے لئے ہے۔ مومن تو دل میں فیصلہ کرتا ہے اور اس کا یہ فیصلہ دراصل اللہ کی رضا ہے۔

☆ دنیا میں روزانہ حادثات ہوتے ہیں۔ جوان بچہ روڈ ایکسیڈنٹ میں مرتا ہے۔ ماں پاگل ہو جاتی ہے۔ جواں سال کسی فیکٹری میں کسی حادثہ کا شکار ہو جاتا ہے تو ماں پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے ماں کا لاڈلا بیٹا کسی ...ت گردی کی گولی سے مارا جاتا ہے تو ماں اپنے بال بکھیر کر سڑک پر نکل جاتی ہے۔ لیکن جو جوان اللہ کی راہ میں شہید ہوتا ہے اُس کی ماں اپنی جاگتی آنکھوں سے اپنے بچے کو جنت میں محوِ خرام دیکھتی ہے۔ ماں کی آنکھیں اپنے بچے کی کامیابی پر جگنوؤں کی طرح چمکنے لگتی ہیں۔ ایک لازوال مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں کی زینت بن جاتی ہے۔ یہ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہ اندھیرے اُجالے ہیں۔ یہ بات سب کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ یہ صرف اُن لوگوں کی سمجھ میں آئے گی۔ جن کے پاس شعور ہے۔ جو ان عقلمندوں میں سے ہیں۔ جو اپنی عقل کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ بعض مسلم ممالک ایسے ہیں جہاں ماں خود اپنے بچے کے ہاتھ میں کلاشنکوف دے کر اُس مجاہد کو میدانِ جہاد کی طرف روانہ کرتی ہے۔ یہ ماں، بیٹا، باپ، بہن، بھائی حتیٰ کہ بزرگ نانا اور دادا بھی جہاد

میں مصروف ہیں۔ وہ اس لئے کہ ان لوگوں کا جینا دوبھر کر دیا گیا ہے۔ انہیں گھروں سے بے گھر کر کے خیموں میں بھی نہیں رہنے دیا جاتا۔ اُن پر دن رات ظالم کے ظلم کی چکیاں چل رہی ہیں۔ ظالموں کو مصلح کہا جا رہا ہے حالانکہ وہ دہشت گرد ہیں۔ اور مظلوموں کو دہشت گرد کہا جا رہا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے وطن میں امن سے رہنا چاہتے ہیں اپنی مساجد میں نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ مساجد بھی آہ وزاری کر رہی ہیں۔ کہ اُن کی صفیں نمازیوں کے سجدوں کی منتظر ہیں۔ مائیں، بہنیں اور بیٹیاں اپنے رب کے حضور اپنی پیشانیاں جھکائے سجدہ میں ہیں۔ اُن کے پھیلے ہوئے ہاتھ لرز رہے ہیں۔ اپنے رب کے حضور آنسو داستان درد بیان کر رہے ہیں۔ کہ اے مولیٰ ہمارے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو معاف کر دے۔ اب تو صلاح الدین ایوبی سا کوئی مجاہد اعظم بھیج دے کوئی فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) بھیج دے۔ اے اللہ آسمان سے فرشتوں کے لشکر اُتار دے ہماری پچھلی کوتاہیوں پر ہماری پکڑ نہ فرما۔ ہمیں معاف فرما دے۔ ہم سے راضی ہو جا۔ آمین

☆ میرے پیارے بیٹے، عظیم مجاہد احمد نعمان فاضلی کو جہاد افغانستان کے لئے نکلے ہوئے سات برس اور چھ ماہ گذر چکے ہیں۔ مجھے آج بھی اپنے مجاہد کا انتظار ہے اور یہ انتظار تا دم مرگ اسی طرح برقرار رہے گا۔ انتظار کے لو دیتے ہوئے چراغ آج بھی بڑی مستقل مزاجی سے روشن ہیں۔ مجھے اپنے رب کی ذات پر بھروسہ ہے کہ وہ میرے مجاہد کو مجھ سے ضرور ملائے گا۔ اور اگر اللہ کی رضا اس میں نہیں ہوئی تو قیامت کے دن میں اپنے رب کی رحمت پر نظر کئے میدان حشر میں کھڑی ہوں گی۔ میرا رب میرے مجاہد سے ارشاد فرمائے گا جاؤ مجاہد نعمان اپنی ماں کا دل ٹھنڈا کر دو۔ اس کی روح کو اس ملاپ سے سیراب کر دو۔ یہ الفاظ اس وقت میرے قلم سے نکل رہے ہیں۔ اور شدت جذبات سے میرے آنسو میرے رخساروں پر بہہ رہے ہیں۔ در اصل یہ آنسو مجاہد نعمان اور دنیائے اسلام کے تمام مجاہدین کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔ میں اپنے عظیم رب کے حضور سجدہ شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے میری کتاب "مجاہد تم کہاں ہو؟" کو قبول فرما لیا۔ یہ میرے رب کی قبولیت کی سند ہے کہ ہماری پوری قوم کے محسن و مربی حضرت مفتی نظام الدین خان نے "مجاہد تم کہاں ہو؟" پر اپنے گراں قدر خیالات کا اظہار کیا اور میرے حوصلوں کو تقویت بخشی۔ دوسرے محسن و مربی حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ہیں جنہوں نے "مجاہد تم کہاں ہو؟" پر روشنی ڈال کر میرے دل کی ممتا کے جذبات کو بھرا طمینان و سکون بخشا۔ میں اپنی عزیز دوست سلمیٰ ناہید کی شکر گذار ہوں جن کے بار بار کے اصرار پر آج "مجاہد تم کہاں ہو؟" کا تیسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پاکستان کے بڑے شہروں اور دیہاتوں سے خطوط اور ٹیلیفون "مجاہد تم کہاں ہو؟" کی تعریف میں وصول ہوئے۔ میں فرداً فرداً سب کی شکر گذار ہوں۔ اللہ میرے مجاہد کی بھرپور حفاظت فرمائے اور میرے پیارے بیٹے سے میری خیر کی ملاقات کروا دے۔ آمین ثم آمین

ریحانہ تسنیم فاضلی
۱.۸.۱۴۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا ۝

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

اے اللہ اے کرم کرنے والے آقا ہم پر اپنا کرم فرما دے۔ اے اللہ تیرے دشمن ہمیں ختم کرنے کے درپے ہیں۔ اے اللہ اُن پر اپنا غضب نازل فرما دے۔ اے اللہ مجاہدین اسلام کو نصرت و فتح عطا فرما دے۔ اے اللہ ہمارے مجاہدین کو ہمت و قوت عطا فرما۔ انہیں جسمانی و روحانی مدد فرما۔ یا اللہ یہ دشمنان اسلام مجاہدین اور جہاد کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ اے اللہ دشمنوں کے ارادوں کو خاک میں ملا دے۔ اے اللہ تمام عالم اسلام پر اپنی رحمتیں نازل فرما دے اے اللہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو متحد فرما دے۔ اے اللہ مجاہدین کی غیب سے مدد فرما دے۔ اے اللہ پوری دنیا کے کافروں اور منکروں کے ارادوں کو خاک میں ملا دے۔ اے اللہ مجاہدین جہاں جہاں دشمنوں کی قید میں ہیں۔ اُن کو اپنے کرم سے رہائی نصیب فرما دے۔ اے اللہ ہم سب کی مغفرت فرما۔ اے مولا ہم سے راضی ہو جا اور ہم سب کو اپنی رضا کے لئے راضی فرما دے۔ آمین ثم آمین

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝
وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

ریحانہ تسنیم فاضلی
۹ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
۱۵.۰۴.۲۰۰۱

ریحانہ تبسم فاضلی
کی
مطبوعہ تصانیف
مہکتے حرف
نعتیہ مجموعہ
خطیب الامم
نعتیہ مجموعہ
روشنی کے سلسلے
حمد و نعت، منظوم احادیث
اور مناقب کا مجموعہ
پھول مسکرائے
بچوں کا ادب
مجاہد تم کہاں ہو؟
داستان ایک مجاہد کی
زیر طبع تصانیف
حیاتِ دوام
قرآن و سنت کی روشنی میں
بچوں اور بچیوں کے لئے اصولِ زندگی
جنت کا مختصر راستہ
جہادی نظمیں
ملکوتی خوابوں کی سرزمین
سفرنامہ
حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے نقشِ قدم پر
حمد و نعت اور
مناقب کا مجموعہ
فاضلی پبلیکیشنز